اندھیروں کے ساربان

اسلم راہی
ایم اے

☆

ہمارا دور پبلیکیشنز ۴۳۷ مٹیا محل، دہلی ۶

تاریخی ناول

اندھیروں کے ساربان

اسلم راہی

ANDHERON-KE-SARBAN
BY
ASLAM RAHI

1985

600

PRICE RS. 60/-

HAMARA DAUR PUBLICATIONS
437, MATIA MAHAL,
DELHI-110006

نام کتاب ــــــــــ اندھیروں کے ساربان
ناشر ــــــــــ
سرورق ــــــــــ
کتابت ــــــــــ خان کاشمیری
مطبوعہ ــــــــــ نیوچکہ پریس [illegible]
جلد بندی ــــــــــ
تعداد ــــــــــ ۱۰۰۰
قیمت ــــــــــ ۶۰/۰۰ روپے
بار اوّل ــــــــــ ۱۹۸۵ء

پیش لفظ

اندھیروں کے ساربان ایک ہنگامی اور طوفانی صورتِ حال میں شروع کی گئی تھی گو میں اس ناول کی تاریخی ریسرچ ختم کر چکا تھا لیکن میرا ارادہ تھا کہ ایک ماہ بعد تاریخی ریسرچ کی نوک پلک اور کہانی کی تجولیں درست کر کے اسے لکھنا شروع کروں گا پر اچانک میرے محترم و مکرم جاسوسی ڈائجسٹ کے مدیرِ خصوصی جناب احمد سعید صاحب نے فی الفور ڈائجسٹ کے لیے کہانی لکھنے کو کہا تو مجھے اندھیروں کے ساربان کو قبل از وقت عجلت میں شروع کرنا پڑا۔ ربِ عظیم کا صد شکر و احسان کہ اس نے مجھے اس تاریخی کہانی کا ساتھ نبھانے کی توفیق عطا فرمائی۔

میں نے اپنی طرف سے انتہائی کوشش کی ہے کہ سلطان سلیمان بن سلیم کے دور کے سب نمایاں واقعات کو اس ناول میں سمیٹ دوں۔ سلطان سلیمان کا رنگ گندمی، پھلیاں خوب ابھری ہوئیں، آنکھیں بے چین اور مخموری، ہونٹ پتلے، ناک نکیلی، بھنویں چھوٹی، داڑھی گھنی اور چہرے پر دھوپ کی تمتماہٹ کا اثر نمایاں تھا۔ امن میں جب اپنے سر پر ڈھیلا ڈھالا کپڑا باندھتے تو ان کی ذات پہ ایک چست اور چاق و چوبند درویش کا دھوکہ ہوتا لیکن جنگ میں جب وہ جنگی لباس زیب تن کرتے تو بڑے بڑے شہسوار ان کے سامنے ہیچ و حقیر دکھائی دیتے تھے۔

سلطان سلیمان کی خوش نصیبی کہ جس قدر وہ دلیر اور مذہب و ملت کا درد رکھنے والے تھے ایسے ہی انہیں سالار بھی قدرت نے مہیا کیے جنہوں نے ان کی سلطنت کو کہاں سے بڑھا اور شمالی سرحد سے مراکش کی حدود تک پھیلا دیا حتی کہ موجودہ ہنگری

اور آسٹریا کا بیشتر حصہ سلطان سلیمان کی سلطنت کا جزو تھا۔ ان سالاروں میں امیر خیر الدین باربروسہ اور امیر طرغوت نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔

اس ناول کے مرکزی کردار بھی یہی دونوں امیر ہیں۔ جہاں خشکی پر جنگ کرنے والے سلطان کے سالاروں نے والگا کے بیابانوں، یورال کے کوہستانوں، سٹیپوں کے میدانوں، گوبی کے ریگزاروں اور جیحوں کی وادیوں میں بسنے والے ہن، آوار، بلغار، منگول، قزاق، سیتھین اور ازبک قبائل کو زیر کر کے ستاروں کو کہکشاں، ذرّے کو صحرا اور قطرے کو سمندر میں بدل دینے کے معجزات کا مظاہرہ کیا۔ وہاں امیر خیر الدین باربروسہ اور امیر طرغوت نے سمندروں کی سرو کہر آلود اور لمبی اندھیری شفق رنگ راتوں میں اپنے آہنی عزم و استقلال اور جذب و وجدان سے عظمتوں کے لالہ زار اور جراتوں کے شاہکار ترتیب دیئے۔

امیر خیر الدین باربروسہ اور امیر طرغوت نے اپنے مقصد کی ذہانت، اپنے لہو کی گردش، زبان کی جنبش، شمشیر کے طلسم، نفس کے طوفان، ایمانی جذبے کے زلزلوں اور اپنے اسم و جان اور اپنے نبض و نفس کی ہر قوت کو حرکت میں لا کر مدت کے رکے تلاطم خیز اسلام دشمن طوفانوں اور دریا کی طرح بپھرے مسلم قوم کے دشمنوں کو اپنے سامنے رُک جانے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے اپنی ملت کے خلاف ہر موڑ پر کھڑی الجھن اور ہر دوراہے پر نصب صلیب کو اپنی ہمت مردانہ اور جرأت رندانہ سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔

ان کے حملوں میں زلزلہ انگیزی اور آندھی کی شدت تھی۔ وہ وقت کے رجالِ غیب کی طرح حملہ آور ہوتے اور ساحرانہ رسوم کی ابتدا کر کے مٹیالے رنگ کے دریاؤں، نیلے سمندر، شور مچاتی آبشاروں، ممدوح چٹانوں، تنگ سرد کوہستانی دروں پر موت کی گھٹا بن کر چھا جاتے۔

انہوں نے عالم عشق و مستی میں آوارہ کے سفر کی طرح وقت کے صحیفوں میں زندگی کی تڑپ، عظمتِ عزم اور جرأت و بے باکی سے بھرپور داستانیں رقم کیں۔

وہ درویش صفت اور خوابیدہ طبع انسان تھے۔ انہوں نے حالات کی رفتار، وقت کے منجدھار اور جراتوں کی رصدگاہ میں کھڑے ہو کر تاریخ کی لکیروں پر اپنی قوم کی تقدیر اور توقیر کے الفاظ جلی حروف میں تحریر کیے۔

آج کے مسلم نوجوان بھی اگر افغانستان، فلسطین اور لبنان کے حالات کو مد نظر رکھ کر انہیں تو جس طرح ہمارے آباء نے قرنا کی آوازوں، سنناتے تیروں اور کوندتی شمشیروں سے ستاروں کے ترانے اور بہاروں کے افسانے تحریر کیے تھے۔ وہ بھی عظیم و عجیب بن کر موت کے اندھیروں میں روشنی کا پیغام بن سکتے ہیں۔ شجر بھی اپنی گود سے خزاں رسیدہ پتّے گرا دیتے ہیں اور نئے پیرہن کا لبادہ اوڑھتے ہیں لیکن بصارت سے محروم مسافر کی طرح ہمیں اپنے آپ میں تبدیلی اور اسلام کی سربلندی کا کوئی احساس نہیں۔ کاش ہم ضرورت کے وقت غفلت کی گہری نیند سونا ترک کر چکے ہوتے۔

اسلم راہی ایم اے

جنون	اقبال پارکھ	۲۴/-
آتش زن	ایم اے راحت	۱۸/-

انتساب

مسلم قوم کے اُن مجاہدوں کے نام جو اپنی شمشیر سے
عظمت کے صحیفوں میں اپنی قوم کی تقدیر و توقیر
لکھتے لکھتے ستاروں کی مانند وقت کے گہرے ساگر
میں خاموشی سے ڈوب گئے۔

اسلم راہی ایم۔ اے

نمبر اندراج 19082 تاریخ 1985
باب تصوف اردو 22 نمبر کتاب 5352

سرد کہر آلود رات کی کالی خاموشی میں اونٹوں کا ایک کاروان کوہستان تھیان شان[1] کے کاروانی درّے سے نکل کر گمنام ٹیلوں کے صحرا میں داخل ہوا تھا۔

پُرعذاب رات کے سرد لمحوں میں بلند ہوتی اونٹوں کے جرس کی صدائیں یوں اکھڑی اکھڑی بازگشت کے ساتھ بکھر رہی تھیں جیسے کسی اجنبی ہاتھ نے رات کی سانسوں میں اپنا سیاہ جادو تحلیل کر دیا ہو۔

چاند کی خنک، ٹھنڈی اور پُراسرار روشنی سے منوّر صحرا اور ریگ زار اب دھواں دھواں خدوخال کی شکل اختیار کرنے لگے تھے کہ چاند مغرب کی طرف جھکتے ہوئے غروب ہو رہا تھا۔ پھر روشنی ختم ہو گئی اور لمبی اندھیری ٹھٹھری

---

[1] مغربی چین کا ایک مشہور کوہستانی سلسلہ

رات میں بے امان رات کی روحیں رقص کرنے لگی تھیں۔

وہ کاروان صحرا کے اندر مغرب کی طرف سفر کرتا رہا یہاں تک کہ ستارے تاریکی کے ساگر میں ڈوبنے لگے۔ پھر مشرق سے سورج طلوع ہوا اور اس نے اپنی کرنوں کے تیز بھالے زمین کی کوکھ میں ڈال دیئے تھے۔ اونٹوں کا وہ کارواں اسی تیزی سے سفر کرتا رہا۔ اب ان کی پشت پر ابر آلود کوہستان تھان شیان کا سلسلہ تھا۔ ان کے بائیں طرف دُور برف سے لدا کوہستان پامیر دکھائی دے رہا تھا اور ان کے سامنے اپنی لاجوردی چوٹیوں والے وادی فرغانہ کے کوہستان سفید کا طویل سلسلہ برف سے ڈھکا نظر آ رہا تھا۔

ان کے دونوں جانب اب بے رنگ و نام قصبوں اور وحشی صدیوں کے رازوں کا بوجھ لیے گم سم ریت کے ٹیلے کھڑے تھے۔ جس کاروانی شاہراہ پر وہ سفر کر رہے تھے وہ اوش، اندیجان، اخسی، خجند سے ہوتی ہوئی وادی فرغانہ سے گزر کر سمرقند کی طرف چلی گئی تھی۔

دوپہر کے قریب اونٹوں کا وہ کاروان صحرائی حصے کو عبور کرنے کے بعد دوبارہ برف سے لدے کوہستانی سلسلے میں داخل ہو گیا تھا۔ پہاڑوں کے اندر وہ ابھی تھوڑی ہی دور آگے گئے ہوں گے کہ سب سے اگلے ساربان نے جو شاید اس کاروان کا سالار تھا۔ اپنے اونٹ کو ایک دم روک لیا اور گھبراہٹ کے عالم میں وہ اپنے اونٹ سے کود گیا تھا۔ پیچھے اونٹوں پر بیٹھے اس کے سب جوان بھی اپنے اونٹوں سے کود کر اپنے سالار کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

انہوں نے دیکھا شاہراہ کے کنارے تین لاشیں پڑی تھیں اور قریب ہی تین گھوڑے گھاس چر رہے تھے۔ جب وہ ان لاشوں کے قریب آئے تو ایک ساربان نے تقریباً چونکتے ہوئے اپنے سردار سے کہا۔

"یہ تو مسلم مبلغ یعقوب بن حمدون اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ہیں۔ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔ ہم اس کے قتل کا ——" ایک اور

ساربان نے ذرا گھوم کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔ لگتا تھا وہ ساربان اپنے سردار سے کسی بات کو راز میں رکھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ ایک اور ساربان آگے بڑھ کر اس بوڑھے کے زخموں پر پٹیاں باندھنے لگا تھا۔

ساربانوں کے سردار نے اس بوڑھے مسلم مبلغ کی نبض پر ہاتھ رکھا جس کی چھدری داڑھی خون آلود ہو چکی تھی۔ پھر اس نے زور سے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ زندہ ہے۔ اس کی سانس چل رہی ہے اور اس کا جسم گرم ہے۔ یہاں پڑاؤ کر لو۔ اس کی دیکھ بھال کریں شاید یہ بچ جائے۔ پہلے آگ کا الاؤ روشن کرو۔ اسے حرارت کی ضرورت ہے میں اس کے ساتھیوں کو دیکھتا ہوں۔"

سردار نے دوسرے دو ساتھیوں کی نبض پر بھی باری باری ہاتھ رکھا لیکن وہ دم توڑ چکے تھے۔ ساربانوں نے آن کی آن میں اپنے خیمے نصب کر دیئے اور آگ کا الاؤ روشن کر دیا تھا۔ ابھی تک تیز آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے اور سرد برفانی ہوائیں ہر شے کو کاٹ رہی تھیں۔

ساربانوں نے اس بوڑھے مسلم مبلغ یعقوب بن حمدون کو اٹھا کر آگ کے الاؤ کے پاس لٹا دیا تھا اور اس کے دونوں ساتھیوں کو انہوں نے دفن کر دیا تھا۔ آگ کے پاس بیٹھتے ہوئے ساربانوں کے سردار نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سنو! سنو! میرے ساتھیو! تم جانتے ہو کہ یہ مسلم مبلغ ہمارے علاقوں میں تبلیغ کے لیے اکثر جاتا رہا ہے۔ گو میں نے اس کے ہاتھوں اسلام قبول نہ کیا تھا لیکن میں اسلام کی اس تبلیغ سے متاثر ضرور ہوں۔ جو یہ مبلغ کسی معاوضہ کے بغیر نگر نگر اور قریہ قریہ دیتا ہے۔ میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ اس کے ہاتھوں اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو محفوظ و مامون کر لوں لیکن ہر بار اپنے دیوتاؤں کے خوف سے میں ایسا کرنے میں ناکام رہا۔

قسم ہے مجھے سات ستاروں۱؎ کی جو ہمارے محافظ ہیں - میں اس مبلغ اور اس کے ساتھیوں کے قاتلوں سے انتقام ضرور لوں گا - گو میں نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن اس مبلغ کا سلوک ہمیشہ میرے ساتھ پدرانہ اور مشفقانہ رہا ہے -

ایک ساربان نے ڈرتے ڈرتے اپنے سردار سے کہا - کوروش! کوروش! اب جب کہ تم نے خود ہی اس بات کا ذکر شروع کیا ہے تو سنو! ہم سب اس یعقوب بن حمدون کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکے ہیں لیکن ہم تم سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہوئے اس کا اظہار نہ کر سکے - اب ہم نے تم سے حقیقت کہہ دی ہے جو چاہے سزا دو - ابھی تک اس بوڑھے یعقوب بن حمدون کو بھی خبر نہیں کہ ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے -

ساربانوں کے سردار کوروش نے ایک گہری نگاہ اس ساربان پر ڈالی - وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رک گیا کیونکہ آگ کے پاس بے ہوش لیٹے ہوئے یعقوب بن حمدون نے آنکھیں کھول دیں اور اس نے پانی مانگا تھا - ایک ساربان بھاگ کر لکڑی کے پیالے میں پانی لے آیا اور اس بوڑھے کو پلانے لگا -

پانی پی چکنے کے بعد بوڑھے نے غور سے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "تم لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

کوروش نے بڑی انکساری سے کہا "میں اپنے کارواں کے ساتھ یہاں سے گزر رہا تھا کہ آپ کو زخمی پڑے دیکھا - لہذا میں نے یہاں پڑاؤ کر لیا اور آپ کو ہوش میں لانے کی کوشش کی - مجھے افسوس ہے آپ کے دونوں ساتھی ختم ہو گئے تھے اور انہیں ہم نے وہ سامنے والے پہاڑ کے اوپر دفن کر دیا ہے - کیا آپ بتائیں گے آپ پر کس نے حملہ کیا تھا؟"

۱؎ پہلے بت پرست لوگ آفتاب اور ان سات ستاروں کی پرستش اور پوجا کرتے تھے جو شمالی آسمانی افق کے محافظ سمجھے جاتے ہیں -

بوڑھا یعقوب بن حمدون چند لمحوں تک خود فراموش محویت میں پڑا رہا - پھر اس نے آندھیوں کے طوفان اور ریت کے بگولوں کی ماری مدھم نحیف آواز میں کہا - ہم پر بت پرست اور وحشی کرغیزوں۱؎ نے حملہ کر دیا تھا - میری اسلام کی تبلیغ انہیں اچھی نہ لگتی تھی - کیونکہ وہ بت پرست ہیں اس لیے وہ میرے خلاف ہو گئے تھے -

کوروش نے غیض و غضب کی حالت میں کہا "سورج کی قسم! آگ کی سوگند میں ان سے تمہارا انتقام ضرور لوں گا - میں انہیں جتاؤں گا جن تین نہتے مسلمانوں پر تم نے حملہ کیا ہے وہ بے سہارا اور تنہا نہیں ہیں"

یعقوب بن حمدون نے اپنے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا "میں تنہا نہیں ہوں - میں اس قوم کا ایک فرد ہوں جو ریگ زاروں کی طرح یمن سے کربیا اور وہاں سے سیوطہ تک پھیلی ہوئی ہے - سنو! سنو! کوروش تم ان سے میرا انتقام نہیں لے سکتے - تمہارے ساتھ کل تین سو ساربان ہیں جبکہ مجھ پر حملہ کرنے والے کرغیز ایک مسلح گروہ کی شکل میں تھے - ان کے پاس ڈھیروں سامان اور ان گنت جانور تھے - شاید وہ کسی آبادی میں لوٹ اور تباہی مچا کر آئے تھے - ان کی تعداد کسی طور پر پانچ ہزار سے کم نہ ہوگی - ان کے ساتھ ان کا سردار اساگیلہ بھی تھا - میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور کئی بار ان کی بستیوں میں تبلیغ کی خاطر بھی جا چکا ہوں"

ساربانوں کے سردار کوروش نے بڑی فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے کہا "پھر بتائیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

یعقوب بن حمدون نے اپنے ہونٹوں پر بڑی مشکل سے زبان پھیرتے

۱؎ ایک انتہائی خونخوار اور بت پرست قوم جو منگولوں اور ترکوں کے درمیان المالیق کے شمال میں آباد تھی -

ہوئے کہا۔ "میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔ بچ نہ سکوں گا۔ اگر تم میری کوئی مدد کرنا ہی چاہتے ہو تو شمال مغرب کی طرف ازبکوں کے قبیلے میں چلے جاؤ۔ ان کے مرکزی شہر گوبارد میں ان کے سردار عبید خان کے بھتیجے سے ملو۔ اس کا نام عیلام ہے اور وہ مشہور فاتح شیبانی خان[1] کا پوتا ہے۔ ان علاقوں میں وہی میرا مددگار اور معین ہے اور میری تبلیغی سیاحت کے سارے اخراجات وہی پورے کرتا ہے۔

وہ پہلوانوں کی طرح تنومند اور تیسرت کی طرح اٹل ہے۔ وہ دُور دور سے لڑائی کی بُو سونگھ لیتا ہے اور بھتنوں کی طرح جنگ پر چھا جانے کا فن جانتا ہے۔ وہ ایک طاقتور ترین نوجوان ہے اور اپنے دشمنوں کو وہ کالی بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہانک دیتا ہے۔

سنو کوروش سنو! وہ برف سے ڈھکے نیلے کوہستانوں کی طرح ناقابل تسخیر ہے اور گھٹنے کے زور سے گھوڑوں کو ہانکنے کا فن خوب جانتا ہے۔ تم اس کے پاس جا کر میرے حالات کہنا اور تم دیکھو گے ازبک[2] سردار کا وہ بھتیجا قہر آلود پت جھڑ اور نفرت کا گھپ اندھیرا بن کر جنگلی اور بُت پرست گریزدوں پر چھا جائے گا۔"

یعقوب بن حمدون جب خاموش ہوا تو کوروش نے پوچھا۔ "کیا ازبک

۱؎ ازبکوں کا عظیم فاتح شیبانی خان کٹر سُنّی مسلمان تھا۔ چنگیز خان کی نسل سے یہ آخری شیر دل حکمران تھا۔ یہ وہی شیبانی خان ہے جس نے مغلوں کے جد امجد بابر کو پے درپے شکستیں دے کر اس کے آبائی ملک وادی فرغانہ سے نکال دیا تھا۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ شیبانی خان ایران کے ایک وسیع حصے کو روندتا ہوا جنوب مغربی افغانستان پر بھی قابض ہو گیا تھا اور قندھار شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

۲؎ ازبک چنگیز خان کے بڑے بیٹے جوجی کی نسل سے تھے۔ اپنے آخری زبردست حکمران شیبانی خان کے بعد انہوں نے اس کی سلطنت کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹ دیا۔ اگر یہ شیبانی خان کی قوت کو برقرار رکھتے تو یورپ اور انتہائی شمالی علاقوں کی طرف اسلام پھیلانے میں مفید ثابت ہوتے۔

سردار کا وہ بھتیجا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جس کا نام عیلام ہے مجھ سے بھی طاقتور ہے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں شمال کی ان گمنام وادیوں میں کسی کی جرأت نہیں کہ وہ میرے ساتھ انفرادی جنگ کرے۔"

یعقوب بن حمدون نے کہا۔ "تم اس کے سامنے ایسے ہو جیسے تیز طوفان کے سامنے جڑوں سے اکھڑ جانے والے درخت۔ وہ امن میں انگبین اور جنگ میں آتش ہے۔ وہ جب ضرب لگاتا ہے تو دشمنوں کو یوں گرا دیتا ہے جیسے شجر کی گود سے خزاں رسیدہ پتے گرتے ہیں۔"

کوروش نے بھرپور عقیدت میں کہا۔ "سنو! میرے محترم سنو! میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔ گو میں اس راستے پر سفر کرتے ہوئے جو دریائے گرگان کے اوپر سے ہوتا ہوا جھیل ارومیہ اور بحیرہ اسود کی طرف نکلتا ہے۔ سیتھین[3] قبائل کی طرف جانا تھا لیکن اب میں تمہارا پیغام لے کر عیلام کے پاس جاؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے بھی طاقتور ہوا تو میرے یہ سب ساتھی۔ یہ صدیوں کا زنگ آلود کوہستانی سلسلہ یہ پت جھڑ کے مارے درخت۔ یہ بستی بستی نگر نگر اور صحرا صحرا روتے بادل گواہ ہیں کہ میں اس کے ہاتھوں مسلمان ہو جاؤں گا۔"

یعقوب بن حمدون نے طنزاً کہا۔ "اسے طاقتور دیکھ کر ایمان لائے تو کیا لائے۔ اپنے خالق و مالک کو طاقتور جان کر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ کیا تم نے کبھی سوچا

۳؎ رومنوں کی طرح یہ قوم بھی کبھی اپنے عروج پر تھی۔ ان کی ایک شاخ نے صحرائے گوبی تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ پرانے چینی انہیں "یوہ چی" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یہ بحیرہ اسود کے ارد گرد آباد ہو گئے تھے۔ ان کی اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند پر بھی حملے کیے۔ ان کے مشرق میں بحیرہ خزر اور میڈیا کے علاقوں میں پارتھین قوم آباد تھی۔ یہ بھی سیتھین کی طرح جنگجو تھے۔ ۵۳ ق م میں انہوں نے رومن جرنیل کراسس کو شکست دے کر مار ڈالا تھا۔ یہ بھی اب اسلام قبول کر چکے تھے۔

ہے۔ کس نے تاروں کے درمیان چاند اور سورج کے لیے راستے اور منزلیں مقرر کیں؟
چاند کو کون گھٹاتا بڑھاتا ہے؟ زمین کس نے کھڑی کر رکھی ہے؟ آسمان پر ستارے
کس کے حکم سے آویزاں ہیں؟ کون ہوا کو اتنی تیزی اور قوت بخشتا ہے کہ بادلوں کو
بھیڑ بکریوں کے گلوں کی طرح ہانکتی چلی جاتی ہے؟ کس نے اپنی کاریگری سے روشنی
کو تاریکی سے جدا کیا؟ انسان جو بذاتِ خود کچھ نہیں کس نے تمام چیزوں پر غور و فکر
کرنے کی عقل دی؟ یقیناً یہ سب اسی رب نے کیا ہے جس نے کسی کو آتشِ نمرود میں
پکارا، کسی کو موت کے اندھے کنوئیں میں آواز دے کر ڈھارس دی۔ کسی کو طور پر
پر کسی کو صلیب پر، اور کسی کو غارِ حرا میں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ کہہ کر پکارا۔ یہ
سبزہ، یہ کلیاں، یہ کھلے بیابان، یہ ٹھنڈی ہوائیں، یہ آفاق کے اسرار، یہ اپنی ابتدا
سے انتہا کو بھاگتا وقت سب میرے رب کی نشانیاں ہیں۔ وہی ہنگاموں کا خالق
ہے۔ اسی نے کائنات کے کتبۂ دل پر رنگوں اور خوشبوؤں کی حدیثیں لکھ رکھی
ہیں۔ وقت کو اسی نے قسمت کی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔

سنو! سنو کوروش! تم لوگ اندھیروں کے ساربان ہو۔ ایسے ساربان
جو بصارت سے محروم کسی مسافر کی طرح نامعلوم منزلوں کی طرف سفر کرتا ہے۔ سنو!
دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے۔ میری قوم نے صرف ماہ
و انجم پر ہی کمندیں نہیں ڈالیں انسانی قلوب کو بھی مسخر کیا ہے۔ اسلام نے سیم و زر
کی نہیں انسان کی توقیر کی ہے۔ یہ اسلام کا اخلاق اور وحدت کا درس ہی تھا کہ
مسلمان قوم نے اپنے دامن میں عالمی شہرت کے سرفروش و صف شکن، فاتح کوہ و دمن
آبروئے جان و تن اور پرتوِ خیبر شکن سالار پیدا۔ سنو! کوروش! اگر تم عیلام کے پاس
جاؤ تو اسے کہنا۔ اے فرزندِ ارجمند! موت کے اندھیرے میں روشنی کا پیغام لے کر
اٹھو اور ———

یعقوب بن حمدون کی اکھڑی اکھڑی ترساں سانسیں بکھرنے لگی تھیں۔
اور تھرتھراتے الفاظ اس کے حلق میں یوں ڈوب گئے تھے جیسے کوئی آواز اندھیروں

کے طویل سفر میں دم توڑ گئی ہو۔

کوروش نے آگے بڑھ کر یعقوب بن حمدون کو اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا۔
کہئے میرے بزرگ! آپ عیلام کو کیا پیغام دینا چاہ رہے تھے۔

یعقوب نے پھر اکھڑی اکھڑی آواز میں کہا اور ——— اور وحشی و فتنہ پرور
دہر کہ غیزوں کو کچل دے کہ آئندہ یہ راستے مسلمانوں کے لیے محفوظ و مامون ہو جائیں۔
غزیزوں کا وہ لشکر پہلے المالیق جائے گا۔ وہاں سے وہ چین کو جانے والی شاہراہ پر ہوتا ہوا
بشبالیق شہر کی طرف جائے گا۔ وہاں سے وہ شمال کی طرف اپنے مسکن کو روانہ ہوں گے
اگر تم تیزی سے سفر کرتے ہوئے ———

بوڑھا یعقوب بن حمدون ایک بار پھر خاموش ہو گیا اور اس کی گردن ایک طرف
ڈھلک گئی تھی۔ کوروش نے گھبرا کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ کوروش
نے یعقوب بن حمدون کا مردہ ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگایا پھر اسے چومتے ہوئے کہا۔

"میرے بزرگ! کاش تم تھوڑی دیر اور اپنی سانسوں کا ساتھ دیتے۔ میں
تمہارے مردہ ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہوں۔ میں اسی رب کو اپنی مدد کے لیے پکارتا
ہوں جس کی تھوڑی دیر قبل تم توصیف و تعریف کرتے رہے ہو۔ میں محمد بن عبداللہ ﷺ
پر ایمان لاتا ہوں انہیں اپنی راہنمائی کا مبدا اور مکہ کے کعبہ کو اپنا مرکز تسلیم کرتا ہوں۔
میں اب مسلمان ہوں۔ میرے بزرگ! کاش تو میرا اسلام قبول کرنا اپنی آنکھوں سے
دیکھتا۔ میں سب پرانے دیوتاؤں پر لات مارتا ہوں اور اپنے رب کے حضور سر بسجود
ہوتا ہوں۔"

کوروش نے یعقوب بن حمدون کی لاش کو ایک طرف رکھ دیا پھر وہ بڑی
عاجزی و انکساری کے ساتھ قبلہ رو ہو کر زمین کی ننگی اور پتھریلی پیٹھ پر سر بسجود ہو گیا
تھا پھر کوروش کھڑا ہوا اور اپنے کاروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے ساربان ساتھیو! برجِ میزان پر یہ پہلا چمکتا سورج، یہ تمہارے
کھڑے درخت اور کہر کے یہ گھمبیر سائے گواہ ہیں کہ میں سچے دل سے اسلام قبول کر چکا

ہوں - اس موقع پر تم میں سے جو مجھ سے اختلاف رکھتے ہوئے میرا ساتھ چھوڑنا چاہے اسے آزادی ہے - میں کسی کو اب اپنا پابند نہیں رکھنا چاہتا - میری منزل اب بجیوا سو کے ستیھین قبائل نہیں ہیں - میں اب ازبکوں کے شہر گوابرد جاؤں گا - میں اب مسلمان ہوں اور اس عظیم قوم کا ایک حقیر فرد ہوں جو چین سے کریمیا اور دہلی سے طنجہ تک پھیلی ہوئی ہے -

ساربانوں نے یک زبان ہو کر نعرہ مارا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" ان گمنام اور اندھیری وادیوں میں قدیم کوہستانوں کے بے سوز سینے ساربانوں کے اللہ اکبر کے نعروں سے گونج گئے تھے - پھر ساربان زور زور سے پکارنے لگے "اے ہمارے سردار! ہم تمہارے ساتھ ہیں - ہم سب پہلے ہی مسلمان ہیں - خدا کی قسم اب چینی لوگ ہمیں قزاق اور رہزن نہ کہیں گے"

کوروش کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی - اس نے اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے خوشی اور حیرت ملی جلی آواز میں کہا "میرے ساربان ساتھیو! آؤ یعقوب بن حمدون کو ایک اعزاز کے ساتھ دفن کر کے یہاں سے ازبک قبیلے کی طرف کوچ کر چلیں - ہم مسلمان ہیں - میرے ساربان ساتھیو! زور سے نعرہ مارو کہ ہم مسلمان ہیں"

پھر انہوں نے یعقوب بن حمدون کو اسی پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دیا - جہاں اس کے دونوں ساتھیوں کو دفن کیا گیا تھا - ساربانوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مغرب کی طرف جانے والی اسی کارواں شاہراہ پر جو پہاڑوں کے اندر بل کھا کر آگے بڑھتی تھی، مغرب کی طرف سفر کرنے لگے تھے - سورج اب اندھیرے کی لحد اور وقت کے گہرے ساگر میں خاموشی سے غروب رہا تھا اور اندھیری رات بھیانک ویرانوں اور مہیب دیوانخل پر چھانے لگی تھی -

---

ؔ چینی لوگ منگولوں، ترکوں، ازبکوں، ستیھین، کرغیزوں، رہزنوں اور بغاویوں کو پسند نہ کرتے تھے اور انہیں رہزن اور قزاق کہا کرتے تھے -

ساربان رات کے بے کس ہیولوں اور سناٹوں کی گونج میں گمنام پہاڑی وادیوں برف سے لدے اونچے کوہساروں میں اور منجمد ٹھہرے ہوئے سیم پیکر آبشاروں کے کنارے کنارے رات بھر سفر کرتے رہے - یہاں تک کہ دوسرے روز دوپہر کے بعد وہ ازبکوں کی حدود میں داخل ہوئے تھے - ایک تنگ پہاڑی راستے پر انہوں نے پندرہ بیس میل کی مسافت بڑی تیزی سے طے کی - جب کہ وہ ایک بلند پہاڑ کے اوپر ہی اوپر شمال کی طرف جا رہے تھے - کوروش نے فوراً اپنے اونٹ کو روک لیا اور اپنے پیچھے اس نے اپنے کارواں کو بھی رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا - پورے کارواں کے اونٹ ایک قطار میں پہاڑ کے اوپر رک گئے - پھر جب کوروش نے اپنے ساربان ساتھیوں کو ہاتھ سے کوہستان کے نیچے برف سے ڈھکی ایک بلند سطح مرتفع کی طرف اشارہ کیا تو انہوں نے وہاں ایک عجیب منظر دیکھا -

وہاں برف سے لدی اس سطح مرتفع پر ایک جوان ایک بڑی جسامت کے برفانی ریچھ کے ساتھ لڑ رہا تھا - اس جوان کا گھوڑا قریب ہی پُر سکون کھڑا تھا - کوروش کو حیرت ہوئی کہ وہ جوان پوری طرح مسلح ہونے کے باوجود نہتا ہی اس ریچھ کا مقابلہ کر رہا تھا - ریچھ بُری طرح غرا غرا کر وحشیانہ انداز میں حملے کر رہا تھا لیکن وہ نوجوان حیرت انگیز اور طلسمی انداز میں خونخوار ریچھ کے ہر حملے کو ناکام بنا رہا تھا -

اچانک اس جوان نے ریچھ کے پیٹ میں لگاتار کئی آہنی گھونسے دے مارے تھے - ریچھ بُری طرح لڑکھڑا گیا تھا - پھر کوروش کے دیکھتے ہی دیکھتے اس جوان نے ریچھ کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور زور سے ایک بڑی چٹان پر پٹخ دیا - ریچھ بے سُدھ سا ہو کر برف پر گر گیا اور اس جوان نے ریچھ کا گلا گھونٹ کر اُسے ختم کر دیا تھا - کوروش تعجب اور حیرت سے اس شیر دل جوان کو دیکھ رہا تھا - کہ اس جوان نے ریچھ کو اٹھا کر اپنے گھوڑے پر لاد لیا تھا - اچانک ایک چٹان کی اوٹ سے چند سوار نکلے اور اس جوان کے گرد جمع ہو گئے - وہ جوان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا ان سواروں کے ساتھ وہ اور نشیب میں جا کر وادی کے اندر روپوش ہو گیا تھا -

کوروش نے اپنے قریبی ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "کاش یہاں عمودی ڈھلان نہ ہوتی اور میں نیچے اُتر کر اس بہادر اور طاقتور جوان سے مل سکتا ہے۔ کاش میں جان سکتا وہ کون ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسا بہادر اور بے باک جوان دیکھا ہے۔" کوروش نے فکر مندی کی حالت میں اپنے اونٹ کو دوبارہ ہانک دیا تھا اور اس کے ساربان اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے تھے۔

دو میل اور آگے جا کر وہ راستہ جس پر وہ سفر کر رہے تھے پہاڑ سے نیچے اُتر کر وسیع میدانوں اور وادیوں میں داخل ہو گیا تھا۔ اب انہیں اپنے سامنے ازبکوں کا شہر گوبارد دکھائی دے رہا تھا جس کے چاروں طرف دُور دُور تک کھیت اور چراگاہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ پانچ میل کی مسافت ان میدانوں کے اندر طے کرنے کے بعد وہ گوبارد میں داخل ہو رہے تھے۔ لوگوں سے پوچھتے ہوئے انہوں نے ازبکوں کے سردار کی حویلی کا رُخ کیا اور جب وہ اس کے سامنے آئے تو انہوں نے دیکھا۔ گارے اور پتھروں سے بنی وہ ایک وسیع حویلی تھی۔

کوروش نے اپنے کاروان کو حویلی کے باہر ہی روک دیا اور اپنے اونٹ سے اُتر کر وہ حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے صحن کے وسط میں آ کر وہ دائیں ہاتھ اصطبل کی طرف مڑا جہاں کچھ لوگ جمع تھے۔ جب وہ نزدیک گیا تو اس نے دیکھا وہاں کچھ لوگ ایک ریچھ کی چمڑی اُتار رہے تھے اور ان کے قریب ہی ایک جوان ایک نیلائی گھوڑے کی نعل بندی کر رہا تھا۔ ریچھ کو دیکھ کر کوروش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس نیلائی گھوڑے نے زور سے دو لتیاں جھاڑیں اور نعل بندی کرنے والے کو دُور گرا دیا تھا۔

اچانک ریچھ کی کھال اُتارنے والوں کے پاس کھڑا ایک جوان لپک کر گھوڑے کی طرف گیا۔ غصے کی حالت میں اس نے گھوڑے کی اگلی دونوں ٹانگیں پکڑ کر اوپر اٹھائیں پھر گھوڑے کے پیٹ میں خوب قوت سے اپنا کندھا مار کر نیچے گرا دیا اور خود اس نے گھوڑے کے آخری پاؤں کی نعل بندی کر دی تھی۔ جب وہ فارغ ہوا تو کوروش سیدھا اس کے پاس گیا اور پُر شوق نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو تم ازبکوں کے سردار عبید خان کے بھتیجے عیلام ہو۔" اس جوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں میرا ہی نام عیلام ہے لیکن تم کون ہو؟"

کوروش نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں شسلمان ہوں اور ہُن[1] قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔"

عیلام اسے سر سے پاؤں تک بغور دیکھنے لگا۔ اس دوران کوروش نے عیلام کا جائزہ لیا۔ اس کا قد خوب دراز اور جسم پہلوانوں کی طرح خوب گٹھا ہوا سڈول اور سخت تھا۔ اس کی مونچھیں چھوٹی چھوٹی۔ شعلے کی طرح سُرخ داڑھی مٹھی بھر اور خوب گھنی تھی۔ ناک چونچ کی طرح نوکیلی اور چہرہ خوب بھرا ہوا سُرخ و سفید اور خوبصورت تھا۔ اس کی بے چین بھوری آنکھوں میں مقصد کی ذہانت کے پس منظر میں غروب آفتاب کی سُرخ شفق کا سا آتشیں عکس تھا۔ وہ چرمی شلوار اور سلوکہ پہنے ہوئے تھا۔ اور اس پر اس نے بھیڑ کی کھال کی ایک بغلی پوستین پہن رکھی تھی۔

کوروش شاید اس کا کچھ اور جائزہ لیتا اتنے میں ایک بوڑھا وہاں آ گیا اور عیلام نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ازبکوں کی اس ریاست کے سردار اور میرے عم عبید خان ہیں۔" کوروش نے آگے بڑھ کر عبید خان سے مصافحہ کیا۔ اس

---

[1] وہ ایشیائی قبیلے جنہوں نے یورپ اور ایشیا کے کئی ممالک کو فتح کیا۔ یورپ میں وہ چوتھی صدی عیسوی میں تباہی مچاتے رہے۔ آخر ۴۵۱ء میں چالون کے مقام پر مغربی قوطی بادشاہ تھیوڈورک نے انہیں شکست دی۔ اس وقت ہنوں کا سردار اٹیلا تھا۔ اس شکست کے بعد وہ یورپ میں نظر نہ آئے۔ تاہم اپنے نام کو ہنگری شہر کا پہلا جزو بنا کر چھوڑ گئے۔ برصغیر پاک و ہند میں اس قوم نے داخل ہو کر گپت خاندان کا خاتمہ کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔
جنہوں نے اجین اور مگدھ کا علاقہ فتح کر کے سیالکوٹ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ اس

نے دیکھا عبید خان نے اپنی جھالردار پگڑی میں گھوڑے کی دُم کے بالوں کا طرّہ لگا رکھا تھا۔ کوروش نے پیچھے ہٹتے ہوئے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میں آپ کے پاس ایک بُری خبر لایا ہوں۔ مسلم مبلغ یعقوب بن حمدون کو کرغیزوں نے قتل کر دیا ہے۔"

عیلام نے زور سے اپنی ران پر ہاتھ مارا اور گرجتے ہوئے کہا: "یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ تفصیل سے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" اور جواب میں کوروش نے یعقوب بن حمدون کے مرنے کی پوری داستان کہہ دی تھی۔ غصے میں عیلام کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔ اس کا چہرہ ایسا ہو گیا تھا جیسے کسی نے کڑوے چراتے کا جوشاندہ پی لیا ہو۔ کچھ دیر وہ خاموش کھڑا رہا۔ ایسے انداز میں گویا اس کی زبان کی حرکت کے ساتھ خون کی گردش بھی بند ہو گئی ہو۔ پھر اس نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ان کرغیزوں کو خبر نہ تھی ازبک اس مبلغ کے پشت پناہ ہیں۔ ان ہوس کے شیطانوں اور بُوم صفت لعین کی روحوں کو خبر نہ تھی کہ مرنے والے کی حمایت میں ہزاروں ازبک طوفان بن کر دشمن کے سروں پر دار و رسن کا سایہ کھڑا کر دیں گے۔"

غصے میں عیلام بپھرے ہوئے دریا کی طرح ہیبت ناک لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے دریچوں سے انتقام اور غضب کے شعلے اُٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ لگتا تھا وہ ہر نفس طوفان اور ہر سانس زلزلہ کھڑا کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔ دوبارہ کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے عیلام نے کہا۔

"میں ازبکوں کے عظیم حکمران اس شیبانی خان کا بھتیجا ہوں جس نے والگا کے بیابانوں، یورال کے کوہستانوں، سیحوں کے میدانوں، آمو کی وادیوں اور گوبی کے ریگ زاروں تک کو اپنے گھوڑے کی ٹاپوں تلے روند ڈالا تھا۔ گو مختلف ریاستوں میں بٹے ہوئے ازبک اب اس کی عظمتِ دیرینہ کو اِک قصۂ پارینہ خیال کرتے ہیں پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱) اس وقت ان کے مشہور سردار قوریان اور عبرگل تھے۔ یہ واقعات چھٹی صدی عیسوی کے اوائل میں پیش آئے۔

بھی قسم مجھے ماہ و نجوم کی بساط بچھانے والے اپنے رب کی میں وحشی کرغیزوں کے ہم و جسم کو لہو لہو اور ان کی نبض و نفس کو روک دوں گا۔

عیلام جب رُکا تو اس کے چچا عبید خان نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ہم کرغیزوں کو یہ سوچنے کا موقع نہ دیں گے کہ اس مسلم مبلغ یعقوب بن حمدون کا کوئی انتقام لینے والا نہیں۔ ہم کرغیزوں کے لیے ہر موڑ پر اُلجھن، ہر دوراہے پر صلیب اور ہر قدم پر ٹھوکریں کھڑی کر دیں گے۔" پھر عبید خان نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اب تمہارا کیا ارادہ ہے بیٹے؟"

عیلام نے کہا۔ "اے عم! میں مغرب کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کر دوں گا۔ دس ہزار جوان اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میں کوشش کروں گا کرغیزوں کو راستے میں ہی روک لوں۔ ورنہ میں ان کی وادیوں میں گھس کر ان کی بستیوں کو آگ لگا کر انہیں قتل کر دوں گا۔" کوروش نے کہا۔ "کیا ایسا ممکن ہے کہ کرغیزوں کو راستے میں روک کر ان کا احتساب کر لیا جائے جب کہ یہاں سے سیرام پھر اخسیکت اور وہاں سے اندیجان جا کر المالیق کا رُخ کیا جائے تو یہ ایک خوب لمبی مسافت بنتی ہے۔"

عیلام نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم غلط راستے کی نشاندہی کر رہے ہو۔ ہمارے مشرق میں قزاقوں کی وادیاں ہیں۔ وہ ہمارے حلیف اور مسلمان ہیں۔ ہم ان کی وادیوں سے گزر کر سیدھے المالیق پہنچ جائیں گے۔ یہ ایک مختصر ترین راستہ ہو گا۔"

عبید خان نے عیلام کو مخاطب کر کے کہا: "میں خود مستقر جاتا ہوں اور لشکر کی تیاری کا انتظام کرتا ہوں۔ اتنی دیر تک تم بھی تیار ہو جاؤ۔" کوروش نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ میرا اپنا کارواں بھی ہے۔ مجھے کوئی ایسی جگہ دیں

۱ قزاق ایک جنگجو قوم تھی اور یہ ازبکوں کے مشرق میں آباد تھے۔ آج کل ان دونوں قوموں کے علاقوں کو قزاقستان اور ازبکستان کہتے ہیں۔ اور دونوں علاقوں پر روس کا قبضہ ہے۔

جہاں میں خیمے نصب کر کے اپنے ساتھیوں کو آرام کرنے کا موقع دے سکوں۔"

عبید خان نے مڑ کر کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم یہیں رہو۔ میں تمہارے کاروان کو بھی مستقر لے جا کر ان کے کھانے اور آرام کا انتظام کرتا ہوں۔" عبید خان تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ عیلام نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم نے ابھی تک اپنا نام تو بتایا ہی نہیں۔" کوروش نے فوراً کہا: "میرا نام کوروش ہے۔" عیلام نے حویلی کے سکونتی حصے کی طرف جاتے ہوئے کہا: "آؤ میرے ساتھ۔" کوروش چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔

دونوں رہائشی کمروں کے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور نشست پر کوروش کو اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے عیلام نے پوچھا: "تم لوگ کہاں آباد ہو؟" کوروش نے کہا: "ہم کوہستان تھان شیان اور کوہستان الطائی[1] کی درمیانی وادیوں میں آباد ہیں اور عظیم دیوار[2] کو عبور کر کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے درمیان تجارت کرتے ہیں۔" عیلام نے پھر پوچھا: "تم لوگ کاہے کی تجارت کرتے ہو؟"

کوروش نے کہا: "ہم شمال اور مشرق سے چمڑے کی رسیاں، مٹی کے پیالے، بالوں سے بنا ہوا اجموں کا کپڑا، کالے رنگ کے اونی لباس، نیلے رنگ کے چینی ملبوسات، شراب پینے کے چاندی کے بینگ، تلوں کا تیل، دوہرے پھل کے کلہاڑے

---

[1] تھان شیان اور صحرائے گوبی کے درمیان شمالاً جنوباً پھیلا ہوا ایک سلسلۂ کوہ۔

[2] عظیم دیوار سے مراد دیوارِ چین ہے جو آج سے دو ہزار سال سے بھی پہلے چینی شہنشاہوں نے ہن قوم کے حملوں کی روک تھام کے لیے بنوائی تھی۔ اس دیوار سے اہلِ چین محفوظ ہو گئے لیکن ہنوں نے مغرب کا رخ کیا اور یہ وحشی صحرا نشین منگولیا کی سطح مرتفع اور الطائی کے دروں سے گزر کر دشت کرغیز اور یورال کی ڈھلوان سے ہوتے ہوئے جنوبی روس کے گھاس کے میدانوں میں داخل ہوئے۔ وہاں سے یہ یورپ پر ٹوٹ پڑے اور سیدھا ہنگری کا رخ کیا۔

عقیق، نیلی اون اور کچھوے کی کھال کے کنگھے لے جاتے ہیں۔

جنوب اور مغرب سے ہم چاندی کے روغن دان، ابریشم کے چھوٹے دستی آئینے، روغن زیتون، ترشا ہوا ہاتھی دانت، تانبے کی صراحیاں اور قرابے، گھوڑے کے ساز، قالین، زیورات، ریشم کے شلوکے، بالوں میں لگانے کے لیے شیشے اور سیپ کے پھول، دھنیں کا کپڑا، بغدادی ریشم، سفید کاغذ، نیلے مخمل کی ٹوپیاں، مصر کا سوتی کپڑا، دمشقی اطلس، اس کے علاوہ موصل کے زردوزی پارچہ جات، شیشے کے ظروف، لاجوردی طشت، سمور، عربی رہوار، ترکمان مستنگ گھوڑے اور حبشی خواجہ سرا شمالی علاقوں اور چین کی طرف لے جاتے ہیں۔ مال کے اس لین دین سے ہم خوب کما لیتے ہیں۔" عیلام نے کہا: "تم لوگ بہت محنتی ہو۔"

کوروش نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا: "آپ لوگوں سے بہت کم۔ باہر صحن میں جس ریچھ کی کھال اتاری جا رہی ہے۔ کیا اسے آپ نے ہی تھوڑی دیر قبل ایک شمالی وادی میں شکار نہ کیا تھا۔ اس وقت میں اپنے کاروان کے ساتھ ایک بلند کوہستان کو عبور کر رہا تھا۔"

عیلام نے کہا: "ہاں یہ ریچھ میں نے ہی مارا تھا۔ شکار میرا روز کا کام ہے۔ تم جانو چاہی زمین سے اُتر جائے تو کسی کام کا نہیں رہتا۔ یہ لہو گرم رکھنے کا ایک بہانہ ہے۔" کوروش نے پھر کہا: "آپ کے متعلق جو کچھ مجھے یعقوب بن حمدون نے کہا تھا خدا کی قسم آپ اس پر پورے اترے ہیں۔ کیا آپ کا کوئی بھائی بھی ہے؟" عیلام نے کہا: "میرا ایک ہی چھوٹا بھائی ہے۔ اس کا نام حارفوت ہے۔ اس کی عمر ابھی بمشکل بارہ برس کی ہوگی اور ماں کے ساتھ وادی اناطولیہ میں رہتا ہے۔ دراصل ایران کے حکمران اسمٰعیل کے ساتھ جنگ کے دوران میرے دادا کے ساتھ میرا باپ بھی مارا گیا تھا۔ میری ماں چھوٹے بھائی کو لے کر میرے نانا کے پاس اناطولیہ چلی گئی کیونکہ ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ اب نانا فوت ہو گئے ہیں لیکن ماں اور بھائی ان کی جائداد کی نگرانی کے لیے وہیں رہتے ہیں۔ میں اپنے چچا کے

پاس ہوں۔ گو میرے دادا کی سلطنت کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے اور جو ریاست ہمارے پاس ہے۔ اس کا اصل حکمران میرا چچا ہی ہے لیکن حقیقتاً ہر بات میرے مشورے سے ہی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ میرے چچا کی کوئی اولاد نہیں۔ وہ مجھے اپنا بیٹا ہی سمجھتے ہیں۔ میں ہی ان کا بیٹا، ان کا وارث اور ان کے لشکر کا سپہ سالار ہوں۔

اسی دوران دو جوان کھانے کے برتن اٹھائے اس کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ کوروش نے دیکھا نقرئی سلفچیوں میں میدے کے نان، گوک، مُرغ، بھیڑ کے بچے کا بھُنا گوشت، مٹی کے پیالوں میں گوشت کی بوٹیاں۔ میٹھے چاول اور دو صراحیوں میں پینے کا پانی تھا۔

عیلام نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آؤ کھانا کھائیں۔" کوروش نے فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھیوں کو خبر نہیں کھانا ملا ہوگا یا نہیں۔" عیلام نے کہا۔ "تم فکرمند نہ ہو۔ ہمارے ہاں کوئی مہمان بھوکا نہیں رہتا۔ انہیں بھی ایسا ہی کھانا پیش کیا جا چکا ہوگا۔ کھانے کی جو چیزیں مجھے پیش کی گئی ہیں۔ ایسی ہی میرے سپاہیوں کو بھی ملتی ہیں۔" کوروش خاموشی سے اس کے ساتھ کھانا کھانے لگا تھا۔

کھانے کے بعد عیلام اُٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے آواز دے کر کوروش کو بھی اُدھر ہی بلا لیا تھا۔ کوروش جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا۔ وہاں عیلام پوری طرح مسلح کھڑا تھا۔ اس نے نئی چمکتی زرہ پہن رکھی تھی۔ سر پر لوہے کا بھاری خود، کندھوں اور بازوؤں پر لوہے کے خول۔ کمر میں بھاری چوڑے پھل کی تلوار، کندھے پر کمان، پشت پر تیروں سے بھرا ترکش۔ دائیں ہاتھ میں جنگی کلہاڑا اور بائیں ہاتھ میں ڈھال تھی۔

کوروش نے یہ بھی دیکھا۔ اس کمرے کی دیواروں پر مختلف جنگلی جانوروں کی صاف کی ہوئی کھالیں لٹک رہی تھیں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عیلام نے اس سے کہا۔ یہ ان جانوروں کی کھالیں ہیں جن کا شکار میں نے خود کیا تھا۔

کوروش نے اچنبھے پن سے ان کھالوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی عمر کیا ہوگی؟"

عیلام نے کہا۔ "بیس برس سے زائد نہ ہوگی۔" کوروش نے تعریفی اور توصیفی انداز میں کہا۔ "آپ یقیناً حیرت انگیز ہیں۔" عیلام نے کہا۔ "تم اس حویلی میں قیام کرنا پسند کرو گے یا مستقر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ۔"

کوروش نے جھٹ کہہ دیا۔ "میں مستقر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔" عیلام نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری عادتیں کچھ مجھ سے ملتی جلتی ہیں۔ میں بھی اکثر اس حویلی کے بجائے مستقر میں اپنے لشکر کے اندر ہی قیام کرتا ہوں۔ ہم نے اپنے لشکر کے لیے برفانی طوفانوں اور تیز جھکڑوں سے محفوظ عمارتیں بنا رکھی ہیں۔ جہاں انہیں ضرورت کی ہر شے میسر ہوتی ہے۔ ہم نے ایسے انتظام بھی کیے ہیں کہ شادی شدہ لشکری اپنے بیوی بچوں کو مستقر کے اندر اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔

عیلام نے ذرا رُک کر پھر کہا۔ "تم چند روز یہاں رُک کر قیام کرو۔ میں اب اپنی مہم پر روانہ ہوتا ہوں۔ واپس آ کر میں پھر تمہاری باتوں سے لطف اندوز ہوں گا۔"

کوروش نے اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس مقدس مہم میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ میں تاجر ہی نہیں اپنے قبیلے کا سردار بھی ہوں اور لڑنے لڑانے کے سارے گُر جانتا ہوں۔ آج سے آپ میرے کاغان[1] ہیں۔ میں ہر مہم میں آپ کا ساتھ دیا کروں گا۔"

عیلام کچھ کہنے والا تھا کہ کمرے میں اس کا چچا عبید خان داخل ہوا اور عیلام سے قریب ہو کر کہا۔ "عیلام! عیلام! میرے بیٹے! لشکر کھانا کھا کر کوچ کے لیے تیار کھڑا ہے۔ نئے آنے والے ساربانوں کو میں نے آرام کا مشورہ دیا تھا لیکن وہ نہیں مانے اور اس جنگ میں حصہ لینے پر تُلے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کا تجارتی سامان مستقر

---

[1] ہن اپنے آقا اور سردار کو کاغان کہہ کر پکارتے تھے۔

کے چار کمروں میں بند کرا دیا ہے۔ ان کے اونٹوں کے چارے کا انتظام کر کے انہیں گھوڑے مہیا کر دیے ہیں اور اب وہ مسلح ہو کر ہمارے لشکر میں شامل ہیں۔ میں نے اس احتیاط کے تحت دس ہزار کا لشکر کوچ کے لیے تیار کیا ہے کہ اگر راستے میں کرغیز ہاتھ نہ آئیں تو تم ان کے مسکن جا کر ان پر حملہ آور ہو سکو۔ اب تم کوچ کی تیاری کرو میرے بیٹے! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔" علیام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ان ساربانوں کا فیصلہ درست ہے۔ یہ ان کا سردار کوروش بھی اس جنگ میں حصہ لینے پر بضد ہے۔"

علیام کمرے سے باہر آیا۔ حمید خان اور کوروش بھی اس کے ساتھ تھے۔ باہر اب کچھ جوان ریچھ کی کھال اتارنے کے بعد اسے صاف کر رہے تھے۔ علیام کو دیکھتے ہی ایک جوان بھاگتا ہوا اصطبل میں گیا اور علیام کا گھوڑا لے آیا تھا۔ علیام نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔

"ایک اور گھوڑے پر زین ڈال کر لے آؤ۔ ہمارا مہمان بھی ہمارے ساتھ جائے گا۔" وہ جوان بھاگتا ہوا گیا اور کوروش کے لیے بھی ایک گھوڑے پر زین ڈال کر لے آیا تھا۔ جو جنگی ہتھیار علیام کے پاس تھے وہی ہتھیار اس گھوڑے کی زین سے بھی بندھے ہوئے تھے۔

علیام اور کوروش نے باری باری حمید خان سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا مستقر اور شہر کے درمیان ان کا لشکر تیار کھڑا تھا۔ علیام کو دیکھ کر لشکر نے تین بار بلند آوازوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں۔ پھر علیام لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

علیام کی سرکردگی میں اس کے سوار اپنے گھوڑوں کو ساری رات دوڑاتے ہوئے اپنے مشرقی ہمسایوں قزاقوں کی جنوبی سرحد کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے المالیق آئے اور وہاں سے مشرقی میدانوں میں داخل ہو کر انہوں نے اپنی رفتار پہلے سے

بھی تیز کر لی تھی۔ اب ان کا رخ بشبالیق شہر کی طرف تھا۔ یہاں دو شاہراہیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھیں۔ ایک سیدھی مشرق کی طرف چین کو چلی گئی تھی اور دوسری چنگیز خان کے قدیم مسکن[1] کے مغرب سے گزر کر شمال کے بیابانوں اور گھاس کے میدانوں کی طرف چلی گئی تھی۔

علیام نے بڑی برق رفتاری سے سفر کیا تھا اور بشبالیق شہر سے بیس میل شمال میں کاروس کے ویرانوں میں انہیں جا لیا تھا۔ علیام نے دیکھا وحشی کرغیز ان سے تھوڑی ہی دور سست رفتاری سے بے پرواہی کے گیت گاتے ہوئے شمال کی طرف جا رہے تھے۔ اس کا سردار اساگیلا ان کے آگے آگے تھا۔

اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر بت پرست، وحشی اور خونخوار کرغیز رک گئے تھے۔ علیام نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے رقت آمیز آواز میں کہا۔ اَلْعَزْمُ مِنَّا وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہ (ارادہ میری طرف سے ہے انجام میرے رب کے ہاتھ میں ہے)۔ پھر علیام نے تلوار کھینچی اور ڈھال سنبھالتے ہوئے مڑ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام کے باجبروت فرزندو! آؤ یعقوب بن حمدون کے حروف دعا اور اس کا نصیب بن کر ان وحشی کرغیزوں اور سچائی کے قاتلوں پر ایسا ہول انگیز حملہ کریں کہ یہ خوفزدہ آوازیں اور زہریلی صدائیں بلند کرتے ہوئے ہمارے آگے آگے شمال کی طرف بھاگنے لگیں۔"

کوروش نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتے ہوئے علیام کو دیکھا۔ اس کے چہرے پر لہو کی صداقت اور آنکھوں کے دریچوں میں آگ کی لپٹیں تھیں۔ کوروش

[1] صحرائے گوبی کے شمال میں دریائے کیرولان، جھیل بیکال اور دریائے اونان کی سرزمین جہاں سے خونخوار چنگیز خان نے نکل کر دنیا کے ایک وسیع حصے کو آگ کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

کے دیکھتے ہی دیکھتے عیلام نے ایک آہنی عزم اور استقلال کے ساتھ اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

کرغیز سمجھ گئے تھے کہ ان پر حملہ ہونے والا ہے۔ لہٰذا وہ خود ہی مرے اور بپھرے ہوئے توک کی طرح وہ ازبکوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کر گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پہلے یوں پہل کرتے ہوئے وہ ازبکوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ اساگیلہ کی ایک جنگی چال تھی جس میں وہ بری طرح ناکام رہا تھا۔ اس لیے کہ جنگجو اور جفاکش ازبک رکے ہوئے یاجوج ماجوج اور کوہستانی بھتنوں کی طرح اپنے رب کا قہر بن کر کرغیزوں پر نازل ہوئے تھے۔

عیلام اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور وہ اپنے دشمن پر یوں حملہ آور ہو رہا تھا، جیسے بھیڑیا اپنے بھٹ سے نکل کر لومڑیوں پر ٹوٹتا ہے یا کوئی بھوکا شکرہ دانہ چگتی چڑیوں پر گرتا ہے۔ کورش اور اس کے ساتھی ساربان بھی مست کے رکے تلاطم خیز طوفانوں کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

لڑتے لڑتے عیلام اپنے لشکر کو مخصوص اشارے کرنے لگا تھا۔ کورش کو یوں لگا جیسے عیلام کسی ساحرانہ رسم کی ابتدا کرنے لگا ہو۔ عیلام کے اشاروں کے جواب میں اس کا لشکر لڑتے لڑتے کرغیزوں کو اپنے گھیرے میں لینے لگا تھا۔ کرغیز بھی اس جنگی داؤ کو بھانپ گئے تھے۔ ان کے سردار اساگیلا نے اپنے لشکر کو اس گھیرے سے نکال لینا چاہا لیکن ازبکوں نے اپنے خوفناک اور حیرت انگیز حملوں میں ایسی زلزلہ انگیزی اور طوفانی شدت پیدا کر دی تھی کہ اب وہ چاروں طرف سے شور مچاتی آبشاروں کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے کرغیزوں کا قتلِ عام کرنے لگے تھے۔

کرغیز اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن ازبکوں نے ان سے انتقام لیتے ہوئے وحشی خونخوار قرنوں کا سماں باندھ دیا تھا۔ جس وقت سورج کی آخری کرنیں کوہستانوں کی پیشانی چوم کر رخصت ہو رہی تھیں ازبک کرغیزوں کا قتلِ عام کرنے کے بعد اپنی تلواریں صاف کر کے نیاموں میں ڈال رہے تھے۔ سیاہ شب کے سوال جیسے پر اب چاندنی

رنگ آنچل بکھر گیا تھا۔

عیلام نے پہلے اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی پھر وہ اندھیرے میں بدی کا خاتمہ کرنے والی رات کے رجالِ غیب کی طرح ایک کوہستانی ندی کے کنارے کنارے مغربی برفانی اونچائیوں کی طرف بڑھنے لگا۔ رات کے وقت وہ ندی چاندی کی زنجیر کی طرح لگ رہی تھی اور اس کے کنارے کنارے ازبک اور ساربان اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

دوسرے روز شام کے قریب عیلام اپنے لشکر کے ساتھ واپس اپنے مستقر میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت شہر میں شام کی نوبت بج رہی تھی۔ مستقر میں پہلے سے جو لشکری موجود تھے انہوں نے جنگ سے لوٹنے والوں کے گھوڑوں کی زینیں اتار کر ان کے چارے کا انتظام کر دیا تھا پھر سارے لشکر نے مل کر کھلے میدان میں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر عیلام کورش کے ساتھ مستقر میں اس عمارت میں آیا جو سپہ سالار کے لیے مخصوص تھی۔ وہ اس عمارت کے ایک کمرے میں داخل ہونے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے ایک گیارہ بارہ سالہ لڑکا بھاگتا ہوا آیا اور عیلام سے لپٹ گیا تھا کورش پریشانی سے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا لیکن عیلام کے ساتھ آنے والے دوسرے سردار اس بچے کو شفقت سے دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

عیلام نے مڑ کر جب اس بچے کو دیکھا تو وہ وہیں بیٹھ گیا اور اس بچے کو اپنی چھاتی سے لگا کر پیار کرنے لگا تھا اس کی پیشانی چومتے ہوئے عیلام نے پوچھا "میرے عزیز بھائی تم کس وقت آئے ہو۔"

اس بچے نے عیلام کی گردن میں اپنے بازو ڈالتے ہوئے کہا: "ہم آج دوپہر کے وقت یہاں پہنچے ہیں۔" عیلام نے پر شوق نگاہوں سے اس بچے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ماں بھی تمہارے ساتھ آئی ہیں؟" بچے نے جھٹ کہا: "ہاں ماں بھی میرے ساتھ ہیں اور وہ حویلی میں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

علیام کھڑا تھا اور کورَوش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "کورَوش! کورَوش! یہ میرا چھوٹا بھائی طرغوت ہے۔ میں نے تمہیں اس سے قبل بتایا تھا میری ماں اور بھائی وادی اناطولیہ میں رہتے ہیں۔ وہاں میرا ننھیال ہے۔"

کورَوش نے ہاتھ بڑھا کر طرغوت سے مصافحہ کیا اور طرغوت نے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چچا مجھے اُن کے متعلق بہت کچھ بتا چکے ہیں۔" قریب ہی کھڑا علیام کا چچا عبید خان طرغوت کی گفتگو سُن کر ہلکے ہلکے مسکرا رہا تھا۔ علیام نے اس بار اپنے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے عم! میں نے کارلوس کے دیوانوں میں کُرغیزوں کو جا لیا تھا اور ان میں سے کسی کو بھی بچ کر جانے نہیں دیا۔ ان کا سردار اساگید بھی اس جنگ میں مارا گیا ہے۔"

عبید خان نے بڑی شفقت سے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے ایسی ہی اُمید تھی بیٹے! لیکن اب ایک اور مہم تمہارے سر پہ آن پڑی ہے۔ کل تمہاری روانگی سے تھوڑی ہی دیر بعد سلطان سلیمان کا ایک قاصد آیا تھا۔ اس کے پاس سلطان کا فرمان تھا جس میں سب قبائل سے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے لشکر لے کر قسطنطنیہ پہنچیں۔ سلطان بذاتِ خود ایک متحدہ لشکر کے ساتھ یورپ پر لشکر کشی کریں گے۔"

علیام نے بڑی انکساری سے کہا۔ "سلطان سلیمان کا حکم میری سر آنکھوں پہ۔ جن دس ہزار جوانوں کے ساتھ میں نے کُرغیزوں کی سرکوبی کی ہے اُنہیں ہی لے کر میں چند یوم تک یہاں سے قسطنطنیہ روانہ ہو جاؤں گا اور اس مقدس جنگ میں ضرور شامل ہوں گا۔"

عبید خان نے اس بار کورَوش کی طرف دیکھتے ہوئے پُوچھا۔ "کورَوش! کورَوش! تم نے اس جنگ کو کیسا پایا؟" کورَوش نے بڑی ممنونیت سے کہا۔ "میرے بزرگ آپ جانتے ہیں ہم بُت پرست تھے اور فوہسی دیوتا اور نوکوآ دیوی کی پُوجا کرتے تھے۔ یعقوب

ے قدیم چینیوں کا سر [illegible] دیوتا اور ان کی مقدس دیوی، نوکوا کا شوہر اور بھائی۔

بن حمدون کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے مذہب کی سربلندی کے لیے ہماری پہلی جنگ تھی۔ قسم ربِ کریم کی اس جنگ میں حصّہ لے کر یوں لگا ہے گویا ہمارے شانوں سے کوئی بہت وزنی بوجھ ہلکا ہو گیا ہو۔ اب میں تجارت کا پیشہ ترک کرتا ہوں اور آپ کے لشکر میں ہی رہ کر یورپ کی اس جنگ میں حصّہ لوں گا۔ جس کی ابتداء سلطان سلیمان کرنے والے ہیں۔"

عبید خان نے اس بار علیام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلو بیٹے! گھر چلو تمہاری ماں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔" علیام نے کورَوش سے کہا۔ "چلو تم بھی میرے ساتھ۔"

کورَوش نے کہا۔ "میں یہیں مستقر میں رہوں گا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کرنا ہے۔ میں انہیں بتاؤں گا کہ میں اب مستقل لشکر میں ہی رہوں گا ان میں سے جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔" علیام نے مسکرا کر کورَوش کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے چھوٹے بھائی طرغوت اور چچا کے ساتھ مستقر سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

اپنی حویلی میں داخل ہوتے ہوئے علیام نے اپنے چچا سے پوچھا۔ "اے عم! سلطان سلیمان کی طرف سے جو قاصد آیا ہے۔ کیا وہ یہیں ٹھہرا ہوا ہے اور کیا میں اس سے مل سکوں گا؟"

عبید خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ سوال تم نے بہت دیر سے پوچھا ہے بیٹے! اس سوال کی توقع میں تم سے مستقر میں کرتا تھا۔ وہ قاصد جلدی میں تھا یہاں رُکا نہیں۔ اس نے یہ پیغام دوسرے قبائل کو بھی دینا تھا۔ لہٰذا وہ یہاں رُکے بغیر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲: ے چین کی تخلیق کی دیوی۔ اس کے متعلق چینیوں کا عقیدہ تھا کہ وہ پیلی مٹی کو پیٹ پیٹ کر انسان تخلیق کرتی تھی لیکن یہ کام چونکہ مشقت طلب تھا لہٰذا اس دیوی نے ایک رسّی لی اور اسے کیچڑ میں بھگو دیا اور کیچڑ کے قطروں سے آدمی بنائے۔ امراء کو پیلی مٹی سے اور نچلے طبقے کو کیچڑ سے تخلیق کیا۔

یہاں سے جا چکا ہے۔

علیام جب بھائی اور چچا کے ساتھ دیوان خانے میں آیا تو ایک طرف سے ایک ادھیڑ عمر کی لیکن خوب دراز قد، صحت مند اور باوقار خاتون نکلی۔ وہ علیام کی ماں دارتان تھی۔ اپنی ماں کو دیکھتے ہی علیام اس کی طرف بھاگا اور جھک کر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لیے۔ دارتان نے اپنے بیٹے کو اوپر اٹھایا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "اے میرے فرزند! جس مہم سے تو لوٹ رہا ہے اس کا کیا بنا؟"

علیام کی بجائے جبید خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اے بہن! میرا بیٹا کسی مہم سے کبھی ناکام نہیں لوٹا۔ مجھے اپنے بیٹے کی دانشمندی اور اس کی شجاعت اور تندرولی پر فخر و ناز ہے۔"

علیام نے دارتان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "ماں! اس بار تم کتنے روز یہاں میرے پاس ٹھہرو گی؟" دارتان نے علیام کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارے چچا تو کہہ رہے تھے کہ سلطان سلیمان نے سب قبائل سے کمک طلب کی ہے۔ شاید وہ کسی نئے محاذ پر دشمن کے عزائم کو ناکام بنانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے تم ہی اگزبوں کا لشکر لے کر جاؤ گے۔ اگر ایسا ہے تو تم کب تک یہاں سے روانہ ہو گے؟" علیام نے اپنی زرہ اتارتے ہوئے کہا۔ "میں انشاء اللہ چار روز آپ کے ساتھ رہنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

دارتان نے کہا۔ "تو پھر میں اور طاغوت بھی اناطولیہ واپس جانے کے لیے تمہارے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں گے۔" کھانا آ گیا تھا۔ لہٰذا علیام خاموش ہو گیا۔ خواصوں نے کھانے کے خوان سرکنڈوں کی چٹائیوں پر لگا دیے اور وہ چاروں اکٹھے بیٹھ کر کھانے لگے تھے۔

پانچویں روز علیام نے اپنے لشکر کے ساتھ گوبارو سے کوچ کیا تھا۔ اس کی ماں دارتان اور بھائی طاغوت بھی اس کے ساتھ تھے۔ کوروش بھی اپنے سارے لشکر

کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل تھا۔

سارابان واپس جا کر تجارت کرنے پہ اپنے رب کی راہ میں جہاد کرنے کو ترجیح دے چکے تھے۔ نائکومیڈیا[1] تک سب اکٹھے آئے۔ یہاں سے دارتان طاغوت کو لے کر اناطولیہ کی طرف چلی گئی تھی جب کہ علیام اور کوروش اپنے لشکر کو لے کر قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

---

[1] ایشیائے کوچک کا ایک قدیم شہر تھا۔ اب اس کی جگہ اسمار شہر نے لے لی ہے۔ نائکومیڈیا شہر کو ۲۶۴ ق م میں بیتھینیا کے پہلے بادشاہ نائکومیڈیس نے آباد کیا تھا اور اسے اپنے ملک کا صدر مقام بنا دیا تھا۔ اسی شہر میں مشہور جرنیل ہینی بال نے خودکشی کی تھی۔

تیز ہوائیں باسفورس کی آبی شاہراہ پر شکن در شکن لہریں پیدا کر رہی تھیں۔ مدینۃ الملوک قسطنطنیہ میں سلطان سلیمان کے محل کے دیوانِ خاص[۱] میں عمائدینِ سلطنت کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے مسلمان لشکروں کے سپہ سالار اور جرنیل بھی تھے۔ سامنے ہی سلطان کی شہ نشین، دائیں طرف قصر کی مسجد، کتب خانہ اور کمسن خدمت گاروں کے کشادہ ہال تھے جن کے درمیان شفاف پانی کا حوض تھا۔ پانی کی اس چادر پر سورج کی شوخ کرنیں کھیلتی اور طرح طرح کے رنگ پانی کی چادر سے پھوٹ نکلتے تھے۔

---

۱ سلطان کا محل جو بحیرہ باسفورس اور بحیرہ مارمورا کے سنگم پر واقع تھا اس کے تین دیوان تھے۔ پہلا اور دوسرا دیوانِ عام کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ تیسرے دیوان میں کسی کو بلا اجازت داخل ہونے کی ممانعت تھی کیونکہ اس کے ساتھ سلطان کا

شہ نشین کے قریب ہی سلطنت کے مفتی اعظم اس کے بعد پرانا جرنیل اور وزیر پیری پاشا[۱] بیٹھا ہوا تھا۔ پیری پاشا کے بائیں طرف سلطان سلیمان کے مشہور اور عمدہ جرنیل فرہاد پاشا[۲] اور ایاز پاشا[۳] بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے بعد سلطان کے محافظ دستے کا سالار ابراہیم[۴] اور پھر ینی چری فوجوں[۵] کا سالار بالی آغا بیٹھا ہوا تھا۔

دوسری قطار میں باہر سے آئے ہوئے جرنیل تھے۔ سب سے پہلے علیام اس کے بعد کریمیا کے مسلمان تاتاریوں کے خان کا جرنیل اور پھر آگے ارمنی، گرجستانی، قزاقی اور دوسرے جرنیل بیٹھے ہوئے تھے۔ محل میں قرنائی آوازیں گونج رہی تھیں جس کا مطلب تھا سلطان دیوانِ خاص میں آنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

عنبر دانوں میں خوشبو سلگ رہی تھی اور ہر طرف ہلکا ہلکا خوشبو کا دھواں سا پھیل گیا تھا۔ چھت اور دیواروں کے ساتھ بڑی خوب صورتی سے فانوس اور چاندی کے چراغ آویزاں کیے گئے تھے۔ دیوانِ خاص کی دیواروں پر اور جس طرف سے سلطان سلیمان نے نمودار ہونا تھا سفید ریشم اور زربفتی پردے لٹک رہے تھے۔

---

۱ سب سے پرانا، بوڑھا اور جاں نثار جرنیل تھا۔ سلطان سلیمان کے باپ سلیم کے دور میں بھی یہی سر آوردہ جرنیل تھا۔ اب اس کے جوڑوں میں اکثر درد رہنے لگی تھی۔

۲ فرہاد پاشا سلاوی نسل کا جرنیل اور وزیر سوم تھا۔

۳ ایاز پاشا البانیہ کا باشندہ تھا اور ایک عمدہ جرنیل تھا۔

۴ ابراہیم یونانی تھا۔ نہایت دانشمند اور ہوشیار تھا۔ سلطان کو اس سے گہرا لگاؤ تھا اس لیے کہ وہ سلطان کا ہم عمر بھی تھا۔

۵ وہ لڑکے جو جنگ کے دوران ہاتھ آتے تھے انہیں ترکوں کے پہلے دارالحکومت اَدرنہ میں جمع کیا جاتا۔ انہیں پہلے ترکی سکھائی جاتی اور اسلامی تعلیم دی جاتی پھر ان میں سے جو کام کے نہ ہوتے انہیں باغبانی اور گیلی پولی میں جہازوں کے کام پر لگا دیا جاتا اور جو ہوشیار ہوتے انہیں بروصہ شہر میں جنگی تربیت دی جاتی۔ جوان ہو کر جب یہ لشکر میں شامل کیے جاتے تو انہیں ینی چری کہتے تھے۔ ان کا ایک علیحدہ لشکر ہوتا تھا۔

اچانک دیوانِ خاص میں بیٹھے ہوئے سب حاضرین اور جرنیل کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ نقیب سلطان سلیمان کی آمد کی نوید پکارنے لگا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد زر بفتی پردوں میں حرکت ہوئی اور سلطان سلیمان دیوانِ خاص میں نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں لاجوردی جڑاؤ کا عصائے شاہی تھا۔ سر پر زردوزی کے تاج پر یاقوت جڑے تھے اور سرخاب کے دو پروں کی کلغی لگی ہوئی تھی۔ چھبیس ستائیس سالہ سلطان سُرخ و سفید رنگ اور خوب لمبے قد کا کڑیل جوان تھا۔

دیوانِ خاص میں ایسا نرم قالین بچھا ہوا تھا کہ چلتے وقت پاؤں کی چاپ سنائی نہ دیتی تھی۔ سلطان اس قالین پر چلتا ہوا اپنی شاہ نشین پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی پیتل کے بڑے نقارے پر چوٹ پڑی اور سب لوگ مؤدب ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تھے۔ دیوانِ خاص سے باہر سرالک[1] کے چاق و چوبند جوان بھالے تیر کمان اور ننگی تلواریں سنبھالے پہرہ دے رہے تھے۔

سلطان سلیمان چند ثانیوں تک دیوانِ خاص میں بیٹھے لوگوں کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی بلند اور گونجدار آواز میں کہا۔ "کون ہے وہ جو ازبکوں کے عظیم حکمران شیبانی خاں کے وارث کی حیثیت سے آیا ہے؟"

عیلام کھڑا ہوا اور اپنی گردن جھکا کر مؤدب ہوتے ہوئے کہا "میرے آقا! میں شیبانی خاں کا پوتا عیلام حاضرِ خدمت ہوں۔"

سلطان نے پھر گونجدار آواز میں کہا۔ "ابراہیم نے مجھے بتایا ہے کہ ایک مسلم مبلغ یعقوب بن محمود کے قصاص میں تم نے وحشی کرغیزوں کے پانچ ہزار کے ایک لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے کیا یہ درست ہے؟"

عیلام نے پھر کہا۔ "میرے آقا! کرغیز اس مسلم مبلغ کو یہ جان کر قتل کر

---

[1] ڈیڑھ سو نیچی چیریوں کا وہ دستہ جو سلطان سلیمان کی حفاظت پر مامور تھا سرالک کہلاتا تھا۔

گئے تھے کہ کوئی اس کا پُرسانِ حال اور چارہ ساز نہ ہوگا۔ لیکن میں نے ان پر ثابت کیا ہے کہ مشرق سے مغرب اور شمال کے انتہائی کوہستانوں سے جنوب کے صحراؤں تک پھیلی ہوئی قوم کے کسی فرد پر ظلم کس قدر ہولناک اور عبرت خیز ہے۔ میرے آقا! اگر کرغیز جارسوں کے میدانوں کو چھوڑ کر سائبیریا کے انتہائی شمالی اور ٹھنڈے برف زاروں تک بھی چلے جاتے تو خدا کی قسم میں وہاں تک بھی ان کا تعاقب کرتا۔" سلیمان نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "واللہ! تم اپنے دادا شیبانی خاں جیسے ہی مذہب پرست اور دردمند ہو۔ میں اپنے لشکر میں تم جیسے جوانوں پر فخر کروں گا۔"

عیلام کے بعد سلیمان نے کریمیا کے مسلمان تاتاریوں کے جرنیل اور بعض دوسرے جرنیلوں سے ان کے احوال معلوم کرنے لگا تھا۔ چند ثانیوں تک وہ خاموش رہا پھر اپنے اصل مدعا کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"یاد رکھیے! ابھی جنگ کی ہم ابتدا کرنے والے ہیں یہ جنگ برائے جنگ نہیں ہے بلکہ ایک اصول اور مقصد کے تحت ہم مغرب پر یلغار کرنے والے ہیں۔ ہم ایک ساتھ ہنگری اور جزیرہ روڈس کے خلاف اعلانِ جہاد کرتے ہیں۔ ہنگری کے دربار میں ہم نے خیر سگالی کے لیے اپنا سفیر روانہ کیا لیکن انھوں نے ہمارے سفیر کے ساتھ توہین آمیز رویہ رکھا اور اس کے کان کاٹ دیے۔ روڈس کا فلپ[1] نیل آدم اکثر ہمارے سرحدی علاقوں میں لوٹ مار کرتا رہا۔ ہم نے اسے متنبہ کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ ہماری خاموشی کو اس نے ہماری کمزوری جانا اور مسلمانوں کے ان جہازوں کو لوٹ لیا جو غلہ اور اناج لے کر مصر سے قسطنطنیہ آ رہے تھے۔

یاد رکھو! ماضی میں بھی ہماری قوم پر ان گنت باؤلے کتے بھونکتے رہے ہیں لیکن ہم نے ہر ایک کو مناسب اور بروقت جواب دیا۔ ہم اہلِ ہنگری سے ان کا

---

[1] فلپ نیل آدم روڈس کا حکمران فرانسیسی تھا اور ایک منجھا ہوا جنگجو تھا۔

شہر بلغراد اور بیل گرم سے پورا جزیرہ روڈس چھین لینے کا عہد کر چکے ہیں ۔ خداوندِ برتر ہمیں ہمارے ارادوں میں کامیاب و فوز مند رکھے گا ۔ پرسوں یہاں سے کوچ ہو گا ۔ کل کا دن میں لشکر کو تیاری کرنے کا موقع دیتا ہوں ۔"

اپنا عصائے شاہی ہاتھ میں لیے سلیمان اُٹھ کھڑا ہوا اور زربفتی پردے کے پیچھے اس سمت چلا گیا تھا جس طرف سے وہ دیوانِ خاص میں داخل ہوا تھا ۔

بابِ عالی[1] پر رکھے پیتل کے بڑے نقارے پر لگاتار چوٹیں پڑنے لگی تھیں ۔ یہ کوچ کی اطلاع تھی ۔ نقارے کی بلند آواز شہر کی ہر گلی کوچے میں گونجنے لگی تھی اور لشکری نعرے لگانے لگے تھے ۔

"چلو اس سڑک پر کوچ کرو جو تمہارا انتظار کر رہی ہے ۔ دور دراز ملکوں کی سمت کوچ کرو ۔"

لشکر نے جنوب کے گرم علاقوں سے شمال کے سرد علاقوں کی طرف کوچ کیا تھا ۔ لشکر کی سرکردگی خود سلطان سلیمان کر رہا تھا ۔ ایک بحری بیڑہ پہلے ہی بھجوا دیا تھا اور پھر وہاں سے دریائے ڈینیوب کے راستے بلغراد کی طرف کوچ کر چکا تھا ۔ اس بیڑے میں لشکر کے ایک حصّے کے علاوہ خوراک کا سامان اور کچھ توپیں بھی تھیں ۔ اس بحری لشکر میں زیادہ تر ترک شامل تھے ۔

خشکی کے راستے جو لشکر روانہ ہوا تھا اسے پہلے ہی تین حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا ۔ قلب جس میں ترک اور ینی چری شامل تھے سلطان سلیمان کے پاس تھے ۔ میسرہ بزرگ جرنیل پیری پاشا کے پاس تھا اور فرہاد پاشا اس کے نائب کے طور پر کام کر رہا تھا ۔ میمنہ کا سالار ایاز پاشا تھا اور عیلام سمیت باہر سے آئے ہوئے جرنیل اپنے لشکروں کے ساتھ اسی کے ماتحت کام کر رہے تھے ۔ لشکر بڑی تیزی

[1] قصرِ شاہی میں داخل ہونے کے لیے جو دروازہ استعمال ہوتا تھا ، اسے بابِ عالی کہتے تھے ۔

سے کوچ کر رہا تھا ۔ اونٹوں کی ایک لمبی قطار لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی ۔ ان پر لشکر کے لیے خوراک اور سامانِ حرب لدا ہوا تھا ۔

دریائے ڈینیوب کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے دو تین جگہ دشمن نے مزاحمت کر کے مسلمانوں کو روکنا چاہا لیکن سلطان ایسے تمام لشکروں کا صفایا کرتا ہوا بلغراد کی طرف بڑھتا رہا ۔

سلطان نے شہر کا محاصرہ کر لیا ۔ اس دوران بحری بیڑہ بھی دریائے ڈینیوب کے تیز دھارے کو کاٹتا ہوا بلغراد پہنچ گیا تھا ۔ سلطان نے اپنے قلب کو بحری بیڑے کے ساتھ ڈینیوب کی طرف رکھا ۔ اس طرح دریا کی طرف سے شہر کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی ۔ ابراہیم سلطان کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا ۔ پیری پاشا اور فرہاد پاشا مغربی حصّے میں اور جنوب کی طرف جہاں کوہستانی سلسلہ تھا ایاز پاشا خیمہ زن ہو چکے تھے ۔ عیلام اپنے دس ہزار ازبکوں کے ساتھ ایاز پاشا کے تحت کام کر رہا تھا ۔

بلغراد شہر میں اس وقت دو قومیں آباد تھیں ۔ ایک ہنگرین دوسرے سربی ۔ ہنگرین شہر کے شمال اور مغربی حصّے میں آباد تھے جب کہ سربی شہر کے جنوبی اور مشرقی حصّے میں تھے ۔ اس طرح شہر کے شمالی اور مغربی حصّے کی حفاظت ہنگریوں کے سپرد تھی اور جنوبی و مشرقی حصّے کی حفاظت سربی اپنے جنگجو اور بہادر جرنیل دراویش کی سرکردگی میں کر رہے تھے ۔ سلطان سلیمان نے لشکر کے قلب اور بحری بیڑے کے ساتھ صرف دریا کی طرف سے شہر کی ناکہ بندی کر رکھی تھی اور قلب کو مخلوط دستوں کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا جبکہ پیری پاشا ، فرہاد پاشا ، ایاز پاشا ، عیلام اور دوسرے جرنیل اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ بلغراد شہر پر شاہینوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے ۔

ایاز پاشا جو میمنہ کی کمانداری کر رہا تھا خود شہر کے جنوب میں رہا اور عیلام کے علاوہ تاتاری جرنیل کو اس نے شہر کے مشرقی حصّے پر متعین کیا تھا ۔ ازبک

اور تاتاری فصیلوں پر چڑھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ اس لیے وہ مناسب موقع کی تلاش میں تھے۔

جب جنگ میں زوروں پر تھی تو عیلام نے دس ہزار ازبکوں کے ساتھ فصیل پر رسّوں کی سیڑھیاں پھینک کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا تھا۔ جب کہ تاتاریوں نے نیچے تیر اور موسلا دھار تیر اندازی کر کے فصیل پر کھڑے سربی محافظوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ فصیل کے اوپر جا کر عیلام کی سرکردگی میں ازبکوں نے سربیوں کے ساتھ زندگی اور موت کا کھیل شروع کر دیا تھا اور انہوں نے فصیل کے محافظوں کو اپنی تیز تلواروں کی دھار پر رکھتے ہوئے فصیل کے نیچے اُتر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ازبکوں کو فصیل کے اوپر مصروفِ جنگ دیکھ کر تاتاریوں نے بھی تیر اندازی بند کر دی اور وہ بھی فصیل پر چڑھنے لگے تھے۔ دوسری طرف فرہاد پاشا بھی مغرب کی طرف سے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو چکا تھا اور اس نے بھی اپنے سامنے آنے والے ہنگریوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ عیلام کے ساتھ ازبک اب فصیل سے نیچے اُتر کر شہر کے اندر دشمن سے جنگ کرنے لگے تھے۔ سربیوں کے جرنیل ورایوش نے بڑھ چڑھ کر حملے کرتے ہوئے پوری کوشش کی کہ ازبکوں کو واپس فصیل پر چڑھا کر دوسری طرف اُتر جانے پر مجبور کر دے لیکن وہ ناکام رہا۔ اسے ایسا لگا جیسے ازبک صرف آگے بڑھنا ہی جانتے ہوں اور پسپا ہونے کی انہوں نے قسم کھا رکھی ہو۔

جنگ جب اپنے شباب پر تھی عیلام نے ذرا پیچھے ہٹ کر ازبکوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرے عظیم شہسوارو! میں تمہارا سالار عیلام مخاطب ہوں۔

آؤ! میرے ساتھیو! آؤ وقت کے بے داغ صحیفوں میں
اپنی قوم کی نئی تقدیر اور عجیب رقم کر لیں۔ آؤ میرے ہمنفسو!
آج اپنے مذہب کے لیے، اپنی قوم کی خاطر دشمن کے مظالم
کی اندھی امواج کو سر کر کے ستاروں کو کہکشاں، قطروں کو صحرا
اور قطرے کو سمندر کی شکل دیں۔
آؤ عہد کریں کہ شب کے اندھیروں میں اور دن کے اُجالوں
میں ہم اپنے سنسناتے تیروں اور کوندتی تلواروں سے موت
کی کمند بن کر اپنے دین کے دشمنوں پر سوار ہو جائیں گے۔
دشمن اب تمہارے سامنے ٹوٹی ہوئی شاخ کی مانند ہے اور یاد
رکھو ٹوٹی ہوئی شاخ کبھی نہیں پھولی پھلی۔ ازبکو! آؤ ہم اپنی
تلواروں سے دشمن کے کفر سامان زنگ دھو ڈالیں۔

عیلام جب اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ایک نئے جذبے اور عزم کے ساتھ حملہ آور ہوا تو ازبک آندھی اور طوفان بن کر حملہ آور ہوئے تھے۔ عیلام نے اپنے پہلے ہی حملہ میں سربیوں کے جرنیل ورایوش کی گردن کاٹ دی تھی۔ عین اس موقع پر تاتاری قہر بن کر ازبکوں کے ساتھ آ ملے تھے۔ شہر کے مشرقی حصے میں سربیوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا تھا۔ پھر تاتاریوں نے شہر کا جنوبی دروازہ بھی کھول دیا اور ایاز پاشا اپنے لشکر کے ساتھ سیلاب کی مانند شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ دوسری طرف پیری پاشا اور فرہاد پاشا بھی مغربی دروازہ کھول کر شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

عبرتناک شکست کا سامنا کرتے ہوئے ہنگریوں اور سربیوں نے شہر کے ایک حصے کو آگ لگا دی اور خود شہر کے قلعے میں محصور ہو گئے تھے۔ اب مسلمانوں کا پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ ترکی طبل کی وحشت ناک آوازیں اور فوجی باجوں کی کپکپی طاری کر دینے والی موسیقی چاروں طرف بکھرنے لگی تھی۔ شہر میں لگی آگ کو مسلمانوں نے بجھا دیا تھا۔ قلعہ شکن توپوں[1] کو شہر کے اندر لایا گیا اور ان

---

[1] قلعے توڑنے کے لیے ترک اب منجنیق کے بجائے توپوں سے کام لینے لگے تھے۔ وہ بھاری توپیں بنانے میں ماہر ہو گئے تھے۔ ظہیر الدین بابر نے ابراہیم لودھی کے

سے اُن کے گولے پھینک کر قلعے کی دیواروں کے اندر شگاف کرنے کی کوششیں کی جانے لگی تھیں۔

شہر کے قلعے پر اب چاروں طرف سے مسلمانوں نے یلغار کر دی تھی۔ مشرق، مغرب اور جنوب سے بار بار ترک، ازبک اور تاتاری بار بار سیڑھیوں اور کمندوں کے ذریعے قلعے کی فصیل کے اُوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ شمال کی طرف سے توپیں گولے برسا رہی تھیں اور فصیل کا شمالی حصہ لمحہ بہ لمحہ کمزور اور بوسیدہ ہوتا جا رہا تھا۔

قلعہ دار نے جب دیکھا کہ تھوڑی دیر کی اور جنگ کے بعد مسلمان فصیل کے اُوپر چڑھنے یا اُسے توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو وہ قلعے کا دروازہ کھول کر اور صلح کا سفید جھنڈا لہراتا ہوا سلطان سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے اسے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ خفتان کا ایک خلعت بھی اسے عطا کیا

اسلامی لشکر فتح و نصرت کے نقارے اور قرنے بجاتا ہوا قلعے میں داخل ہو گیا تھا۔ سلطان بھی شہر میں داخل ہوا اور ایک کلیسا میں اس نے جمعہ کی نماز ادا کی۔ چند روز تک لشکر نے شہر کے اندر ہی قیام کیا تھا۔ ہنگریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ تین روز کے اندر اندر شہر چھوڑ دیں اور دریا پار کر کے دوسرے یورپی ممالک کی طرف چلے جائیں۔ سربیوں کو سلطان نے کچھ رعایتیں دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ چاہیں تو قسطنطنیہ جا کر آباد ہو جائیں۔ سربیوں[1] نے سلطان کی اس پیش کش کو منظور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳) ہاتھیوں کے خلاف جو توپیں استعمال کی تھیں اُنہیں چلانے والے بھی ترک ہی تھے۔

[1] سربیوں نے اسلامی لشکر کے ساتھ ہی بلغراد سے کوچ کیا تھا۔ وہ قسطنطنیہ شہر سے باہر ایک محلے میں آباد ہو گئے تھے اور اس محلے کا نام اُنہوں نے بلغراد رکھ لیا تھا۔ (زبیر انعیم)

کرتے ہوئے بخوشی قسطنطنیہ میں آباد ہونا منظور کر لیا۔ شہر میں ترکوں کو آباد کیا گیا اور بالی آغا کو بلغراد شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔

شہر کی فتح کے دوسرے روز عیلام اور گوروش شہر سے باہر نصب اپنے لشکر کے خیموں میں جانے کے لیے قلعے سے نکل کر ایک بارونق بازار میں داخل ہوئے تو پیچھے سے ایک لڑکی بھاگتی ہوئی آئی۔ اس نے اپنا سر اپنا چہرہ اور جسم کا اوپر کا حصہ زعفرانی رنگ کی ریشمیں کی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا اور یہ نہ جانا جا سکتا تھا کہ وہ لڑکی کون ہے۔

عیلام کے قریب آ کر اس لڑکی نے اپنے لباس کے اندر سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ عیلام اور گوروش دونوں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا تھا۔ عیلام نے لڑکی کا وہ ہاتھ جس سے وہ عیلام کی طرف تہہ کیا ہوا کاغذ بڑھا رہی تھی غور سے دیکھا۔ لڑکی کا ہاتھ گوشت سے بھرا ہوا سرخ و سفید تھا۔ ناخن قدرتی طور پر خوب لمبے اور انگلیاں پتلی اور دراز تھیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ لڑکی بلا کی حسین اور وجیہہ تھی۔

عیلام کی طرف بڑھا ہوا لڑکی کا ہاتھ کپکپا رہا تھا۔ عیلام نے اس سے کاغذ لے لیا اور لڑکی بھاگ کر لوگوں کے ہجوم میں غائب ہو گئی تھی۔ عیلام نے کاغذ کی تہیں کھولیں اس میں شاید لڑکی کے ہاتھ کی ہی جلدی میں لکھی ہوئی چند سطور تھیں۔ عیلام پڑھنے لگا۔

" بلغراد شہر میں داخل ہو کر جنگ کے دوران آپ نے جس سربی جرنیل کو قتل کیا تھا اس کا باپ آپ سے انتقام لے گا۔ اس کی ایک بیٹی ہے جو نہایت خوب صورت اور پرکشش ہے وہ آپ کو اپنی بیٹی کے رشتے کی پیش کش کرے گا لیکن آپ انکار کر دیں کیونکہ شادی کے بعد وہ لڑکی آپ کو زہر دے کر ہلاک کر دے گی۔"

خط پڑھنے کے بعد عیلام گہری سوچوں میں کھو گیا تھا پھر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کوروش نے بڑی بیتابی سے پوچھا۔ "لڑکی نے اس خط میں کیا لکھا ہے۔"

عیلام نے کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ کوروش نے پڑھا اور کاغذ عیلام کو لوٹاتے ہوئے کہا۔ "دیکھا جائے گا۔"

عیلام نے ادھر ادھر دیکھا۔ خط لانے والی لڑکی اُسے کہیں دکھائی نہ دی لہٰذا وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ گئے تھے۔ جب وہ دونوں اپنے خیمے کے پاس آئے تو ان ازبک اور ساسان جوانوں میں سے جو خیمے کے گرد پہرہ دے رہے تھے دو جوان بھاگ کر آگے بڑھے اور ان دونوں کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ جب وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اُتر کر اپنے خیمے کی طرف بڑھے تو ایک ازبک جوان بھاگتا ہوا عیلام کے پاس آیا اور رازداری میں کہا۔ "اے امیر البلغز کا ایک سرپی سردار آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ آپ کے خیمے میں بیٹھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کبھی وہ بلغراد کے لشکر میں اوّل صف کا ایک سالار ہوا کرتا تھا۔ وہ کسی اہم کام کے سلسلے میں گفتگو کرنے آیا ہے۔ میں نے اسے کریدا لیکن وہ ٹال جاتا ہے۔ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیتا۔" عیلام اور کوروش نے سوالیہ کیفیت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے خیمے کی طرف بڑھے تھے۔

جب وہ اپنے خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا ایک سفید ریش بوڑھا ان کے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی چٹائی پر لگے بستر پر بیٹھا ہوا بوڑھا اٹھ کھڑا ہوا اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میں نے آپ کو پہچاننے میں غلطی نہیں کی تو آپ ہی کا نام عیلام ہے اور آپ ازبکوں کے سالار ہیں۔"

عیلام نے اس بوڑھے جرنیل کے قریب ہوتے ہوتے جو کہا۔ "یقیناً آپ نے پہچاننے میں غلطی نہیں کی' میرا ہی نام عیلام ہے۔"

بوڑھے نے پھر کہا۔ "میرا نام بلسان ہے اور میں بلغراد کی سرپی قوم کے

سردار طبقے سے ہوں۔ میری ایک بیٹی ہے۔ نام اس کا ایشتار ہے۔ اس کا منگیتر اس حالیہ جنگ میں سرپی قوم کا سالار تھا اور وہ آپ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ میری بیٹی ایشتار آپ کی شجاعت اور رزم آرائی سے واقف ہے۔ اس کا کہنا ہے اگر میرا منگیتر جنگ میں مارا گیا ہے تو پھر میں اسی جوان سے شادی کروں گی جس نے میرے منگیتر کو قتل کیا اور جو اس سے کہیں طاقتور، بہادر اور بہتر جنگجو ہے۔ میں اپنی بیٹی کے اسی جذبے سے مغلوب ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں اس نیت کے ساتھ کہ میں آپ سے التجا کروں کہ آپ میری بیٹی سے شادی کر لیں۔ یاد رکھیے بلغراد میں کوئی ایسی لڑکی نہیں جو حُسن و شخصیت میں میری بیٹی کا مقابلہ کر سکے۔ اگر آپ پسند کریں تو میں ایشتار آپ کو دکھا اور ملا بھی سکتا ہوں۔"

عیلام نے سوچنے کے انداز میں گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دیں پھر میں آپ کو کوئی مناسب جواب دے سکوں گا۔ میرے کچھ عزیز اور چاہنے والے بھی ہیں میں ان سے بھی مشورہ کروں گا۔"

بوڑھے بلسان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ خوب سوچیں پھر مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کریں۔ اگر آپ کو کچھ دن کی ضرورت ہوئی تو بھی مضائقہ نہیں اس لیے کہ میری قوم بھی قسطنطنیہ میں آباد ہونے کے لیے لشکر کے ساتھ روانہ ہو رہی ہے میں قسطنطنیہ میں بھی آپ سے رابطہ رکھوں گا۔"

عیلام نے اپنی گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔ "قسطنطنیہ میں خود میں آپ سے ملوں گا اور آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کروں گا۔"

بوڑھے بلسان نے چٹائیوں پر لگے عیلام اور کوروش کے بستروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں آپ کے خیمے میں آ کر مجھے ایک چیز نے سخت مایوس کیا ہے۔ میں سمجھتا تھا آپ کے خیمے میں نرم قالین بچھے ہوں گے اور آپ کا بستر اطلس و حریر کے گدوں پر ہو گا لیکن آپ کے خیمے میں آپ کا بستر ایک معمولی چٹائی پر لگے دیکھ کر مایوسی کے ساتھ حیرت بھی ہوئی۔ آپ جیسا کوئی سالار اگر ہماری قوم سے

ہوتا تو اس کی شان شوکت قابلِ دید ہوتی۔"

عیلام نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "میں کوہستانوں میں گزربسر کرنے والا ایک عاجز انسان ہوں۔ میں اس لشکر کا سالار ضرور ہوں لیکن اس کے علاوہ وہ سب میرے عزیز اور بھائی ہیں۔ میں اپنے آپ کو انہی جیسا ایک عام لشکری سمجھتا ہوں۔ اور پھر تن آسانی میں پڑ کر سپاہی سپاہی نہیں رہتا۔ مجھے فخر ہے کہ نرم گدوں کے بجائے سنگریزوں اور پتھریلی زمین پر مجھے جلدی نیند آتی ہے۔ تجربہ جب جسم پہ اپنی سختی کا اثر کرتے ہیں تو انسان اپنی ذات پر قابو پانے کا گُر سیکھتا ہے اور جو انسان اپنی ذات پر قابو پا لیتا ہے وہ خوش بخت انسان ہے۔"

بلسان عیلام کی بات کا کوئی مناسب جواب نہ دے سکا تھا۔ لہٰذا اس نے باری باری دونوں سے مصافحہ کیا اور خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

جب بلسان وہاں سے چلا گیا تو عیلام نے کوروش سے کہا۔ "اس لڑکی کا کہنا سچ ہی ثابت ہوا لیکن اس لڑکی کے رویے نے اب مجھے تجسس میں ڈال دیا ہے۔ اب میں یہ جاننا چاہتا ہوں وہ لڑکی کون ہے۔ اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اور وہ کیوں میری جان بچانا چاہتی ہے۔ کاش میں اسے اس وقت روک سکتا جس وقت اس نے مجھے تنبیہ کا خط دیا تھا۔ کاش میں جان سکتا وہ کون ہے۔ وہ کہاں رہتی ہے اور اس کا تعلق کس سرزمین سے ہے لیکن اس نے تو کچھ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی بس خط تھما کر بھاگ گئی اور ہجوم میں غائب ہوگئی۔ میں اسے تلاش کروں گا۔ امید ہے میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔"

کوروش نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ہمیں اس بوڑھے بلسان کی طرف سے بھی محتاط رہنا ہوگا۔ اب یہ بات حقیقت بن کر سامنے آگئی ہے کہ یہ بوڑھا آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے اور اگر اس نے اپنے ارادوں میں اور زیادہ آگے بڑھ کر آپ کی ذات کے لیے خطرات پیدا کرنے کی کوشش کی تو قسم مجھے ربِ کریم کی میری تلوار اس پر برق کر اس کے سامنے قبیلہ ارادوں اور خونی منصوبوں کو خون آلود کر دے گی۔"

لشکر میں مغرب کی اذان ہونے لگی تھی لہٰذا دونوں اٹھ کر نماز کے لیے

تیاری کرنے لگے تھے۔

سربی قوم قسطنطنیہ شہر سے ملحق ایک کوہستانی وادی میں آباد ہوگئی تھی۔ ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ مقامی مسلمانوں کے اندر محفوظ اور پُرامن زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ بلغراد کو فتح کرنے کے بعد مسلمان سلیمان اب جزیرہ روڈس پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا تھا۔ بحیرہ مارمورا کے کنارے فوجی مستقر میں زندگی اپنے پورے عروج پر حرکت کرتی دکھائی دینے لگی تھی اور بحیرہ مارمورا کے خوابیدہ ساحل پر جنگی تربیت حاصل کرنے والے لشکریوں کے گھوڑے دوڑنے کے باعث دھماکے اٹھتے تھے۔

ایک روز جب کہ غروب آفتاب کا آخری اجالا کب کا رخصت ہوچکا تھا اور کالی رات کا جنگل دور دور تک پھیل گیا تھا۔ عیلام اور کوروش فوجی مستقر میں اپنے خیمے سے باہر ایک چرمی چھولداری میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تیز سمندری ہوائیں ہر شے پر زوردار دستک دے رہی تھیں۔ آسمان پر ستاروں کے ترانے، زمین پر بہاروں کے افسانے اور فضاؤں میں دن بھر کی روزی کے بعد اپنے آشیانوں کو لوٹتے ہوئے طیور اپنی چہچہیں کھولے انجانی اور گمنام زبانوں میں نظاروں کے خزانے بکھیرتے اپنے رب کی تخلیقی و تکوینی صناعی کا اظہار کر رہے تھے۔ چمڑے کی اس چھولداری میں جہاں عیلام اور کوروش بیٹھے ہوئے تھے لکڑی کے بنے ایک طاق میں روغن اور چربی سے جلنے والا ایک چراغ روشن تھا۔

ایک لشکر کا سپاہی اس چرمی چھولداری میں داخل ہوا اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! وہی سربی بوڑھا آپ سے ملنے آیا ہے جس نے بلغراد شہر سے باہر آپ کے خیمے میں آپ سے ملاقات کی تھی اور جس نے اپنا نام بلسان بتایا تھا۔" کوروش نے فوراً اپنا زہریلا خنجر نکال لیا اور آنے والے اس سپاہی سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عیلام نے پوچھ لیا۔ "کیا وہ اکیلا ہے؟"

ایک سپاہی نے کہا۔ ”نہیں امیر! اس کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی بھی ہے۔ وہ دونوں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ عیلام ایک طرف ہٹ گیا اور ان دونوں کے بیٹھنے کے لیے جگہ بناتے ہوئے اس نے کہا۔ ”تم جاؤ اور ان دونوں کو اندر بھیج دو۔ وہ سپاہی مڑا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد بوڑھا بلسان چھولداری میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جس نے ایک چادر میں اپنے آپ کو خوب ڈھانک چھپا رکھا تھا۔ وہ دونوں عیلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ لڑکی نے اپنے چہرے اور جسم کے اوپری حصے سے چادر ہٹا دی۔ روغنی چراغ کی روشنی میں عیلام نے دیکھا۔ وہ لڑکی صبح کی انگڑائی کی طرح دلکش تھی۔ اس کی آئینے کی طرح چمکتی پیشانی اور گلاب سا شاندار گلابی چہرہ اس کے حُسن اور دلکشی کو قطرہ سیماب کی سی رونق بخش رہا تھا۔

بوڑھے بلسان نے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اے ایک امیر! میں نے آپ کا بہت انتظار کیا۔ مجھے اُمید تھی کہ آپ مجھ سے ملنے ضرور ہمارے ہاں آئیں گے لیکن آپ نے مجھے مایوس کیا۔ میں ہر روز آپ کی آمد سے متعلق دعائیں مانگتا تھا لیکن ہائے افسوس! میری کوئی دُعا بھی قبول نہ ہوئی۔“

عیلام نے غور سے بلسان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”آپ کہاں کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے رہے۔“ عیلام کے انداز میں ایک چھپا چھپا سا طنز تھا بلسان نے اپنا پورا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ ”دعا کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں۔ مسجد ہو، یا دیر و حرم۔ کلیسا ہو یا صومعہ۔ ہیکل ہو یا معبد ہر جگہ انسان اپنے خالق کو پکار سکتا ہے۔ دُعا فطرتِ انسانی ہے اور اس کے لیے مکان و لامکان کا کوئی تعین نہیں ہے۔“ بلسان تھوڑا سا اس نے جھجکتے کے انداز میں کہا۔ ”مجھے افسوس ہے آپ کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے میں بھول گیا تھا کہ یہ میری بیٹی اشتار ہے۔ بلسان نے ہاتھ سے اپنے ساتھ آنے والی لڑکی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی بات میں نمود اور جان پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ شاید آپ اسے معیوب سمجھیں کہ

میں اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ کیوں لایا ہوں لیکن میں ایک بار پہلے بھی آپ سے کہہ چکا ہوں کہ میری بیٹی اشتار آپ کی شجاعت اور جذبہ جہاد سے متاثر ہے۔ یہ آپ کو دیکھنا چاہتی تھی۔ آپ کے ساتھ کسی رشتے کا تعین بعد کی بات ہے لیکن یہ آپ کو دیکھ لینا بھی ایک سعادت سمجھتی ہے۔“

بلسان جب خاموش ہوا تو عیلام نے کہا۔ ”میرا یہ جذبۂ جہاد جسے آپ ایک سعادت سمجھ رہے ہیں مجھے ورثے میں ملا ہے۔ میں ایک پیدائشی سپاہی ہوں۔ میرا باپ میرا دادا اور ان کے اجداد بھی ایسے ہی سپاہی تھے۔ میں رشتوں کے تانے بانے بُننے کا فن نہیں جانتا۔ بہرحال وقت کا انتظار کیجیے شاید حالات ایسی کروٹ لیں کہ میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ربط کا کوئی سلسلہ پیدا ہو جائے۔

اشتار نے اپنی سفید پوشاک کو سمیٹتے ہوئے پہلی بار عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا ہم اُمید رکھیں کہ آپ کبھی ہمارے گھر آئیں گے۔ آپ جب ہمارے محلے میں آئیں تو جس سے بھی آپ میرے بابا کا نام لے کر پوچھیں گے وہ یقیناً آپ کو ہمارے گھر پہنچا دے گا۔ اس گمان میں نہ پڑیئے گا کہ ہمیں آپ سے کوئی لالچ، حرص یا طمع ہے۔ بس آپ کا بہادر اور شجاع ہونا ہی آپ کی طرف ہماری رغبت اور میلان کا باعث ہے کیا آپ بتا سکیں گے کہ آپ ہمیں کب مہمانداری کا شرف بخشیں گے۔ آپ کا میزبان ہونا بھی ہمارے لیے شرف و فضل کا باعث ہوگا۔“

عیلام نے بات کو سمیٹنے کی خاطر کہا۔ ”چند روز تک ہمارا لشکر جزیرہ روڈس[1] فتح کرنے کے لیے جنوب کی طرف کوچ کرے گا۔ روڈس کی جنگ کے بعد ہی میں آپ لوگوں کے گھر آ سکوں گا۔“

لے ترکی کے جنوب میں ایک جزیرہ جس کے اندر شمالی طرز کا ایک سنگین قلعہ تھا۔ اس پر صلیبی جنگجوؤں کی حکومت تھی۔ یہ لوگ یروشلم کے یوحنا بپتسمی کی جنگی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ارضِ مقدس مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد انھوں نے پہلے قبرص میں

ایشتار نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا: "ہم بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کریں گے۔" ایشتار اپنے باپ بلسان کے ساتھ جڑی بھو لیلی سے باہر نکل گئی۔ علیام اور کوروش بلسان کے سدّ باب سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔

ایک روز مغرب کی نماز کے بعد اسلامی لشکر نے قسطنطنیہ سے کوچ کیا تھا اس بار بھی سلطان سلیمان بنفس نفیس لشکر کی کمانداری کر رہے تھے۔ ایک لاکھ سواروں کے ساتھ سلطان نے خشکی کے راستے روڈس کی طرف کوچ کیا تھا جب کہ بحری جنگ کے ماہر دس ہزار جوان ایک مضبوط بحری بیڑے کو لے کر بحیرہ مارمورا کے راستے روڈس کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اسی بحری بیڑے میں قلعہ شکن توپیں اور لشکر کے لیے رسد و خوراک کا سامان تھا۔ اس کے علاوہ ان گنت بار برداری کے بحری جہاز اس جنوبی بندرگاہ پر کھڑے تھے جو جزیرہ روڈس سے نزدیک ترین پڑتی تھی۔

سلطان سلیمان اپنے سواروں کے ساتھ اسی بندرگاہ پر آیا اور ان بار بردار جہازوں پر سوار ہو کر وہ سمندر میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا تھا۔ جنگ بلغراد کی طرح یہاں بھی پیری پاشا، علیام، ایاز پاشا، ابراہیم اور فرہاد پاشا جیسے عظیم جرنیل اس کے ہمرکاب تھے۔

سلطان جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ جزیرے پر اترا اسی وقت اس کا بحری بیڑہ بھی وہاں پہنچ گیا اور اس کے بحری جنگجو بھاری قلعہ شکن توپیں جہازوں سے روڈس کے ننگے ساحل پر اتارنے لگے تھے۔ چند ہی یوم میں سلطان نے جزیرے کے وسیع علاقے پر قبضہ کر کے روڈس کے اصل قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔

ایک بلند چٹان کے اوپر سلطان کا خیمہ نصب کیا گیا تھا اور یہ قلعے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) پناہ لی پھر روڈس پر قبضہ کر لیا۔ یہ اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے۔ ماضی میں کئی حکمران اس جزیرے پر حملہ آور ہوئے لیکن اسے فتح نہ کر سکے۔

سے اس قدر دور تھا کہ وہاں دشمن کے تیر یا آتشباری اثر انداز نہ ہو سکتی تھی۔ سلطان کے خیمے کے سامنے آلِ عثمان کا روایتی پرچم[1] نصب کر دیا گیا تھا۔ اپنے اس خیمے میں داخل ہوتے ہی سلطان نے قلعے پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل مرتب کرنا شروع کر دیا تھا۔

روڈس کے قلعے کے اردگرد ایک خوب گہری اور کافی چوڑی خندق تھی جس میں پانی بھر دیا گیا تھا۔ پتھر اور سینٹ کی بنی فصیل[2] پر جگہ جگہ برج بنے ہوئے تھے اور یہ برج باہر کی طرف دور تک نکلے ہوئے تھے۔ ان برجوں سے جب آتشباری کی جاتی تو اس کی زد میں خندق کا سارا حصہ آ جاتا تھا۔ فصیل کے اندرونی حصے میں پختہ سائبان بنے ہوئے تھے جن کے اندر جنگ کے دوران محصورین تیزی سے حرکت کر سکتے تھے۔ اور حملہ آوروں کی توپوں کے گولوں، منجنیقوں کے پتھروں اور آتشی تیروں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔

روڈس کے حکمران فلپ یل آرم نے ایک ہنگامی جنگی مجلس کے بعد قلعے کی حفاظت کے انتظامات کو آخری شکل دے دی تھی۔ اپنے پورے لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ سینٹ جان کے برج سے لے کر اسپین کے برج تک اور پھر وہاں سے سینٹ جان کے کلیسا تک کے علاقے کی حفاظت یل آرم نے خود سنبھال لی تھی۔ پھر سینٹ جان کے کلیسا سے لے کر سینٹ میری کے کلیسا تک جس میں فصیل کے دو برج اور قلعے کی چھوٹی سی بندرگاہ بھی آ جاتی تھی۔ اس سارے علاقے

لہ آلِ عثمان کا پرچم سبز رنگ کا تھا۔ پرچم کے اوپر خوب تیل پلائے ہوئے بانس پر پیتل کا ہلال نصب ہوتا تھا اور نیچے دو سفید گھوڑوں کی دموں کے بال لٹک رہے ہوتے تھے۔ ان بالوں کو باقاعدہ کنگھی کی جاتی تھی۔

ٹہ دنیا بھر میں روڈس کے قلعے کی فصیلیں سب سے زیادہ مضبوط اور پائیدار تھیں۔ اس میں بڑے بڑے پتھر استعمال کیے گئے تھے جن پر توپ کے گولے اور منجنیقوں کے پتھر اثر نہ کرتے۔ آج بھی مرمت کے بعد یہ فصیلیں اپنی جگہ کھڑی ہیں۔

کی حفاظت اس نے اپنے ایک مشہور زمانہ جرنیل مارٹنے[1] گو کے سپرد کر دی تھی۔

اس کے جواب میں سلطان سلیمان نے بھی اپنے لشکر کو ایک خاص ترکیب کے ساتھ قلعے کے چاروں طرف پھیلا دیا تھا۔ شمال کی طرف خود سلطان رہا اس کے ساتھ ابراہیم بھی تھا۔ مغرب کی طرف فرہاد پاشا، مشرق کی طرف ایاز پاشا اور جنوب کی طرف جہاں قلعے کی چھوٹی سی بندرگاہ تھی عیلام کو مقرر کیا گیا تھا۔ ازبکوں کے علاوہ تاتاریوں اور چرکسیوں کو بھی اس کے ماتحت لشکر میں شامل کر دیا گیا تھا۔ پیری پاشا کو بھی سلطان نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ اس لیے کہ اس کے گھٹنوں میں درد کی شکایت ہو گئی تھی۔

روڈس کے حکمران لیل آدم نے اسپین کے شہنشاہ چارلز، فرانس کے بادشاہ فرانسس، انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے علاوہ روم کے اسقفوں اور اطالوی ناخدوں کی طرف بھی یہ پیغام بھیجے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں اس کی مدد کریں۔

مسلمانوں نے چاروں طرف سے روڈس پر یلغار کر دی تھی اور پیتل کی بھاری توپیں قلعہ شکن گولے برسانے لگی تھیں لیکن روڈس کی فصیل میں اس قدر بڑے اور مضبوط پتھر استعمال کیے گئے تھے کہ یہ آہنی گولے فصیل میں کوئی شکستگی پیدا نہ کر سکے۔ کئی بار رسوں اور کمندوں کی مدد سے بھی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی گئی لیکن ایسی ہر کوشش ناکام گئی کیونکہ اہل روڈس فصیل کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی، دہکتی ہوئی آگ اور روغنِ نفط پھینک کر فصیل پر چڑھنے والوں کے لیے ایک عذاب کھڑا کر دیتے تھے۔

محاصرہ طول پکڑنے لگا تھا اور یوں محسوس ہونے لگا تھا جس طرح ماضی میں کئی حکمران روڈس کو فتح کرنے میں ناکام رہے تھے اسی طرح سلطان سلیمان بھی روڈس پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہو گا۔ مسلمانوں کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ عنقریب سلطان اپنے لشکر کو روڈس سے پسپائی کا حکم دے گا۔

---

[1] بقول ہیرلڈ لیم۔ یہ اطالوی جرنیل نہایت جنگجو اور جوشیلا تھا۔ گولہ بارود کا ماہر تھا اور توپیں چلانے میں اسے کمال حاصل تھا اور اس کام میں وہ بڑا لطف محسوس کرتا تھا۔

اب برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا اور سلطان درختوں تلے نصب اپنے خیمے میں محصور ہو گیا تھا۔ یہ مجبوری سلطان کو قطعاً پسند نہ تھا۔ وہ آثارِ قدیم دیکھنے کی خاطر جزیرے میں اکثر گھومتا تھا اور اس نے جزیرے میں قلعے کے قریب ہی وہ ویران کھنڈر بھی دیکھ رکھے تھے جہاں کبھی روڈس پر حکومت کرنے والے بحری بادشاہوں کے محل ہوا کرتے تھے۔

سلطان نے فوراً ان ویران محلات کی مرمت کا حکم دیا اور جب وہ درست ہو گئے تو سلطان اپنے خیمے سے ان عمارتوں میں منتقل ہو گیا۔ لشکر کے لیے گولہ بارود، خوراک اور ہتھیار سب خیموں سے نکال کر ان عمارتوں کے اندر محفوظ کر دیے گئے تھے۔ سلطان کا خیموں سے نکل کر عمارتوں میں چلے جانا اس امر کی واضح دلالت تھی کہ وہ واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس اقدام سے جہاں ایک طرف اسلامی سپاہ کے ارادوں میں پختگی آگئی تھی وہاں دشمن پر بھی یہ عیاں ہو گیا تھا کہ سلطان جزیرے کی قسمت کا فیصلہ کر کے رہے گا۔

ایک روز جب کہ رات کا پانچواں حصہ گزر چکا تھا جنگ رکی ہوئی تھی اور موسلادھار بارش ہو رہی تھی عیلام اور کوروش روڈس کے جنوب میں بندرگاہ کے قریب بیٹھے جاگ رہے تھے۔ ان کے قریب ہی لشکر کا وہ حصہ بھی مستعد بیٹھا ہوا تھا جسے جنوب میں متعین اپنے سپاہ کی حفاظت کے لیے رات بھر جاگنا تھا۔ وہ سپاہی جو دن بھر اور رات کے ایک حصے تک دشمن کے ساتھ جنگ کرتے رہے تھے اس وقت گہری نیند سو رہے تھے۔

سرما کا موسم شروع ہو گیا تھا پھر بارش کے باعث خنکی اور بڑھ گئی تھی۔ لشکر میں جگہ جگہ آگ روشن تھی جو سپاہیوں کے لیے رات بھر جاگتے رہنے کا ایک سہارا بھی تھی۔ ایک سپاہی اٹھا اور اس نے عیلام اور کوروش کے سامنے جلتی آگ میں صندل کی لکڑی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ڈال دیا تھا۔ بھیگے دھندلکوں میں صندل کی لکڑی

کا خوشبودار دھواں دُور دُور تک بکھرنے لگا تھا۔ سمندری موجوں کا شور اور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ تیز طوفانی ہواؤں میں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کائنات کی نبض ڈوبنے لگی ہو۔ سمندر کی بپھری لہریں کناروں سے یوں ٹکرا رہی تھیں جیسے شام کی سیکڑوں نوبتیں بج اٹھی ہوں۔

آسمان پہ بادل گرج رہے تھے اور بار بار برق کی تیز لہریں کوند جاتی تھیں جن کی روشنی میں وہ موٹی آہنی زنجیر صاف دکھائی دے جاتی تھی جس سے روڈس کی چھوٹی سی بندرگاہ کو بند کر دیا گیا تھا۔ اس خیال کے تحت کہ مسلمان اپنے جہازوں میں توپیں لاد کر کہیں اس سمت سے حملہ آور نہ ہو جائیں۔

یہ چھوٹی سی ایک قدرتی بندرگاہ تھی۔ جس کے دونوں جانب سیاہ رنگ کی مضبوط چٹانیں سمندر کے اندر دُور تک چلی گئی تھیں۔ ان ہی چٹانوں کے اندر لوہے کے مضبوط کڑے نصب کیئے گئے تھے جنہیں لوہے کی ایک موٹی اور مضبوط زنجیر سے ملا کر بندرگاہ کو باہر سے آنے والے حملہ آوروں کے لیے بند کر دیا جاتا تھا۔

ایک بار جب زور سے آسمان پہ بجلی چمکی تو عیلام نے دیکھا سمندر کے اندر جنوب کی طرف بڑھی ہوئی چٹانوں کے ساتھ سے کوئی چیز حرکت کرتی ہوئی دکھائی دی تھی۔ عیلام چونک کر کھڑا ہو گیا۔ کوروش بھی اٹھ کھڑا ہوا اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”عیلام! عیلام! کیا ہوا؟“

عیلام نے چٹانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”سمندر کے اندر ان چٹانوں کے ساتھ میں نے کوئی چیز حرکت کرتے دیکھی ہے۔ بالکل یوں جیسے دو انسانی سر چٹانوں کے ساتھ ساتھ کنارے کی طرف حرکت کر رہے ہوں۔ شاید رات کے اس سناٹے میں دشمن ہمارے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کوئی ارادہ کر لیا ہے۔ تو یہ اس کی بھول ہے۔ خدا کی قسم شب کی اس ویرانی میں اور اپنے رب کی بے کنار امان میں ہم دشمن کو اس کے مقدر کی آگ اور ناپاک ارادوں کی دہکتی آگ میں جھلس دیں گے۔“

جلتی آگ کی روشنی میں کوروش نے دیکھا۔ عیلام کا چہرہ جذبات میں تپ کر آمدہ ہو گیا تھا۔ کوروش نے پریشان آواز میں پوچھا۔ ”کیا میں لشکر کو جگا دوں؟“ عیلام نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے کہا۔
”نہیں سونے والے دن بھر کی مشقت سے تھکے ہوئے ہیں انہیں آرام کرنے دو۔ ہاں جاگ کر پہرہ دینے والے سپاہیوں کو مستعد کر دو۔“

عیلام اور کوروش کی گفتگو سن کر پہرہ دینے والے خود ہی مستعد ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی تلواریں سونت لی تھیں۔ ایک سپاہی عیلام کے قریب آیا۔ اور سرگوشی میں کہا۔ ”اے امیر! آپ بھی تو دن بھر لشکر کے ساتھ مشقت کرتے رہے ہیں۔ جب آپ اس اندھیری اور طوفانی رات میں جاگ کر پہرہ دے سکتے ہیں تو لشکر کو جگانے میں کیا حرج ہے۔“

عیلام نے سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں لشکر کے اس حصے کا امیر ہوں۔ اپنے لشکر کی حفاظت، ان کا سکون اور آرام میری ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو جو امیر خود جاگ کر اپنے لشکر کی حفاظت نہیں کر سکتا اس کی سپاہ اس سے جنگ میں بہتر توقعات نہیں رکھتی۔ میں اپنے لشکر کا چوکیدار ہوں اور ان کی حفاظت اور آرام میرا نصب العین ہے۔ ابھی خطرے کی کوئی ایسی بات نہیں، جب لشکر کو جگانے کی ضرورت محسوس ہوئی میں دیر نہیں لگاؤں گا۔ کوروش! کوروش! تم یہیں رک کر اپنے اطراف میں نگاہ رکھو۔ میں سمندر میں کود کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں میرا دل کہتا ہے سمندر میں مجھے دکھائی دینے والے دونوں سر دشمن کے جاسوس ہیں شاید وہ کوئی اہم جنگی نقطۂ نظر حاصل کرنے کی خاطر اس ساحل کی طرف آئے ہیں۔“

کوروش نے چونکتے ہوئے کہا۔ ”آپ سمندر میں اکیلے نہیں کودیں گے۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ وہ تعداد میں دو ہیں اور شاید مسلح ہوں۔“ عیلام نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔ ”آہستہ گفتگو کرو۔ ورنہ دن بھر کے تھکے ہارے سپاہی جاگ جائیں گے۔ تم دیکھ رہے ہو اگر دشمن کے جاسوس مسلح ہوئے تو میں بھی تنہا ہو

کر نہیں کود رہا۔ تم فکر مند نہ ہونا۔ میں ان دونوں کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے زیادہ دیر نہ لگاؤں گا۔"

کوروش کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عیلام سمندر میں اُتر گیا۔ صدیوں کے سربستہ رازوں کا محافظ سمندر اس وقت برسات کی تیز طوفانی ہواؤں کے سامنے بپھرا ہوا تھا۔ بڑی بڑی لہریں ایک جذب وجدان کے ساتھ ساحلی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی تھیں۔ ستم کی اس سیاہ رات کے اندر موت و زندگی کا کھیل کھیلنے والی لہروں پر عیلام کی شفقت پسند طبیعت غالب آگئی تھی اور وہ اپنی جسمانی طاقت اور عمل وجدان کا مظاہرہ کرتا ہوا سمندر میں سیلاب سے بپھرے دریا کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ زمین پر باد و باراں اور آسمان پر برق و رعد کی جنگ اسی طرح جاری تھی۔

بڑی تیزی اور مہارت کے ساتھ ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے عیلام سمندر کے اندر ان سیاہ چٹانوں کے پاس پہنچ گیا تھا جن کے ساتھ بندرگاہ کو بند کرنے والی آہنی زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ ایک پتھر کا سہارا لیتے ہوئے عیلام نے اپنے سر پر آہنی خود درست کیا۔ اپنی تلوار بے نیام کرلی اور برق کے چمکنے کا انتظار کرنے لگا تاکہ روشنی ہو اور وہ دشمن کے آدمیوں کو دیکھ سکے۔ چٹانوں پر کائی جمی ہوئی تھی اور ان پر چڑھنا مشکل تھا کیونکہ پھسل کر سمندر میں گر جانے کا خطرہ تھا۔

تھوڑی دیر بعد آسمان پر برق کی تیز لہریں کوند گئی تھیں اور ان کی روشنی میں عیلام نے دیکھا۔ دشمن کے دونوں آدمی چٹانوں کے ساتھ ساتھ کنارے کی طرف جا رہے تھے۔ عیلام کے چہرے پر اس نجومی کی سی بصیرت اور پیش بینی پھیل گئی تھی جس نے اچانک ہی اپنے کسی گم گشتہ مقصد کو پا لیا ہو۔ ایک بار زور سے بادل گرجے تھے اور ان کی گونج میں ہی عیلام سمندر کے اندر ڈبکی لگا گیا تھا۔ ایک غوطہ لگاتے ہوئے عیلام ان دونوں کے بالکل قریب پانی سے ابھرا اور ایک چٹان کا سہارا لے کر اپنی تلوار ان دونوں کی طرف لہراتے ہوئے اس نے اپنی بھاری

گرجتی آواز اور تحکمانہ انداز میں کہا: "دونوں میرے آگے آگے کنارے کی طرف چلو اگر تم دونوں میں سے کسی نے بھی بھاگنے کی کوشش کی تو میں اس کا سر کاٹ دوں گا۔ یاد رکھو! میں ایک پیشہ ور سپاہی ہوں اور میں اپنے ہدف پر ضرب لگانے کا فن خوب جانتا ہوں۔"

آسمان پر جب زور سے بجلی چمکی اور اس کی روشنی سمندر کے سینے کو منور کر گئی تو عیلام چونک گیا۔ سمندر میں اس کے سامنے دو حسین لڑکیاں چٹانوں کا سہارا لیے کھڑی تھیں۔ ان دونوں نے اپنے سروں پر ڈھیلے سے کپڑے باندھ رکھے تھے اور ان کے سفید شہری اطلس کے پاجامے ان کے جسموں سے چپک گئے تھے۔ ایک لڑکی نے اپنی مترنم آواز میں پوچھا: "پہلے یہ بتاؤ تم رومن ہو یا مسلمان اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گی کہ ہمیں تمہارے ساتھ جنگ کرنی ہے یا تمہارے حکم کا اتباع۔"

عیلام نے کھولتی ہوئی اور غراتی آواز میں کہا: "اپنے تکلم کو درست رکھو اور اپنے انتہا پر نظر ڈالو۔ خدا کی قسم اگر تم جیسی کئی اور مسلح لڑکیاں بھی میرے سامنے آجائیں تو میں سب کو سمیٹ کر کنارے کی طرف لے جاؤں گا۔ میں مسلمان ہوں اور تمہاری لاکھ کوشش کے باوجود اب میں تم دونوں کو بھاگنے نہ دوں گا۔ قبل اس کے تم دونوں کی قسمت سیاہ بختی کے سائے اور تمہاری تقدیر درد کے قلزم میں ڈوب جائے بتاؤ تم دونوں کون ہو اور رات کے اس وقت تم دونوں اس طرف کیوں آئی ہو؟"

ایک لڑکی نے اپنی سہمی سہمی سی آواز میں کہا: "ہم دونوں یونانی ہیں۔ بظاہر ہم رومنوں کے حکمران ان رومنوں کے ساتھ ہیں لیکن ہماری ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ شاید تم ہماری باتوں پر اعتبار نہ کرو۔" دوسری لڑکی نے بغور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے چہرے کے خطوط میں فہم و فراست ہے۔ تمہارا قد صنوبر و چنار کی طرح نکلا ہوا ہے اور تمہارا خوب بھرا اور کسرتی جسم فولاد کی طرح سنگلاخ لگتا

ہے۔ رات کی تاریکی میں تم سمندر میں ہمارے سامنے کھڑے بالکل اکیلیز[1] لگ رہے ہو تمہیں یقیناً سلطان سلیمان کے اچھے اور کارآمد جرنیلوں میں شامل ہونا چاہیے تھا۔

عیلام کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دوسری لڑکی نے اپنی ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سمندر میں ہمارے سامنے رات کے وقت ایسی بے باکی سے کھڑا یہ ہرقل[2] ابن ذی اوس جیسا محسوس نہیں ہو رہا؟"

عیلام نے سخت آواز اور ڈانٹ دینے کے انداز میں کہا: "سنو! تم دونوں بھول رہی ہو۔ میری تعریف کر کے تم دونوں نہ بھاگ سکتی ہو نہ میرے عذاب سے بچ سکتی ہو۔ رات کے وقت اس طرف آنے کا مقصد صاف صاف کہو ورنہ میں سن رکھو، راز اگلوانے کا فن بھی جانتا ہوں۔"

ایک لڑکی نے کہا: "ہم نے تمہاری بے جا تعریف نہیں کی۔ تمہاری شخصیت حقیقتاً ایسی ہی ہے۔ اگر تم ہماری طرف سے ابھی تک مشکوک ہو تو ہمیں اپنے جرنیل عیلام کے پاس لے چلو۔ ہمارے پاس اس کے لیے ایک بہت اہم پیغام ہے اور اس پیغام میں مسلمانوں کی بہتری پنہاں ہے۔"

عیلام نے کہا۔ شاید تمہیں تعجب ہو کہ میں ہی سلطان سلیمان کا جرنیل عیلام ہوں۔" دوسری لڑکی نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔ "یسوع مسیح کی قسم خانم نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ وہ پرانے یونانی دیوتا پرومی تھیوس[3] کی طرح طاقتور اور پرجوش

---

[1] یونان قدیم کا ایک معروف ہیرو جو بہادری اور مردانگی کا پیکر سمجھا جاتا تھا۔ ٹرائے کو اسی نے فتح کیا تھا لیکن خود اس جنگ میں مارا گیا تھا۔ یونان کے شاعر ہومر کی شہرہ آفاق نظم میں اسی کا ذکر ہے۔

[2] یونان کا ایک دوسرا جنگجو اور طاقتور قومی ہیرو۔

[3] یونانی دیومالا کے مطابق پہلے دنیا میں تاریکی ہی تاریکی تھی۔ صرف آسمان پر زیوس دیوتا اپنے سورج کی رتھ کے ساتھ سفر کرتا تھا۔ پھر زمین کا دیوتا پرومی

اور خوفناک ہے۔ تم بالکل ایسے ہی ہو جیسے خانم نے تمہاری تعریف کی تھی۔ یقیناً تم جیسا جرنیل ہی یوں سمندر میں اکیلا خطرے کے وقت اتر سکتا ہے۔

عیلام نے حیرت و تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: "یہ تم بار بار کس خانم کا ذکر کر رہی ہو اور میری ذات سے اس کا کیا تعلق ہے؟" لڑکی نے اس بار چہکتے ہوئے کہا: "اس کا نام لیسان ہے اور وہ ایک رئیس کی بیٹی ہے۔ اسی نے ایک اہم پیغام کے ساتھ ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

عیلام نے پھر چونک کر پوچھا: "کیسا اہم پیغام؟"

لڑکی نے رازداری سے کہا: "آج آدھی رات کے بعد ایک وینسی جہاز اس بندرگاہ میں داخل ہو گا۔ خبر نہیں اس میں کیا ہو گا لیکن خانم جہاں تک معلومات حاصل کر سکی ہیں ان کے مطابق اس جہاز میں اہل روڈس کے لیے کمک اور خوراک کا سامان ہو گا۔ اس کے علاوہ خانم نے یہ بھی کہا تھا کہ وینس کی بندرگاہ پر ایک طاقتور بحری بیڑہ اہل روڈس کی مدد کے لیے کھڑا ہے اور عنقریب وہ بھی اس طرف کوچ کرے گا۔ وہ بحری بیڑہ روڈس کو مسلمانوں کے حصار سے نکالنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے علاوہ ہم آپ کو اس خفیہ راستہ بھی بتا سکتی ہیں جس کے ذریعے شہر کے اندر داخل ہوا جا سکتا ہے۔"

عیلام نے گہری دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "وہ راستہ کس طرف اور کہاں ہے؟"

لڑکی نے غور سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو ہم آپ کو وہ راستہ دکھا سکیں گی لیکن آپ شاید ہمارے ساتھ جانے پر رضامند نہ ہوں۔ اس لیے کہ ابھی تک آپ کو ہم پر اعتماد نہیں ہے۔"

عیلام نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم نے درست کہا ہے۔ اگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) تھیوس دنیا کو حرارت بخشنے کے لیے آسمان سے آگ چرا لایا۔ اس جرم زیوس دیوتا نے پرومی تھیوس دیوتا کو سزا دی اور اسے کوہ قاف میں جکڑ دیا جہاں چیلیں اس کا جگر نوچتی تھیں۔

تم مجھے زبانی بتا دو تو شاید میں شہر میں داخل ہونے والے اس راستے کو تلاش کر لوں۔"

لڑکی نے سرگوشی اور رازداری میں کہا۔ "سمندر کے پانی کی ایک پتلی پٹی قلعہ تک شہر کے اندر جاتی ہے جس کے ذریعے باہر سے مال لانے والے جہاز شہر کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے پانی کی اس پٹی پر شہر پناہ میں لوہے کے بڑے بڑے دروازے لگا دیے گئے ہیں۔ لوہے کے یہ دروازے ہر وقت بند رہتے ہیں۔ صرف اس وقت کھولے جاتے ہیں جب کسی جہاز نے شہر میں داخل ہونا ہو۔ پانی میں ڈبکی لگا کر لوہے کے ان دروازوں کے نیچے سے گزر کر شہر میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔"

عیلام نے مشکوک انداز میں لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پانی کی اس گزرگاہ پر روڈس کے سپاہی پہرہ دیتے ہوں گے۔ پھر تم دونوں کیونکر ان کی نظر بچا کر شہر سے باہر نکلی ہو گی۔" پھر اسی لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوّل تو پانی کی اس پٹی پر محافظ متعین نہیں ہیں۔ دوسرے شہر کی ان گنت یونانی لڑکیاں[1] روڈس کے لیے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لیے اسی راستے سے شہر سے باہر نکلتی ہیں۔ ان کے ساتھ ہم بھی باہر نکلتی ہیں اور کوئی ہم پر شک نہیں کر سکتا۔ ہم دونوں کے نام بھی لڑکیوں کی اس فہرست میں شامل ہیں جو روڈس کے لیے جاسوسی کرتی ہیں۔"

عیلام نے پھر پوچھا۔ "تمہاری خادمہ جس کا نام تم نے لیسان بتایا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ کیوں اس قدر ہمدردی کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اسے میرے متعلق کیسے معلومات فراہم ہوئیں۔"

پھر اسی لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک آپ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا معاملہ ہے وہ کوئی اس قدر اہم نہیں کیونکہ روڈس کی جاسوس لڑکیاں

---

[1] یہ لڑکیاں مسلمانوں کو اطلاعات فراہم کرتی رہی تھیں اور جنگ کے خاتمے اور روڈس کی فتح پر سلطان سلیمان نے ان لڑکیوں کو اس کام کے صلے پر قیمتی انعامات بھی دیے تھے۔

سلطان سلیمان اور اس کے جرنیلوں کے متعلق اس سے بھی زیادہ اطلاعات رکھتی ہیں۔ آپ کا دوسرا سوال کہ لیسان مسلمانوں کے ساتھ اس قدر ہمدردی کا اظہار کیوں کر رہی ہے تو اس کا جواب ہے کہ لیسان مسلمان ہے۔ اس کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اور وہ اپنی ایک عبرانی کنیز کے ساتھ اکیلی رہتی ہے۔ وہ عبرانی کنیز عرصے سے ان کے ہاں کام کر رہی ہے۔ اس کا اکثر قسطنطنیہ جانا ہوتا تھا اور وہیں وہ کسی نیک دل مسلمان کے ہاتھ اسلام قبول کر گئی۔ پھر گھر میں اس کی تحریک پر لیسان اور اس کے ماں باپ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ روڈس پر مسلمانوں کے حملے سے چند روز قبل ہی لیسان اپنے ماموں کے ہاں سے یہاں آئی ہے۔ وہ یہاں سے اپنا سارا اثاثہ اور اپنی بوڑھی عبرانی کنیز کو لے کر مستقل طور پر اپنے ماموں کے ہاں قسطنطنیہ میں رہائش رکھنے کے ارادے سے یہاں آئی تھی لیکن جنگ کے باعث اسے زیادہ عرصہ یہاں رک جانا پڑا ہے۔ اب تو آپ جان گئے ہوں گے کہ وہ مسلمانوں سے کیوں ہمدردی کر رہی ہے۔"

عیلام نے اس بار نرم ہو کر بڑی ہمدردی سے پوچھا۔ "کیا تم دونوں بھی مسلمان ہو؟" لڑکی نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "ہم دونوں مسلمان تو نہیں ہیں۔ لیکن ہم لیسان کی رشتہ دار ضرور ہیں۔ اسی لیے اس کے یہ کام انجام دیے ہیں۔ یہ کام انجام دینے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے۔ روڈس پر نائٹوں کی حکومت ہے اور یہاں کی یونانی رعایا ان کے طرزِ حکومت اور مظالم سے تنگ ہے۔ لہٰذا وہ ان کی غلامی پر مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ مسلمانوں نے جس جس شہر کو بھی فتح کیا وہاں کی رعایا کے ساتھ انہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں جیسا سلوک کیا۔ آپ دیکھیں گے روڈس کے دفاع میں بہت کم یونانی حصہ لے رہے ہیں۔"

عیلام نے بڑی ہمدردی سے کہا۔ "یہ اطلاعات پہنچانے پر میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اب تم جاؤ اور میری طرف سے لیسان کا شکریہ ادا کرنا۔"

لڑکی نے پھر کہا۔ "لیسان نے آپ کے نام یہ پیغام بھی دیا تھا کہ اگر

آپ شہر میں داخل ہوں تو پہلے اس سے ضرور ملیں۔ وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ وہ ایک بہترین جنگجو لڑکی ہے اور گھنٹوں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر اسے اندھادھند دوڑا سکتی ہے۔ وہ لڑائی کے سارے فنون جانتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ اپنے حسن وخوب صورتی میں وہ اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی اور روڈس کے کئی نائٹ اس پر فریفتہ ہو کر اسے شادی کا پیغام دے چکے ہیں، جنہیں وہ حقارت سے ٹھکرا چکی ہے۔ آپ بتائیں کب آپ شہر میں داخل ہوں گے تاکہ ہم آپ کا انتظار کریں۔

علیام نے کہا۔ "تم مجھے لیسان کے گھر کی نشاندہی کر دو۔ میں خود ہی پہنچ جاؤں گا۔"

لڑکی نے کہا "تو پھر سنو، شہر کے اندر جہاں سمندر کے پانی کی پٹی ختم ہوتی ہے۔ وہاں سے بائیں طرف جو سڑک جاتی ہے۔ اس سڑک پر چھ حویلیاں چھوڑ کر ساتویں لیسان کی ہے۔ اب ہم جاتی ہیں اور وہاں ہم آپ کا انتظار کریں گی۔ لڑکیاں چٹانوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہو گئی تھیں جہاں بندرگاہ کے سامنے آہنی زنجیر بندھی تھی اور علیام پانی کے اندر تیرتا ہوا کنارے کی طرف جا رہا تھا۔

❖

کوروش سمندر کے پتھریلے کنارے پر کھڑا بڑی بے چینی سے علیام کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ لشکر کے کچھ سپاہی بھی تلواریں سونتے مستعد کھڑے تھے۔ علیام جب کنارے پر آیا تو کوروش نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے نہایت بے چینی سے پوچھا۔ علیام! علیام! سمندر میں وہ کون تھا جس کے تعاقب میں آپ گئے تھے؟"

علیام نے وہیں کھڑے کھڑے کوروش کو سب حالات کہہ دیئے پھر اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "کوروش! کوروش! میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ میرے بعد اپنے اردگرد پر کڑی نظر رکھنا۔ قلعے کا یہ جنوبی اور سمندری حصہ اب جنگی نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہو گیا ہے۔"

کوروش نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔

آپ پہلے لباس بدل لیں۔"

علیام نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "اب جو حالات پیدا ہو رہے ہیں ان میں یہ بھیگے کپڑے ہی کام دیں گے۔"

علیام روڈس کے قدیم بحری حکمرانوں کے ان پرانے کھنڈرات میں آیا جنہیں لشکر کے لیے درست کرایا گیا تھا پھر وہ اس برج دار عمارت کے سامنے آ کر رک گیا جس کے اندر سلطان کا قیام تھا۔ ایک ینی چری محافظ اس کے قریب آیا اور حیرت سے پوچھا "امیر علیام آپ اس وقت یہاں؟"

علیام نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "مجھے ایک کٹھن اور دشوار جنگی صورت حال پر سلطان سے گفتگو کرنی ہے انہیں میری آمد کی اطلاع بھیجو۔"

پہریدار نے پس و پیش کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ تو دن بھر کی مشقت اور رات کا ایک حصہ جنگی نقشوں کی نمد کرنے کے بعد ابھی سوئے ہیں۔"

علیام نے کڑکتے ہوئے لہجے اور فراق آواز میں کہا۔ "تم احمق ہو۔ ہم یہاں شطرنج اور چوسر کی بازی لگانے نہیں آئے۔ ایک اجنبی سرزمین اور ایک ناقابل تسخیر اور غیر المعقول جزیرے پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ یاد رکھو! جو قومیں ضرورت کے وقت سوتی ہیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اگر تم سلطان کو میرے آنے کی اطلاع کراؤ، میں ان کی فطرت کو جانتا ہوں۔ اگر تم نے دیر کی تو یاد رکھو سلطان تم سے باز پرس کریں گے۔" وہ ینی چری پہریدار برق کے کوندے کی طرح مڑا اور اس برج دار عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ینی چری باہر آیا اور علیام سے کہا۔ "میرے ساتھ آئیے سلطان نے آپ کو فی الفور طلب کیا ہے۔" علیام اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب وہ اس کمرے کے دروازے پر آئے جس کے اندر سلطان قیام پذیر تھا تو دروازے پر ننگی تلواریں لے کر کھڑے ینی چری پہریدار اپنی گردنوں کو خم کرتے ہوئے ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

علیام کمرے میں داخل ہوا۔ اندر سلطان سلیمان ایک گدے دار بستر پر

بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ عیلام کو دیکھتے ہی انہوں نے اپنے سامنے بستر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اے فیرول خیبانی کے آہنی پوتے! تم نے رات کے اس وقت آنے کی زحمت کیسے کی۔ آؤ میرے پاس آکر بیٹھو!"

کمرے میں ایک چھوٹی سی مندلی شمع روشن تھی جس کی روشنی میں عیلام نے دیکھا سلطان کی آنکھوں میں تھکاوٹ یا نیند کے کوئی آثار نہ تھے۔ اس نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا۔ "اقم! (میرے آقا!) میرا لباس بھیگا ہوا ہے بستر خراب ہو گا۔" سلطان سلیمان نے بے چینی سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے نیند نہیں کی؟ کیا تم بارش میں بھیگتے رہے ہو؟" عیلام نے کہا: "نہیں میرے آقا! کچھ ناگزیر حالات کے تحت مجھے سمندر میں اترنا پڑا تھا۔"

سلطان سلیمان بڑی تیزی سے اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا تھا اور عیلام کا بازو پکڑ کر اپنے سامنے بستر پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میرے عزیز! تم جیسے جوان ہی میری جراتوں کے شاہکار اور میری عظمتوں کے لالہ زار ہیں۔"

سلطان ذرا رکے پھر انہوں نے رقت آمیز آواز میں کہا۔ "قسم مجھے رب رحیم کی تم تو میرے ایک بہتر سالار ہو اگر میرے لشکر کا سب سے کمزور اور کم رتبہ سپاہی بھی رات کے اس وقت ملت کی بہتری کا پیغام لے کر آئے تو اس کے سامنے بھی اس کے لیے میں اپنا یہ بستر خالی کر دوں اور اس کے سامنے مؤدب ہو کر اسے سننے کی کوشش کروں۔"

عیلام سلطان کے بستر پر بیٹھ گیا پھر وہ انہیں یونانی لڑکیوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات تفصیل سے سنا رہا تھا۔

عیلام جب سارے حالات سنا چکا تو سلطان چند لمحوں تک خاموش رہ کر سوچتے رہے پھر انہوں نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اپنا اس سے متعلق کیا ردعمل ہے؟" عیلام نے کہا۔ "میرے آقا! میرا دل کہتا ہے ان لڑکیوں کی اطلاع درست ثابت ہو گی۔ گو روڈس والوں کو اطلاع ہے کہ ابھی وینس کا ایک[1] جہاز ان کی مدد کو آ رہا ہے۔

---

[1] بقول ہیرلڈلیم یہ جہاز وینس نے رضاکاروں کے علاوہ شراب اور کھانے کا دیگر سامان لے

لیکن یہ ضروری نہیں جہاز ایک ہی رہے۔ ان کی تعداد بڑھ بھی سکتی ہے اور یہ تعداد ہمیں خود بڑھانی چاہیے۔ ہمیں فوراً اپنے دو ایسے جہاز تیار کرنے چاہئیں جن پر وینس کے پرچم لہرا رہے ہوں۔ ان دونوں جہازوں کے اندر کم از کم پانچ ہزار مسلح جوان ہونے چاہئیں۔ یہ دونوں جہاز کھلے سمندر میں لے جا کر ہمیں وینس کے آنے والے جہاز کا انتظار کرنا چاہیے جب وہ جہاز آ جائے تو اس پر حملہ کر کے ہمیں اس پر قبضہ کر لینا چاہیے اور اپنے مسلح جوانوں کو تینوں جہازوں میں برابر تقسیم کر کے روڈس کے قلعے میں داخل ہو جانا چاہیے۔ اگر آپ مجھے یہ مہم سر کرنے کا موقع دیں تو میں شہر میں داخل ہوتے ہی فصیل کے جنوبی حصے پر حملہ کر کے فصیل کے اوپر سے رسوں کی سیڑھیاں گرا دوں گا جن کے ذریعے ہمارے لشکر کا ایک اور حصہ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس طرح روڈس کو فتح کر لینا کوئی اہم کام نہ رہے گا۔"

سلطان سلیمان نے اطمینان بخش انداز میں عیلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا لائحہ عمل بالکل درست ہے۔ میں تمہیں اس مہم کا سالار مقرر کرتا ہوں اور تمہاری جگہ لینے کے لیے میں پیری پاشا اور ابراہیم کو لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ فصیل کے جنوبی حصے پر مقرر کر دوں گا۔ جو نہی تینوں جہاز لے کر تم شہر میں داخل ہو گے ہم چاروں طرف سے حملہ آور ہو جائیں گے اور اس طرح تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔" پھر سلطان سلیمان اٹھ کھڑے ہوئے اور عیلام کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہاری روانگی کا انتظام کرتا ہوں۔" سلطان عیلام کو لے کر اپنے کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

قبر جیسی خاموش ظلمت میں اندھیری رات کی تلخی اور بڑھ گئی تھی۔ آسمان پے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) کر آیا تھا۔ اس کے علاوہ روڈس کی مدد کرنے کے لیے ایک بحری بیڑہ وینس کی بندرگاہ پر تیار کھڑا تھا۔

دھاروں دھار مینہ برس رہا تھا۔ عیلام دو بحری جہازوں میں پانچ ہزار جوانوں کے ساتھ کھلے سمندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کوروش بھی اس کے ساتھ تھا۔ یہ پانچ ہزار جوان ازکول اور ساربانوں پر مشتمل تھے۔

سمندر میں طوفان کا شباب اور موجوں کا پیچ و تاب اپنے عروج پر تھا۔ انہوں نے تھوڑی دور تک سفر کیا تھا کہ بارش رک گئی۔ کیونکہ تیز ہواؤں نے آسمان پر پھیلے بادلوں کو چیر پھاڑ دیا تھا۔ سمندر کے اندر تیز ہواؤں کی جھونکا کی یوں سنائی دینے لگی تھی گویا دور آسمانوں میں ان گنت روحیں محو گفتگو ہوں۔ یوں لگتا تھا جیسے ازل سے ابد تک مضطرب و حیران سمندر پھیلا ہوا ہو۔ عیلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ طوفانی سمندر میں جنوب کی طرف آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ ایک جگہ انہوں نے اپنے جہازوں کے لنگر ڈال دیئے اور رک کر انتظار کرنے لگے۔

عیلام کو وہاں کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ وہ اپنے جہاز کے عرشے پر کوروش کے ساتھ کھڑا بڑی بے چینی سے اسی سمت دیکھ رہا تھا جدھر وحشی جہاز کے آنے کی توقع تھی۔ آسمان پر اب چاند اور ستارے نمودار ہو گئے تھے اور کہکشاں کے سنہری دھندلکے دور دور تک بکھر گئے تھے۔ عرشے پر کھڑے عیلام نے اچانک چلاتے ہوئے کہا "میرے ساتھیو! لنگر اٹھا لو اور بادبان کھول دو کیونکہ ہوا کی مار کم ہو گئی ہے۔ اپنے جنوب مغرب کی طرف دیکھو دشمن کا جہاز آ رہا ہے۔" واقعی جنوب مغرب میں ایک جہاز دھندلکے کی صورت میں سطح آب پر نمودار ہوا تھا۔

ازکیوں اور ساربانوں نے جہاز کے ملاحوں کے ساتھ مل کر لنگر اٹھا لیے اور دونوں جہازوں کے بادبان کھول دیئے گئے۔ کھلے سمندر میں دونوں جہاز اس سمت بڑھنے جدھر سے دشمن کا جہاز آ رہا تھا۔ جہاز کے توانا ملاحوں کے ساتھ مل کر ازکب اور ساربان بھی چپو چلانے لگے تھے۔ اس طرح دونوں جہازوں کی رفتار تیز ہو گئی تھی اور وہ طوفانی سمندر کی قیام و سجود اور صعود و نزول کرتی بپھری موجوں کو چیرتے ہوئے جنوب مغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد عیلام نے روڈس کی طرف آنے والے دشمن کے اس جہاز کو جا لیا اور اپنے دونوں جہازوں سے اس کا راستہ روک کھڑا ہوا تھا۔ دشمن کے جہاز سے تیروں کی بارش ہونے لگی تھی۔ لیکن عیلام نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے تیروں سے بچنے کے لیے اپنی ڈھالیں اپنے سامنے کر لیں۔ عیلام نے جوابی تیر اندازی نہ کرائی تھی بلکہ وہ اپنے دونوں جہازوں کو دشمن کے جہاز کے قریب لے گیا تھا۔

جب دونوں جہاز دشمن کے جہاز سے ٹکرائے تو پہلا شخص جو دشمن کے جہاز میں کودا تھا وہ عیلام تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے کوروش بھی کود گیا تھا۔ پھر رات کے سناٹے سمندر اور لمبی اندھیری سرد ٹھٹھری رات میں ان گنت ازکب اور ساربان ابد کے مسافروں اور لمحوں کے طوفان کی طرح آنے والے اس جہاز کے عرشے پر کودنے لگے تھے۔

دشمن کے جہاز کا امیر البحر اپنے وزنی بحری نیزے کو چرخ دیتا ہوا عیلام پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کے بحری سپاہیوں کا ایک ریلا بھی عرشے کی طرف آ رہا تھا۔ عیلام نے دشمن کے امیر البحر کے وزنی نیزے کا وار اپنی ڈھال پر روک لیا تھا۔ ابھی وہ اپنا نیزہ علیحدہ کر کے پینترا بھی نہ بدلنے پایا تھا کہ عیلام نے ایک عجیب سے عالم عشق و مستی میں جوابی حملہ کیا اور اس کا وہ بازو ہی کاٹ دیا جس سے وہ اپنے بحری نیزے کو چرخ دیتا ہوا حملہ آور ہوا تھا۔

دشمن کے سپاہی اپنے سرخیل کا بازو کٹتے دیکھ کر غضبناک ہو گئے تھے اور انہوں نے بھوکے بھیڑیوں کی طرح عیلام پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن کوروش نے ازکبوں اور ساربانوں کے ساتھ ان کے اس حملے کو نہ صرف ناکام بنا دیا بلکہ انہیں پیچھے ہٹنے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔

عیلام نے دوسرا حملہ کر کے دشمن کے اس سالار کی ایک ٹانگ بھی کاٹ دی پھر وہ اپنے جوانوں کے ساتھ مل کر دشمن کے بحری جوانوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

عیلام ایک بار پھر کوروش کے ساتھ ازکبوں اور ساربانوں کے آگے آگے دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہیں سے کمک کے طور پر آنے والے ان جوانوں نے سلاو

کو پسپا کر کے انہیں شکست دینے کی انتہائی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ علیام اور کورش کی سرکردگی میں اُڈنگ اور ساربان ایک طرف ورزاں ہمت مردانہ اور ایک حیرت انگیز جرأتِ رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے آہنی دیواروں اور صاعقہ برداروں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی خون فشاں تلواریں اور ان کے بلند حوصلے ان کے خوابوں کی سنہری تعبیر پیش کر رہے تھے۔

حد نظر تک پھیلے ہوئے سمندر کی تاریکی میں اُڈنگوں اور ساربانوں نے جہاز کے اندر سارے دشمنوں کو تہ تیغ کر دیا تھا پھر وہ ان کی لاشیں اُٹھا کر سمندر میں پھینکنے لگے تھے۔ علیام جنگ سے فارغ ہو کر بھاگتا ہوا جہاز کے وینسی سالار کے پاس آیا جو اپنے زخموں کے باعث وہیں پڑا سسک رہا تھا۔ علیام نے اس کی گردن پر اپنی تلوار کی نوک رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے"۔

اس نے نہایت تکلیف دہ کرب میں کہا۔ "میرا نام نیونید ہے اور میں ——" وہ کہتے کہتے رُک گیا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ علیام نے دیکھا وہ مر چکا تھا۔

علیام نے اس کی لاش اُٹھا کر سمندر میں پھینک دی۔ تینوں جہازوں کے اندر اپنے جوانوں کو برابر تقسیم کیا اور جہازوں کو روڈس کی طرف کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ جب وہ نزدیک گئے تو چٹانوں میں چھپے ہوئے روڈس کے جوانوں نے بندرگاہ کی رکاوٹ کے لیے سمندر میں چٹانوں کے اندر لگی آہنی زنجیر کو کھول دیا تھا۔ تینوں جہاز آگے پیچھے جب فصیل کے آہنی دروازوں کے پاس پہنچے تو ان پر تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔

علیام اپنی آہنی ڈھال کو اپنے سامنے کیے زور زور سے چلا رہا تھا۔ "میں وینس کا امیر البحر نیونید ہوں۔ دروازے کھول دو، میں تمہارے لیے کمک اور خوراک لایا ہوں"۔

اُڈنگ اور ساربان تیروں سے بچنے کے لیے جہازوں کے اندر چھپ گئے تھے۔ کورش بھی اپنی ڈھال کی آڑ میں علیام کے پاس کھڑا تھا۔ دروازے اسی طرح بند تھے۔ تیروں کی تیز بارش اسی طرح جاری تھی اور علیام عرشے پر کھڑا بے بسی سے چلا رہا تھا۔ "اہل روڈس! دروازے کھول دو۔ میں وینس کا امیر البحر نیونید تمہارے لیے کمک اور خوراک لایا ہوں لیکن کسی نے دروازے نہ کھولے اور تیروں کی بارش پہلے کی نسبت اور تیز ہو گئی تھی۔

طے شدہ لائحۂ عمل کے تحت جہاز کے اوپر ہی کھڑا رہا جب کہ علیام اکیلا جہاز سے اُتر کر کنارے پر آیا تھا۔ چند جوان جن میں سے ایک نے جلتی ہوئی مشعل پکڑ رکھی تھی علیام کے قریب آئے اور ان میں سے ایک نے مصافحہ کے لیے علیام کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں مارتے نن گو ہوں اور روڈس میں آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

علیام نے بڑی انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں وینس کا امیر البحر جونید ہوں اور اہلِ روڈس کے لیے خوراک اور کمک لایا ہوں۔ میں سمندر کے اندر فصیل سے باہر کھڑا کھڑا مایوس ہو گیا تھا اور پھر مجھ پر تیروں کی بارش بھی شروع ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ دروازہ نہ کھلے گا اور میرے سب ساتھی تیروں کی بارش میں زخمی ہو جائیں گے۔"

گو علیام کو علم تھا کہ جہاز پر تیروں کی بوچھاڑیں اسلامی لشکر کے سلطان اور اس کے درمیان طے پانے والے عمل کے مطابق ماری گئیں پھر بھی اپنی بات اور گفتگو میں زور پیدا کرنے کی خاطر اس نے اس کا ذکر مارتے نن سے کر دیا تھا۔

مارتے نن گو نے فوراً اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ "دروازے دیر سے کھولنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمیں اطلاع تھی کہ ایک جہاز آئے گا جب کہ آپ کے ساتھ تین جہاز ہیں۔ اس تبدیلی نے ہمیں شش و پنج میں ڈال دیا تھا۔"

علیام نے فوراً مارتے نن گو کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ایسی احتیاط ضرور کرنی چاہیے تھی۔ پہلے واقعی ایک جہاز نے آنا تھا۔ لیکن بعد میں اچانک روڈس کے لیے آنے والے رضاکاروں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو دو اور جہازوں کا انتظام کرنا پڑا۔ کیا مسلمانوں نے صرف ہم پر تیر اندازی کی ہے یا رات کے اس وقت بھی جنگ جاری ہے؟"

مارتے نن گو نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "مسلمانوں نے شاید آپ کے جہازوں کو شہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا ہے اسی لیے انہوں نے شہر پر چاروں طرف سے یلغار کر دی ہے۔"

علیام جہاز کے عرشے پر کھڑا سرابوں کے دشت میں بھٹکے مسافر کی طرح ابھی تک چلا کر دروازے کھولنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ تیروں کی بوچھاڑ کے باوجود سرد کہر آلود رات میں اس کی آواز دُور دُور تک بکھر رہی تھی۔

چاندنی رات میں سمندر اس کی پشت پر یوں چمک رہا تھا جیسے نمک کی کوئی وادی ستاروں کی روشنی میں چمکتی ہے۔ علیام کو یوں محسوس ہوا جیسے ایک دم رات کے سہمے اور ٹھٹھرے لمحات حرکت میں آ گئے ہوں کیونکہ اچانک دروازے کھل گئے تھے اور اس نے ملاحوں کو ڈھال کی آڑ میں رہ کر چپو چلا کر جہازوں کو حرکت میں لانے کا حکم دے دیا تھا۔

تینوں جہازوں کو لے کر علیام جب شہر میں داخل ہوا تو فصیل کے دروازے پہلے کی طرح پھر بند کر دیئے گئے تھے۔ علیام نے اس جگہ آ کر اپنے جہازوں کو روک دینے کا حکم دیا۔ جہاں کنارے پر اُسے ایک مشعل سے اشارہ دیا جا رہا تھا۔ گوروش پہلے سے

علیام نے ایک جوش اور جذبے میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پہ رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابھی اور اسی وقت اس مقدس جنگ میں حصہ لینے کی اجازت ہے؟"

مارتے نن گو نے متاثر ہوتے لہجے میں کہا۔ "آپ لوگ ایک طویل سفر طے کر کے اور سمندری طوفانوں کا مقابلہ کرتے آئے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

علیام نے زہریلی آواز میں کہا۔ "میں اور میرے ساتھی آرام کے عادی نہیں۔ آپ ہمیں اس جنوبی برج پہ چڑھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی اجازت دیں، آپ دیکھیں گے جنگ میں ہم آپ کو مایوس نہ کریں گے۔ اچھا کوئی آدمی بھی ہمارے ساتھ کر دیں جو ہماری راہنمائی کرے۔"

مارتے نن گو نے علیام کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میں مشرقی برج کی طرف جا رہا ہوں میرے ساتھی آپ کی راہنمائی کریں گے۔" مارتے نن گو وہاں سے چلا گیا تھا اور علیام نے چلا کر اپنے ساتھیوں کو جہازوں سے باہر آنے کا حکم دے دیا تھا۔

ازبک اور ساربان تینوں جہازوں کے اندر سے یوں نمودار ہوئے تھے جیسے تیز اور طوفانی سیلاب کا ریلہ بہہ نکلتا ہے۔ کوروش ان کی راہنمائی کر رہا تھا اور وہ پوری طرح ہتھیار بند ہونے کے علاوہ اپنے کندھوں پر رسوں کی سیڑھیاں بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ جب سب جہازوں سے باہر آگئے تو مارتے نن گو کے آدمی ان کی راہنمائی کرتے ہوئے انہیں فصیل کے جنوبی برجوں کی طرف لے گئے تھے۔

فصیل کے اوپر جا کر ازبک اور ساربان علیام کا ہاتھ ہوا میں لہرائے جانے کا اشارہ پا کر تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک حصہ علیام کے ساتھ مغربی سمت رہا دوسرا حصہ کوروش کے ساتھ مشرق کی طرف ہو گیا اور جن جوانوں نے رسوں کی سیڑھیاں اٹھا رکھی تھیں وہ درمیان میں رک گئے تھے۔ سارا کام علیام کے پہلے سے جاری کی ہوئی ہدایات کے مطابق عمل میں آ رہا تھا۔

اچانک علیام نے زور سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے

"میرے ہم سفیرو! آؤ مل کر اپنے دشمن کو پرانی صداؤں کے کھنڈر میں بدل دیں۔ آؤ! آؤ میرے باجبروت ساتھیو! ادھورے خوابوں کی تعبیر مکمل کریں بے چہرہ تصویروں کی تکمیل کریں۔ دشمن کے جسم و روح کو زخمی کر دیں اور ان خونی ساعتوں کو فاصلوں میں ڈھلنے کا عزم کریں۔"

علیام خاموش ہوتے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی زندگی کی پوری تڑپ اور اپنے تمام وحشی جذبوں کے ساتھ مغرب کی طرف روڈس کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اسی وقت کوروش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مشرق کی سمت تیز آندھیوں کے سفر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ عین اسی وقت علیام اور کوروش کے درمیانی حصے میں کھڑے جوانوں نے رسوں کی سیڑھیاں نیچے پھینک دی تھیں جن کی مدد سے ترک، جرکسی گرجستانی اور تاتاری جوان بڑی تیزی سے فصیل پر چڑھنے لگے تھے۔ اب ہر لحظہ فصیل پر مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

جنوبی برج پر لڑتے لڑتے مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے علیام نے جب دیکھا کہ اس کے پیچھے مسلمان مجاہدین طوفان کی طرح بڑھتے چلے آ رہے ہیں تو اس نے لڑائی میں مصروف اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر زور زور سے اللہ اکبر کی تکبیریں اور لاتخش کے نعرے مارنے شروع کر دیے تھے۔ کوروش نے بھی اس کی تقلید میں ایسا ہی کرنا شروع کر دیا تھا۔

اپنی فصیلوں پہ اللہ اکبر اور لاتخش کی صدائیں سن کر اہل روڈس پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ فصیل کے دوسرے حصوں سے جنوب کی طرف روڈس کا حکمران لیل آدم اپنے جوان بھی منتقل نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ چاروں طرف سے اسلامی لشکر نے خوفناک یلغار کر دی تھی۔ لیل آدم اور مارتے نن گو نے شہر کے اندر دہشتناک اور جنگجو نائٹوں کے محفوظ دستوں کو فصیل کے اس حصے پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا جس طرف علیام اور کوروش نے اپنی اپنی حکایتِ خونچکاں شروع کر رکھی تھی۔ یوحنا بپتسمی کی جنگی برادری سے تعلق رکھنے والے نائٹ جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر

اور بے مثل جنگجو تصور کرتے تھے۔

جب وہ فصیل کے جنوبی حصے پر قبضہ کر لینے والے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو ان کے سارے اوہام، ظنون اور گمان شیشے کی کرچیوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ ان کا وہم اور خیال تھا کہ وہ لمحوں کے اندر جنوبی فصیل پر چڑھ آنے والے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لیکن علیام ان کے خلاف بروقت قدم اٹھا چکا تھا۔ اس نے فصیل کے اوپر جہاں دور تک پیش قدمی کر لی تھی وہاں اس نے اپنے ساتھیوں کو ایک ترک سردار کی سرکردگی میں جنگ میں مصروف رہنے دیا۔ خود اس نے ترکوں ازبکوں اور تاتاریوں کے کچھ دستے لیے اور ان ناٹئوں کی طرف بڑھا جو اب فصیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ناٹئوں پر علیام کا پہلا حملہ ہی ایسا پر ہول تھا کہ اندھا مذہبی جنون رکھنے والے ناٹ سر سے پاؤں تک لرز گئے تھے۔ علیام کے حملے سے انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے مسلمان سات سمندروں کا طوفان بن کر ان پر چڑھ آئے ہوں۔ علیام ناٹئوں کو دھکیلتا ہوا فصیل سے نیچے لے گیا تھا۔ کوروش اور علیام کی جگہ کام کرنے والے ترک سردار نے جب دیکھا کہ علیام لشکر کے ساتھ فصیل سے نیچے اتر گیا ہے تو انہوں نے اپنی پیش قدمی روک دی۔ انہوں نے صرف دشمن کو روکے رکھنے پر اکتفا کیا اور فصیل پر چڑھنے والے مجاہدین کو انہوں نے شہر کے اندر علیام کی مدد کے لیے اتارنا شروع کر دیا تھا۔

شہر کے اندر ایک طوفان بپا ہو گیا تھا۔ مسلمان مجاہدین ناٹئوں کو اپنی تلواروں کی دھار پر رکھتے ہوئے وقت کے فاصلے اور شرق کے سلسلوں کو اپنے قدموں میں سمیٹ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا وہ کوئی پُراسرار ازلی مشیت جاننے کی خاطر کاتب یزداں کی ورق گردانی کر رہے ہوں۔

علیام نے اپنے طوفانی حملوں اور خوفناک ترکتازوں سے صدیوں کے غرور رکھنے والے ناٹئوں کی خواہشوں کو بے ثمر ان کی تمناؤں کو بے سود اور ان کے لبوں پر پامال کے سے سکوت کی مہر لگا دی تھی۔ علیام نے ناٹئوں کو شہر کے اندر پیچھے دھکیلنے کے بعد

اب شہر کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ شاید وہ دروازہ کھول دینا چاہتا تھا۔ فصیل کے اوپر کوروش اسی طرح جنگ میں مصروف تھا۔

ناٹئوں نے ایک بار اپنی قوت کو مجتمع کیا پھر انہوں نے علیام پر ایک بھرپور حملہ کیا لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ ترک، ازبک، تاتاری اور چرکسی جوانوں نے علیام کی سرکردگی میں ان پر ایسا جوابی حملہ کیا تھا کہ ناٹ مضطرب و خونبار ہو کر شکستوں کے غبار اور نفس شکنی کا شکار ہو گئے تھے۔ ناٹ اب مسلمانوں سے اپنی جان چھڑانا چاہتے تھے لیکن علیام نے انہیں اپنے لشکر سے گھیر کر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ لگتا تھا ناظرِ کائنات اور بیدار قدرت فطرت کو مسلمانوں کے ہاتھوں زبوں کر دینے کا فیصلہ کر چکی ہو۔

علیام ناٹئوں کا صفایا کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ پھرتیلا اور طوفانی انداز میں اس نے شہر کا جنوبی دروازہ کھول دیا تھا۔ اسلامی لشکر زم ارواح کی طرح شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا تھا اور ہر سمت انہوں نے اپنی منزل کی گرمانا شروع کر دی تھی۔ فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر لڑنے والے ناٹ اذیتوں کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے چہروں پر شرقی افق کی سی دہشت خیز سرخی اور ان کی آنکھوں میں موسم خزاں میں غروب آفتاب کے سے مناظر بکھر گئے تھے۔ صبح تک کی خون ریز جنگ کے بعد اسلامی لشکر شہر پر قابو پا چکا تھا اور ناٹ ہتھیار ڈال کر اپنی شکست تسلیم کر چکے تھے۔

شہر کے اندر سلطان سلیمان کے لیے خیمہ نصب کیا گیا اور اس کے سامنے پھلواری لگائی گئی خیمے کے سامنے تیل پلائے بلند بانس پر عثمانی پرچم نصب کر دیا گیا تھا۔ پھر روڈس کے حکمران لیل آدم اور اس کے نامور اور ناقابل شکست سمجھے جانے والے جرنیل مارتے نن گو کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُن دونوں کے ہاتھ ان کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ دونوں کی آنکھیں زرد اور چہرے

افسردہ تھے۔

سلطان کے خیمے میں اس وقت اس کے سارے جرنیل اور سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابراہیم! ابراہیم! ان دونوں کے پشت پر بندھے ہاتھ کھول دو۔" ابراہیم اٹھا اور اپنے خنجر سے اس نے لیل آرم اور مارتے نن گو کے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں۔ سلطان نے لیل آرم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے مردم گزیدہ اور لومڑی نفس انسان! تُو نے ہمیشہ تو بربریت کی اور تُو نے دیکھا تمہیں اس کی کیسی بھرپور اور مناسب سزا ملی ہے۔ تم بار بار مصر سے قسطنطنیہ آنے والے ہمارے تجارتی کاروانوں کو لوٹتے رہے۔ ہم نے بار بار تمہیں تنبیہ کی اور اس فعل بد سے باز رہنے کو کہا لیکن تم باز نہ آئے۔ شاید خنزیر کا گوشت کھا کھا کر تمہارے ذہن میں تاریکیاں بھر گئی تھیں۔ تم نے سمجھ لیا تھا کہ روڈس کی گہری خندقیں اور پتھروں کی طویل دیواریں تمہیں ہمارے عذاب سے محفوظ کر لیں گی۔ کیا تُو نے نہیں دیکھا۔ روڈس کی یہی آہنی فصیلیں آج تمہارے پاؤں کی زنجیریں بن گئی ہیں۔ کیا ہم نے تمہارا ناقابل تسخیر ہونے کا طلسم توڑ نہیں دیا۔ کیا آج ہم نے تاریخ کے آئینے میں تمہیں تمہاری مکروہ اور بھیانک شکل نہیں دکھا دی۔"

سلطان سلیمان رک کر چند لمحوں تک لیل آرم اور مارتے نن گو کے جنگ کے دوران پھٹ جانے والے لباس کی طرف دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنے محافظ دستوں کے سالار ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ابراہیم! ان دونوں کو اعزازی[لے] خلعت عطا کرو تاکہ انہیں احساس ہو کہ مسلمان ان جیسے بے رحم نہیں ہیں۔" دوبارہ سلطان نے لیل آرم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

لے ہیرڈلیم نے بھی اعتراف کیا ہے کہ سلطان نے لیل آرم جیسے کٹر انسان کو معاف کر کے اسے اعزازی خلعت عطا کی تھی۔

"سنو لیل آرم! آج میں اگر چاہوں تو میرے ایک ادنیٰ اشارے پر تم دونوں کی گردنیں اڑا دی جائیں لیکن نہیں میں تم دونوں کو معاف کرتا ہوں۔ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ تین یوم کے اندر جزیرہ روڈس سے چلے جاؤ۔ ہمارے جہاز تمہیں جزیرہ کریٹ پہنچا آئیں گے جو تمہارے نصرانیوں کا جزیرہ ہے۔ شہر کے کسی کلیسا کو مسجد میں تبدیل نہ کیا جائے گا۔ لوگوں کو مسلمان بننے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ تم اپنے ساتھ جو بھی ہتھیار اور توپیں لے جانا چاہتے ہو لے جانا اور یاد رکھو، آئندہ تم نے اگر مسلمانوں کے خلاف کوئی ترکتاز کی تو تم اپنے مکافات عمل سے بچ نہ سکو گے۔"

لیل آرم جو اس سے قبل خم شدہ دیوار کی طرح جھک کر پریشان حال اور افسردہ کھڑا تھا معاف کیے جانے پر اس کے چہرے پر کچھ رونق آ گئی تھی۔ ایک بار اس نے غور سے اپنے پہلو میں کھڑے اپنے جرنیل مارتے نن گو کی طرف دیکھا آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ ہوا پھر لیل آرم نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سلطان معظم! آپ نے ہمیں معاف کیا۔ یہ آپ کی ہم پر اولوالعزمی اور اخلاقی فتح بھی ہے۔ ہم صرف ایک بار آپ کے اس جرنیل کو دیکھنا چاہتے ہیں جو پچھلی طوفانی رات میں تین بحری جہازوں کے ساتھ صرف پانچ ہزار جوان لے کر روڈس میں گھس آیا اور ہماری شکست کا باعث بنا۔"

سلطان نے پہلو لداری میں بیٹھے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "شیبانی خاندان کے بیٹے! ذرا اٹھ کر ان کے سامنے آؤ کہ یہ جان سکیں اس طوفانی شب میں ان کے غرور اور طلسم کو کس نے توڑا تھا؟"

عیلام اٹھا لیل آرم اور مارتے نن گو کے سامنے آیا اور ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام عیلام ہے۔ میں ہی طوفانی کی رات پانچ ہزار جوانوں کے ساتھ تمہارے شہر میں گھسا تھا۔"

لیل آرم نے غور سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کس قوم اور

نسل سے ہو؟"

علیام نے بلا تامل کہہ دیا۔" میں کسی قوم اور نسل کو نہیں جانتا۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں مسلمان ہوں اور سلطان کے لشکر کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ یاد رکھو ہم تمہاری طرح نسب و نسل پر افتخار و گھمنڈ نہیں کرتے کیا تم نے دیکھا نہیں تمہارے نفرت کے گھٹاٹوپ اندھیروں جیسے گناہوں کے باوجود تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔ یاد رکھو سلطان امن کی پکار پر سحاب ابدیت کی طرح خوشگوار امید کی میٹھی گود کی طرح نرم اور ابر آب صفا کی طرح تشنہ روحوں کی تسکین ہوتا ہے اور جب اسے جنگ میں دھکیلا جائے تو وہ کوہ گراں اور قہر یزداں بن کر اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو ریت پر لکھی تحریر کی طرح مٹا دیتا ہے کیا تم تسلیم کرتے ہو کہ تم جیسے گنہگار کو معاف کر کے ہم نے چہرہ انسانیت کو روشنی دی ہے اور مسلمان شروع سے ہی ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔"

علیام خاموش ہو گیا۔ لیل آدم سے کوئی جواب نہ بن پڑا وہ خاموش اور مجل سا کھڑا تھا۔ مارتے نن گو علیام کو حیرت اور تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ علیام وہاں سے ہٹا اور دوبارہ اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ سلطان نے اپنی نشست پر کھڑے ہوتے ہوئے لیل آدم سے کہا۔" اب تم جاؤ اور اپنی تیاری کرو۔ ہمارے جہاز تمہیں اور تمہارے جنگ میں بچ جانے والے ساتھیوں کو کریٹ پہنچانے کے لیے بروقت تیار ملیں گے۔"

لیل آدم اور مارتے نن گو آداب بجالانے کی خاطر ایک بار جھکے پھر باہر نکل گئے علیام اور دوسرے جرنیل بھی شاہی خیمہ گاہ سے نکل کر اپنے اپنے خیموں کی طرف چل پڑے تھے۔

---

[1] سلطان نے وعدے کے مطابق ان باقی ماندہ نائٹس کو کریٹ پہنچا دیا۔ کئی سال تک یہ یورپ کے درباروں کے چکر کاٹتے رہے اور مطالبہ کرتے رہے کہ ایک نیا قلعہ ان کے حوالے کیا جائے۔ یہ سینٹ جارج کا برج بھی اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے

سورج غروب ہو گیا تھا، روڈس کی بجھی بجھی اور سہمی سہمی شام پھیل کر آفاق کے اسرار میں اتر گئی تھی۔ علیام اور کوروش اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے خیمے کی طرف جا رہے تھے کہ ایک لڑکی بھاگتی ہوئی علیام کے پاس آئی۔ علیام اسے پہچان گیا۔ وہ وہی یونانی لڑکی تھی جس نے اپنی ایک ساتھی کے ساتھ پچھلی شب سمندر کے اندر علیام کو دشمن جہاز کے آنے کی اطلاع کی تھی۔

اس لڑکی نے قریب آتے ہی کہا۔" علیام! علیام! آپ کو خانم نے بلایا ہے۔"

علیام نے بے پروائی سے کہا۔" اس نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ کیا اسے مجھ سے کوئی کام ہے؟"

لڑکی نے کہا۔" کام ہو گا تبھی بلایا ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیے، جانے سے انکار نہ کیجیے۔ کسی کا دل توڑنا اچھی بات نہیں اور پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ کیا یہ خانم کی ہمت نہیں کہ اس نے ہمیں اس طوفانی رات آپ کے لیے اچھا پیغام دے کر روانہ کیا اور پھر وہ مسلمان ہو چکی ہے آپ کی ہم قوم ہے اور آپ کی توجہ کی طلب گار ہے۔"

علیام نے نرم ہو کر پوچھا۔" تم نے اس کا نام کیا بتایا تھا؟" لڑکی نے جھٹ کہہ دیا۔ اس کا نام لیسان ہے۔" علیام نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" آؤ اس سے مل لیں اور دیکھیں وہ کیا کہتی ہے۔"

کوروش نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔" آپ اکیلے ہی جائیں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک مسلمان لڑکی سے ملنا آپ پر فرض ہے جب کہ اس نے آپ کو بلایا ہے۔" علیام نے معنی خیز انداز میں کوروش کی طرف دیکھا پھر اس نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا۔" چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور وہ علیام کو لے کر شہر کے جنوبی حصے کی طرف روانہ ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد علیام اس لڑکی کے ساتھ ایک بلند اور وسیع حویلی میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰) تھے۔ آخر سات سال بعد اسپین کے شہنشاہ چارلس نے مالٹا کا سنگلاخ جزیرہ ان کے حوالے کر دیا۔

داخل ہو رہا تھا۔ عیلام نے دیکھا حویلی کے دیوان خانے سے باہر ایک ادھیڑ عمر کی عورت کھڑی تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس لڑکی نے کہا۔ "یہ خانم کی عبرانی کنیز آمامیہ ہے۔ یہ مسلمان ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ سے اس کا ذکر کیا تھا۔"

وہ بوڑھی کنیز خود ہی آگے بڑھی اور شفقت سے عیلام کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں تمہیں اس حویلی میں خوش آمدید کہتی ہوں بیٹے! خدا کی قسم تم نے رات کی تاریکی میں شہر میں داخل ہو کر اور صرف پانچ ہزار ساتھیوں کے ساتھ مغربی برج پر حملہ کر کے اپنی شجاعت اور مردانگی کا حق ادا کر دیا ہے۔ آنے والے دنوں میں خدا تمہیں اس سے بھی بہتر توفیق دے۔ تم دیوان خانے میں چلو بیٹے! اندر لیسان تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر تک میں بھی وہاں آتی ہوں۔"

عیلام زربفت کا ریشمی پردہ ہٹا کر دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اندر آتش دان کے پاس ایک لڑکی کھڑی ہاتھ پھیلائے آگ تاپ رہی تھی۔ وہ عمر کے اس حصے میں تھی جہاں اٹھتی شوخ جوانی اور رخصت ہوتی طفلی گلے ملتی ہیں۔ اس کا جسم اس کا حسن ایسا تھا جیسے خوب صورتی کا کوئی بحر ابل پڑا ہو۔ کمرے میں جلتے فانوس اور آتش دان کی روشنی میں اس کے ارغوانی اور گلگوں رخسار یوں لگ رہے تھے جیسے آئینے میں ڈھلتا عکس جیسے پانی میں جلتا چراغ۔ اس کا حسن فخرِ یزداں اور تخلیق کا بہترین شاہکار تھا۔ ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے اپنی نغمہ پاش اور زمزمہ سیال جیسی آواز میں کہا۔ "آپ تشریف رکھیے۔"

عیلام کو یوں لگا جیسے اس کا ہر لفظ قند، اس کی ہر بات شہد اور اس کی گفتگو سے نغمات کے دھارے بہتے ہوں۔ وہ روشندان سے ذرا پیچھے ہٹ کر اور عیلام کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ عیلام نے دیکھا وہ برگِ گلاب اور نگہتِ بہار اپنے سنہری بالوں میں مہندی کے پھول لگائے ہوئے تھی اس کا چمکدار جسم خالص ریشم میں ملبوس تھا اور کھڑکی کے داخل ہونے والے تازہ ہوا کے جھونکے اس کے لباس میں لہریں پیدا کر رہے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو ایک بالاپوش میں لپیٹ رکھا تھا۔ عیلام کے اور قریب ہو کر اس بت بالی

اور سحر کار حسینہ نے کہا۔ "میں آپ کو روڈس کی فتح پر مبارک باد دیتی ہوں۔"

لیسان ذرا رکی پھر اس نے تھوک نگلتے ہوئے ذرا بے جھجک ہو کر کہا۔ "مارتھن کو روڈس میں ایک ناقابلِ شکست جرنیل سمجھا جاتا تھا لیکن آپ نے شہر کے جنوبی حصے میں اسے شکست دے کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ آپ کے جذبۂ جہاد کے سامنے ایسے ہی ثابت ہوا جیسے تند آندھی کے سامنے گھاس پھوس ہو۔"

لیسان چونکہ عیلام کے سامنے بالکل قریب کھڑی تھی لہٰذا عیلام کو محسوس ہوا جیسے لیسان کے شفاف بدن سے چنبیلی کی خوشبو اٹھ رہی ہو۔ لیسان پیچھے ہٹی اور صندل کا ایک ٹکڑا اس نے آتش دان میں ڈال دیا تھا۔ کمرے میں صندل کی لکڑی کا دھواں یوں بکھر گیا تھا جیسے وہاں صحرا کی خشک خوشبو بکھر گئی ہو۔ اس دوران عیلام نے جائزہ لیا کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ صندل کے منقش صندوق رکھے تھے اور قریب ہی لیسان کی زربفت کی پوشاکیں لٹک رہی تھیں اور کھڑکی کے قریب سے گزرتی ہوئی گہرے سبز رنگ کی بیلیں دیوان خانے کی چھت کی طرف چلی گئی تھیں۔

لیسان آتش دان سے پھر عیلام کی طرف مڑی۔ عیلام نے پھر اس کی طرف غور سے دیکھا۔ اس نے محسوس کیا لیسان کی گہری جھیل آنکھیں ایسی پرکشش تھیں جیسے وہ صحرا صحرا آگ، دریا دریا موج اور لمحہ لمحہ صدیاں برپا کر دینے کا طلسم اور قدرت رکھتی ہوں۔ عیلام نے اپنے سر کو زور سے جھٹک دیا اور لیسان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"میں تمہارا مشکور ہوں کہ پچھلی رات تم نے دو یونانی لڑکیوں کے ذریعے مجھے روڈس کے لیے دشمن کے آنے والے جہاز کی اطلاع کی۔ شاید قدرت نے کبھی مہلت دی تو میں آپ کا یہ احسان چکانے کی کوشش کروں گا۔"

لیسان عیلام کے سامنے کی ایک نشست پر بیٹھ گئی اور چونکتے ہوئے کہا۔ "میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا جسے آپ چکانے کی سوچیں۔ بحمد اللہ میں مسلمان ہوں اور ایسا کرنا میرا فرض تھا۔"

عیلام نے پوچھا۔ "تم مجھے اور میرا نام کیسے جان گئی تھی؟" لیسان کے چہرے پر ہلکا

سا تبسم نمودار ہوا جس سے اس کے خد و خال کی رعنائی میں شبنم کی سی خنک لطافت اور گہری ہو گئی تھی۔ اس کے سرخ آلوچہ ہونٹ تبسم کرنے پر جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو اس کے تیز تاباں اور موتیوں کے سے چمکتے دانت یوں دکھائی دے گئے تھے جیسے صحرائے کہکشاں میں کوئی بڑا ستارہ داخل ہو کر طلوع فجر کا سماں باندھ گیا ہو۔ پھر لیسان نے اپنا ہاتھ نرم شاخوں کی طرح لچکیلی اپنی ران پر رکھتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کو مرو میں پہنچنے سے قبل ہی جانتی ہوں۔ اس وقت میں قسطنطنیہ میں اپنے ماموں کے ہاں تھی اور آپ لشکر کے ساتھ بلغراد کی فتح سے لوٹے تھے۔"

عیلام نے پھر پوچھا: "کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے جو تم نے مجھے یہاں بلایا ہے؟" خوابوں کے سنسار کی طرح حسین لیسان نے ایک بار اپنی نشست پر بے چینی سے پہلو بدلا پھر اس نے کسی کوہی ندی کی نغمگی اور رات کے وقت صحرا میں بلند ہونے والی گھنٹیوں جیسی آواز میں کہا۔ "آپ کو کسی خاص مقصد کے تحت یہاں نہیں بلایا گیا۔ آپ جیسے سرفروش اور مجاہد کا اس حویلی میں آجانا بھی ایک سعادت ہے۔ میری خواہش تھی کہ آج شام کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ یہ بھی میرے لیے ایک معراج ایک سعادت ہوگی اس لیے کہ ——"

لیسان کہتے کہتے رک گئی کیونکہ کمرے میں بوڑھی آماسیہ داخل ہوئی تھی وہ کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھی۔ آتش دان کے قریب ہی آماسیہ نے کھانے کے برتن لگا دیئے۔ لیسان نے کھڑے ہوتے ہوئے عیلام سے کہا۔ "آیئے کھانا کھائیں۔"

عیلام لیسان کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ تینوں آتش دان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔ باہر صحرائی تیز ہوائیں چل رہی تھیں اور درخت سائیں سائیں کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد لیسان نے خود عیلام کو ایک نیا اور صاف ستھرا انگوچھا پیش کیا۔ عیلام نے اس انگوچھے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے لیسان سے کہا۔ "میں اب جاتا ہوں۔ میرے ساتھی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔"

معصیت یزداں کی آیت کی طرح پرکشش اور چشم فطرت کی طرح حسین لیسان نے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "اگر میں کبھی آپ سے ملنے آؤں تو آپ برا تو نہ مانیں گے؟" عیلام نے ہلکے سے تبسم میں کہا۔ "تم مجھے ملنے کہاں آؤ گی۔ چند یوم تک تو میں لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہو جاؤں گا۔"

لیسان نے پرامید لہجے میں کہا۔ "میں بھی تو یہاں سے قسطنطنیہ جا رہی ہوں اور مستقل وہیں رہوں گی۔ وہاں میرے ماموں ہیں۔" عیلام نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر ایسا ہے تو تم جب چاہو مجھ سے مل سکتی ہو تم پر کوئی پابندی اور رکاوٹ نہیں ہے۔"

عیلام کے اس فیصلے پر لمبی زلفوں اور سفید دانتوں والی لیسان گہری خوشی میں ڈوب گئی تھی۔ اس نے چہکتے ہوئے کہا۔ "آپ تھوڑی دیر ٹھہریئے میں ابھی آئی۔" لیسان کوہی ندی اور صحرائی غزال کی طرح بھاگتی ہوئی ساتھ والے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ اس نے ایک حریری کپڑے میں بندھی گٹھڑی سی اٹھا رکھی تھی۔ قریب آکر وہ گٹھڑی لیسان نے عیلام کو تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ رکھ لیجئے۔ یہ میں نے آپ کے لیے بنوائے تھے۔" عیلام نے گٹھڑی کھول کر دیکھی اس میں ایک سفید اون کا ٹوپی دار گرم جبہ اور کچھ بیش قیمت کپڑے تھے جو سلے ہوئے تھے۔

عیلام نے بڑی انکساری سے کہا۔ "میں موٹے کھردرے کپڑے اور اونٹ کے بالوں کا سخت لباس پہننے کا عادی ہوں۔ یہ کپڑے تو ——" عیلام اپنی بات مکمل نہ کر سکا تھا کہ آماسیہ نے کہا۔ "رکھ لیجئے! تم لیسان کے پسندیدہ سالار ہو اور تمہارے لیے یہ کپڑے اس نے بڑی محبت اور جانکاری سے بنائے ہیں۔" عیلام نے چپ چاپ کپڑوں کی وہ گٹھڑی اپنی بغل میں دبا لی۔

لیسان کو شاید عیلام کی یہ ادا پسند آئی تھی تبھی اس نے اپنی ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے دریا کے پانی کی جھنکار جیسی آواز میں کہا۔ "میں آپ کی مشکور ہوں۔ خدا کی قسم اگر یونانی قوم قوی ہرکولیس پر فخر کر سکتی ہے تو میں آپ کی ذات پر ناز کر سکتی ہوں۔ یہ

آماسیہ گو اس گھر میں ایک خادمہ کی حیثیت سے آئی تھی لیکن اب اس کی حیثیت گھر کی مالکن جیسی ہے اور اب یہ میری ماں کی جگہ ہے۔ میں نے بغداد میں آپ کے جنگی کارنامے سنے تھے۔ اب روڈس میں آپ کی جنگی کارکردگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ خدا آپ کو اور توفیق دے کہ آپ تاریخ کی لکیروں کو اپنی ملت و مذہب کے حق میں اور دراز کر سکیں۔" یسان کے خاموش ہونے پر عیلام نے کہا۔ "میں اب جاتا ہوں۔ میرے ساتھی پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

تینوں دیوان خانے سے باہر نکلے۔ یسان اور آماسیہ حویلی کے بیرونی دروازے تک عیلام کے ساتھ آئیں۔ عیلام انہیں خدا حافظ کہتا ہوا باہر نکل گیا اور وہ دونوں دروازے پر کھڑی رہیں۔ تاریکی میں تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا عیلام جب ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو بیچاری یسان قبروں پر ٹمٹماتے چراغ کی طرح افسردہ، ویران گھونسلے والے پرندے کی طرح اداس اور چمن سے بے نیاز یخ بستہ سطح مرتفع پر تنہا کھڑے کسی درخت کی طرح ملول اور غمگین ہو گئی تھی۔ کسی تشنہ دہن مسافر کی طرح اس کا گلا خشک ہو گیا تھا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور گردن جھک گئی تھی۔ آماسیہ پیار سے اس کا ہاتھ پکڑ کر حویلی کے اندر لے گئی تھی۔

عیلام جب اپنے خیمے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا خیمے سے باہر آگ کا الاؤ روشن تھا اور وہاں کوروش اکیلا بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ عیلام جب اور نزدیک ہوا تو کوروش نے فوراً آگ پر پھیلے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے اور کھڑے ہوتے ہوئے پریشان سی آواز میں کہا۔ "آپ نے بہت دیر کر دی۔ سلطان نے آپ کو طلب کیا تھا۔ جو ہرکارہ بلانے آیا تھا اسے میں نے آپ متعلق کہہ دیا تھا کہ آپ روڈس شہر کے اندر گئے ہوئے ہیں۔"

عیلام نے فکرمندی سے پوچھا۔ "سلطان نے مجھے کیوں طلب کیا تھا؟"

کوروش نے کہا۔ "میں نے اس ہرکارے کو کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا۔" عیلام نے بغل میں دبائی ہوئی گٹھڑی کوروش کو تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ رکھو یہ کپڑے مجھے یسان نے دیئے ہیں۔ تم نے اگر کھانا نہیں کھایا تو کھا لو۔ میں اس کے پاس سے کھانا کھا آیا ہوں۔ میں سلطان کے پاس جاتا ہوں۔" عیلام نے جلدی جلدی گٹھڑی تھمائی اور تیزی سے وہ دائیں طرف مڑ گیا تھا۔

شاہی خیمے میں فانوس جگ مگ کر رہے تھے۔ رات کسی بے آبرو زندگی کی طرح سسکتی آگے بڑھ رہی تھی۔ دور کہیں لشکر کے اندر سے دھیمے سُروں میں بانسریوں کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ خیمے سے باہر محافظ دستے سوالک کے نیزہ انداز پہرہ دے رہے تھے۔

عیلام جب قریب گیا تو پہریدار نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ نے دیر کر دی۔ آپ اندر چلے جائیے۔ سلطان آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

خیمے کا ریشمی پردہ اُٹھا کر عیلام جب اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا اندر سلطان سلیمان اور ابراہیم محوِ گفتگو تھے۔ عیلام کو دیکھتے ہی سلطان نے کہا۔ "آؤ! شیبانی خان کے پوتے میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

عیلام آگے بڑھ کر ابراہیم کے پاس بیٹھ گیا اور سنبھلتے ہوئے اس نے یسان کے بلانے اور اسے ملنے کی داستان کہہ دی تھی۔ عیلام جب خاموش ہوا تو سلطان نے کہا۔ "وہ اچھی لڑکی ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔ اس نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر ہمیں دشمن کے آنے والے جہاز کی اطلاع کی تھی۔ سنو عیلام! جو کچھ میں اب کہنے والا ہوں وہ مجھے روڈس فتح ہونے کے فوراً بعد کہہ دینا چاہیے تھا لیکن میں اسعد کی موجودگی میں اس لیے نہ کہہ سکا کہ شاید اس سے دوسرے جرنیلوں کی حوصلہ شکنی ہو لیکن اب میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں کہ روڈس کی فتح تمہاری مرہونِ منت ہے۔ تم نے ناممکن کو ممکن میں بدل دیا ہے۔ تم نے ویسے ہی سرفروشی کی قندیلوں اور سطوت کے چراغوں کو روشن کیا ہے جیسے تمہارا دادا شیبانی خان کیا کرتا تھا۔ تم سے صلاح مشورہ کیے بغیر میں نے تمہارے متعلق ایک فیصلہ کیا ہے۔ شاید وہ فیصلہ تمہاری ذہنی اڑان کے خلاف نہ ہو۔"

عیلام نے بڑے [illegible] سے کہا۔ "سلطانِ محترم! میں آپ کے لشکر کا ایک

سپاہی ہوں۔ آپ میرے متعلق جو بھی فیصلہ کریں میں ہر حالت میں اس کا اتباع کروں گا۔ میرے آقا! وقت کی گردش رک سکتی ہے لیکن کوئی شے مجھے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے نہیں روک سکتی۔ میں ہر حال میں، ہر کٹھن سے کٹھن گھڑی میں آپ کی پکار پر لبیک کہوں گا۔"

سلطان سلیمان نے داڑھی کھجاتے ہوئے کہا: "میں نے تمہیں تمہارے ازبک اور دوسرے دستوں سمیت مستقل طور پر اپنے لشکر میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم ہراول کے سبک اندام اور تیز رفتار دستوں کے سالار ہو گے۔ تمہارے موجودہ لشکر کو بھی ہراول میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ تمہاری حیثیت لشکر میں ایک پاشا[1] کی سی ہو گی۔ قسطنطنیہ میں تمہاری مستقل رہائش کا بھی بندوبست کر دیا گیا ہے۔ ہپوڈروم[2] کے پاس ابراہیم[3] کی حویلی کے بالکل ساتھ والی حویلی تمہارے نام کر دی گئی ہے۔ ابراہیم وہ حویلی تمہیں دکھا دے گا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ فیصلے کیے گئے ہیں۔ پیری پاشا اکثر بیمار رہتا ہے اور اس نے وزارت عظمیٰ سے معذوری ظاہر کی ہے۔ اس کی جگہ ابراہیم کو وزیر اعظم بنایا گیا ہے۔ قسطنطنیہ میں مفتی اعظم انتقال کر گئے ہیں اور ان کی جگہ کمال پاشا[4] کو حکومت کا مفتی اعظم مقرر کیا گیا ہے۔"

سلطان سلیمان رکا پھر سوالیہ انداز میں اس نے پوچھا: "کیا تمہیں اس پر کوئی

---

[1] ترک سرداروں کا خطاب اور لقب

[2] قسطنطنیہ کا ایک قدیم میدان۔ عہد روما میں اس کے اندر گھوڑ دوڑ اور جنگی رتھوں کی دوڑ کے علاوہ جوانمرد خونخوار درندوں سے بھی لڑتے تھے۔ اس میدان کے اردگرد عہد روما میں دیوتاؤں کے مجسمے تھے۔ یہ میدان آج بھی موجود ہے۔

[3] ابراہیم کو سلطان سلیمان نے نہ صرف وزیر اعظم بنا دیا تھا بلکہ اپنی بہن کی نسبت بھی اس سے طے کر دی تھی۔ اسے اپنی کشتی کے لیے بارہ ملاح رکھنے اور اپنے پرچم میں پانچ گھوڑوں کی دمیں لگانے کی بھی اجازت مل گئی تھی۔

[4] یہ نہایت دیندار انسان تھے۔ فلسفے کے ماہر تھے اور کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔

اعتراض تو نہیں جو ہم نے تمہیں اور تمہارے ماتحت کام کرنے والے جوانوں کو اپنے لشکر کا ایک مستقل حصہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

عیلام نے رقت آمیز آواز میں کہا: "میرے آقا! میرے لیے یہ ایک سعادت اور نیک بختی کی علامت ہو گی کہ میں آپ کے لشکر کے ہراول دستوں کا سالار ہوں گا۔ آپ دیکھیں گے میں پہلے سے بھی زیادہ اپنی سرگرمی اور سعی کا اظہار کروں گا۔"

سلطان سلیمان نے سکون اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "تمہاری باتیں میری دلجمعی اور طمانیت کا باعث بنی ہیں۔ اب تم جا کر اپنے خیمے میں آرام کرو۔ آج سے تم ہراول دستوں کے سالار ہو۔" عیلام اٹھا اور خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

سلطان سلیمان نے چند روز تک روڈس میں قیام کیا۔ جنگ میں زندہ بچنے والے نائٹوں کو ان کی خواہش کے مطابق جزیرہ کریٹ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ سلطان نے مقامی یونانی آبادی کے لیے عام معافی کا اعلان کیا۔ پانچ سال کے لیے اہل روڈس کو ٹیکس سے معافی دے دی اور روڈس کو اپنی ایک جنگی بندرگاہ میں تبدیل کرنے کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

سلطان اپنے فاتح لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ میں داخل ہوا تو اس کا عدیم المثال استقبال کیا گیا۔ جس دروازے سے لشکر نے شہر میں داخل ہونا تھا وہاں سے ہپوڈروم کے میدان تک لوگ ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح کھڑے تھے۔ لشکر جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ زور زور سے اونچی آوازوں میں خوش آمدید اور مرحبا پکار رہے تھے۔ حتیٰ کہ عورتیں تک باہر نکل آئی تھیں اور اپنے لشکریوں پر پھول نچھاور کر رہی تھیں۔ لشکر کے ایک فاتح کی حیثیت سے آنے کی خوشی میں بانسریوں اور نقاروں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور یہ صدائیں لشکر کے پرچموں کی پھڑپھڑاہٹ سے ہم آہنگ ہو کر ایک عجیب سماں باندھ رہی تھیں۔

اچانک ایک لڑکی عیلام کے قریب آئی اور ایک ٹوکری اس نے زین کے

ہنسنے سے شکا دی۔ وہ لڑکی اپنا چہرہ حتیٰ کہ اپنے ہاتھ تک ڈھانپے ہوئے تھی۔ عیلام اسے پہچان گیا وہ وہی لڑکی تھی جس نے بغداد شہر میں اسے بلسان کی سازش سے آگاہ کیا تھا اور ایشتار سے شادی نہ کرنے کی تنبیہہ کی تھی۔

ٹوکری زمین سے ٹکاتے ہی وہ لڑکی صحرائی ہرنی کی طرح بھاگتی ہوئی لوگوں کے ہجوم میں گھس گئی تھی۔ عیلام گھوڑے سے اتر کر اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا کہ نیا فدیہ اعظم ابراہیم اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور سوار بھی تھا۔ ابراہیم نے قریب آکر اپنے ساتھی سوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عیلام سے کہا۔ "میں شاید مصروفیت کے باعث آپ کے ساتھ نہ جا سکوں۔ یہ جوان آپ کو وہ حویلی دکھا دے گا جو سلطان نے آپ کے نام کی ہے۔ حویلی کے لیے جس شے کی بھی ضرورت ہو آپ اسے بتا دیں میں اس کا انتظام کرا دوں گا۔"

ابراہیم اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ عیلام نے مایوسی اور تجسس سے ادھر ادھر دیکھا لیکن وہ لڑکی اسے کہیں دکھائی نہ دی لوگوں کے بے پناہ ہجوم میں وہ کہیں غائب ہو گئی تھی۔ عیلام نے زمین سے ٹکتی ٹوکری کی طرف دیکھا اس میں رسیلے سیب اور گہرے رنگ کے انگور تھے اور ان کے اوپر چند پھول تھے جن میں ایک تہ کیا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ عیلام نے فوراً کاغذ اٹھایا اور کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

روڈس کی فتح جو آپ کی کوششوں کے باعث ہوئی آپ کو
مبارک ہو۔ زندہ و بیدار قدرت آپ کو اس سے بھی زیادہ
توفیق دے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

عیلام نے محسوس کیا۔ اس لڑکی کی تحریر میں ایک وابستگی اور سپردگی تھی۔ نہ جانے کس خیال سے عیلام کے ہونٹوں پہ گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ کوروش بھی جو اس خط کو پڑھ چکا تھا مسکرا رہا تھا۔ عیلام نہ جانے کن خیالوں میں غرق لشکر کے ساتھ ہیوڈروم کی طرف آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ چونک پڑا۔ کسی نے اس کا نام لے کر پکارا تھا۔ عیلام ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ آواز نسوانی تھی اور جانی پہچانی لگتی تھی۔

اچانک ہجوم کے اندر سے بلسان اور ایشتار نمودار ہوئے۔ بلسان نے آگے بڑھ کر عیلام کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ ایشتار نے مسکرا کر عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن سے میں روڈس جزیرے کے اندر آپ کے جنگی کردار کی تعریف کر سکوں۔ میں بغداد کا معرکہ دیکھ کر ہی آپ کو اپنا پسندیدہ جرنیل سمجھنے لگی تھی لیکن لوگوں کی زبانی روڈس میں آپ کی کارکردگی سن کر ایسا لگتا ہے جیسے قدرت نے آپ کو سرکش اور طاغی طبع دشمنوں کو سر کرنے کے لیے ہی پیدا کیا ہو۔ میں آپ کو آپ کے ان کارناموں پر مبارکباد دیتی ہوں۔"

عیلام نے مدھم سی آواز میں ایشتار کا شکریہ ادا کر دیا تھا۔ قبل اس کے بلسان کچھ کہتا عیلام نے ٹلنے کی خاطر اسے مخاطب کرنے میں پہل کرتے ہوئے کہا۔ "کبھی وقت نکال کر میں آپ کے ہاں ضرور آؤں گا۔"

بلسان نے عیلام کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "آپ کبھی ہمارے ہاں آئیں تو یہ آپ کا ہم پر احسان ہوگا۔ ہمارے گھر کے دروازے ہر وقت آپ کے لیے کھلے ہیں اور ہم دونوں باپ بیٹی بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کریں گے۔"

عیلام گھوڑے کو ایڑ لگا کر تیزی سے ہانکتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ بلسان اور ایشتار پہلے کی طرح لوگوں کے ہجوم میں جا ملے تھے۔

ہیوڈروم سے تھوڑی دور ہی عیلام نے اپنے گھوڑے کو ایک طرف کر کے روک لیا۔ سامنے امیدوں کے ایوانوں اور گیتوں کے جھومتے چہروں کی طرح تر و تازہ و حسین اور خوابوں کے پھول اور سردیوں کی صندلی شام کی سی دلکشی اوڑھے لیسان آ رہی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں بلور کی صراحی تھی جس میں انگارس تھا اور دوسرے ہاتھ میں سنگ مرمر کا ایک پیالہ تھا۔

عیلام حیران و پریشان تھا کہ وہ روڈس سے یہاں کیسے پہنچ گئی۔ اس نے یسان کی طرف اشارہ کرکے کوروش سے کہا۔ "کوروش! کوروش! وہ لڑکی جو سامنے صراحی اور پیالہ پکڑے آرہی ہے روڈس کی یسان ہے وہی جس نے دشمن کے جہاز کی خبر دینے دو یونانی لڑکیوں کو میرے پاس بھیجا تھا۔"

کوروش نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔ "آپ اس سے بات کریں میں لشکر کو لے کر آگے بڑھتا ہوں۔"

وہ دشمنِ ایمان و ہوش اور جام اُٹھائے گلگوں جیسی سحرکار لڑکی جب قریب آئی تو عیلام نے دیکھا اس کے کانوں میں سنہری حلقے تھے اور اس کا حسن سرما کی دھوپ میں ہیجان انگیز ہو رہا تھا۔ یسان نے قریب آکر عیلام کو سلام کیا۔ عیلام نے حیرت سے پوچھا۔ "یسان! یسان! تم روڈس سے یہاں کب پہنچی ہو؟"

یسان نے اپنے انار جیسے میٹھے ہونٹوں پر گہری تابندہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ "آپ کے لشکر کے کوچ سے دو یوم پہلے میں روڈس سے قسطنطنیہ کیلئے روانہ ہوگئی تھی۔ میں قسطنطنیہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے آپ کا استقبال کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے کہ آپ ——" یسان کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن رُک گئی اور اس کا حسین مہتاب چہرہ نئی سحر کے گلاب کی طرح گلنار ہو کر رہ گیا تھا پھر یسان نے بلور کی صراحی سے سنگِ مرمر کے پیالے میں انار کا رس انڈیلا اور پیالہ لبالب بھر کے اس نے عیلام کو پیش کرتے ہوئے مفرح شربت جیسی شیریں اور دلدار سریلی آواز میں کہا۔ "یہ انار کا رس پی لیں میں آپ کے لیے بنا کر لائی ہوں۔"

عیلام نے چپ چاپ پیالہ لیا اور پی گیا۔ یسان نے مدھم سریلی آواز میں پوچھا۔ "اور دوں؟" عیلام کے پیچھے وہ سوار بھی کھڑا تھا جو حویلی دکھانے کے لیے ابراہیم نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ عیلام اس کی طرف اشارہ کرکے یسان سے کہنے ہی والا تھا کہ اسے بھی شربت پلاؤ پر اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ ایک دم اپنے گھوڑے سے کود گیا۔ اس کا چھوٹا بھائی طرغوت اس کی طرف آرہا تھا اور اس

کے پیچھے اس کی ماں وراتان اور چچا جبید خان تھے اور مسکراتے ہوئے عیلام کی طرف آرہے تھے۔

طرغوت بھاگ کر آگے بڑھا اور عیلام سے لپٹ گیا۔ پھر وراتان نے اس کی پیشانی چومی اور آخر میں جبید خان اسے گلے لگا کر پیار کر رہا تھا۔ عیلام نے یسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یسان! یہ میری ماں وراتان، میرا چھوٹا بھائی طرغوت اور میرے چچا جبید خان ہیں۔"

وراتان نے غور سے یسان کی طرف دیکھتے اور اس کے حسن سے متاثر ہوتے ہوئے پوچھا۔ "یہ لڑکی کون ہے بیٹے!" عیلام نے شرمندہ سی آواز میں کہا۔ "اس کا نام یسان ہے ماں! اس کی داستان بڑی طویل ہے۔ یہ خود ہی آپ کو بتادے گی آپ لوگ قسطنطنیہ کب آئے ہیں؟"

اس بار جبید خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری غیر موجودگی میں اپنی وادی کے اندر اداس ہو گیا تھا بیٹے! تمہیں ملنے کی غرض سے قسطنطنیہ کا قصد کیا تھا۔ راستے میں بہن اور طرغوت سے ملنے میں اناطولیہ بھی گیا۔ یہ دونوں بھی تمہیں ملنا چاہتے تھے۔ لہٰذا میں انہیں بھی ساتھ لے آیا۔ ہم ایک ہفتے سے یہاں شہر کی ایک مشرقی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں آکر مجھے یہاں کے لوگوں سے تمہارے متعلق اطلاعات ملیں میں سلطان سلیمان کے لشکر میں تمہاری جنگی کارگزاریوں سے مطمئن اور خوش ہوں بیٹے! میں سمجھتا ہوں تمہاری صورت میں زندگی کا جو سرمایہ میں نے جمع کیا تھا وہ منفعت بخش رہا۔ خدا کرے طرغوت بھی تم جیسا ہی کوئی جنگی کردار ادا کرے۔ اس سے میری دستار کی فضیلت بڑھے گی۔ اور میرے مرحوم بھائی کا نام روشن ہوگا۔"

عیلام نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے عم! روڈس کی کارگزاری دیکھ کر سلطان نے اپنے لشکر میں میری اہمیت کو اور بڑھا دیا ہے۔ اب میں ان کے ہراول لشکر کا سالار ہوں۔ آپ کو سرائے میں قیام کرنے کی ضرورت

نہیں ۔ سلطان نے میرے نام ایک حویلی بھی کر دی ہے ۔ اب اسی میں ہمارا قیام ہوگا۔"

علیام مڑا اور اپنے پیچھے کھڑے سوار کو مخاطب کر کے کہا۔" تم ہمیں پہلے حویلی دکھا دو ۔ پھر سرائے سے ہمارا سامان لا دو۔" پھر علیام نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا ۔" ماں! آپ میرے گھوڑے پر بیٹھ جائیں۔"

حویلی دکھانے والے سپاہی نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے کہا ۔" اے امیر! اس کام کے لیے میرا گھوڑا حاضر ہے۔"

وردآمان علیام کے گھوڑے پر سوار ہو گئی ۔ عبید خان اور طرغوت اس سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے ۔

یسان نے جلدی جلدی بلور کی صراحی میں بچا ہوا شربت وردآمان ۔ عبید خان، طرغوت اور اس سپاہی کو پلا دیا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی ۔

وردآمان نے یسان کی طرف دیکھتے ہوئے پیار سے کہا ۔" تو بھی ہمارے ساتھ آ بیٹی! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ۔ آ میرے پیچھے تو بھی گھوڑے پر سوار ہو جا۔"

یسان نے کچھ شرما کر علیام کی طرف دیکھا ۔ علیام نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔" بیٹھ جاؤ۔" یسان فوراً آگے بڑھی اور گھوڑے پر بیٹھ گئی ۔ علیام اور وہ سپاہی پیدل چلنے لگے تھے ۔

تھوڑی دیر بعد وہ سپاہی انہیں لے کر ایک حویلی میں داخل ہوا اور علیام سے کہا۔" یہ آپ کی حویلی ہے ۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی کو میرے ساتھ بھیجیں تاکہ میں سرائے سے ان کا سامان اٹھا لاؤں ۔" طرغوت خود ہی اس کے ساتھ ہو لیا اور دونوں تیزی سے باہر نکل گئے ۔

وردآمان گھوڑے سے اتر کر علیام کے پاس آئی اور مسکراتے ہوئے اس نے سرگوشی میں کہا۔" علیام! میرے بیٹے! راستے میں یسان سے میں نے اس کی پوری داستان سنی ہے ۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے وہ تمہیں پسند کرتی ہے ۔ اگر وہ رضا مند ہو تو میں تمہیں اس سے شادی کرنے کی اجازت دیتی ہوں ۔ میں اس سلسلے میں

تمہارے چچا سے بھی بات کروں گی۔"

چاروں نے پہلے حویلی کا سارا احاطہ دیکھا پھر وردآمان اور یسان نے مل کر حویلی کی صفائی کر دی تھی ۔ طرغوت اس سپاہی کے ساتھ سرائے سے سامان بھی لے آیا تھا ۔ اس کے بعد وہ فتح کا جشن دیکھنے ہپوڈروم کے میدان کی طرف چلے گئے تھے ۔

چند یوم تک وہ قسطنطنیہ میں اکٹھے رہے پھر ایک روز وردآمان اور طرغوت اناطولیہ کی طرف چلے گئے اور عبید خان اپنے شہر گوبارو کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔ تاہم یسان کبھی کبھی علیام سے ملنے آ جاتی تھی ۔

سہ پہر شام میں تحلیل ہو رہی تھی۔ سورج کی کرنیں کوہستانوں کی سنگلاخ بلندیوں کو آخری بوسہ دیتی ہوئی رخصت ہو رہی تھیں۔ ایک تھکا ماندہ قاصد سلطان سلیمان کے محل سے باہر اپنے گھوڑے سے اُترا اور بڑی رازداری سے اس نے سلطان کے محافظ دستے کے سالار سے گفتگو کی جس کے جواب میں محافظ دستے کے سالار نے دیوانِ خاص میں جا کر سلطان سے اجازت لی پھر اس نے اس قاصد کا گھوڑا ایک طرف باندھ دیا اور قاصد کو سلطان سے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔

دیوان خاص کا حاجب اس قاصد کو اندر لے گیا۔ وہ قاصد شاید سلطان کا کوئی قابلِ اعتبار جاسوس تھا۔ اس لیے کہ جب وہ سلطان کے دیوان خاص میں داخل ہوا، سلطان نے فی الفور اس سے پوچھ لیا۔ "کیا تم سرحدوں کے متعلق کوئی اہم خبر لائے ہو" قاصد نے اپنے سر کو ذرا سا خم دیتے ہوئے کہا۔ "سلطان محترم! میں ایک بُری خبر لایا ہوں۔ ایک متحدہ لشکر ہمارے خلاف دریائے ڈینیوب کے کنارے موہاکس کے میدانوں میں جمع ہو رہا ہے۔"

سلطان سلیمان نے چہرے پر بل ڈالتے ہوئے پوچھا۔ "اس متحدہ لشکر میں کون کون شامل ہو رہا ہے۔" قاصد نے کہا۔ "ان میں سب سے آگے ہنگری اور بوہیمیا کا بادشاہ لوئی ہے۔ اسپین کا بادشاہ چارلس اور اس کا چھوٹا بھائی فرڈی ننڈ بھی اس کی مدد کر رہے ہیں کیوں کہ لوئی کی بیوی میری چارلس اور فرڈی ننڈ کی بہن ہے۔

اس کے علاوہ ٹرانسلوے کا ایک رئیس جان زپولیا جو سابق شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور عمدہ جرنیل ہے وہ بھی ایک جرار لشکر کے ساتھ لوئی کی مدد کے لیے موہاکس کے میدان میں پہنچ چکا ہے۔

قاصد نے ذرا رُک کر کہا۔ اس کے علاوہ اٹلی سے اسقفِ اعظم تھوڑی بھی بھاری جمعیت لایا ہے۔ انگلستان نے بادشاہ ہنری ہشتم نے بھی زر کثیر خرچ کر کے اس جمعیت کے لیے ایک لشکر تیار کیا ہے۔ ایک پیشہ ور جرنیل اور نائٹ جیبی بال[1] ہزاروں جرمن نائٹوں کو لے کر آیا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میگیار[2] بھی ان کے ساتھ ہیں۔

پولینڈ کا ایک جرنیل بوگوسکی اپنے جرار لشکر کے ساتھ موہاکس کے میدان میں ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں وہ ایسے مذہبی جنونیے ہیں جو ہمارے خلاف دھواں دھار تقریریں کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک ہیرونی ا' ہے جو تمام عیسائی دُنیا سے استدعا کرتا پھر رہا ہے کہ اگر ہنگری کو مسلمانوں سے بچانا چاہتے ہو تو سب مل کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آجاؤ۔

---

[1] ایک جرمن جرنیل جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ہزاروں نائٹوں کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔

[2] ترکوں، تاتاریوں اور ہنوں کی طرح یہ بھی ایک ایشیائی خانہ بدوش قوم تھی جو یورپ میں جا کر آباد ہو گئی تھی۔ یہ لوگ ترکوں اور تاتاریوں کی طرح ہی جنگجو اور بہادر تھے۔

دوسرا شخص لوتھر[1] ہے۔ یہ وہی ہے جس نے نصرانیوں میں ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی ہے۔ وہ جگہ جگہ کہتا پھرتا ہے "ترکوں سے لڑنا خدائے تعالیٰ کی طاقت کا مقابلہ کرنا ہے۔ خدا نے ترکوں کا دہشت ناک عذاب ہم پر ہمارے گناہوں کی پاداش میں مسلط کیا ہے۔ ان دونوں کی تقریریں سن کر عام لوگ حتیٰ کہ کسان بھی اپنا کام چھوڑ کر موہاکس کے میدان کا رُخ کر رہے ہیں۔"

سلطان سلیمان نے غضب ناک ہو کر پوچھا: "وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

قاصد نے کہا: "وہ ہم سے بلغراد واپس مانگتے ہیں۔ ہنگری اور بوہیمیا کے بادشاہ لوئی نے اس مقصد کے لیے ایک سفارت بھی آپ کی طرف روانہ کی ہے۔ اس سفارت کی قیادت ایک میگیار سردار کر رہا ہے اور اس کے ساتھ کئی جرمن نائٹ بھی ہیں۔ میرے ساتھ ہی یہ موہاکس[2] کے میدان سے روانہ ہوئے تھے۔ میں تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر ان کے آگے آگے تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بھی شہر میں داخل ہوں گے۔ یہ رات وہ شہر کی کسی سرائے میں بسر کریں گے اور کل صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔"

سلطان نے تحکمانہ آواز میں دروازے پر کھڑے حاجب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ہنگری کے بادشاہ لوئی کی جو سفارت تھوڑی دیر تک شہر میں داخل ہوگی، اس کے لیے احکام جاری کرو کہ اسے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا جائے اور کل صبح اس سفارت کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ اور سنو! ابراہیم۔ حیلام۔ ایاز پاشا۔ فرہاد پاشا۔ مفتی اعظم کمال پاشا۔ لشکر کے قاضی سوکولی کو پیغام بھجوا دو کہ وہ کل صبح اس سفارت

---

[1] یہ وہی لوتھر ہے جس نے عیسائیت میں پروٹیسٹنٹ فرقے کی بنیاد ڈالی تھی۔ گو پاپائے روم کلیمنٹ ہفتم اور لوتھر کے درمیان سخت تنازعات تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف ان دونوں نے اپنے اختلافات پس پشت ڈال دیے تھے۔

[2] دریائے ڈینیوب کے کنارے کوہستان کارپیتھیا اور کوہستان بوسینا کے درمیان سرخ مٹی کے وسیع میدان۔

کے آنے سے قبل ہمارے دیوانِ خاص میں حاضر ہوں۔" حاجب نے اطاعت میں اپنی گردن خم کر دی تھی۔ سلطان سلیمان نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تم تھکے ہوئے ہو، جاؤ جا کر آرام کرو۔" وہ قاصد اٹھا اور سلطان کے دیوانِ خاص سے باہر نکل گیا تھا۔

ہنگری اور بوہیمیا کے بادشاہ کے سفیروں اور ان کے محافظ جرمن نائٹوں نے وہ رات شاہی مہمان خانے میں گزاری۔ دوسرے روز جب انہیں سلطان کے سامنے اس کے دیوانِ خاص میں پیش کیا گیا اس وقت سلطان کے سامنے اس کے چیدہ چیدہ عمائدِ سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ داہنی قطار میں سب سے پہلے مفتیِ اعظم کمال پاشا بیٹھے تھے۔ ان کے بعد سلطنت کا وزیرِ اعظم ابراہیم اور پھر ایاز پاشا بیٹھا ہوا تھا۔ بائیں طرف سب سے پہلے لشکر کے قاضی سوکولی بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ فرہاد پاشا اور پھر حیلام بیٹھا ہوا تھا۔

ان دونوں قطاروں سے پچھلی نشستوں پر شاہِ ہنگری کے سفیر آ کر بیٹھ گئے تھے۔ دیوانِ خاص کے اندر سلطان کے پیچھے دائیں بائیں اور دیوانِ خاص سے باہر ہولناک کے چاک و چوبند دستے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی ننگی تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔

تخت نشین پر بیٹھے ہوئے سلطان سلیمان نے سفیروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہارے بادشاہ لوئی نے کس غرض سے تمہیں ہماری طرف روانہ کیا ہے؟"

سفارت کا سرکردہ جو میگیار قوم کا سردار تھا اٹھا، گردن کو خم کرتے ہوئے وہ شاہی آداب بجا لایا۔ پھر دست بستہ ہو کر اس نے کہا: "سلطانِ محترم! ہمارے شہنشاہ لوئی نے ہمیں اس غرض سے آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ آپ بلغراد شہر ہمیں لوٹا دیں۔"

سلطان سلیمان نے زہریلی مسکراہٹ میں کہا۔ "اگر ہم بلغراد لوئی کو واپس نہ کریں پھر وہ کیا کرے گا؟"

میگیار سردار نے کہا: "اگر آپ نے بلغراد شہر واپس نہ کیا تو ہمارے شہنشاہ آپ کے خلاف لشکر کشی کریں گے۔"

سلطان سلیمان نے خفگی اور برہمی میں کہا۔ "تو کیا لوئی مسلم قوم کو جنگ کی دھمکی دے رہا ہے۔ کیا اسے خبر نہیں کہ دریائے گیر[1] کی وادیوں سے دریائے ڈینیوب کے میدانوں تک اور بحیرہ آرال سے خلیج فارس تک میری ہی قوم پھیلی ہوئی ہے کیا اسے علم نہیں کہ تینوں آسمانی کتابوں کے مقدس شہر[2] اور مقدس پہاڑ[3] ہماری سلطنت میں ہیں۔

سلطان سلیمان کا غصہ بڑھتا گیا اور اس نے اور بھڑکتی ہوئی آواز میں کہا "کیا اس جاہل کو کسی دانا نے یہ نہیں بتایا کہ وسط ایشیا کے قلب میں جو سطح مرتفع تبت کے اوپر ہے۔ کوہستان ارغ واغ کے سبزہ زار جہاں سے پگھلی ہوئی چاندی جیسا پانی ڈھلوانوں کی طرف بہتا ہے۔ آمو کی عریض وادیوں میں، ہند کے سبزہ زاروں میں، افریقہ کے تپتے ریگ زاروں میں، نیل کے منبع سے اس کے ڈیلٹا تک اور چاروں مقدس دریاؤں کے کناروں پر میری ہی قوم بستی ہے۔

کیا کسی دانش مند نے اسے نہیں بتایا کہ منگولیا کا دریائے اورخون جہاں سے میری ترک قوم اٹھی جس کے نیچے تپتے ریگستان اور اوپر بلند کوہستان پاسبانوں کی طرح کھڑے ہیں میری قوم کی سطوت کے ترجمان ہیں۔ کیا اس جاہل کو کسی کیا گر نے یہ اطلاع نہیں دی کہ میری ہی مسلم قوم نے بابل، نینوا، اشور اور کیش کے کھنڈرات کے علاوہ دریائے زغار اور دریائے میر کے ساحلی ویرانوں اور دیولاخوں پر تہذیب اور تمدن کے ایوان کھڑے کیے ہیں۔

ہماری سلطنت میں سب راستے ایک ہی مرکز پر آکر ملتے ہیں۔ ہمارے ہاں دیسی بدیسی، گورے کالے، امیر غریب، دوست دشمن اور ہر مذہب و ملت والے

---

[1] دریائے سندھ کا پرانا نام

[2] مکہ۔ مدینہ اور بیت المقدس جہاں توریت، انجیل اور قرآن مقدس کا نزول ہوا۔

[3] جبلِ موسیٰ جہاں حضرت موسیٰ خدا سے ہم کلام ہوئے۔ جبلِ حتین جس پر حضرت عیسیٰ نے امن و سلامتی کا وعظ کیا تھا۔

سب ایک جیسی محفوظ و مامون اور پرسکون زندگی بسر کرتے ہیں۔ شاید لوئی ذہنی خلجان کا شکار ہو گیا ہے اسے جا کر کہو ہماری تمہاری ملاقات موہاکس کے میدانوں میں ہوگی وہاں ہم اپنی تلواروں کی تیز دھار اور نیزوں کی باریک انیوں پر اسے بتائیں گے کہ اس کے اس ذہنی خلجان اور دماغی فتور کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔ جاؤ اسے جا کر کہو اس کی حالت ہم روڈس سے بدتر کریں گے حالانکہ تم لوگوں کا دعویٰ تھا کہ روڈس ناقابلِ تسخیر ہے۔

ایک جرمن نائٹ غصے کی حالت میں اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھا اور کرخت آواز میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اگر اکیلے وینس ہی سے اہلِ روڈس کو کمک پہنچ جاتی تو تم لوگ روڈس کو فتح نہ کر سکتے۔ روڈس مسلمانوں کی ہمت سے نہیں میری قوم کی بے حسی کے باعث زیر ہوا ہے۔"

مفتی اعظم کمال پاشا نے ڈانٹ دینے کے انداز میں اس جرمن نائٹ سے کہا۔ "اپنی آواز کو دھیما رکھ کہ تیز اور کرخت گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ اپنی زبان کو لگام دے کہ تیرے الفاظ میں حماقت اور بیہودگی ہے۔"

سلطان سلیمان بڑی ستائش میں مسکراتے ہوئے مفتی اعظم کمال پاشا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس بار جرمن نائٹ نے اور زیادہ خونخواری میں مفتی اعظم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارے ہاں کوئی ایسا جوان ہے جو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کر کے میری بلند آواز کو دھیما کرے، میری زبان کو لگام دے میری حماقت کو دانش مندی اور میری بیہودگی کو شائستگی میں بدل دے۔"

سلطان سلیمان کے چہرے پر قہرانیت چھا گئی تھی۔ ابراہیم، ایاز پاشا اور فرہاد پاشا اس نائٹ کی طرف کھا جانے والے انداز میں دیکھ رہے تھے۔ مفتی اعظم کمال پاشا اور لشکر کے قاضی سو کولی غصے میں ہونٹ کاٹ رہے تھے۔ علیام زخمی سانپ کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے اپنی پوری یورش میں کہا۔

"خدا کے خانوادۂ اسامہ کی قسم! تُو چرب گفتار، اکھڑ اور تنگ نظر ہے۔

سن! جو تیری طرح زیادہ بکواس کرتے ہیں وہ بے ضرر ہوتے ہیں۔ میں تیری جوانی کی دیوانگی، جذبات کی طغیانی اور فتنہ انگیز فطرت کو ختم کر کے تیری آواز کو دھیما کروں گا۔ تیری ہیجانی کیفیت اور تیرے حیوانی جذبات کو ندامت آشنا کر کے تیری زبان کو لوہے کی لگام دوں گا۔ تیرا اکھڑ پن اور تنگ نظری، تیری نفرت کا زہر، تیری کھوکھلی شہرت تیری ریاکاری اور درشت گوئی دھو کر میں تیری حماقت کو دانش مندی اور تیری بیہودگی کو شائستگی میں بدل دوں گا۔ تیری لاف و گزاف کی داستان کوئی نئی نہیں ہے۔ ازمنۂ قدیم سے تیرے جیسے باؤلے کتے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر بے مقصد بھونکتے رہے ہیں لیکن میری قوم نے ایسے ہر دشمن کے عزائم کو خواب کی طرح بے حقیقت کر دیا اور پھر تم جانو، جنگل کی لومڑی پر کتا بھونکتا رہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تمہیں ہر جگہ ہر مقام پر مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر میں تجھ سے ہار گیا تو میری گردن کاٹ دینا۔ اگر تو ہار گیا تو تیری قسمت کا فیصلہ میرے آقا سلطان سلیمان کے ہاتھ۔ بتا تو کب اور کہاں میرا مقابلہ کرے گا کہ تجھے احساس ہو کہ تو لومڑیوں کے بھٹ میں نہیں شیر کی کچھار میں داخل ہوا تھا۔ اگر تو سمجھتا ہے کہ تُو نے مقابلے کی طرح ڈال کر غلطی کی ہے تو یہاں اگر تم سے کوئی بہتر نائٹ ہو تو اسے میرے مقابلے پر لے آ۔"

اس نائٹ نے غصے میں دانت پیستے ہوئے کہا: "میں ان نائٹوں میں سے ایک ہوں جو اس مقدس جنگ میں حصہ لینے کے لیے جنی بال کے ہمراہ ہوا کس کے میدانوں میں جمع ہوئے ہیں۔ سن رکھو کہ ہمت و قوت، شمشیر زنی اور جنگی مہارت میں ان سب نائٹوں سے ارفع و اعلیٰ ہوں۔ تم کہو تمہاری کیا حیثیت ہے؟"

عیلام نے بے پرواہی سے کہا: "میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں اپنے آقا کے لشکر کا ایک کمتر سپاہی ہوں۔ تم نے جس مقابلے کی ٹھانی ہے اس کی بات کرو تاکہ میں تیرے لفظوں کے تیز نشتر توڑوں اور تیری سوچوں کے بھڑکتے شعلوں کو بجھا دوں۔" نائٹ نے تپتے ہوئے لہجے میں کہا: "میں ابھی اور یہیں سب کے سامنے تجھے

نیچا دکھانے کو تیار ہوں۔"

قبل اس کے عیلام جواب میں کچھ کہتا سلطان سلیمان نے ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے حکمانہ انداز میں کہا: "ابراہیم فوراً اس مقابلے کا انتظام کرو۔ دیوانِ عام کے سامنے والے میدان میں یہ مقابلہ ہوگا۔ شہر میں منادی کرا دو کہ ہر ایک کو یہ مقابلہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ دیوانِ عام کے گرد جو جھروکے ہیں ان میں عورتوں کے بیٹھنے کا بھی انتظام کر دو۔ عورتیں بھی یہ مقابلہ دیکھ سکتی ہیں۔ جب سارے انتظامات مکمل ہو جائیں تو مجھے اطلاع کرو۔"

سلطان کا چہرہ ابھی تک غصے میں سُرخ ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنا عمامہ درست کیا اور عصائے شاہی سنبھال کر وہ دیوانِ خاص سے اپنی خلوت گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔ ابراہیم کے کہنے پر دیوانِ خاص میں بیٹھے ہوئے سب عمائدین اور سفارت کار بھی اٹھ کر باہر نکل گئے تھے۔

شہر کے گلی کوچوں میں دفیں پیٹ پیٹ کر مقابلے کی منادی کرا دی گئی تھی۔ لوگ جوق در جوق دیوانِ عام کے اس کھلے میدان میں آ جمع ہوئے تھے۔ جھروکے عورتوں سے کھچا کھچ بھر گئے تھے۔ ایک نزدیکی جھروکے میں حسین و قمر صورت لیسان بھی اپنی عبرانی کنیز آماسیہ کے ساتھ بیٹھی تھی اور بڑی بے چینی سے وہ نیچے مقابلے کے میدان میں دیکھ رہی تھی۔ شاید اس کی ترساں و بے قرار نگاہیں عیلام کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیسان کے قریب ہی تر و تازہ پھولوں سے بھری ایک ٹوکری بھی پڑی تھی۔

اچانک لیسان کے چہرے پر تازگی اور شگفتگی پھیل گئی۔ ایک طرف سے عیلام میدان میں کر و فر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ بے خیالی میں لیسان نے ایک پھول اٹھایا اور عیلام کی طرف دے مارا۔ پھول عیلام کے سامنے جا گرا۔ عیلام نے جھک کر پھول اٹھایا۔ جھروکے کی طرف نگاہ اٹھائی اور لیسان کو وہاں دیکھ کر اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے ایک بار پھول سونگھا پھر اسے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ لیسان کے آلودہ ہونٹوں پر گہری و لذیذ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

عیلام کو روش کے ساتھ سلطان سلیمان کے لیے بنی شہ نشین کے قریب ایک نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہیں دوسرے عمائدینِ سلطنت بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد دیوانِ عام کی بڑی دف پر چوٹ پڑی پھر جرنے کی صدا بلند ہونے لگی اور اس کے ساتھ ہی نقیب سلطان سلیمان کی آمد کی نوید پکارنے لگا تھا۔ پھر سلطان دیوانِ عام میں نمودار ہوئے اور شہ نشین کے اوپر اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے ابراہیم کو مقابلہ شروع کرنے کا اشارہ دے دیا تھا۔

عیلام اور جرمن نائٹ دونوں میدان میں اتر آئے۔ عیلام آہنی زرہ پہنے ہوئے تھا جس کی کڑیاں تیز دھوپ میں خوب چمک رہی تھیں۔ اس کے سر پر خود اور شانوں کے علاوہ بازوؤں پر آہنی خول تھے۔ جرمن نائٹ اس سے بھی زیادہ تیاری کے ساتھ میدان میں اترا تھا۔ زرہ اور خود کے علاوہ وہ اپنے شانوں، بازوؤں، ٹانگوں اور چھاتی بلکہ پیٹ پر بھی آہنی خول چڑھائے ہوئے تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں سیدھی دو دھار کی بھاری تلوار تھی۔

عیلام اپنی ڈھال اور چوڑے پھل کی وزنی خمدار تلوار لہراتا ہوا اس نائٹ کے سامنے آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف ایسی خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔ جیسے دو بھوکے درندے جنگل میں اچانک ایک دوسرے کے سامنے آن کھڑے ہوئے ہوں۔

نائٹ نے وار کرنے میں پہل کی۔ اس نے اپنی ڈھال اپنی چھاتی کے برابر کی اپنی تلوار لہرائی اور عیلام کے شانے پر وار کیا۔ عیلام کی ڈھال فضا میں لپکی تھی اور شانے سے مقدم ہی عیلام نے ڈھال مار کر نائٹ کا وار روک لیا تھا۔ عیلام نے بھی نائٹ کے شانے کا نشانہ لیتے ہوئے وار کیا تھا جسے اس نائٹ نے بڑی آسانی اور ہنر مندی سے روک لیا تھا۔

اچانک وہ جرمن نائٹ آگ کے شعلوں اور برق کے تیز کوندوں کی طرح

بھڑک اٹھا اور اس نے عیلام پر تیز اور طوفانی حملے شروع کر دیے تھے۔ وہ عیلام کو اپنے سامنے میدان کے چاروں طرف چکر دینا چاہتا تھا تاکہ تماشائیوں پر اس کی برتری ثابت ہو جائے لیکن اسے مکمل مایوسی ہوئی تھی اس لیے کہ عیلام اس کے سامنے جم کر اس کے حملوں سے اپنا دفاع مکمل کرتا رہا تھا۔ تاہم اس کے حملوں میں ابھی تک مدافعانہ رنگ ہی تھی جارحانہ تڑپ نہ تھی۔

اچانک عیلام ابر و باراں کے تیز طوفان اور برف باری کی قیامت خیزی کی طرح بپھر گیا اس کی گھنی بھنویں غصے میں سکڑ کر ایک دوسرے کے قریب ہو گئی تھیں۔ اس کے چہرے پر خونخوار اور آنکھوں میں خشمناک نفرت بکھر گئی تھی۔ اس کی شمشیر براں طوفان کھڑے کرنے لگی تھی اور مدافعت سے نکل کر وہ جارحیت پر اتر آیا تھا۔ اس نے نائٹ پر ایسی تیزی اور ایسی برق رفتاری سے حملے شروع کر دیے تھے جیسے لہراتی تاریکیوں اور خوابیدہ راتوں میں ٹوٹتے ستارے کی روشنی اچانک کوند جاتی ہے۔

نائٹ نے عیلام کی طرح ایک جگہ جم کر لڑنے کی کوشش کی لیکن عیلام کے مہلک وار اور اس کے جان لیوا حملے اس کے پاؤں اکھاڑ رہے تھے اور وہ دائیں بائیں اور آگے پیچھے حرکت کر کے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً عیلام نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی۔ اب وہ پوری طرح بپھر گیا تھا اور بار بار اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنے لگا تھا۔ لگتا تھا جیسے وہ فرزندِ عزیز اپنی جرأت و بیباکی سے تقدیر کی رزمگاہ میں ایک نئی تفسیرِ عظمت و عزم سے وقت کے منجدھار میں ایک انوکھی شرح اور اپنی طوفانی یلغار سے تاریخ کی رفتار میں ایک نئے باب کے اضافے کا عزم کر چکا ہو۔ اب وہ نائٹ پر پوری طرح حاوی ہوتا دکھائی دے رہا تھا اور اسے اپنے سامنے میدان کے اندر چکر دینے لگا تھا۔

نائٹ پسینے پسینے ہو چکا تھا۔ عیلام کے خطرناک حملوں کے سامنے اس کی آنکھوں میں زندگی کے دشت کی دھول اور چہرے پر محرومیوں کی آنچ دکھائی دینے

لگی تھی۔ وہ کسی منہدم بازنطینی خانقاہ کی طرح اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔

اچانک عیلام نے اپنی ڈھال ناٹ کی ڈھال پر اپنی پوری قوت سے دے ماری۔ ناٹ کی ڈھال ٹوٹ گئی اور اس کے چہرے پر زردی بکھر گئی تھی۔ ناٹ شاید اب تھک چکا تھا اس لیے کہ اس کی تلوار کی حرکت سے بے چارگی جھلکنے لگی تھی۔ اچانک وہ میدان میں گر گیا اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے انتہائی منت و سماجت میں کہا۔ "میری جان بخش کر دے ساری عمر تیرے گن گاؤں گا"۔

عیلام کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ اچانک میدان میں سلطان سلیمان کی کڑکتی ہوئی گونجدار آواز بلند ہوئی "مقابلے کو جاری رکھا جائے"۔

جونہی عیلام نے مڑ کر سلطان کی طرف دیکھا ناٹ نے اس کی اس بے خیالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ اپنی تلوار عیلام کے پیٹ میں آر پار کر دینا چاہتا تھا لیکن یہ اس کی بھول تھی۔ عیلام کی بائیں آنکھ سلطان کی طرف متوجہ تھی اور دائیں آنکھ سے وہ ناٹ کی نگرانی کر رہا تھا۔

ایک زقند لگا کر عیلام ایک طرف ہٹ گیا اور گرجتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ "فریبی! دھوکہ باز! اٹھ میرا مقابلہ کر پھر دیکھ میں تجھے کس طرح اوہام کے زنگار میں ڈبوتا ہوں"۔

ناٹ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر مقابلے پر جم گیا۔ ایک ساحرانہ کشش کے ساتھ عیلام پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ حملے کرنے لگا۔ اچانک عیلام نے بلند آواز میں اللہ اکبر پکارا۔ لگتا تھا وہ کسی طلسمی فعل اور ساحرانہ عمل کی ابتدا کرنے لگا ہو پھر وہ شعلوں کی لپک کی طرح ناٹ پر حملہ آور ہوا۔ اس کی تلوار فضا میں بلند ہو کر کوندی۔ ناٹ نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن عیلام کے اس حملے میں اس قدر تیزی اور قوت تھی کہ ناٹ اسے روکنے میں ناکام رہا۔

عیلام کی تلوار اس کے شانے پر گری اور لوہے سمیت اس کے شانے کو کاٹتی ہوئی نیچے پسلیوں تک چیرتی چلی گئی تھی۔ میدان میں ناٹ کی ہولناک چیخ بلند

ہوئی اور وہ زمین پر گر کر دم توڑ گیا تھا۔

عیلام نے اپنی خون آلود تلوار فضا میں بلند کی اور جس طرف مرنے والے ناٹ کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اس سمت منہ کر کے اس نے بلند آواز میں پکارتے ہوئے کہا: "موہاکس کے میدانوں سے آنے والو! میں نے تمہارے سرکش اور خونی ناٹ کو ختم کر دیا ہے۔ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو میدان میں اترے اور مجھ سے اس کی موت کا انتقام لے۔ واپس جا کر ہنگری کے بادشاہ لوئی سے یہ نہ کہنا کہ ہمیں موقع نہ دیا گیا تھا"۔

میدان میں سکوت طاری رہا۔ کسی بھی ناٹ نے اٹھ کر میدان میں مقابلے کے لیے اترنے کی جرأت نہ کی تھی۔

اچانک جھروکے کے اندر سے لیسان نے عیلام پر پھول پھینکنے شروع کر دیئے۔ پھر جھروکوں میں بیٹھی ہوئی ساری عورتیں اس پر پھول پتیاں بکھیرنے لگی تھیں۔ میدان میں مجمع تماشائی بلند آوازوں میں عیلام کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ پھولوں کی بارش میں عیلام اپنی تلوار فضا میں بلند کیے لوگوں کے نعروں کا جواب دے رہا تھا۔

مفتی اعظم کمال پاشا اور لشکر کے قاضی سوکولی دونوں میدان میں آ گئے۔ مفتی اعظم کمال پاشا نے قریب آ کر عیلام کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اے فرزند ارجمند! بقسم خدائے بزرگ و برتر کہ آج تم نے اس بھرے میدان میں اس جرمن ناٹ کو زیر کر کے دل خوش کر دیا ہے۔ تم نے اپنی بھاری تلوار، اپنے بازوؤں کی قوت اور اللہ اکبر کی صداؤں کے طفیل دشمن کی طوق و صلیب اور زنار و دستار کی پرانی رسومات کو توڑا ہے۔ سرخ مٹی کے میدانوں سے آنے والے اس جوان کو خاک آلود کر کے تم نے اپنے تمدن کی کمند کو مضبوط کر دیا ہے۔ آہا! یہ کیسی فرط انگیز خبر ہے کہ تھوڑی دیر قبل آگ و شعلوں اور غضب کے سے غرور کی باتیں کرنے والا کسی پرانے داستان گو شاعر کے بوسیدہ قصیدے کی طرح بے جان ہو چکا ہے۔ اے فرزند عزیز! اس عظیم معرکہ پر میں بوڑھا کمال پاشا بصد ہزار انبساط کے ساتھ مبارک باد دیتا ہوں"۔

مفتی اعظم کمال پاشا جب خاموش ہوئے تو قاضی سوکولی نے کہا۔ "شیبانی خان کے پوتے! تم نے اس جرمن نائٹ کو لمبے بالوں کا بے ضرر ٹٹو جان کر اسے تباہی کی غاروں میں دھکیل دیا ہے۔ خدا تمہیں توفیق دے کہ تم چراگاہوں کی طرح تر و تازہ اور کوہستانی صنوبر کی طرح تنومند رہو ——"

قاضی سوکولی کہتے کہتے رک گئے۔ کیونکہ سلطان کے محافظ دستے کا سالار بھاگتا ہوا وہاں آیا اور علیام سے کہا۔ "آپ کو سلطان سلیمان نے طلب کیا ہے۔"

علیام فوراً اس کے ساتھ ہو لیا۔ مفتی اعظم کمال پاشا اور قاضی سوکولی بھی اس کے ساتھ ساتھ تھے۔ علیام جب سلطان سلیمان کے پاس آیا تو انہوں نے اپنی نشست سے اٹھ کر علیام سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے عزیز! تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ہمارے لشکر کے ہراول دستوں کے سالار ہو۔ خدا کی قسم! مقابلے سے قبل ہم نے تم سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں تم نے ان سے بھی کہیں بہتر اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

پھر سلطان نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ابراہیم کو اشارہ کیا۔ ابراہیم تیزی سے اٹھا اور ایک تھیلی اس نے علیام کی چمڑے کی پیٹی سے باندھ دی تھی۔

علیام نے تھیلی کا منہ کھول کر دیکھا۔ وہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان نے پہلے ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے متعلق کچھ مت کہنا۔ تم اس کے حق دار ہو۔ اپنے آپ کو تم نے اس کا اہل ثابت کیا ہے۔ یہ تمہارا انعام ہے۔ اب تم بیٹھو میں لوئی کے سفیروں سے بات کرتا ہوں۔"

علیام پیچھے ہٹ کر ایاز پاشا کے پاس جا کر بیٹھنا چاہتا تھا کہ مفتی اعظم کمال پاشا نے اشارے سے اسے بلایا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ سلطان نے ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہنگری اور بوہیمیا کے بادشاہ لوئی کے سفارت کاروں کو پیش کرو۔"

ابراہیم کے کہنے پر ایک اہل کار فوراً انہیں بلا لایا۔ جب وہ سلطان کے سامنے آئے تو سلطان نے ان کے سرکردہ اور میگیار قوم کے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم نے دیکھا ٹڈی کی طرح اڑ جانے والے تمہارے نائٹ کا کیا انجام ہوا۔ شروع میں وہ کیسی بے سروپا باتیں کرتا تھا اور اپنی شجاعت میں زمین آسمان ایک کرتا تھا لیکن تم سب کے سامنے ہمارے مجاہد نے اسے زیر کر کے مٹی کا ڈھیر کر دیا ہے۔ جو انجام اس نائٹ کا ہوا وہی ہم تمہارے بادشاہ لوئی کا کریں گے۔"

سلطان دم لینے کو رکے پھر انہوں نے حکیمانہ انداز میں گرجتے ہوئے کہا۔ "جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور لوئی سے جا کر کہو ہم اس کے سب سوالوں اور مطالبوں کا جواب موہاکس کے میدان میں تلوار کی نوک سے دیں گے۔ تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ موہاکس کے میدان میں ہوں گے۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔"

لوئی کے سب سفارت کار اداس اور گردنیں جھکائے چلے گئے سلطان سلیمان اٹھے اور اپنے دیوانِ خاص کی طرف چلے گئے تھے۔

علیام کوروش کے ساتھ دیوانِ عام کے اس سامنے والے میدان سے باہر نکل رہا تھا کہ دائیں طرف سے لیسان تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آئی۔ کوروش نے اسے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے علیام سے کہا۔ "لیسان آپ سے ملنے آ رہی ہے۔ آپ اس سے بات کریں میں وہاں آگے رک کر آپ کا انتظار کرتا ہوں۔" کوروش آگے بڑھ گیا اور علیام لیسان کی طرف دیکھتے ہوئے وہاں رک گیا تھا۔

لیسان علیام کے قریب آئی اور ہلکے ہلکے فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے علیام سے کہا۔ "علیام! علیام! اس جرمن سانڈ کو زیر کرنے پر میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔ میں آج صبح ہی صبح آپ کی حویلی میں گئی تھی لیکن آپ نہیں تھے ایک بوڑھا وہاں تھا۔ وہ حویلی کی صفائی کر رہا تھا۔ وہ کون ہے؟"

علیام نے غور سے لیسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کا نام طاؤس خان ہے۔ وہ میرے چچا کا پرانا خدمت گار ہے۔ پچھلی بار جب چچا مجھ سے ملنے یہاں

کہتے تھے تو انہوں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ یہاں مجھے کوئی کھانا پکا کر دینے والا نہیں انہوں نے واپس جاکر طاؤس خان کو میرے پاس بھیج دیا۔ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ ہے۔ اس کا نام مانلیس ہے۔ دونوں میاں بیوی بہت اچھے ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ ہمارے ہاں انہیں خدمتگار نہیں سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ان دونوں کو ہم اپنے خاندان کے افراد ہی خیال کرتے ہیں جس وقت تم ملنے آئی تھی اس وقت مجھے سلطان نے طلب کیا تھا۔ کوروش بھی میرے ساتھ تھا اس لیے حویلی میں طاؤس خان اور اس کی بیوی مانیس ہی تھے۔

لیسان نے ذرا رک کر پھر پوچھا۔ "کیا آپ کا دوست کوروش بھی آپ کے ساتھ ہی رہتا ہے؟" عیلام نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں وہ بڑا جاں نثار ساتھی ہے۔ میرے ساتھ ہی حویلی میں رہتا ہے۔ تم مجھ سے ملنے تو آجاتی ہو لیکن تم نے کبھی یہ نہیں بتایا تم خود کہاں رہتی ہو۔ تمہارے ماموں یہاں کیا کرتے ہیں۔ نہ ہی تم نے کبھی ہمیں اپنے ہاں آنے کو کہا ہے۔"

نہ جانے کیوں لیسان نے فوراً بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "میری عبرانی کنیز آمامیہ وہاں کھڑی میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں اب جاتی ہوں۔ جب حالات سازگار ہوئے میں آپ کو خود ہی اپنے ماموں کے ہاں لے کر چلوں گی۔"

لیسان وہاں سے ہٹی اور دائیں طرف مڑ کر ہجوم میں غائب ہو گئی۔ عیلام آگے بڑھ کر کوروش کے ساتھ اپنی حویلی کی طرف جا رہا تھا۔

میدانوں میں سے ہوتا ہوا بلغراد شہر سے گزر کر طغیانی کے عالم میں کف اور جھاگ اڑاتا ہوا بحیرۂ کیسپین کی طرف چلا گیا تھا۔ رات کو تیز بارش شروع ہو گئی تھی۔ ہر طرف پانی ہی پانی ہو گیا تھا تاہم وہ رات دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے منتظر اور چوکنا رہ کر گزار دی تھی۔

دوسرے دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے بارش اور کیچڑ میں صف آراء ہوئے۔ دشمن کی صفوں سے ایک سوار نمودار ہوا اور دونوں لشکروں کے وسط میں اپنے گھوڑے کو اس نے لاکا اور اپنے نیزے کو فضا میں بلند کر کے اس نے اسلامی لشکر کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں اس نائٹ کا چھوٹا بھائی ہوں جو قسطنطنیہ میں ایک مقابلے میں مارا گیا تھا۔ وہ جوان جس نے میرے بھائی سے مقابلہ کیا تھا اگر تمہارے لشکر میں شامل ہو تو اسے میرے مقابلے پر بھیجو کہ اس میدان میں اسے میں لہولہان کروں اور اپنے بھائی کا انتقام لوں۔" عیلام اپنے گھوڑے کو ایڑ لگانے ہی والا تھا کہ ہراول لشکر کی پہلی صف سے کوروش اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا اور عیلام سے کہا۔

"اے امیر! میں بھی آپ کے ترکش کا ایک تیر ہوں۔ مجھے بھی کسی پر آزما کر مجھے زنگ آلود ہونے سے بچائیے۔ میدان میں نکلنے والے اس نائٹ کے مقابلے میں مجھے جانے دیجئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اس بارش اور کیچڑ بھرے میدان میں اسے میں بے ننگ و ناموس کر دوں گا۔"

عیلام نے کوروش کو سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "کوروش! میرے عزیز! اس نائٹ نے مقابلے کے لیے مجھے پکارا ہے۔ اب میں اپنی جگہ اگر تمہیں بھیجتا ہوں تو ہمارا لشکر یہی تاثر لے گا کہ میں جان بوجھ کر اس مقابلے سے پہلوتہی کرنا چاہتا ہوں اور پھر سلطان بھی اسے برا خیال کریں گے کہ پکارا مجھے جائے اور مقابلے کو تم میدان میں اترو۔"

کوروش جواب میں کچھ کہہ نہ سکا اور عیلام اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ میدان کے وسط میں کھڑے نائٹ کے قریب جاکر عیلام نے اپنے گھوڑے کو روکا

اور اس نائٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"میرا نام عیلام ہے۔ میں ہی وہ ہوں جس نے قسطنطنیہ میں ایک مقابلے کے دوران تمہارے بھائی کو زیر کر کے موت کی نیند سلایا تھا۔ اب میں مقابلے کے لیے تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر تم اپنے بھائی کا انتقام مجھ سے لے سکتے ہو تو لے دیکھو۔"

اس نائٹ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنا لمبا اور وزنی نیزہ اس نے سیدھا کیا اور عیلام سے کہا۔ "میں تم پر حملہ آور ہوتا ہوں اور دیکھتا ہوں تم میرے نیزے کے وار سے کیسے اور کیونکر بچتے ہو۔"

عیلام نے مضبوطی سے اپنی ڈھال اور تلوار سنبھال لی تھی۔ عیلام کا گھوڑا بھی بار بار زمین پر پاؤں مارنے لگا تھا۔ اس کے جسم کے پٹھے تڑپنے لگے تھے اور کنوتیاں بار بار اٹھنے لگی تھیں۔ شاید وہ بھی اپنے مالک سے کسی جنگی عہد کی تجدید کر رہا تھا۔

اس نائٹ نے اپنے سامنے اپنا نیزہ لمبا کر لیا تھا عیلام پر حملہ کر دیا۔ عیلام پر سکون حالت میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا جب نائٹ کے نیزے کی انی اس کے قریب آئی تو اس نے زور سے اپنی ڈھال مار کر نیزے کو دور ہٹا دیا اور جب وہ نائٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا عیلام کے پاس سے گزرنے لگا تو عیلام نے اس پر اپنی بھاری چمکتی تلوار سے حملہ کر دیا۔ تلوار نائٹ کی پیٹھ پر گری اور اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ پانی اور کیچڑ بھرے اس میدان میں ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور نائٹ کا جسم دو حصوں میں بٹ کر گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

عیلام نے اپنی خون آلود تلوار فضا میں بلند کی اور دشمن کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "کسی اور کو بھی اگر زندگی کی ضرورت نہ ہو تو اسے بھی میدان میں بھیجو" دشمن کی صفوں میں خاموشی طاری رہی اور کوئی بھی میدان میں نہ آیا۔

لوئی نے اب یورپ کے لشکروں کو عام حملے کا حکم دے دیا تھا۔ خود لوئی سلطان سلیمان کے مقابلے پر رہا۔ استفف تومری اٹلی کے نائٹوں اور ہینی بال جرمن نائٹوں کے ساتھ عیلام کے مقابلے پر رہے۔ ایاز پاشا کے سامنے پولینڈ کا

جرنیل گوسکی، بوہیمیا کا لشکر اور مذہبی رضاکار آئے۔ جب کہ فرہاد پاشا کے مقابل فرانسیسی کا راہنما جان نا پولیا کے علاوہ جنگجو اور ایشیائی طریقہ جنگ میں ماہر میگیار قوم تھی۔ سلطان نے شاید موہاکس کے میدانوں میں جنگ کرنے کا طریقہ کار پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

عام حملے کے وقت سلطان اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہونے لگے۔ فرہاد پاشا اور ایاز پاشا اپنی اپنی جگہ پر جم کر لڑتے رہے۔ عیلام بھی اپنے لشکر کے ساتھ آہستہ آہستہ جنوب کی طرف پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ پسپا ہوتے ہوئے سلطان اور عیلام کے لشکروں کے درمیان ایک کوہستانی سلسلہ حائل ہو گیا تھا جس کے باعث دونوں لشکر ایک دوسرے سے اوجھل ہو گئے تھے اور دشمن کے وہ لشکر جو ان دونوں کے مقابل تھے وہ بھی ان ہی کی طرح دو حصوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے روپوش ہو گئے تھے۔ سلطان سلیمان لمحہ بہ لمحہ دشمن کو اپنے پھیلائے ہوئے جنگی جال کے اندر سمیٹتے جا رہے تھے۔

لوئی نے جب سلطان سلیمان کو اپنے سامنے پسپا ہوتے دیکھا تو اس نے اور زیادہ تیزی اور سختی کے ساتھ حملے کرتے ہوئے اس تعاقب کو اور پرجوش بنا دیا۔ لوئی کے لشکر کے سامنے سلطان سلیمان کے لشکر کی پہلی دو صفیں درہم برہم ہو کر جنوب کی طرف اس جانب ہٹ گئی تھیں جہاں عیلام استفف تومری اور ہینی بال سے جنگ کرتے ہوئے پیچھے ہٹ رہا تھا۔

سلطان کی پہلی دو صفیں بے ترتیب کرنے کے بعد لوئی کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اور اس نے تیسری صف پر پوری قوت سے حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ خود لوئی اپنے لشکر کے پیچھے تھا اور وہاں سے ہرکاروں کے ذریعے جنگ کے احکامات جاری کر رہا تھا۔ سلطان کے لشکر کی پہلی دو صفیں جو غیر منظم ہو کر جنوب کی طرف ہٹ گئی تھیں اچانک پشت کی طرف سے اس لشکر پر حملہ کر دیا جو عیلام کے ساتھ برسرپیکار تھا۔ ان دونوں صفوں کا پشت کی طرف سے حملہ کرنا تھا کہ سامنے کی طرف سے اچانک عیلام نے اپنے پیچھے ہٹتے لشکر کو روک کر اور پھر اس نے ایسے انداز میں اپنے لشکر

کی راہنمائی کرتے ہوئے حملہ کیا گویا موہاکس کے میدانوں میں موجوں کا تلاطم اور بپھرے دریا کا سیلاب اٹھ کھڑا ہوا ہو۔

استقف قومودی اور مینی بال جو علیام کو پیچھے دھکیلتے ہوئے نہایت خوش اور مطمئن تھے۔ اب ان کے سارے خیال باطل، ان کے سارے خواب مسمار اور سارے منصوبے زبوں حال ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

علیام اللہ اکبر کی بلند اور جاندار تکبیروں کے ساتھ سرفروشی کی ایک نئی جلد جاں نثاری کی ایک انوکھی کتاب، شجاعت کے ایک حیرت انگیز ورق اور جنگی مہارت کے ایک نئے عنوان کی ابتدا کر رہا تھا۔ لمحوں کے اندر اس نے دشمن کے سارے سپاہیوں کو کچل کر رکھ دیا۔ صرف استقف قومودی لشکر کے ایک معمولی حصے کے ساتھ جان بچا کر لوئی کے لشکر کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا۔ باقی سارے لشکر کو علیام نے تہ تیغ کر دیا تھا۔

سلطان سلیمان کے لشکر کی پہلی دو صفیں جو بے ترتیب ہو کر علیام کی طرف گئی تھیں وہ لوئی کے حملے کی وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور نہ ہوئی تھیں بلکہ یہ سلطان کی ایک جنگی چال تھی۔ کیونکہ لوئی جب تیسری صف پر حملہ آور ہوا تو اس نے ایسا سخت اور دنداں شکن جواب دیا کہ لوئی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ جس وقت لوئی کا لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا اسی وقت استقف قومودی علیام کے ہاتھوں اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس نے جو لوئی کی اگلی صفوں کو پسپا ہوتے دیکھا۔ اس نے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی آواز کی پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔

"کلیسا کو فروغ دینے والو! صلیب کے امانت دارو!
آج کا دن مقدس دن ہے کہ یہ یوحنا سے منسوب ہے۔ آگے
بڑھو اور ان مسجد کا وقار بحال کرنے والوں اور محمد کی سربلندی
کے لیے کام کرنے والوں پر چھا جاؤ۔ مریم و ناصری کی قسم! اس
مقدس دن میں تمہیں فتح کی نوید اور بخشش کی بشارت دیتا ہوں۔"

استقف قومودی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شاہ لوئی کے پرچم کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں جا کر استقف کے ایک جوان نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر اور اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنا نیزہ ہوا میں بلند کرتے ہوئے لوئی کے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے زور زور سے چلانا شروع کیا۔

"صلیب کے علمبردارو! فتح قریب قریب مکمل ہو گئی ہے۔
آخری بار پوری قوت سے دشمن پر یلغار کرو اور ان کی ساری
صفوں کو غیر منظم کر کے رکھ دو ــــــــ"

اچانک اس جوان کی نگاہ علیام پر پڑی جو اپنے لشکر کے علاوہ سلطان کے لشکر کی پہلی دو صفوں کو بھی اپنے ساتھ ملانے کے بعد لوئی کے لشکر کے پچھلے حصے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اس نے گھبراہٹ میں اپنے قریب ہی کھڑے استقف قومودی کی طرف دیکھا۔ استقف قومودی بھی طوفان کی طرح بڑھتے علیام کو دیکھ رہا تھا۔

اس جوان نے پوچھا۔ "مقدس باپ! میں اپنے لشکر والوں کو فتح کی نوید تو سنا چکا ہوں لیکن آپ نے سلطان کے اس جرنیل کو دیکھا جو چند لمحوں تک ہمارے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہو جائے گا۔"

لوئی اور علیام کے لشکروں کے درمیان چونکہ بلند ٹیلے حائل تھے۔ لہٰذا لوئی کا لشکر علیام کے لشکر کو دیکھ نہ سکا تھا۔ صرف استقف قومودی اور اس کے ساتھی جوان نے علیام کے لشکر کو دیکھ لیا تھا۔

استقف قومودی کے چہرے پر جہاں پہلے امید کی قوس قزح اور محکم اعتماد کی پرچھائیاں تھیں وہاں اب وہم کی گہری گھٹائیں اور اندیشوں کے گہرے سائے امڈ آئے تھے۔ اس نے ٹوٹی بکھری آواز میں کہا۔ "لگتا ہے یہ واقف دیر و حرم کلیسا کے محرم راز دل پر چھا کر ہی رہیں گے۔ نہ جانے آج کے دن کی برتری اور اس کی تقدیس کو کیا ہوا۔ پھر تم سنو! کسی سے ذکر نہ کرنا کہ ہماری پشت سے حملہ ہو رہا ہے۔ ورنہ ہمارا لشکر جو اس وقت مسلمانوں کے قلب کے ساتھ برسر پیکار ہے وہ اس خبر پر بدحواس اور سراسیمہ

ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے ہمارے جوان جنگ سے جی چرا کر فرار ہونے کی راہ تلاش کرنے لگیں۔ آج یوحنا کا مقدس دن ہے۔ دیکھو غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ مجھے اب بھی کسی معجزے اور حیرت میں ڈال دینے والے کرشمے کا انتظار ہے۔ آؤ لوئی کے علم کے پاس جا کر کھڑے ہوں اور اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھائیں۔" استقف توموری اور اس کا ساتھی جوان اس ٹیلے سے نیچے اتر گئے تھے۔

عیلام اپنے پورے شعور فن و حرب کے ساتھ لوئی کے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہوا تھا اور یہ ایسا سخت حملہ تھا کہ عیلام دشمن کی صفوں میں دُور تک گھستا چلا گیا تھا۔ استقف توموری چلا چلا کر اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ عیلام اس کے قریب آیا اور ایک ہی وار میں اس نے توموری[1] کی گردن کاٹ دی تھی۔ اب عیلام کی سرکردگی میں حملہ آور ہونے والے مجاہد روح کو غذا اور دل کو سرور کی توانائی بخشنے والی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے دشمن پر آندھی بن کر چھانے لگے تھے۔

سامنے کی طرف سے اب سلطان نے بھی زوردار حملے شروع کر دیے تھے اور دشمن کے لشکر کا وہ حصہ دو طرفہ مار کا شکار ہونے لگا تھا

لوئی اپنے لشکر کے ساتھ ان دو طرفہ حملوں میں یوں محسوس کر رہا تھا جیسے پانی آگ بن کر انہیں جھلسا رہا ہو اور بارش ان پر انگاروں کی صورت میں برس رہی ہو۔ چاروں طرف موت کا رقص شروع ہو گیا تھا۔ اچانک اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیلام تیزی کے ساتھ جنگ کرتے اور آگے بڑھتے ہوئے ہنگری کے بادشاہ لوئی کے سر پر جا پہنچا۔ لوئی نے عیلام سے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا اور عیلام کی تلوار اس پر برس کر اسے خون میں نہلا گئی تھی۔

[1] یورپی مورخین نے استقف توموری کی موت کو دوسرا رنگ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ پیشہ ور سپاہی نہ تھا۔ یہ درست نہیں ہے اگر وہ پیشہ ور جنگجو نہ ہوتا تو لشکر میں شامل نہ ہوتا اور اسے لشکر کے ایک حصے کا سپہ سالار نہ بنایا جاتا۔

لوئی اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ اور اس کی لاش کیچڑ[1] میں دب کر رہ گئی تھی سلطان اور عیلام نے مل کر پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ دوسری طرف ایاز پاشا ابھی تک دشمن سے برسرِ پیکار تھے۔ سلطان اور عیلام جب فارغ ہو کر ان کی طرف گئے تو وہاں بھی انہوں نے دشمن کی حالت ایسی ہی کر دی تھی جیسی انہوں نے لوئی۔ استقف توموری اور جرمن نائٹ جینی بال کے لشکروں کی کی تھی۔

یورپ کے متحدہ لشکر کو مکمل طور پر عبرت خیز اور ذلت آمیز شکست[2] ہوئی اور بہت کم ایسے بچے جو اپنی جانیں بچا کر وی آنا کی طرف بھاگ جانے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ لوئی کے حرم کے علاوہ یورپ کے متحدہ لشکر کے خوراک و رسد کے ذخائر پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔

بارش تھم چکی تھی۔ آسمان پر بادل پوری طرح پھٹ کر غائب ہو چکے تھے اور دھوپ چڑھ آئی تھی۔ سلطان سلیمان اپنے شاہی خیمے میں بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے لشکر کے قاضی سوکولی، عیلام، ایاز، فرہاد پاشا اور ابراہیم بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ عیلام کے ہاتھوں مرنے والے ہنگری کے بادشاہ لوئی کی ملکہ میری کو خیمے میں سلطان کے روبرو پیش کیا گیا۔

وہ ایک سرخ بالوں اور نیلی آنکھوں والی حسین و دلکش عورت تھی۔ سلطان نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر انہوں نے نرم آواز میں کہا: "اے ملکہ! تم نے دیکھا ہم باغیوں، سرکشوں اور سازشیوں کا کیا انجام کرتے ہیں۔ کیا تم نے اپنے کانوں

[1] بقول بیرلوئیم لوئی کی لاش کیچڑ میں دب گئی تھی اور کئی روز بعد وہاں سے نکال کر دفن کی گئی تھی۔

[2] مغرب کے متعصب مورخوں نے بھی یورپ کے اس متحدہ لشکر کی ذلت آمیز شکست کو تسلیم کیا ہے۔

سے نہ سنا تھا کہ تمہارے شوہر نے ایک سفارت ہمارے پاس بھیج کر ہمیں دھمکی دی تھی کہ ہم بلغراد شہر اس کے حوالے کر دیں۔ ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں اور پھر تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہم نے جنگ کا فیصلہ کیا اور موہاکس کے اس سرخ میدان میں ہم نے یورپ کے اس متحدہ اور ان گنت لشکر کو ایک بھیانک اور سبق آموز شکست دی ہے۔ کیا تم نے بھی اپنے شوہر کو نہ سمجھایا تھا کہ اس قوم سے نہ ٹکراؤ جو مغرب کے سب سے مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعے کو بھی سر کر چکی ہے۔ کاش وہ ہمیں جنگ کی دعوت نہ دیتا۔ ہم سے بلغراد نہ مانگتا تو ہم اسے امن و سکون کے ساتھ ہنگری پر حکومت کرنے دیتے لیکن اس کے کردار کی رگوں میں گندے خون کی حدت بڑھ گئی تھی وہ اپنی ذات کے حصار میں سما نہ سکا تھا اور پھر اس کا انجام وہی ہوا جو ایک شاہین ایک مریل چنڈول پر حملہ آور ہو کر کرتا ہے۔"

ملکہ میری نے اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔ اس نے خیمے کے سامنے والے راستے سے دیکھا سورج اپنے گھٹنوں میں سر لیے افق پر بیٹھا زمین پر اپنا آخری طلسم پھونک رہا تھا۔ ملکہ میری کا سر جھک گیا اور دوبارہ وہ ان جانی سوچوں میں کھو گئی تھی۔

سلطان نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے ملکہ! تمہیں خبر ہو گی عورت خواہ قیدی ہو، غلام ہو یا آزاد ہم اس کا احترام کرتے ہیں۔ ہم تمہیں یہاں سے بحفاظت رخصت ہونے کی اجازت دیں گے۔ اپنی رخصتی سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو کہو۔"

ملکہ میری نے اپنا سر اوپر اٹھایا اس کی آنکھوں میں چمک، چہرے پر رونق اور اس کے سرخ گلاب ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ آ گئی تھی پھر اس نے اپنی مترنم آواز میں کہا۔ "اے مشرق کے عظیم سلطان! میں یہاں سے رخصت نہیں ہونا چاہتی۔ میں یہیں رہوں گی آپ کے لشکر میں۔"

سلطان سلیمان نے حیرت اور تعجب سے پوچھا۔ "تم یہاں میرے لشکر میں کہاں اور کس کے پاس رہو گی؟" میری نے کہا: "مجھے میرے چند جاگنے والے جاسوسوں نے

خبر دی تھی کہ میرے شوہر اور ہنگری کے بادشاہ لوئی کو آپ کے ایک جرنیل نے جنگ کے دوران للکار کر مارا تھا۔ پہلے میں آپ کے اس جرنیل کو دیکھنا چاہتی ہوں پھر میں آپ کے سوال کا جواب دوں گی۔"

سلطان سلیمان نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا: "لوئی کو جنگ میں قتل کرنے والا میرے ہراول لشکر کا سالار ہے۔ لوئی کے علاوہ اسقف توموری کو بھی اسی جرنیل نے جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس کا نام عیلام ہے اور یہ وہی جوان ہے جس نے نہ صرف موہاکس کے اس میدان میں انفرادی جنگ جیتی تھی بلکہ اس جرمن گولڈ نائٹ سے مقابلہ کر کے اسے بھی موت کی نیند سلا دیا تھا۔ جو ہمارے پاس جانے والی لوئی کی سفارت میں شامل تھی اور جس نے سرکشی کا اظہار کر کے خود عیلام کو مقابلے کی دعوت دی تھی۔

میری نے بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "سلطانِ محترم! کیا میں آپ کے اس جرنیل کو دیکھ سکوں گی اور اس سے گفتگو کر سکوں گی۔ جس کا نام آپ نے عیلام بتایا ہے۔"

سلطان نے اپنے سامنے بیٹھے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "عیلام! عیلام! میرے دوست! اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ ملکہ نے جو کچھ تم سے کہنا ہے کہہ لے۔" عیلام فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ سلطان نے پھر میری کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے ملکہ یہی وہ جوان ہے جس نے اس جنگ میں لوئی اور اسقف توموری پر قابو پا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اسے مخاطب کرنے سے قبل ایک بات ذہن نشین رکھنا۔ تم اسے اپنے شوہر لوئی کا قاتل سمجھ کر اپنے منہ سے اگر کوئی ایسا جملہ ادا کرو گی جو اس کی شجاعت اور جاں نثاری کے لیے ہتک آمیز ہو تو سن رکھو وہ میرے اور یہاں بیٹھے ہر فرد کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گا۔ اس لیے کہ میں ان لوگوں کے خلاف سننے کا عادی نہیں ہوں جو حق پہ ہوں۔"

میری چند قدم آگے بڑھی اور عیلام سے قریب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا

"اے عظیم شاہسوار کیا تم نے ہی اس جنگ میں لوئی کو قتل کیا تھا؟"

عیلام نے میری کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "ہاں جنگ میں اسے میں نے ہی قتل کیا تھا۔"

میری نے پُر امید آنکھوں سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اب جب کہ میرا شوہر مارا گیا ہے۔ کیا تم مجھے اپنے حرم میں داخل کرتے ہو۔ یسوع مسیح کی قسم تم سے شادی کر کے میں خوش ہوں گی اور لوئی سے بڑھ کر تمہاری خدمت کروں گی۔"

عیلام نے اسی طرح زمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے ملکہ! میں سلطان کے لشکر کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ میرا کوئی حرم نہیں ہے۔"

میری نے دوبارہ پُرشوق نگاہوں سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم سلطان کے لشکر میں ایک ادنیٰ سپاہی ہو تو بھی میں بخوشی تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں۔"

عیلام نے اس بار فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "لیکن میں تم سے شادی نہیں کر سکتا۔" میری کے چہرے پر اداس تیوں کی سی زرد رُت چھا گئی تھی اور خیمے کے سناٹے میں عیلام کے جواب پر وہ بے تعبیر شمع کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ جلد ہی اپنے چہرے پر بکھرتے تخیل کے نقش و نگار کو میری نے سنبھال لیا اور دوبارہ عیلام سے پوچھا۔ "کیا تم نے پہلے سے شادی کر رکھی ہے اور تمہاری بیوی مجھ سے بھی زیادہ حسین ہے۔" عیلام نے کہا۔ "میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔"

میری نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "پھر مجھ سے شادی کرنے پر تمہیں انکار کیوں ہے؟"

عیلام نے بلند آواز میں کہا۔ "تم غلط فیصلہ کر رہی ہو۔ میرے ساتھ گھر کی تلاش میں تم تیرگی کے زخموں میں کھو جاؤ گی۔ تم کسی مغرب کے بادشاہ یا حکمران کے ساتھ ہی خوش رہ سکتی ہو۔ جاؤ مغرب کے کسی محفوظ مقام کی طرف لوٹ جاؤ۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ تم سے شادی نہ کروں گا۔ اب اس موضوع پر میرے ساتھ گفتگو نہ کرنا۔"

میری کی حالت انتہائی افسوس ناک ہو گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ گردن جھکائے اپنے آپ کو سنبھالتی رہی پھر اس نے سلطان سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سلطانِ محترم! مشرق کے سپاہی بھی کیسے عظیم ہیں۔ جس طرح میں نے اس جوان کو شادی کی پیش کش کی ہے اس طرح اگر میں مغرب کے کسی لشکر میں ایسی خواہش کا اظہار کرتی تو میرے ساتھ شادی کرنے والوں کی قطاریں کھڑی ہو جاتیں۔ بہر حال میں عیلام کے کردار سے خوش اور مطمئن ہوں۔ میں اب دمشق آنا جانا پسند کروں گی۔ میرے چند محافظ آپ کے خیمے سے باہر کھڑے ہیں۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گی مجھے اب جانے کی اجازت دیجئے۔"

سلطان نے بڑی فراخدلی سے کہا۔ "تم اب جا سکتی ہو۔" میری خیمے سے باہر نکلی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور دامن کوہ میں پھیلے پس منظر میں وہ مغرب کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب کہ سورج غروب ہو رہا تھا میری اور اس کے محافظ سوار نشیب میں اتر کر ایک چشمے کے پاس سے گزرنے والی اس پگ ڈنڈی پر جا رہے تھے۔ جو موہاکس کے میدانوں سے نکل کر بوڈا شہر سے ہوتی ہوئی دور مغرب میں ہنگری کے پایۂ تخت ویانا کی طرف چلی گئی تھی۔

ملکہ میری کے باہر نکلنے سے چند ہی ثانیوں بعد سلطان کا حاجب خیمے میں داخل ہوا اور سر جھکاتے ہوئے اس نے سلطان سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"سلطانِ محترم! دشمن کے لشکر کا ایک سردار جو اپنا نام جان زپولیا

ـلـ ہیرولیم نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ مرنے والے بادشاہ لوئی کی بیوی اور اسپین کے بادشاہ چارلس کی بہن میری موہاکس کے میدان سے ویانا چلی گئی تھی۔

بتاتا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اسے جنگ کے دوران گرفتار نہیں کیا گیا بلکہ وہ جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں چھپا ہوا تھا اور خود ہی وہاں سے نکل کر ادھر آیا ہے۔"

سلطان سلیمان نے خیمے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے حاجب سے کہا۔ "اسے اندر بلاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد پینتیس چالیس کے سن کا ایک شخص خیمے میں داخل ہوا اور سلطان کے سامنے کھڑے ہو کر یورپی انداز میں شاہانہ آداب بجا لاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے مسلمانوں کے عظیم سلطان! میرا نام جان زپولیا ہے اور میں ہنگری کی جنوبی ریاست ٹرانسلوے نیا کا حکمران ہوں۔ گو میں آج کی جنگ میں آپ کے خلاف لڑا ہوں لیکن اس جنگ میں اپنی مرضی کے خلاف میں نے حصہ لیا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو ہنگری کا مرنے والا بادشاہ لوئی اور جرمن نائٹس مل کر مجھ سے میری ریاست ٹرانسلوے نیا چھین لیتے۔ جنگ جب زوروں پر تھی تو اس وقت اپنے لشکر کے سپاہیوں کو ایک ایک دو دو کر کے میں نے جنگ سے نکال دیا تھا اور خود بھی موقع پا کر میں جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے اندر چھپ گیا تھا اور اب میں خود اپنی مرضی سے آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔ کوئی مجھے پکڑ کر نہیں لایا۔ میں آپ سے ایک التجا اور عہد کرنا چاہتا ہوں۔"

سلطان سلیمان نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہو کہا۔ "تم بلا جھجک کہو۔ ہم تمہاری باتیں غور سے سنیں گے۔"

جان زپولیا نے سلطان کی باتوں سے حوصلہ پا کر سنبھلتے ہوئے کہا۔ "سلطان عالیشان! میرا تعلق ہنگری کے قدیم شاہی خاندان سے ہے اور میں ہنگری کے تخت کا دعویدار ہوں لیکن ہاپس برگ[1] بھائیوں نے اپنی طاقت استعمال

۱؎ ہاپس برگ ایک قوم اور خاندان کا نام تھا۔ اسپین کا بادشاہ چارلس اور اس کو

کر کے لوئی کو ہنگری کا بادشاہ بنا دیا۔ اس لیے کہ ہاپس برگ بھائیوں کی بہن میری لوئی کی بیوی تھی جب کہ لوئی کی بہن این ہاپس برگوں کے چھوٹے بھائی کی بیوی ہے۔ لوئی کا ہنگری سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ وہ پولینڈ کا باشندہ ہے۔"

سلطان نے جان زپولیا کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ "پہلے یہ وضاحت کرو کہ ہاپس برگ بھائی کون ہیں۔"

جان زپولیا نے کہا۔ "سلطان محترم! ہاپس برگ بھائی اسپین کے بادشاہ چارلس اور اس کے چھوٹے بھائی فرڈی ننڈ کو کہتے ہیں۔ ان کی قوم چونکہ ہاپس برگ ہے لہذا یورپی ممالک میں انہیں ہاپس برگ برادران کہا جاتا ہے۔ ان دونوں بھائیوں نے میری حق تلفی کی ہے۔ اور ہنگری پر حکومت کرنے میں آپ اگر میرا ساتھ دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمیشہ آپ کا مطیع و فرمانبردار رہوں گا۔ ضرورت کے وقت ہنگری سے آپ کو جنگی قوت مہیا کروں گا اور جو خراج آپ مجھ پر عاید کریں گے اسے باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا۔ میرے پاس اب بھی اس قدر فوجی قوت ہے کہ میں اپنی کوہستانی ریاست ٹرانسلوے نیا سے نکل کر پورے ہنگری پر قابض ہو سکتا ہوں۔ مجھے صرف ہاپس برادران کی طرف سے خطرہ ہے۔ میں آپ سے یہ یقین دہانی چاہتا ہوں کہ اگر کبھی ہاپس برادران مجھ پر حملہ آور ہو جائیں تو آپ ان کے خلاف میرا دفاع کریں گے۔"

سلطان سلیمان نے چند لمحوں کے غور و فکر کے بعد کہا۔ "ہمیں تمہارے ساتھ [illegible] منظور ہے۔ اگر تم نے خلوص نیت سے اطاعت کی اور ضرورت کے وقت فوجی امداد مہیا کی تو ہم تمہارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہارا خراج[2] بھی معاف کر دیں گے۔ اس کے علاوہ اپنا کوئی ایسا آدمی بھی مقرر کرو جو قسطنطنیہ میں ہمارے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۴) بھائی فرڈی ننڈ چونکہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لہذا انہیں ہاپس برگ بھائی کہتے تھے۔

۲؎ جان زپولیا کی کارگزاری سے خوش ہو کر سلطان نے بعد میں اس کا خراج معاف

تمہارے سفیر کی حیثیت سے رہے اور بوقت ضرورت وہ تمہیں ہمارے احکامات پہنچانے کا انتظام کرتا رہے۔"

جان زپولیا نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "سلطان محترم! میرا ایک قریبی دوست اور ساتھی ہے۔ اس کا نام گرٹی تی[له] ہے۔ اسے میں آپ کے پاس قسطنطنیہ بھیج دوں گا وہ ویسے بھی مسلمانوں کا بہت مداح ہے۔"

سلطان نے گفتگو کو آخری گرہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم پورے ملک کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرو۔ چارلس اور فرڈی نند کی یلغار کے خلاف ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور سنو! وی آنا کے بجائے اپنا دارالحکومت بودا شہر کو بنانا۔ ہم بھی یہاں سے بودا روانہ ہوں گے اور اس شہر کو تمہارے لیے فتح کر کے واپس لوٹ جائیں گے۔ وی آنا ایک ایسا شہر ہے جس کے قریب قریب اکثر یورپی ممالک کی سرحدیں ملتی ہیں اس لیے ہم وی آنا کو اپنے اور مغرب کے درمیان حد فاصل رکھنا چاہتے ہیں۔ مستقبل میں بھی حالات خواہ کیسے ہی دگرگوں ہوئے ہم وی آنا پر قبضہ نہ کریں گے اور اپنے اس فیصلے پر قائم رہیں گے کہ وی آنا مغرب کی طرف ہماری سلطنت کی آخری حد ہوگا۔

اس وقت جب کہ ہم صرف ہنگری ہی نہیں بلکہ پورے یورپ کی عسکری قوت کی کمر توڑ چکے ہیں کوئی بھی طاقت ہمیں وی آنا پر قبضہ کرنے سے روک نہیں سکتی لیکن ہم ایسا نہیں کریں گے۔ وی آنا ایک سرحدی شہر ہی رہے گا اور ہم کبھی اسے اس پر قبضہ کرنے کی نیت سے نہ دیکھیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ ہم وعدے کے مطابق بودا شہر کو تمہارے لیے فتح کر دیں گے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵) کر دیا تھا۔

له گرٹی تی ایک عرصہ تک قسطنطنیہ میں جان زپولیا کے سفیر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔

جان زپولیا نے جھک کر سلطان کا شکریہ ادا کیا اور وہ شاہی خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔

یورپ کی متحدہ قوت کو کچلنے کے بعد سلطان سلیمان نے چند یوم تک اپنے لشکر کے ساتھ موہاکس کے سرسبز میدانوں میں قیام کیا۔ اس نے اپنے زخمیوں کی حالت درست کی۔ اپنے لشکر میں مال غنیمت تقسیم کیا اور پھر اس نے وہاں سے کوچ کیا۔ اب وہ چوڑے اور گہرے پاٹ والے دریائے ڈینیوب کے برہنہ ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

جان زپولیا سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق اس کا رخ اب ہنگری کے دوسرے شہر بودا کی طرف تھا۔ دریا کے ساحل پر دور دور تک سلطان کے لشکریوں کے فضا میں بلند نیزوں کی انیاں چمک رہی تھیں لشکر کے وسط میں لشکر کا قاری سورۂ کہف کی تلاوت کرتا جا رہا تھا۔ ہر شے پر سکوت طاری تھا، لگتا تھا ہر کوئی قرأت کے لحن میں ڈوب گیا ہو۔

راستے میں پڑنے والے قلعوں اور چھوٹے چھوٹے شہروں کے اونچے کلیساؤں کے گنبدوں سے گھنٹے بجنے کی صدائیں سنائی دے جاتی تھیں ورنہ اس راستے پر کوئی ہلچل اور سرکشی دکھائی نہ دیتی اور نہ ہی کسی لشکر یا قزاق مزاج قبائل نے سلطان کے راستے میں حائل ہونے کی کوشش کی۔ لگتا تھا پورے یورپ پر سلطان کی دہشت اور شکست چھا گئی ہو۔

بودا شہر سے باہر سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ ایک قدرے وحشی ندی کے کنارے قیام کیا جو بل کھاتی ہوئی جنوب کے پہاڑوں کی طرف سے آتی تھی اور بودا شہر کے قریب کسی کوہستانی پگ ڈنڈی کی طرح بل کھاتی ہوئی شمال میں دریائے ڈینیوب سے بغل گیر ہوتے چلی گئی تھی۔

گدلے پانی کی اس ندی پر ایک مضبوط چوبی پل بنا ہوا تھا جس کے اس

پار بوداشہر نظر آ رہا تھا۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اس ندی کے دونوں جانب قیام کیا اور پل پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

سلطان کا ارادہ تھا کہ لشکر کو ایک رات آرام کرنے کی مہلت دے کر اگلے روز شہر کا محاصرہ کرے گا لیکن زندہ و بیدار قدرت کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔ بودا شہر کی حفاظت کے لیے موہاکس کے میدان میں مرنے والے ہنگری کے بادشاہ لوئی کا جو لشکر تھا وہ سلطان کی آمد کا سنتے ہی شہر چھوڑ کر وی آنا کی طرف بھاگ گیا۔ شہر کے پادریوں اور راہبوں نے انہیں روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی اور لشکر اپنے سالار سمیت شہر سے نکل کر بھاگ گیا تھا۔

سلطان کو بوداشہر کے لیے کسی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ شہر کا حاکم خود شہر کی کنجیاں لے کر ندی کے کنارے خیمہ زن سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بصد احترام سلطان کو شہر کی کنجیاں اس نے پیش کیں۔

شہر کے پادریوں اور راہبوں میں سے کوئی بھی اس حاکم کے ساتھ نہ آیا اس لیے کہ وہ سلطان سلیمان سے حسد رکھتے تھے۔ کیونکہ سلطان نے روڈس اور بلغراد فتح کرنے کے علاوہ یورپ کے ایک وسیع حصے پر قبضہ کر لیا تھا اور پادریوں کو اس کا سخت صدمہ تھا۔ حتیٰ کہ شہر کا اسقف جس کی اہمیت شہر میں حاکم کے سب سے زیادہ تھی وہ بھی سلطان کے پاس نہ آیا۔

سلطان نے ہر بات درگزر کی۔ اس نے شہر کی چابیاں وصول کیں اور حاکم کو تنبیہ کی کہ بوداشہر جان زپولیہ کے تحت رہے۔ اس کے بعد سلطان نے شہر میں داخل ہونے سے قبل احکامات جاری کیے کہ شہر میں کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا نہ لوٹا جائے گا۔ اس کے باوجود اسلامی لشکر جب شہر میں داخل ہوا تو پراسرار طور پر بوداشہر میں آگ[1] لگ گئی

[1] یورپی تاریخ نویسوں کا مقصد یہ کہہ دینا کہ شہر میں اس وقت آگ لگ گئی جس وقت اسلامی

سلطان نے فوراً ابراہیم کو حکم دیا کہ آگ پر قابو پایا جائے۔ ابراہیم لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آگ[1] پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ شہر کے ایک باغ میں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔

چند یوم تک یہاں رک کر سلطان نے شہر کا نظم و نسق درست کیا۔ بودا شہر کے سابقہ حاکم کو برقرار رکھ کر اور شہر کو جان زپولیا کی ملکیت قرار دے کر سلطان نے ہنگری کے قدیم بادشاہ ماتھیاس کروینس کا کتب خانہ اور شہر میں نصب ترکوں کی وہ قدیم توپیں[2] جو ایک جنگ میں اہل ہنگری کے ہاتھ آ گئی تھیں قسطنطنیہ لے جانے کے لیے اپنے جہازوں میں لادی تھیں۔

ابراہیم نے شہر کے بڑے دروازے کے پاس ہرقلیس، اپالو اور ڈیانا کے دیو پیکر مجسمے[3] نصب تھے وہ بھی اکھڑوا کر اپنے بحری جہازوں میں لاد دیے تھے۔ طرح سلطان نے قسطنطنیہ کی طرف کوچ کیا اور اس کا بحری بیڑا دریائے ڈینیوب

حاشیہ صفحہ ۱۲۸: لشکر شہر میں داخل ہوا ایک جانبدار رویہ ہے اور انہوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ آگ مسلمانوں نے لگائی تھی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ آگ شہر کے پادریوں نے اسلامی لشکر کو بدنام کرنے کے لیے لگائی تھی۔ کیونکہ سلطان جو احکامات جاری کرتے تھے اسلامی لشکر اس پر سختی سے عملدرآمد کرتا تھا اور کسی کو بھی یا نافرمانی کا سوال ہی نہ اٹھتا تھا۔ سلطان کے روزنامچے میں بھی درج ہے کہ ۱۴ ستمبر کو شہر میں آگ لگا دی گئی۔

ہیرالڈ لیم کا یہ کہنا کہ وہاں آگ بجھ نہ سکی تھی اور سوائے اس باغ کے جس کے اندر سلطان سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ مقیم تھا ہر شے جل کر راکھ ہو گئی تھی مشکوک ہے۔ آگ پر قابو پا لیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ماتھیاس کوروینس کا وہ کتب خانہ بھی جل جاتا جو سلطان اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا تھا۔

[2] یہ توپیں سلطان محمد فاتح کے دور میں اہل ہنگری کے ہاتھ آئی تھیں۔

[3] یہ مجسمے ابراہیم نے فتح کی نشانی کے طور پر رکھ لیے تھے۔ نہ اس لیے جیسا کہ ہیرالڈ لیم نے

اور عمرو ویکسین کے راستے بورا شہر سے کوچ کر گیا تھا۔

حویلی کے اصطبل میں ایک روز عیلام اور کوروش اپنے گھوڑوں کو کھریرہ کر رہے تھے کہ بوڑھا ازبک طاؤس خان جو عیلام کے چچا جنید خان کا پرانا خادم تھا اور اب اپنی بیوی مافلیس کے ساتھ عیلام کے پاس رہ رہا ہے اصطبل میں آیا اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "آقا! وہ بوڑھا سربی سردار بلسان آپ سے ملنے آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی ایشتار بھی ہے۔ میں ان دونوں کو دیوان خانے میں بٹھا آیا ہوں۔"

کوروش نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ اس بوڑھے سازشی اور اس کی بیٹی سے ہمیشہ کے لیے اپنی جان کیوں نہیں چھڑا لیتے۔ مجھے یہ دونوں ایسا زہر لگتے ہیں جو ہلکے ہلکے اور ایک مدت گزار کر انسانی جسموں میں اثر کرتا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کھل کر آج بلسان سے بات کروں اور اس پر عیاں کر دوں کہ تم اس مقصد کے لیے اس حویلی میں آتے ہو اور تمہارا آنا ہمیں ناگوار گزرتا ہے۔"

عیلام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نہیں کوروش! یوں کسی کو دھتکار کر اپنے گھر سے نکال نہیں دیا جاتا ہے۔ سنو کوروش سنو! میں اب تک یقیناً بلسان اور اس کی بیٹی ایشتار سے اپنی جان چھڑا چکا ہوتا لیکن مجھے تو اس لڑکی کی تلاش ہے جس نے مجھے بلغراد میں بلسان اور ایشتار کے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ پھر اس نے مجھے اس وقت روڈس کے فتح ہونے کی مبارک باد دی تھی جب میں اپنے لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ کے بازاروں میں سے گزر رہا تھا۔ اس لڑکی نے مجھے تجسس میں ڈال رکھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۹) کہا ہے کہ یونانی ہونے کی وجہ سے ابراہیم کو ان سے لگاؤ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو سلطان، ابراہیم کا سر قلم کروا دیتا۔ جیسا کہ بعد میں سلطان ابراہیم کے ساتھ ایسا کر دکھایا تھا جب اس نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا تھا۔

ہے۔ گو ہر بار وہ اپنا جسم اور چہرہ خوب ڈھانپے ہوئے تھی لیکن اس کے اطوار اس کے جسمانی اعضاء اس امر کے غماض ہیں کہ وہ انتہائی خوب صورت ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں وہ کون ہے۔ اس نے مجھے کیوں بلسان اور ایشتار کے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے اگر آج میں بلسان اور ایشتار کو دھتکار کر ان سے جان چھڑا لوں تو اس لڑکی سے میں کبھی نہ مل سکوں گا کیونکہ ان کے تعلق سے ہی وہ میری طرف مائل ہوتی تھی۔ ایک بار مجھے یہ پتہ چل جائے کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے پھر میں اسی روز بلسان اور ایشتار کے ساتھ آخری فیصلہ کر لوں گا۔ ویسے ایک بات طے ہے کہ اس گمنام لڑکی کا تعلق سربی قوم سے ہے۔ اس لیے کہ پہلی بار وہ بلغراد میں میرے سامنے آئی اور پھر قسطنطنیہ میں اس نے فتح روڈس کی مجھے مبارک باد دی۔

کوروش نے دبے دبے لہجے میں پوچھا۔ "اگر وہ لڑکی آپ کو مل جائے تو کیا آپ اس سے شادی کر لیں گے؟"

عیلام نے کہا۔ "ہاں اگر اس کی رضامندی ہوئی تو میں ضرور اس سے شادی کر لوں گا۔"

کوروش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور لیسان کا کیا بنے گا جب کہ اس کی گفتگو اور چلنے کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی آپ کو پسند کرتی ہے۔"

عیلام نے کہا۔ "میں لیسان کو بھی مایوس نہ کروں گا۔ میں اس سے بھی شادی کر لوں گا۔ اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ آؤ بلسان اور ایشتار سے ملتے ہیں۔" دونوں اصطبل سے نکل کر دیوان خانے کی طرف جا رہے تھے۔

عیلام اور کوروش دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ بلسان اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر عیلام اور کوروش سے معانقہ کیا۔ عیلام نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "آج آپ دونوں نے کیسے زحمت کی؟"

بلسان کی بجائے ایشتار نے اپنی مترنم اور گنگناتی آواز میں کہا۔ "آپ ایک

عرصے سے ہمیں ٹالتے آ رہے ہیں۔ آج ہم آپ سے یہ التماس کرنے آئے ہیں کہ آج شام آپ ہمارے ہاں آئیں اور وہیں کھانا کھائیں۔

یاد رکھئے ہم اب مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ اس خیال کو ذہن میں رکھ کر نہ آئیں کہ ہم آپ سے ایک رشتہ قائم کرنے کے لالچ میں ایسا کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کی یہ دعوت ہم اب رومیوں اور یودا کی عظیم فتح کی خوشی میں کرنا چاہتے ہیں۔ آپس میں کسی رشتے کی زنجیر قائم کرنا دوسری بات ہے۔ اگر آپ کا دل مانا تو ایسا ہو جائے گا اور یہ ہمارے لیے فخر کا باعث ہوگا۔ اگر آپ کا دل نہ مانا تو بخدا ہمیں آپ سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہ ہوگا۔ اب بولیے آپ کیا کہتے ہیں۔"

عیلام نے فوراً کہہ دیا۔ "جو کچھ تم نے کہا ہے اگر یہ درست ہے تو میں آج شام ضرور آپ کے گھر آؤں گا۔"

بلسان کھڑا ہو گیا اور عیلام سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کی نوازش کہ آپ نے ہماری بات رکھ لی۔ ہم آج شام آپ کا انتظار کریں گے۔"

بلسان اور ایشتار دونوں دیوان خانے سے باہر نکل گئے تھے۔ چند ہی ثانیوں بعد ایشتار اچانک بھاگتی ہوئی آئی اور دروازے پر ہی کھڑے ہو کر اس نے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

"آپ یہ وہم نہ دل میں لے کر آنا کہ آپ کے ساتھ دھوکا ہوگا وہ وقت گذر گیا۔ اب ہمارے ہاں آپ سے خلوص کرنے والے بہت ہیں۔" ایشتار مڑی اور بھاگتی ہوئی چلی گئی تھی۔

اسی روز شام کے وقت عیلام اور کوروش بلسان اور ایشتار کے ہاں جانے کے لیے شہر سے نکل کر کوہستانوں کے اندر سرپی قوم کے نئے آباد محلے بلغراد کی طرف جا رہے تھے۔

جب وہ ایک ٹیلے سے اتر کر ایک تنگ سی نشیب میں آگے جا رہے تھے تو ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور عیلام کے گھوڑے کے اگلے سموں کے قریب زمین

میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس تیر کی دم پر ایک تہہ کیا ہوا کاغذ بھی بندھا تھا۔

عیلام فوراً گھوڑے سے کود گیا۔ اس نے تیر سے بندھا ہوا کاغذ کھول کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"میرے آقا! بلسان کے ہاں آپ ان برتنوں میں کھانا نہ کھائیں جو چاندی کے ہوں۔ مٹی کے برتنوں سے بلا جھجک کھائیے۔ جہاں آپ کا ایک طرف دار اور غم گسار تھا وہاں اب دو ہیں۔ آپ کو اصل خطرہ بلسان سے ہے۔ ایشتار اب مخلص اور بے ضرر ہے۔"

عیلام وہ پیغام پڑھنے کے بعد اپنے گھوڑے پر ایک زہریلی جست کے ساتھ سوار ہوا اور اسے ایڑ لگاتے ہوئے اس نے کوروش سے کہا۔

"کوروش! کوروش! یہیں رک کر میرا انتظار کرو۔ تیر کا زمین میں پیوست ہونے کا انداز بتاتا ہے کہ یہ مغرب کی طرف سے آیا ہے۔ یہ پیغام یقیناً اس لڑکی کا ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔ وہ یقیناً اس سامنے والے ٹیلے کے پیچھے ہوگی۔"

عیلام نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ جب وہ سامنے والے ٹیلے کے اس پار گیا تو اس نے دیکھا میدان میں ایک لڑکی اپنا گھوڑا بھگاتی ہوئی بستی کی طرف جا رہی تھی۔ عیلام نے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگا کر اس کی رفتار اور تیز کر دی تھی۔ لڑکی نے بھی عیلام کو اپنے پیچھے آتے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے گھوڑے کو تیزی سے بھگانا شروع کر دیا تھا۔ سورج مغرب کی فناہ گاہوں میں غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں میں اندھیروں کی طیلسان پھیلنے لگی تھی اور عیلام کا گھوڑا ہلکے ہلکے ہنہناتا اور نتھنے پھڑپھڑاتا ہوا اپنے اور اس لڑکی کے درمیانی فاصلے کو بڑی تیزی سے سمیٹتا جا رہا تھا۔

کھلا فضاؤں میں نشیلے نغمے بکھیرتی بادلوں کو اپنے شانوں پر اٹھائے مغرب سے مشرق کی طرف بھاگ رہی تھی۔ عیلام کا گھوڑا اب اس لڑکی سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اس لڑکی نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا اور اپنے جسم پر اس نے سفید رنگ کی ریشمی عبا پہن رکھی تھی۔ جس وادی میں وہ گھوڑے دوڑا رہے تھے اس سے بائیں طرف بحیرہ مارمرا میں دن بھر کے تھکے ہارے ماہی گیر نیلے پانی میں لہراتے اپنی کشتیوں کے بادبان سمیٹ رہے تھے اور دائیں طرف خم در خم پاٹتے صنوبر اور سرو کے درختوں کا جنگل دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔

عیلام جب اس لڑکی کے پہلو میں آیا تو اس نے دیکھا سامنے ایک گہری کھائی آگئی تھی۔ قریب تھا کہ دونوں گھوڑے تیزی سے بھاگتے ہوئے اس کھائی میں گر جاتے کہ عیلام برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آیا۔ دائیں ہاتھ سے اس نے لڑکی کو اس کے گھوڑے سے اچک لیا تھا اور بائیں ہاتھ سے اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں۔

اس لڑکی کا گھوڑا گھبراہٹ کے عالم میں اس کھائی میں گر گیا اور بُری طرح ہنہناتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عیلام کا گھوڑا اپنی پوری طغیانی میں اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر ہنہناتا ہوا رک گیا تھا۔

عیلام نے پہلے لڑکی کو نیچے اتارا پھر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی اور خود بھی وہ نیچے اُتر گیا۔ عیلام نے اس لڑکی سے قریب ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”کون ہو تم؟ اپنا چہرہ تم نے کیوں ڈھانپ رکھا ہے اور کیوں تم بار بار میری سلامتی کی خاطر مجھے تنبیہہ کرتی رہی ہو؟“

لڑکی نے عبا کے اندر چھپے ہوئے اپنے ہاتھ نکالے پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دی تھی۔ عیلام ششدر اور دنگ رہ گیا وہ روشنی میں ڈوبے ہوئے چاند کی طرح حسین لیسان تھی۔

ایک بار گہری مسکراہٹ میں اس نے عیلام کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اس نے اپنی گردن جھکا لی تھی۔

عیلام مسکراتا ہوا قریب آیا اور حیرت زدہ انداز میں اس نے پوچھا۔ ”لیسان! لیسان! کیا بغداد میں بھی بلسان اور ایشتار کے خطرے سے مجھے تم ہی نے آگاہ کیا تھا؟“

لیسان کی گردن جھکی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ لگتا تھا وہ کسی گہرے مراقبے میں ڈوب گئی ہو یا اس کی زبان پتھر کی سِل ہو گئی ہو۔ وہ اسی طرح خاموش اور گردن جھکائے کھڑی تھی جیسے اس کے جنگل کا کوئی تنہا خوشبودار درخت جس کی سرخوں کے پتے اچانک جھڑ گئے ہوں۔

عیلام آگے بڑھا اور پیار سے لیسان کا شانہ پکڑ کر ہلاتے ہوئے پوچھا۔ ”لیسان! لیسان! تم بولتی کیوں نہیں ہو؟“

لیسان نے اس بار اپنی گردن سیدھی کی اور عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے

اس نے خوشی اور شادمانی کے زمزمے بکھیرتی آواز میں کہا۔

"بغداد میں بلسان اور ایشتار کے خطرے سے میں نے آپ کو آگاہ کیا تھا۔"

عیلام نے اور زیادہ تجسس میں پوچھا۔ "لیکن تم بغداد کیا کرنے گئی تھی اور بلسان سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

لیسان نے کہا۔ "بلسان میرا ماموں ہے اور جن دنوں بغداد شہر فتح ہوا تھا میں ان دنوں اپنے ماموں کے ہاں بغداد میں رہ رہی تھی۔ جنگِ بغداد میں آپ نے جس سربی سردار کو قتل کیا تھا وہ میرا ماموں زاد اور بلسان کا بیٹا تھا۔ میرا ماموں میری شادی اس سے کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میں اُسے ناپسند کرتی تھی۔ اگر وہ زندہ رہتا تو میں قسطنطنیہ آنے کے بجائے روڈس میں ہی پڑی رہتی اس طرح اپنے ماموں کے ہاں آ کر نہ رہتی۔ میں ایسے لوگوں سے شدید نفرت کرتی ہوں جن کا کوئی کردار نہ ہو اور میرا ماموں زاد بھی ایسے لوگوں میں سے تھا۔"

عیلام نے احسان مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا مشکور ہوں کہ تم مجھے بلسان اور ایشتار کے خطرے سے آگاہ کرتی رہی ہو کاش ——"

لیسان نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ "ایشتار سے اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ خلوصِ دل سے مسلمان ہو چکی ہے۔ اب وہ اس امر کے خلاف ہے کہ آپ سے شادی کر کے آپ کو دھوکا دے۔ ویسے بھی اب وہ آپ سے شادی نہ کرے گی اس لیے کہ آناسیہ نے اسے میری اور آپ کی روڈس اور قسطنطنیہ کی ملاقاتوں کے متعلق تفصیل سے بتا دیا ہے۔"

عیلام نے مسکراتے ہوئے پوچھا "لیسان! لیسان! بغداد میں تم نے مجھے جو پہلا خط لکھا تھا اس میں تم نے یہ کیسے تحریر کر دیا تھا کہ "بلسان کی ایک بیٹی ہے جو نہایت پرکشش اور خوب صورت ہے" حالانکہ ایشتار خوب صورتی اور شخصیت کی وجاہت میں تمہارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ تم میں اور ایشتار میں ایسا ہی فرق ہے جیسے بدرِ کامل اور ٹمٹماتے مدھم ستارے میں۔"

لیسان نے شرماتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنے آپ سے اس کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے تو خط نہ لکھا تھا۔"

عیلام پیچھے ہٹا پھر وہ بھاگتا ہوا اس کھائی میں اُتر گیا جس میں لیسان کا گھوڑا گر گیا تھا اور اب وہاں خاموش کھڑا تھا۔ عیلام گھوڑے کی باگ پکڑ کر باہر لایا اور لیسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو چلیں، اب میں تمہارے ساتھ ہی تمہارے ماموں کے گھر چلوں گا۔"

لیسان چونک سی پڑی اور آگے بڑھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "پہلے مجھے جانے دیجئے۔ آپ بعد میں آئیے۔ میرے ماموں نے اگر مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا اور اسے یہ خبر ہو گئی کہ میں آپ کو جانتی ہوں اور آپ سے ملتی ہوں تو وہ میری گردن کاٹنے سے بھی دریغ نہ کرے گا۔ اپنے مطلب کے لیے وہ نہایت ظالم اور جابر انسان ہے۔"

عیلام نے پیچھے ہٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا تم چلو، میں اور کوروش تمہارے پیچھے پیچھے کچھ فاصلہ رکھ کر آتے ہیں۔"

لیسان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلی گئی۔ عیلام نشیب سے نکل کر اپنے گھوڑے کو اس طرف بھگا رہا تھا۔ جہاں کوروش کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

جب وہ نزدیک گیا تو کوروش نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ "کون تھی؟"

عیلام نے اپنی خوشی اور ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "لیسان تھی وہ بلسان کی بھانجی ہے اور وہی اپنا آپ چھپا کر مجھے بلسان اور ایشتار کے خطرے سے آگاہ کیا کرتی تھی۔ آؤ اب چلیں دیر ہو رہی ہے۔" دونوں نے اپنے گھوڑوں کو سامنے کی طرف ہانک دیا تھا۔

سورج مغربی اُفق پر آتش نما سے گلابی سائے پھیلاتا ہوا غروب ہو گیا تھا۔ عیلام اور کوروش بلسان کے ہاں داخل ہوئے۔ ایک جوان بھاگتا ہوا ان کی طرف بڑھا اور ان دونوں کے گھوڑوں کو وہ اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ اتنے

میں بلسان تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا اُن کی طرف آیا۔ اس کے ساتھ لیسان اور ایشتا بھی تھیں۔

بلسان نے آگے بڑھ کر دونوں سے مصافحہ کیا پھر اس نے لیسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میری بھانجی ہے۔ اس کا نام لیسان ہے۔ پہلے یہ بغداد میں رہتی تھی اب قسطنطنیہ میں میرے پاس منتقل ہو گئی ہے۔ آپ نے اس گھر میں آ کر ہمیں سعادت اور فضیلت بخشی ہے۔ آئیے میرے ساتھ۔"

عیلام اور کوروش اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔ بلسان نے انہیں دیوان خانے میں لا بٹھایا تھا۔ نہایت عقیدت اور سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے بلسان نے عیلام سے کہا۔ "میری ایک عرصہ کی التماس کے بعد آپ نے اس گھر میں آ کر ہمیں بڑائی اور اپنائیت کا احساس دلایا ہے۔ کاش میں زندگی میں کوئی ایسا کام کر سکتا جس میں آپ کی بہتری اور بھلائی ہوتی۔ آپ دونوں بیٹھیں میں پہلے دیوان خانے میں کھانا لگواتا ہوں۔ کھانے کے بعد آپ سے کھل کر گفتگو کروں گا۔"

بلسان اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک خادمہ دیوان خانے میں آئی وہ ایک آبخورہ اور طشت اُٹھائے ہوئے تھی اور اس نے عیلام اور کوروش دونوں کے ہاتھ دھلا دیئے تھے۔

جونہی وہ خادمہ باہر نکلی لیسان طوفان کی طرح دیوان خانے میں آئی وہ سخت گھبراہٹ میں تھی اور اس کا سُرخ و سفید رنگ پیلا ہو رہا تھا۔ عیلام کے قریب آ کر لیسان نے کہا۔ "ابھی ابھی میرے ماموں کے جاننے والے تین گھڑ سوار حویلی میں داخل ہوئے اور اس سے کوئی راز دارانہ گفتگو کر کے واپس چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد ماموں کو خبر نہیں کیا ہوا۔ اس نے کھانے کے سب برتنوں میں کوئی چیز ڈال دی۔ آپ کسی بھی کھانے کو ہاتھ نہ لگائیں۔ وہ ہر چیز میں زہر ڈال چکا ہے۔ میں اب جاتی ہوں، خدا کے لیے آپ اس گھر میں کھانے کی کوئی بھی

چیز اپنے منہ میں نہ ڈالیں۔ میرا ماموں نہایت ذلالت اور کمینگی پر اُتر آیا ہے۔" لیسان مڑی اور دیوان خانے سے باہر نکل گئی۔

تھوڑی دیر تک بلسان کے خدام نے عیلام اور کوروش کے لیے کھانا چُن دیا تھا۔ عیلام اور کوروش خاموش بیٹھے گہری سوچوں میں کھوئے ہوئے تھے جب سارا کھانا لگایا جا چکا تو بلسان کمرے میں آیا اور عیلام کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "آپ دونوں اُٹھئے اور کھانا شروع کیجئے پھر ٹھنڈا ہو جائیگا۔"

عیلام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "آپ بھی اور آپ کے اہل خانہ بھی تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔"

بلسان نے فوراً اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ "اصل میں مجھے اُمید نہ تھی کہ آپ اس گھر میں تشریف لائیں گے لہٰذا میں اور میرے اہل خانہ پہلے ہی کھانا کھا چکے ہیں۔"

عیلام نے ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار کھینچ لی اور بلسان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "بے ایمان! فریب کار! کھانے میں زہر ڈال کر ہمیں کہتے ہو کہ ہم دونوں بیٹھ کر کھائیں کیا تو اس قابل نہیں کہ تیری گردن کاٹ دی جائے۔"

بلسان کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ گلا خشک ہو گیا اور زبان اس کا ساتھ چھوڑ کر پتھر ہو گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پر کہہ نہ سکا۔ عیلام نے پھر غراتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ بھی علم ہے کہ بغداد کی جنگ میں میرے ہاتھوں مرنے والا جرنیل تمہاری بیٹی کا منسوب نہیں اس کا بھائی اور تمہارا بیٹا تھا۔ بلسان! بلسان! میں اس وقت چاہوں تو تیری گردن کاٹ دوں۔ تو نے ایک ایسا جرم کیا ہے جس کے باعث کوئی بھی فقیہہ اور قاضی مجھ سے تمہارے خون کا حساب طلب نہ کرے گا لیکن میں اسے تمہاری پہلی لغزش جان کر معاف کرتا ہوں۔ دوبارہ ایسی کوئی حرکت اگر تم نے میرے خلاف کی تو یاد رکھنا میری تلوار تیرے جسم کو کاٹتے ہوئے دیر نہ کرے گی۔"

بلسان سکتے کے عالم میں دیکھتا رہ گیا تھا۔ عیلام اور کوروش دیوان خانے سے نکل کر اور اصطبل سے اپنے گھوڑے کھول کر واپس چلے گئے تھے۔

وہ رات خوب چاندنی تھی۔ آسمان پر گاتا چاند اور ہنستے ستارے جاں فزا نویدوں کا پیغام لیے ابر پاروں کے کسی سفر کی طرف رواں دواں تھے۔ بلسان کے ہاں سے واپس آکر عیلام اور کوروش نے کھانا کھایا اور ابھی وہ دونوں اپنے لشکر کی طرف چکر لگانے کے ارادے سے اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ ایشتار بھاگتی ہوئی دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ پریشان تھی اور لڑکھڑا رہی تھی۔

عیلام اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ ایشتار نے تھوک نگلتے ہوئے منت کرنے کے انداز میں عیلام سے کہا۔ "خدا کے لیے میری بہن کو بچائیے، لیسان کو بچائیے۔ میرے باپ نے اسے چند ایسے اوباش جوانوں کے حوالے کر دیا ہے جو کل صبح تک اسے لے کر وادی آنا کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور وہاں لیسان کو اپنی مشترک داشتہ بنا کر رکھیں گے۔"

عیلام نے غصے میں اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے جاتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارے باپ نے ایسا کیوں کیا؟"

ایشتار نے روتی آواز میں کہا۔ "آج جس وقت آپ کھانے کے لیے ہمارے ہاں گئے تھے اسی وقت تین سوار ہماری حویلی میں داخل ہوئے تھے وہ میرے باپ کے آدمی تھے۔ انھوں نے لیسان کو آپ کے ساتھ اس وقت دیکھ لیا تھا، جب وہ وادی میں اس وقت آپ سے ملی تھی جب کہ آپ ہمارے ہاں جا رہے تھے۔ انھوں نے یہ انکشاف میرے باپ سے کر دیا اور اسے یقین ہو گیا کہ لیسان آپ کو ہر بات سے آگاہ رکھتی ہے۔ تبھی اس نے کھانے کے سارے برتنوں میں زہر ڈال دیا تھا اور اب اس نے انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے لیسان کو ان اوباشوں

کے حوالے کر دیا ہے۔

یاد رکھیے میں اب مسلمان ہوں اور مجھے اپنے باپ سے اس کے افعال کے باعث نفرت ہے۔ خدا کے لیے لیسان کو بچائیے۔ وہ میری بہن ہے اور مجھے بے حد عزیز ہے۔ میں نے اسے اپنی پھوپھی زاد بہن نہیں ہمیشہ چھوٹی اور سگی بہن کی طرح چاہا ہے۔ خدا کے لیے اسے بچائیے۔ آپ اپنے ساتھ اپنے کچھ ساتھی بھی لے کر چلیں۔ وہاں آپ دونوں کو خطرہ ہے۔ میں آپ کی راہنمائی کروں گی۔ ان اوباشوں میں سے ایک نے لیسان کو اپنی حویلی کے ایک کمرے میں بند کر رکھا ہے۔

عیلام کی آنکھوں میں قہرمانیت اور غضب آ گیا تھا۔ اس نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی غصیلی آواز میں کہا۔ "کوروش! کوروش! تم فوراً لشکر میں جاؤ اور وہاں سے کچھ ساتھیوں کو لے کر فوراً یہاں آ جاؤ۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا۔"

کوروش بھاگتا ہوا باہر نکلا۔ اصطبل سے اپنا گھوڑا نکال کر وہ سوار ہوا اور اسے مستقر کی طرف سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ دیوان خانے میں ایشتار اسی طرح بے چینی کی حالت میں عیلام کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ عیلام خاموش تھا جیسے وہ گہری سوچوں میں کھو گیا ہو۔

چند ثانیوں بعد دیوان خانے میں ایشتار کی آواز گونجی۔ اس نے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرا باپ وحشی، بدذات، غیر منصف اور دل آزار انسان ہے۔ اس نے میری بہن کو آوارہ لوگوں کے حوالے کر کے ایک ناقابلِ معافی جرم کیا ہے۔ کیا آپ اس کا کوئی بندوبست نہیں کر سکتے۔ آج اس نے لیسان کے ساتھ کیا ہے۔ کل میرے ساتھ بھی ایسا ہی بہیمانہ سلوک کر سکتا ہے۔"

عیلام نے ان جانے خیالات سے چونکتے ہوئے کہا۔ "ایشتار! ایشتار!

تم غم نہ کرو۔ تمہارے باپ بلسان کو اب اپنے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی۔"

ایشتار نے روتی ہوئی آواز میں "لیسان شروع سے مسلمان ہے۔ وہ بہت اچھی اور بہادر لڑکی ہے۔ وہ صرف آپ کو پسند ہی نہیں کرتی بلکہ وہ دیوانگی کی حد تک آپ سے محبت کرتی ہے۔ شروع میں اپنے باپ کی طرح میں بھی آپ کے خلاف تھی۔ میری اور آپ کی شادی کی پیشکش درحقیقت آپ کے ساتھ ایک دھوکہ تھا لیکن خدا کا شکر ہے میں زیادہ عرصہ تک اس قبیح فعل میں شامل نہ رہی۔ لیسان کی تعلیمات نے آخر مجھ پر اثر کیا اور میں مسلمان ہو گئی۔ میں اس کی تہ دل سے مشکور ہوں۔ اس نے مجھے زندگی کی بے کراں مسافتوں اور وحشت بھری تنہائیوں سے نکال کر انسانیت کی اصل راہ پر ڈال دیا ہے۔ سچ! میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر محسوس کرتی ہوں۔

لیسان مجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت اور پرکشش ہے۔ خدا کی قسم اس نے آپ کو پسند کر کے اپنی زندگی کا بہترین چناؤ کیا ہے۔ آپ کے ساتھ وہ ایسے ہی مناسب لگے گی جیسے پھول کے ساتھ شبنم، جیسے چاند کے ساتھ چاندنی۔ جیسے انگشتری میں اس کو زیب دیتا ہوا نگینہ۔

آپ چونکہ میری بہن کی پسند ہیں لہذا آپ میرے بھائی ہیں۔ ایسے عزیز بھائی جس کے لیے میں بڑی سے بڑی قربانی دے سکتی ہوں۔ اب میرا باپ میری نگاہوں میں مشکوک اور مجرم ہو چکا ہے۔ میں بھی اس کے پاس نہ رہوں گی۔ کہیں اور چلی جاؤں گی۔"

ایشتار خاموش ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ عیلام نے اسے تسلی اور ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔ "ایشتار! تم فکر مند نہ ہو۔ تم کہیں نہ جاؤ گی، ہمارے پاس رہو گی۔"

چند ثانیوں تک خاموش رہنے کے بعد عیلام نے غور سے ایشتار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "ایشتار! میرے ذہن میں تمہارے متعلق ایک تجویز ہے

شاید تم پسند کرو۔"

ایشتار نے بھرپور توجہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کہیں میں غور سے سنوں گی۔"

عیلام نے بڑی ہمدردی اور شفقت میں کہا۔ "ایشتار! میں چاہتا ہوں تم کہیں نہ جاؤ۔ میرے پاس ہی رہو۔ میں چاہتا ہوں تم کوروش سے شادی کر لو۔ وہ میرا قابلِ اعتبار ساتھی ہے۔ ایک مخلص اور نیک انسان ہے اور تمہیں ہر حال میں خوش رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح میں، لیسان، کوروش اور تم چاروں اس حویلی میں اکٹھے رہ سکیں گے۔"

ایشتار نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "آپ میرے متعلق جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہو گا۔ میں کوئی اعتراض نہ کروں گی۔ میں سمجھتی ہوں آپ کا ہر قدم میری بہتری میں ہی ہو گا۔"

عیلام کے ہونٹوں پہ گہری پرسکون مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ کوروش بھاگتا ہوا اندر آیا اور عیلام سے کہا۔ "اے امیر! اٹھیے، میں بیس لڑکیوں اور بیس ساربانوں کو اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ ہماری بہن لیسان کے ساتھ زیادتی کرنے والے بچ کر نہ جائیں گے۔ ہم ان کی کھال ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

عیلام نے فوراً اٹھ کر زرہ اور خود پہن لیا پھر وہ کوروش اور ایشتار کے ساتھ دیوان خانے سے باہر نکل گیا تھا۔

عیلام، کوروش اور اپنے چالیس سوار ساتھیوں کے ساتھ سریانی قوم کی بستی بلغراد میں داخل ہوا۔ اپنے دس جوانوں کو اس نے بلسان کی حویلی کے چاروں طرف پھیلا دیا تاکہ بلسان وہاں سے بھاگنے نہ پائے۔ ایشتار اب عیلام اور کوروش کی راہنمائی کر رہی تھی۔

لیسان کے گھر کے گرد اپنے محافظ مقرر کرنے کے بعد وہ دائیں طرف جانے والی گلی میں آگے بڑھنے لگے تھے۔ ایک جگہ ایشتار نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور ایک حویلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس حویلی کے اندر میری بہن لیسان محبوس ہے۔ اس کی خادمہ آماسیہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ حویلی میں اس وقت چار ہی جوان ہوں گے جن کے حوالے میرے باپ نے لیسان کو کر دیا ہے۔" عیلام کے اشارے پر ازبک اور سابان حویلی کے ارد گرد پھیل گئے تھے جب کہ خود عیلام، کوروش اور ایشتار حویلی میں داخل ہوئے تھے۔

اچانک حویلی کے ایک کمرے سے بے بسی اور بے چارگی میں ڈوبی ہوئی چیخ بلند ہوئی۔ عیلام پہچان گیا وہ حسین اور پرکشش لیسان کی آواز تھی۔ عیلام نے ڈھال سنبھال کر اپنی تلوار بے نیام کر لی اور اس طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ کوروش اور ایشتار اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

جس کمرے سے لیسان کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ وہاں آ کر عیلام نے دروازہ کھولنے کی خاطر اسے دھکا دیا لیکن صنوبر کا مضبوط دروازہ اندر سے بند تھا۔ غصے کے عالم میں عیلام پیچھے ہٹا اور اپنا شانہ زور سے دروازے پر مارا۔ دروازے کے دونوں پٹ ٹوٹ کر گر گئے تھے۔

عیلام، کوروش اور ایشتار اس کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا ایک نوجوان نے لیسان کو اس کے بالوں سے پکڑ رکھا تھا اور اسے زبردستی کھینچتے ہوئے ساتھ والے ایک کمرے کی طرف لے جا رہا تھا۔ لیسان کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا اور بڑی بے بسی سے چیخنے کے علاوہ وہ بھرپور مزاحمت بھی کر رہی تھی۔ کمرے میں تین اور جوان بھی کھڑے تھے جو لیسان کی حالت پر قہقہے لگا رہے تھے۔

کمرے کی ایک دیوار کے قریب ہی لیسان کی بوڑھی عبرانی کنیز آماسیہ کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ عیلام جب کمرے میں داخل ہوا تو وہ جوان جو لیسان کو کھینچ رہا تھا رک گیا۔ اس نے لیسان کو چھوڑ دیا اور قہر آلود نگاہوں سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور قصابانہ لہجے میں اس نے پوچھا۔

"کون ہو تم؟ اور کیوں تم دروازہ توڑ کر اس کمرے میں داخل ہوئے ہو؟"

عیلام بولنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کوروش نے سخت گیر اور متشدد لہجے میں کہا۔ "غلیظ کتے! ہماری سرزمین' ہمارے ہی شہر میں ہماری بہن سے ایسا ناروا سلوک؟ تمہاری اس بدی کے جرم میں کیا ہی تم پر سوگ کا اعصاب کن برس جاؤں گا۔"

کوروش کے پیچھے اس جوان کی نگاہ جب ایشتار پر پڑی تو اس نے اور زیادہ غضب ناک ہوتے ہوئے ایشتار سے کہا۔

"اے فاحشہ! کیا تو انہیں اپنی بہن کی مدد کے لیے بلا کر لائی ہے۔ اب نہ یہ دونوں بچ کر جائیں گے اور نہ تم اس حالت سے بچ سکو گی جیسی ہم لیسان کی کر دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

عیلام غصے میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس حالت اور کیفیت ایسی ہو گئی تھی جیسی چیتے پر شکار کی ہڈیوں کا مغز نکالتے وقت طاری ہوتی ہے پھر عیلام نے غضب کے عالم میں اس جوان کی طرف دیکھتے ہوئے صحرائے فنا کے خربار بگولوں جیسی دہشت خیز آواز میں کہا۔

"قسم مجھے اپنے رب کے جلال و جمال کی جو قسمتوں کا تعین کرتا ہے۔ اس کمرے کے بے خواب سناٹے کے اندر میں تیرے زہر کا تریاق بنوں گا۔ تجھے اطاعت دستاکش سکھاؤں گا۔ تیرے مخرب الاخلاق کردار اور وحشیانہ نفسانی خواہشات کی انتہا اور تیری خون میں نہائی داستان کی ابتدا کرکے میں تجھے ذلت و گمنامی کی موت ماروں گا۔ اپنے تینوں ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لو تاکہ میں ایک ساتھ تمہیں اپنی دست برد کا شکار کر سکوں۔"

اس جوان کے تینوں ساتھیوں نے اپنی ڈھالیں سنبھال کر تلواریں سونت

ہیں اور اس کے پہلو میں جاکر کھڑے ہو گئے۔ یسان جو ابھی تک مغموم و الم ناک تصویر بنی کھڑی تھی اچانک پیچھے ہٹی۔ بھاگ کر وہ ایشتار سے لپٹ گئی اور سسکیاں لے لے کر رونے لگی تھی۔

اس بجان نے پھر عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یسان کا ماموں خود اس کو ہمارے حوالے کر چکا ہے۔ اب یہ ہماری ملکیت ہے۔ اسے ہم جہاں چاہیں لے جائیں اور جیسا چاہیں سلوک کریں۔"

عیلام کی آنکھوں میں خفگی چمک اور چہرے پر خونخواری بکھر گئی تھی۔ اس نے اپنی تلوار لہرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "یسان کا نام اپنی گندی زبان پر نہ لاؤ جس طرح خدائی قانون کبھی ساقط نہیں ہوتے اس طرح آج اس کمرے میں میرے ہاتھوں لکھی تمہاری تقدیر کو بھی کوئی بدل نہ سکے گا۔"

عیلام قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا جیسے وہ کسی ساحرانہ رسم کی ابتدا کر کے نبض ہستی کو روک دینے کا عزم کر چکا ہو۔ کوروش بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ یسان اور ایشتار بڑی پریشانی اور تفکر کے عالم میں کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔ آگے بڑھتے ہوئے عیلام نے ایک زہریلی ناگن اور عصائے کلیم بن کر برسنے کے انداز میں وہ حملہ آور ہو گیا تھا۔ کوروش بھی اس سے پہلو بہ پہلو ان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ چاروں زیادہ دیر تک عیلام اور کوروش کے پرخطر حملوں کے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکے تھے۔ ان میں سے تین کی گردنیں عیلام نے کاٹ دی تھیں جب کہ ان کا چوتھا ساتھی کوروش کی تلوار کا شکار ہو گیا تھا۔

اپنی تلوار صاف کر کے نیام میں کرتے ہوئے عیلام یسان کے قریب آیا۔ وہ اب ایشتار سے علیحدہ ہو کر دکھ سے سر جھکائے فاختہ کی طرح اداس اور ویران کھڑی تھی۔ قریب آ کر عیلام نے اپنی قبا اتاری اور یسان پر ڈال دی کیونکہ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ یسان ابھی تک سر جھکائے غیر مصرف زمین کی طرح افسردہ کھڑی تھی۔

عیلام نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پکارا۔ "یسان! یسان!"
یسان نے نگاہیں اٹھائیں۔ چند ثانیوں تک وہ محبت اور خوف بھرے جذبات میں عیلام کو دیکھتی رہی پھر لرزتی آواز میں اس نے کہا۔

"آپ نے بروقت یہاں پہنچ کر اور ان خونخوار بھیڑیوں سے میری جان اور عزت بچا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں ساری زندگی آپ کی احسان مند رہوں گی۔ آپ اگر تھوڑی دیر تک اور نہ آتے تو یہ وحشی مجھے میری عفت و عصمت سے محروم کر چکے ہوتے۔ آمامیہ بیچاری بھی مجھے ان کے ہاتھوں بے آبرو ہونے سے بچانے کی خاطر اپنی جان دے بیٹھی ہے۔ آپ کو یوں صرف کوروش کو ساتھ لیکر ادھر نہیں آنا چاہیے تھے۔ ان مرنے والوں کے یہاں بہت حامی ہیں اور وہ حملہ کر کے آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

عیلام نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مند نہ ہو یسان! میرے ساتھ میرے ساتھی بھی ہیں۔ اگر یہاں کسی نے بھی سر اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی حالت ان چاروں سے مختلف نہ ہوگی۔ چلو اب یہاں سے چلیں۔"

ایشتار یسان کو سہارا دے کر باہر لے جانے لگی۔ عیلام نے کوروش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کوروش تم اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کرو۔ میں آمامیہ کی لاش لے کر آتا ہوں۔"

کوروش بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ عیلام نے آمامیہ کی لاش اٹھائی۔ یسان اور ایشتار کو ساتھ لیا اور اس خون آلود کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیلام بلسان کی حویلی سے باہر آ رکا۔ یسان اور ایشتار دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار تھیں اور اپنے سامنے انھوں نے آمامیہ کی لاش رکھی ہوئی تھی۔ عیلام گھوڑے سے اترا اور حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد کسی غلام کے بجائے خود بلسان نے دروازہ کھولا۔ عیلام، کوروش یسان اور ایشتار کو وہ اپنے سامنے دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔

علیام نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "یقیناً یہ امر تمہارے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن ہوگا کہ میں لیسان کو ان بھیڑیوں کے جنگل سے چھڑا لایا ہوں۔ جن کے حوالے تم نے اسے کیا تھا۔ اے روسیاہ انسان! آج تم نے اپنی بھانجی سے ایسا کیا ہے کل اپنی بیٹی سے بھی ایسا ہی سلوک کرو گے۔ یاد رکھو تمہاری کھانوں میں زہر ڈالنے کی پہلی غلطی میں نے معاف کر دی تھی لیکن اس جرم کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔"

بلسان نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ اپنی حویلی کے دروازے پر کسی بوڑھے اور گونگے بیل کی طرح گردن جھکائے کھڑا تھا۔ علیام نے لیسان اور ایشتار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میری تلوار بلسان پر برسنے لگی ہے اگر تم میں سے کسی کو اعتراض ہو تو کہو۔"

ایشتار نے غصیلی اور بھڑکتی آواز میں کہا۔ "میں اس کی بیٹی ہو کر فیصلہ دیتی ہوں کہ اس کی گردن کاٹ دی جائے۔ بلکہ یہ اسی قابل ہے۔ اگر یہ زندہ رہا تو ہمارے خلاف کسی اور سازش کا اہتمام کرے گا۔"

ایشتار جب خاموش ہوئی تو علیام کی خون آلود تلوار فضا میں بلند ہوئی اور بلسان کو کاٹ کر خون میں نہلا گئی تھی۔ لیسان اور ایشتار دونوں اپنے گھوڑے سے نیچے اتریں۔ حویلی کے اصطبل سے انہوں نے چار گھوڑے لیے۔ علیام اور کوروش کی مدد سے انہوں نے حویلی سے اپنے کپڑے اور دیگر ضرورت کا سامان نکال کر ان گھوڑوں پر لاد لیا اور علیام کے ساتھ ہو لی تھیں۔

علیام نے اپنے ساتھ جانے والے اذکیوں اور سارباںوں کو ستقر کی طرف بھیج دیا تھا۔ خود وہ کوروش، لیسان اور ایشتار کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کا بوڑھا طاؤس اپنی بیوی مانلیس کے ساتھ پریشانی کی حالت میں حویلی کے صحن میں کھڑا تھا۔ علیام کو دیکھتے ہی اس نے پریشانی میں کہا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے بیٹا! مجھے خبر ہی نہ کی اور رات کے اس وقت تم لیسان بیٹی کو کہاں سے لائے ہو؟ اس کا چہرہ خون آلود ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں،

اور تمہاری قبا اس نے اوڑھ رکھی ہے۔"

علیام نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ "لیسان ایک مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی اس کی مدد کو گیا تھا۔ جلدی میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا۔

لیسان کے ساتھ اس کی ماموں زاد بہن ایشتار ہے۔ اب یہ دونوں اسی حویلی میں رہیں گی۔ تم دونوں میاں بیوی جا کر آرام کرو۔ فکر مند ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔"

طاؤس اور اس کی بیوی مانلیس اپنے ان کمروں کی طرف چلے گئے جن میں ان کی رہائش تھی۔ علیام اور کوروش نے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھا۔ لیسان اور ایشتار کا سارا سامان انہوں نے حویلی میں منتقل کر دیا تھا۔

علیام کوروش، لیسان اور ایشتار کو لے کر اپنے کمرے میں داخل ہوا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "کوروش! تم ایشتار کو لے کر تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں لیسان سے کچھ کہنا چاہتا ہوں میں اپنے اور تمہارے متعلق ایک اہم فیصلہ کر چکا ہوں۔ مجھے امید ہے تم بھی میرے اس فیصلے سے اتفاق اور تعاون کرو گے۔ میں لیسان سے ایک توثیق چاہتا ہوں۔ مجھے تھوڑا سا وقت دو کہ میں علیحدگی میں لیسان سے گفتگو کر سکوں۔"

کوروش اور ایشتار نے ایک دوسرے کو حیرت و استعجاب میں دیکھا پھر وہ دونوں آگے پیچھے علیام سے کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔ لیسان چپ چاپ اپنی جگہ پر ساکن کھڑی تھی۔ علیام اس کے قریب آیا اور گلا صاف کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"لیسان! لیسان! گو میرے ساتھ آج تک تم نے جو رویہ اور سلوک رکھا ہے۔ اس کے باعث میں تمہارے جذبات سے کافی حد تک آگاہ ہوں اور پھر ایشتار بھی اس میں بہت کچھ اضافہ کر چکی ہے۔ پھر بھی میں تم سے پوچھوں گا۔ کیا زندگی کی ان راہوں میں تم میری ہمسفر و ہمنوا ہو گی؟"

لیسان کی گردن جھک گئی تھی اور اس اچانک جذبات کے سکوت میں وہ دن جلسوں کے فرش پر بکھری کن یادوں کے قدموں کی آہٹوں میں کھو گئی تھی۔ عیلام تھوڑی دیر کے لیے کمرے کی اس کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا جس کے پاس وہ کھڑا تھا۔ شاید اسے لیسان کے جواب کا انتظار تھا۔ باہر گھمبیر رات کے سناٹے میں انبر پار تک گاتا چاند اور شب کے سوداگر ہنستے ستارے اپنی روشنی بکھیرے ہوئے تھے۔

چند ثانیوں تک عیلام کھڑکی میں سے نتھرے نیلے آسمان کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مڑ کر اپنے قریب کھڑی لیسان کی طرف جب دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا۔ لیسان کی گردن اسی طرح جھکی ہوئی تھی اور اس کی پلکوں کے ساحل پر آنسوؤں کے موتی تیر رہے تھے۔ مجروح سی آواز میں عیلام نے پوچھا۔ "لیسان! تم رو رہی ہو؟"

لیسان نے سر اٹھا کر عیلام کی طرف دیکھا اور آنسوؤں میں ڈھیلی مسکراہٹ میں اس نے کہا۔ "خدا کی قسم یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ آپ کے الفاظ میرے لیے نوید جانفزا ہیں۔ تھوڑی دیر قبل تک میں یہی سوچتی تھی کہ میں اس دنیا میں اکیلی اور تنہا ہوں۔ لیکن اب میرا کوئی ساتھی ہے۔ خدا کی قسم مجھے آپ کی ہم سفر اور رفیقہ ہونے پر فخر ہو گا۔ آپ میرے دل کے سوکھے شجر کی تازگی اور میرے خوابوں کی تعبیر ہیں۔"

لیسان خاموش ہو گئی۔ عیلام نے دیکھا اس کے حسین روشن چہرے پر چھپی خوشی کے پس منظر میں بن بن بہتی باس، نگر نگر اڑتی خوشبو اور جوان خوابوں کا سا پر شکوہ کیف تھا۔ عیلام آگے بڑھا اور لیسان کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ لیسان کی گردن اور جھک گئی۔ اس کے رونگٹے رونگٹے پر سرور آمیز کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں بجلی کی سی چمک اور چہرے پر خوش کن گلابی سائے بکھر گئے تھے۔

عیلام نے نرم لہجے میں نہایت اہتمام و بلند آہنگی میں کہا۔ "لیسان! لیسان! مجھے تمہاری رفاقت پر فخر ہو گا۔ تم جیسی بیوی ایمان کے بعد سب سے عمدہ

شے ہو گی۔ تمہارا حسن میرے ذہن کا سکون اور تمہارا جسم میرے دکھے دل کی دوا ہوا کرے گا۔ اب تم ساتھ والے کمرے میں جاؤ اور یہ پھٹا لباس اتار کر نئے کپڑے پہن آؤ۔ پھر ہم دونوں کوروش اور ایشتار کے پاس جائیں۔ ان کے متعلق بھی میں نے ایک اہم فیصلہ کیا ہے۔" عیلام نے لیسان کے ہاتھ چھوڑ دیے اور وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

عیلام وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد لیسان لوٹی۔ وہ نیا لباس پہنے ہوئے تھی اور اپنے ہاتھوں میں اس نے عیلام کی قبا تھام رکھی تھی۔ دروازے پر ہی کھڑے ہوتے ہوئے لیسان نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے چرواہوں کی بانسریوں کے گیت اور پرندوں کی چہچہاہٹ جیسی آواز میں کہا۔ "آئیے ایشتار کے پاس چلیں۔"

نئے لباس میں لیسان یوں لگ رہی تھی جیسے آسمان کے نیلے سمندر میں صبح کا چمکتا ہوا ستارہ۔ عیلام دروازے کی طرف بڑھا۔ لیسان نے بھی آگے بڑھ کر عیلام کی قبا اسے پہنا دی اور دونوں اس کمرے کی طرف ہو لیے جس میں کوروش اور ایشتار تھے۔

عیلام اور لیسان جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کوروش اور ایشتار ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ رکھ کر وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیسان آگے بڑھ کر ایشتار کے پاس بیٹھ گئی جب کہ عیلام نے کوروش کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کوروش! کوروش! جب تم مستقر میں گئے تھے تو ایشتار کے ساتھ میں نے تمہارے متعلق ایک فیصلہ کیا تھا۔ کیا میں امید رکھوں تم میرے فیصلے سے اتفاق کرو گے؟"

لیسان اور ایشتار بڑی توجہ سے عیلام کی گفتگو سننے لگی تھیں۔ کوروش نے بڑی انکساری اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ کا میرے متعلق کوئی بھی فیصلہ آخری فیصلہ ہے۔ میں اس سے روگردانی کرنے کی

جرأت نہیں کر سکتا۔ میں اپنے امیر کا اتباع کرتا جاتا ہوں۔ آپ نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اسے میری ہی رضامندی اور خوشی سمجھیں۔"

عیلام نے مسکراتے ہوئے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تو پھر سنو! میرا فیصلہ یہ ہے کہ اب ایشتار یہیں رہے گی اور کل ہی تمہاری اور ایشتار کی شادی کر دی جائے گی۔"

کوروش نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔ "ایشتار سے شادی ایک سعادت ایک نعمت سے کم نہیں لیکن ہماری بہن لیسان! ——"

عیلام نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی بات ابھی جاری رکھے ہوئے ہوں۔ پہلے مجھے کہہ لینے دو پھر اپنی رائے کا اظہار کرنا۔ لیسان میری ہی نہیں میری ماں اور میرے چچا کی بھی پسند ہے اور وہ دونوں اس سے میری شادی پر اپنی رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں۔ میں کل ہی اپنا ایک آدمی چچا کے پاس اس پیغام کے ساتھ روانہ کر دوں گا کہ وہ اناطولیہ پہنچ جائیں۔ تمہاری شادی کے بعد میں بھی سلطان سے چند یوم کی رخصت لے کر لیسان کے ساتھ اناطولیہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا وہاں میری اور لیسان کی شادی میری ماں اور چچا کی موجودگی میں ہو گی۔ اب تم نے کچھ کہنا ہو تو کہہ لو۔"

کوروش نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب میرے پاس کچھ کہنے کو ہے ہی نہیں۔ آپ نے خود ہی میری بات مکمل کر دی ہے۔"

عیلام نے اب لیسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "لیسان! تم ایشتار کو ساتھ لے جا کر آرام کرو۔ جس کمرے میں ابھی ابھی تم نے لباس تبدیل کیا ہے، دونوں اس سے اگلے کمرے میں چلی جاؤ وہاں تمہیں آرام کی ہر شے میسر ہو گی۔"

لیسان اور ایشتار دونوں اٹھ کر باہر نکل گئیں۔ عیلام بھی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔

دوسرے روز کوروش اور ایشتار کی شادی ہو گئی تھی۔ عیلام اور لیسان نے چھ سات یوم تک ان کے ساتھ قیام کیا پھر وہ بھی اناطولیہ میں جھیل وان کے کنارے پاسارگردام کی اس بستی کی طرف روانہ ہو گئے تھے جس میں عیلام کی ماں اور اس کا بھائی رہتے تھے۔

قسطنطنیہ سے نکل کر وہ عوصت آئے۔ یہاں سے شمال مشرق کے رخ پر سفر کرتے ہوئے حندیق شہر میں داخل ہوئے۔ یہاں دونوں نے ایک رات سرائے میں بسر کر کے آرام کیا اور دوسرے روز دوبارہ وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ حندیق سے نکل کر وہ گردیا اور وہاں سے مشرق کی طرف توبیاؤ شہر میں داخل ہوئے۔ یہ شہر چاروں طرف سے بلند و بالا چٹانوں سے گھرا ہوا ہے اور جنوب کے کچھ حصے کو چھوڑ کر سارا علاقہ سنگلاخ پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی عیلام اور لیسان نے دو یوم تک ایک سرائے میں قیام کر کے اپنے گھوڑوں کو ستانے کا موقع دیا اور ساتھ ہی یہاں سے انہوں نے اپنے سفر کے لیے خوراک کا بندوبست بھی کر لیا تھا۔

دو روز بعد توبیاؤ شہر سے نکل کر انہوں نے مشرق کی طرف چٹانوں کے اندر ابھی بمشکل پانچ میل کا سفر ہی طے کیا ہو گا اور جب کہ وہ چٹانوں سے گھری ہوئی ایک تنگ وادی میں اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے سنگلاخ چٹانوں کے اندر سے تین مسلح سوار نمودار ہوئے اور ان دونوں کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

عیلام نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ لیسان بھی پریشانی سے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑے کو روک چکی تھی۔ عیلام نے اپنے سر پہ خود اچھی طرح جما لیا۔ اپنی ڈھال اس نے سنبھال لی اور تلوار کھینچتے ہوئے اس نے مدھم آواز اور رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"لیسان! مجھے راستہ روکنے والے ان تین سواروں سے خطرے کی بو آتی ہے۔ ان کے ساتھ جنگ کی صورت میں میرے پیچھے رہنا۔ اس طرح تمہاری

حفاظت کرنے کے علاوہ میں ان تینوں کو بھی سنبھال لوں گا۔"

یسان نے بھی اپنی تلوار سونت لی اور اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی ڈھال اس نے کھول کر اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔ "آپ مطمئن رہیے۔ ان کے خلاف جنگ کی صورت میں آپ دیکھیں گے میں پورا پورا آپ کا ساتھ دوں گی۔"

علیام نے پریشانی میں کہا۔ "نہیں یسان تم میری اوٹ میں رہنا۔ تمہارے جنگ میں حصہ لینے کے باعث مجھے اپنے ذہن کو دو حصوں میں بانٹنا ہو گا۔"

یسان نے فکر مندی اور عاجزی سے کہا۔ "خدا کے لیے مجھے رہنے کا حکم دے کر اپنے آپ سے علیحدہ نہ کیجیے۔ میں تلوار کا فن جانتی ہوں اور آپ کے پہلو بہ پہلو ان سے جنگ کروں گی۔"

علیام یسان سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن صرف مسکرا کر رہ گیا کیونکہ وہ تینوں سوار اب ان کے نزدیک اور بالکل سامنے آکر کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تینوں اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے۔ علیام نے سخت آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم تینوں کون ہو اور ہماری راہ کیوں روک کر کھڑے ہوئے ہو؟"

اُن میں سے ایک نے کرخت آواز میں کہا۔ "تمہارا ہم پر ایک قرض تھا وہ چکانے آئے ہیں۔"

علیام نے بھرائی آواز میں کہا۔ "اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دو تاکہ میں دیکھوں تم کون ہو۔" ان تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کیا۔ پھر انھوں نے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیے۔

انہیں دیکھتے ہی یسان نے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "میں انہیں پہچان گئی ہوں۔ یہ سرقی قوم سے ہیں اور ایشتار کے باپ اور میرے ماموں بلسان کے رشتہ دار ہیں۔ یہ یقیناً ہم سے جنگ کیے بغیر نہ لوٹیں گے۔ میں ان تینوں کو جانتی ہوں۔ یہ نہایت خونخوار انسان ہیں۔ ایسا لگتا ہے سرقی قوم نے کسی مقصد کے لیے متفقہ طور پر ان کا انتخاب کیا ہو اس لیے کہ ——"

یسان کہتے کہتے خاموش ہو گئی کیونکہ ان میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے بڑھایا اور کرخت آواز و سخت لہجے میں علیام کو مخاطب کر کے کہا "یقیناً یسان تمہیں پہچان چکی ہو گی۔ یاد رکھو ان ویرانوں کے اندر ہم تم سے بلسان اس کے بیٹے اور اپنے مرنے والے ان ساتھیوں کا حساب لیں گے تمہیں ختم کر کے تم نے یسان کو وہاں سے نکالا تھا۔"

علیام نے غضب ناک ہوتے ہوئے کہا۔ "ابلیس کے گماشتو مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ تم کون ہو اور بلسان سے تمہارا کیا رشتہ ہے لیکن یاد رکھو یہ دیوالاخ تمہیں ایک بار محشر ظلمات کے عالم میں ضرور دیکھے گا۔ میری راہ چھوڑ دو ورنہ قسم مجھے سدرہ نشین کے رب کی میں تم سے وابستہ تمہاری تقدیر کے رشتوں کے چند اکھیڑ دوں گا۔ تمہارے چہرے پر اس وقت جو خوش رنگ تحریریں ہیں ان پر میں سیاہی پھیر دوں گا۔ تمہارے کفنوں کی دھجیاں اڑا دوں گا اور تمہیں اجل کے سیاہ خانوں میں دھکیل دوں گا۔

میں تمہیں آخری بار تنبیہہ کرتا ہوں میری راہ چھوڑ دو ورنہ وقت گزر جائے گا اور میں تمہاری بدمستیوں کی ہیجان انگیزی اور ضبط نا آشنا طبیعتوں کو زیر کرنا شروع کر دوں گا۔ جاؤ چلے جاؤ۔ بلسان اس کے بیٹے اور تمہارے ساتھیوں کا قتل مجھ پر فرض تھا جسے میں نے پورا کیا۔ بلسان نے اپنی بیٹی ایشتار کو بھی میرے خلاف استعمال کرنا چاہا۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہوا۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ ایشتار اسلام قبول کر چکی ہے اور یہ اسلام کے اخلاقی اصولوں کی زبردست فتح ہے۔ جس طرح بلسان ایشتار کو میرے خلاف استعمال کرنے میں ناکام رہا اس طرح تم بھی اس میدان میں نامراد ہو گے۔ اپنے ضمیر کی آواز سنو میرے ابلاغ کی زبان سمجھو۔ فطرت سے بغاوت نہ کرو۔ جاؤ قسطنطنیہ لوٹ جاؤ۔ میں تم سے کوئی انتقام نہ لوں گا۔"

انھوں نے علیام کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ تینوں ذرا سا بکھر گئے

تھے - دائیں بائیں اور سامنے ہو کر وہ ایک طرح سے عیلام کو تین اطراف سے گھیر کر نزدیک ہونے لگے تھے -

عیلام نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی بالکل یوں جیسے کوئی بھیانک اور زورآور گڈریا اپنا لٹھ بلند کر کے کسی بھیڑیے کا تعاقب کرتا ہے - ساتھ ہی اس نے ہولناک لہجے میں ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا " نادانو! میرے سامنے کچھ دیر ٹکنا چاہتے ہو تو بکھرنے کے بجائے ایک جگہ جم کر اور گتھ کر رہو - ورنہ بہت جلد میری پیاسی تلوار کا شکار ہو جاؤ گے "

انھوں نے عیلام کی ہر بات سنی ان سنی کر دی اور گھیرا ڈال کر لحظہ بہ لحظہ تنگ کرنے لگے تھے - عیلام اپنے گھوڑے کا رخ پھیر کر لیسان کے بالکل قریب آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا " میں حملہ آور ہونے لگا ہوں پہلے بالکل سامنے پھر اچانک بائیں طرف مڑوں گا تو میرے ساتھ رہنا "

اچانک عیلام نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بپھرے ہوئے تیندوے کی طرح وہ سامنے والے پر حملہ آور ہوا - لیسان اس کے ساتھ ساتھ تھی - چند قدم اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کر عیلام نے پھر ایک سخت مہمیز لگائی - گھوڑے کی باگ کو زوردار جھٹکا دیا اور گھوڑا ہنہناتا ہوا طوفانی انداز میں بائیں طرف مڑ گیا تھا -

وہ تینوں ابھی اپنے اپنے انداز میں حملہ آور ہونے کی سوچ رہے تھے کہ عیلام اپنے پورے طوفانی آثار اور یورش و ستم کے ساتھ لہرا لہرا کر لپک جانے والے شعلے کی طرح حملہ آور ہوا - اس کی تلوار بائیں طرف والے کے چہرے پر گری اور اسے دو حصوں میں کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی -

عیلام کے طوفانی اور تند حملے سے یوں لگا تھا جیسے لفظ کن سے تراشے ہوئے حروف فضاؤں میں بکھر کر ایک ہولناک انقلاب کی ابتدا کر گئے ہوں - چھاؤں سے بھری ہوئی اس وادی کے گہرے مراقبے اور سیاہ سناٹے میں مرنے والے کی ایک دل دوز چیخ بلند ہو کر بازگشت کے بغیر ختم ہو گئی تھی - اپنے ایک ساتھی کے مرنے

پر دوسرے دونوں بھوکی گدھوں کی طرح عیلام پر ٹوٹ پڑے تھے - عیلام لیسان کو اپنی پشت پر رکھ کر ان دونوں کے حملوں کو روکنے کے علاوہ ان پر جان لیوا حملے بھی کرنے لگا تھا -

اچانک لیسان پشت کی طرف سے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتی اور تلوار لہراتی ہوئی آگے بڑھی - وہ ان دونوں میں سے ایک پر حملہ آور ہونے کی نیت سے سامنے آئی تھی - ان میں سے ایک نے جب لیسان کو تلوار سونتے اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے عیلام کے مقابلے سے پیچھے ہٹ کر لیسان کی طرف جانا چاہا - اس کی لمحہ بھر کی یہ غفلت اس کی تقدیر پر مہر لگا گئی - کیونکہ عیلام سب کچھ بھانپ گیا تھا - اس نے بڑی سرعت سے اپنی تلوار لیسان کی طرف ہٹنے والے پر گرائی تھی اور اس کی گردن کٹ کر دور جا گری تھی -

مقابلے میں آخری بچنے والا گھبرا گیا تھا اور بوکھلا کر اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا - اس کے چہرے پر اس شکاری جیسی مایوسی تھی جس کا نشانہ خطا گیا ہو - اس کی نگاہوں میں اس گلہ بان جیسی بے چارگی تھی جس کا گلہ طوفانوں میں بکھر کر اچانک کہیں کھو گیا ہو -

عیلام کے چہرے پر پُرعزم اور مستقل مزاج جذبے رقص کر رہے تھے - وہ اپنی جگہ کوہسار کی طرح مضبوط ارادہ کھڑا تھا اور اس کی نگاہوں کے تجسس میں ترمیم و تحریف اور ایک نئی سحر کاری کا پیغام تھا - پھر اس نے آخری بچنے والے دشمن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا -

" اپنے دو ساتھیوں کی موت پر کیا تم نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ میں نے تم لوگوں کی شب گزیدہ روایات پر تمہارے پرانے توہمات اور تمہاری ضد تمہارا ہٹیلا پن ختم کر دیا ہے - اگر تم بھاگنے کا ارادہ کر رہے ہو تو سوچ رکھو - میری کمان میرے گھوڑے کی زین سے لٹک رہی ہے اور میری پشت پر بندھے ترکش میں تیر میری پہنچ میں ہیں - یہ بھی جان رکھو کہ میری کمان کی تانت مضبوط، میرے تیر

تیر اور میرا نشانہ بے خطا ہے پھر تم کیونکر فرار ہو سکو گے۔"

اس نے علیام کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور بغیر سوچے سمجھے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ علیام برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آیا۔ کمان سنبھالی ترکش سے تیر نکال کر چلّے پر چڑھایا اور تاک کر مارا۔ وزنی نوک کا تیر بھاگنے والے کا دل چیرتا ہوا نکل گیا تھا اور وہ ایک ہولناک چیخ کے ساتھ اپنے گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا تھا۔

لیسان اپنے گھوڑے کو علیام کے قریب لائی۔ اس کے چہرے پر قربِ سحر جیسا اطمینان اور نیلے پانی میں لہراتی کشتیوں کے بادبانوں جیسا ابہام تھا۔ چند لمحوں تک وہ یوں مسکرا کر علیام کو دیکھتی رہی جیسے آغوشِ گل میں قطرۂ شبنم پھر اس نے علیام کو مخاطب کرتے ہوئے کسی مغنی کی سی آواز اور کسی دف نواز کی سی صدا میں کہا۔

"آپ نے ان بدزبانوں کو لگام دے کر ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے حملوں کی تاب و مقاومت اتنی آسان نہیں ہے۔ میرا رب آپ کو دشمن پر اور زیادہ سختی کے ساتھ ضرب لگانے کی توفیق دے۔"

علیام نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "یقیناً تم نے درست کہا۔ میری یہی مستعدی اور قوتِ عمل ہی تو ہے جو تم جیسی حسین و دل نشین لڑکی کو میرے قریب لائے ہیں۔ ورنہ روڈس پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں شامل مجھ جیسے ایک عام آدمی کو تم اپنے ہاں دعوت پر کیوں بلاتی۔"

لیسان کی آنکھیں بجلی کی طرح جھک گئیں اور شرما کر اس نے اپنی گردن جھکا لی تھی۔ علیام نیچے اترا۔ مرنے والوں کے تینوں گھوڑوں کو آپس میں اس نے جکڑا پھر ان میں سے ایک کی لگام اپنے گھوڑے کی زین سے اس نے باندھ لی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ لیسان کے ساتھ دوبارہ مشرق کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ تینوں فالتو گھوڑے راستے میں انھوں نے فروخت کر دیئے تھے۔

علیام اور لیسان کارگی اور ہوانا شہروں کے پاس سے گزرنے کے بعد آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ اناطولیہ کے میدانوں میں داخل ہو گئے۔ برق رفتاری سے مشرق کی طرف انھوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور ایک روز سہ پہر کے قریب وہ اناطولیہ کی جھیل وان کے جنوبی کنارے جا پہنچے تھے۔ لیسان نے کنارے پر اپنے گھوڑے کو روک لیا۔

علیام نیچے اترا پہلے اس نے سہارا دے کر لیسان کو نیچے اتارا پھر اس نے دونوں گھوڑوں کے دھانے اتار کر چرنے کو کھلا چھوڑ دیا تھا۔ دونوں گھوڑوں نے پہلے جھیل سے پانی پیا پھر وہ جھیل کے کنارے کنارے ہری ہری گھاس چرنے لگے تھے۔ لیسان چند لمحوں تک دور دور تک پھیلے ہوئے جھیل کے پانی کو دیکھتی رہی پھر اس نے ہاتھ دھویا اور ہری ہری گھاس پر بیٹھ گئی۔ علیام بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تھا۔

لیسان چند لمحوں تک جھیل کے اندر تیرتی مختلف رنگ کے بادبانوں والی ماہی گیروں کی کشتیاں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "جی چاہتا ہے یہیں جھیل کے کنارے بیٹھی رہوں۔ ابھی ہمیں اور کس قدر سفر کرنا ہو گا؟ خبر نہیں پارساگردی نام کی وہ بستی ابھی کتنی دور ہے جس میں آپ کی ماں اور بھائی رہتے ہیں۔"

علیام نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لگتا ہے تم تھک گئی ہو لیکن ہمارا سفر اب اتنا طویل نہیں۔ اب ہم اس جھیل کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہیں گے اور بہت جلد وہاں پہنچ جائیں گے جہاں دریائے دجلہ جھیل وان سے نکلتا ہے۔ وہیں دریا کے منبع پر ہی پارساگردی بستی ہے۔ جس رفتار سے ہم سفر کرتے آتے ہیں۔ اس سے بھی کم رفتار سے اگر ہم سفر کریں تو شام تک پارساگرد پہنچ جائیں گے۔ وہاں میری ماں، میرا چچا اور بھائی

؎ اناطولیہ کے میدانوں کا خشک سینہ عمدہ نسل کے گھوڑوں کے لیے مشہور رہا ہے۔

بڑی بے چینی سے ہم دونوں کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

میرا بھائی اب خوب توانا ہو گیا ہوگا۔ اسے شروع ہی سے کشتی اور کشتی رانی کا بہت شوق ہے۔ میرا دل کہتا ہے ایک روز وہ بہت بڑا پہلوان ہوگا۔ وہ ہر روز صبح و شام باقاعدگی سے جھیل وان میں کشتی رانی کرتا ہے۔ وہ ایک ماہر تیراک ہے اور دریائے دجلہ کو وہ تیر کر پار کر جاتا ہے۔

یسان نے عیلام کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ مشرق کی طرف جانے سے پہلے دریائے فرات[1] آتا ہے یا دجلہ[2] اور کیا یہ بڑے دریاؤں میں شامل ہیں؟ عیلام نے کہا پہلے دریائے دجلہ آتا ہے پھر فرات۔ یہ دونوں دریا دنیا کے عظیم اور مقدس دریاؤں میں سے ہیں۔

دریائے دجلہ جھیل وان سے نکل کر جنوب کی طرف بہتا ہے۔ راستے میں دو اور دریا زاب کلاں اور زاب خورد اس میں آ کر ملتے ہیں۔ ذرا اور نیچے جا کر دریائے دیالہ بھی اس کا معاون بنتا ہے۔ اس طرح دجلہ ان تینوں دریاؤں کو اپنے ساتھ لے کر بصرہ سے ساٹھ میل شمال میں قرنا کے مقام پر دریائے فرات میں جا گرتا ہے۔

---

[1] دریائے فرات ۱۷۸۰ میل لمبا ہے۔

[2] دریائے دجلہ کی لمبائی ۱۱۵۰ میل ہے۔ ماہرین ارض کا کہنا ہے پہلے دجلہ اور فرات علیحدہ علیحدہ سمندر میں گرتے تھے۔ ساتھ ساتھ دو اور دریا بھی ان کے دہانے پر واقع تھے۔ ایک دریائے قرون جو مشرق میں ایران سے آتا تھا اور دوسرا وادیٔ الباطن کا نالہ جو جنوب مغرب میں عرب سے آتا تھا۔ یہ دونوں خلیج فارس میں آمنے سامنے گرتے تھے۔ ان دریاؤں کی مٹی دہانے کے پاس جمع ہوتی رہی یہاں تک کہ خلیج فارس کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک آہستہ آہستہ مٹی کی دیوار کھڑی ہو گئی جس کے نتیجے میں دجلہ و فرات کے بہاؤ کے ساتھ آنے والی مٹی کی نکاسی رک گئی اور سمندر میں بہہ جانے کی بجائے دیوار کے شمال میں جمع ہوتی گئی۔ وہ پانی جو دیوار

جب کہ دریائے فرات کوہ ارارات[3] سے نکلتا ہے اور شام میں سے گزرتا ہوا شمال مشرق کی سمت عراق میں داخل ہوتا ہے اور میدانوں میں کئی سو میل کا سفر کر کے خلیج فارس میں سمندر سے جا ملتا ہے۔

یسان نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ ان دونوں دریاؤں کے متعلق اس قدر معلومات آپ کو کہاں سے حاصل ہوئیں۔ عیلام نے کہا۔ بچپن میں اپنی ماں کے ساتھ جب میں پارسا گرد کی بستی میں آیا کرتا تھا تو میرے نانا اس قسم کی معلومات کے علاوہ عجیب سی مافوق الفطرت اور الف لیلوی قسم کی طلسماتی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ان کی معلومات اور ان کا علم بہت وسیع تھا۔ وہ دریائے دجلہ، دریائے فرات، کوہستان ارارات، کوہستان توروس[4]، کوہستان زوگروس[5]، کوہستان تاؤرس[6] کے علاوہ بابل و نینوا کے ملبوں پر کھڑی کی گئی ایرانی تہذیب، فارس کے آتشکدوں، زرتشت، مانی و مزدک[7] کے عقائد اور سومیری، عکاری اور اشوری قوموں کے متعلق عجیب عجیب قصے اور کہانیاں سنایا کرتے تھے۔

میرے نانا قدیم بابلی اور مصری جادو کے متعلق بھی کچھ جانتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ سحر کا اصل مقصد مظاہر قدرت پر گرفت کا نام ہے۔ وہ سحر کی دو قسمیں بتایا کرتے تھے ایک مثبت جس سے تخلیق و تسخیر کا کام لیا جاتا ہے اور دوسرا منفی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰) کے سبب سمندر میں نہ جا سکتا تھا پہلے دلدل بنا پھر رفتہ رفتہ خشک ہو گیا۔ اس طرح وہ ڈیلٹا وجود میں آیا جہاں آج کل بصرہ شہر آباد ہے۔

[3] کوہ قاف اور کوہ جودی کا دوسرا نام اسی پر حضرت نوحؑ کی کشتی رکی تھی۔

[4] کوہستانی سلسلہ جو عراق کو ترکی سے جدا کرتا ہے۔

[5] ایران اور عراق کے درمیان ایک پہاڑی سلسلہ

[6] اناطولیہ کا ایک بلند اور طویل پہاڑ

[7] زرتشت، مانی اور مزدک قدیم ایران کی انقلابی شخصیتیں۔

جس کا مقصد تخریب ہے۔ میرے نانا اکثر بابل، نینوا، مصر اور دوسرے قدیم کھنڈرات دیکھنے جایا کرتے تھے۔"

لیسان نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے ان سے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ کاش میں ان سے مل سکتی اور ان کے علوم اور معلومات کا ذخیرہ اپنے پاس محفوظ کر سکتی۔"

عیلام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "اب افسوس نہ کرو۔ اٹھو چلیں۔ کافی دیر آرام کر لیا۔" لیسان بھی کھڑی ہو گئی۔ عیلام نے دونوں گھوڑوں کو دانہ چر جانے پہلے اس نے لیسان کو سوار کرایا پھر خود بھی ایک جست کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور دوبارہ جھیل وان کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ وہ مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کی رفتار اب پہلے کی نسبت سست تھی۔

وقت کے دائروں میں مقید سورج اپنے لہو سے دن کو فروزاں کرنے کے بعد وفا کے دستور، معراج آدم اور نئے جہانوں، نئے نشانوں کا وسیلہ بننے کی خاطر ایک گدا ایک بے نوا کی طرح وسیع جھیل وان کے نیلم جیسے پانی کے اس پار غروب ہو رہا تھا۔ شمال مشرق کی طرف شام کی چراگاہوں اور گیہوں کے سنہری کھیتوں کو پانی مہیا کرنے والے کوہ قاف کی دھندلی دھندلی اور نیلی نیلی چوٹیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ دن کی زبان پتھر کی سل ہو گئی تھی اور شام اپنی یادوں کے صنم خانوں میں پُراسرار شمعیں روشن کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔ کالے سایوں کے ساتھ کاسنی رات کا سیاہ کفن پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ عیلام اور لیسان دریائے دجلہ کے کنارے پار ساگرد کی بستی میں داخل ہو گئے تھے پھر عیلام ایک حویلی کے سامنے اتر گیا اور جب وہ نیچے اتر کر حویلی کے دروازے پر دستک دینے کے لیے آگے بڑھا تو اچانک حویلی کا دروازہ کھلا اور عیلام کا چھوٹا بھائی طرغوت بھاگ کر اس سے لپٹ گیا۔ عیلام نے بھی خوب زور سے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔

عیلام سے علیحدہ ہوتے ہی طرغوت حویلی کی طرف منہ کر کے زور زور سے پکارنے لگا۔ "ماں! ماں! اخی اور بھابی بھی آگئے ہیں۔" عیلام کے پاس سے ہٹ کر طرغوت لیسان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر تک حویلی کے اندر سے عیلام کی ماں وراتان اور چچا عبید خان نکلے۔

وراتان آگے بڑھ کر عیلام کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چومنے لگی جب کہ عبید خان پیار سے لیسان کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ عیلام سے علیحدہ ہو کر وراتان لیسان کی طرف آئی اور عبید خان آگے بڑھ کر عیلام سے بغل گیر ہو رہا تھا۔ وراتان نے لیسان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

"میں خوش قسمت ہوں بیٹی کہ تو عیلام کے ساتھ اس گھر میں آئی ہے۔ آؤ اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔"

سب حویلی میں داخل ہوئے۔ طرغوت گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا جب کہ عیلام، لیسان، وراتان اور عبید خان دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ وراتان نے بڑے شوق اور پیار سے لیسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹی! ہم لوگ تو بڑی بے چینی سے تم دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ طرغوت تم دونوں کے آنے کی خوشی میں اس قدر بے تاب تھا کہ اس نے اپنے روزمرہ کے کام تک ترک کر دیے تھے۔"

طرغوت بھی گھوڑے اصطبل میں باندھ کر دیوان خانے میں آیا اور عیلام کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ عیلام نے پیار سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"طرغوت! میرے بھائی! تمہاری پہلوانی اور کشتی رانی کیسی جا رہی ہے؟" طرغوت کے بجائے وراتان نے فخریہ انداز میں کہا۔ "آس پاس کی بستیوں میں اب کوئی بھی اس سے کشتی نہیں لڑتا۔ اس نے سب کو پچھاڑ دیا ہے۔ کشتی رانی میں بھی یہ سب سے آگے ہے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ یہ کشتی میں جھیل کے اندر دور تک چلا جاتا ہے پھر وہاں سے تیر کر باہر نکلتا ہے۔ میں ہر نماز کے بعد

دعا مانگتی ہوں کہ طرغوت بھی تم جیسا مجاہد بن کر قوم و ملت کی خدمت کرے۔ میں اکثر خوابوں میں اسے سمندر کا سینہ چیرتے اور اونٹوں کی لمبی قطاروں کی راہنمائی کرتے دیکھا ہے۔ کبھی کبھی میں نے ایسے خواب بھی دیکھے ہیں جن میں طرغوت بحری بیڑوں کی راہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔ مجھے علم نہیں میرے خوابوں کی تعبیر کیا ہے لیکن میرا دل کہتا ہے ایک روز یہ اپنی ملت کا پاسبان ضرور بنے گا۔"

علیام نے پیار سے طرغوت کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ ورآمان نے لیسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم سب بیٹھ کر باتیں کرو بیٹی! میں تم لوگوں کے لیے کھانا تیار کرتی ہوں۔" لیسان فوراً اپنی جگہ پر کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ "میں آپ کے ساتھ چلوں گی اور خود کھانا تیار کروں گی ماں!"

ورآمان مسکرائی اور لیسان کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی۔ علیام، طرغوت اور عبید خان آپس میں باتیں کرنے لگے تھے۔

دوسرے روز علیام کی شادی ہو گئی اور لیسان اس کے عقد زوجیت میں آ گئی تھی۔ دونوں میاں بیوی نے ایک ماہ تک پارساگرہ میں قیام کیا پھر ایک روز وہ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

دیوان خاص میں سلطان سلیمان کے سامنے ڈھلتی عمر اور بھوری داڑھی والا ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کا نام ادان مورد سوف تھا اور وہ اس دور کے گمنام شہر ماسکو کے حکمران کا قاصد تھا۔ اس شخص نے سلطان کی خدمت میں سمور اور کھالوں کے تحائف پیش کیے اور مودب ہو کر سلطان سے درخواست کی کہ سلطان ماسکو کے حکمران کے ساتھ باہمی حفاظت کا معاہدہ کر لیں۔

سلطان سلیمان بڑے غور سے ماسکو کے اس قاصد کی طرف دیکھ رہے تھے اتنے میں دیوان خاص کا حاجب اندر آیا۔ بالکل سلطان کے نزدیک ہو کر اس نے سرگوشی میں کچھ کہا جسے سن کر سلطان کا رنگ سرخ ہو گیا۔ چہرے پر بے حد خفگی کے آثار بکھر گئے اور غصے کے عالم میں ابروؤں پر گرہیں پڑ گئی تھیں۔

سلطان سلیمان نے بلند آواز میں ماسکو کے سفیر کو مخاطب کر کے کہا۔

"جاؤ واپس لوٹ جاؤ اپنے حکمران سے جاکر کہنا۔ مسلمانوں کا سلطان سلیمان بن سلیم کہتا ہے ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ تم سے باہمی حفاظت کا معاہدہ[لہ] کیا جائے اس کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے ہماری سلطنت کا ایک چھوٹا صوبہ۔ میری طرف سے جاکر اسے کہو کہ وہ ہمارے دوست و حلیف اور ہمارے مہربان و منشا کریمیا کے سلطان تاتاری خان کا مطیع و فرمانبردار بن کر رہے اور اپنے علاقے میں کھالوں اور سمور کی پیداوار کو فروغ دے۔ اب تم جاؤ ہمارے ایک دوست کا سفیر کوئی بری خبر لایا ہے اب ہم اس سے ملیں گے۔

ماسکو کا وہ قاصد باہر نکل گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص دیوان خاص میں داخل ہوا۔ وہ جان زاپولیا کا سفیر تھا۔ وہی جان زاپولیا جسے سلطان سلیمان پچھلی جنگوں کی فتوحات کے بعد ہنگری کا حکمران بنا چکے تھے۔

سلطان نے سفیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہو تم کیا خبر لائے ہو؟"

سفیر نے مودب ہوتے ہوئے کہا۔ "سلطانِ عالی قدر! میں جان زاپولیا کی طرف سے ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ اس لیے کہ آپ ہی نے اسے ہنگری کا حکمران مقرر کیا تھا۔ جرمنی اور اسپین کے حکمران چارلس کے بھائی فرڈی ننڈ نے اچانک ہنگری پر حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ایسے لشکر تھے جن کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ جان زاپولیا نے اپنی مختصر سی فوج کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا لیکن ہزیمت اٹھائی اور فرڈی ننڈ نے ساری سرزمین کو روند ڈالا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

سلطانِ محترم! بودا شہر کو آپ فتح کرکے اس میں تشریف فرما ہو چکے ہیں اس شہر میں آپ کے گھوڑے کی ٹاپ پڑ چکی ہے۔ فرڈی ننڈ نے اس شہر کو بھی روند

لہ سلطان سلیمان نے باہمی حفاظت کے اس معاہدے سے اس لیے انکار کر دیا تھا کہ کریمیا کے تاتاری خان نے ماسکو کے حکمران کو اپنا مطیع بنا رکھا تھا اور اس سے خراج وصول کرتا تھا۔ تاتاری خان مسلمان تھا لہٰذا سلطان سلیمان اس کا خیال رکھنا چاہتا تھا۔

ڈالا ہے۔ اس نے بودا میں آپ کی حفاظتی فوج کو تہ تیغ کرکے بودا شہر میں قبضہ کر لیا ہے۔ جان زاپولیا نے مجھے آپ کے پاس مدد کی درخواست دے کر بھیجا ہے۔"

سلطان سلیمان نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔ "میرے حاجب نے تمہاری آمد کے ساتھ یہ خبر بھی دی ہے کہ فرڈی ننڈ کے سفیر بھی ملنے کے لیے باہر کھڑے ہیں کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟"

سفیر نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "میں انہیں دیکھ چکا ہوں سلطانِ محترم!" سلطان نے دیوانِ خاص کی خالی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "پہلے ان سے مجھے بات کرنے دو پھر میں اپنا فیصلہ دوں گا۔ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ بعد میں تم سے بات کروں گا۔"

جان زاپولیا کا سفیر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ سلطان سلیمان اور اس کے سارے اراکینِ سلطنت دیوان خاص کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ میلام بھی قاضی سوکولی کے ساتھ سلطان کے سامنے بائیں طرف کی نشستوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں فرڈی ننڈ کے دو جرمن سفیر[کہ] دیوانِ خاص میں داخل ہوئے۔ دونوں آگے بڑھے اور پھر سلطان سلیمان کے روبرو جھکتے ہوئے ان میں سے ایک نے ہاتھ باندھتے ہوئے عرض کی۔

"سلطانِ معظم! ہم ہنگری کے بادشاہ فرڈی ننڈ کے سفیر ہیں۔ میرا نام ہوبورڈا فاس اور میرے ساتھی کا نام وانکسل برگر ہے۔ فرڈی ننڈ نے ہمیں ——"

سلطان کا چہرہ غصے میں تپ گیا تھا اور اس نے سفیر کی بات کاٹتے ہوئے برہم ہوکر کہا۔ "اپنے الفاظ واپس لو۔ تم دونوں ہنگری کے سفیر کیونکر ہو سکتے ہو۔

کہ بقول ہیرلڈ لیم یہ جرمن سفیر اپنے ساتھ چار سو عدد نادر جرمن نائٹ بھی لائے تھے۔ جو جنگی ساز و سامان سے لیس تھے۔ اس طرح شاید وہ اپنی سفارت میں جان پیدا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن سلطان سلیمان پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

ہنگری کا حکمران ہم نے جان زاپولیا کو بنایا تھا۔ اپنے آپ کو جرمنی اور بوہیمیا کے سفیر کہو۔"

بوبوڈا ناس نے فوراً معذرت کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے لیکن ہمارا بادشاہ فرڈی نینڈ تو اس خوش قسمتی پر نازاں ہے کہ جان زاپولیا کو شکست دے کر اور ہنگری کا حکمران بننے کے بعد وہ مسلمانوں کے شہنشاہِ اعظم کا ہمسایہ بن گیا ہے۔ سلطان کے بجائے اس بار سلطنت کے وزیر ابراہیم نے سفیر کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں پوچھا۔

"بودا شہر میں ہمارے سلطان داخل ہو چکے ہیں۔ وہاں ہماری حفاظتی فوج بھی تھی۔ فرڈی نینڈ کو اس شہر پر قبضہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

سفیر نے کہا۔ "میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا کہ بودا شہر پر اس وقت میرے بادشاہ کا قبضہ ہے اور یہ کہ ہمارے طاقتور پڑوسی اب ہمارے ساتھ ہیں۔"

سلیمان نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ "فرڈی نینڈ کیا چاہتا ہے؟"

دیوانِ خاص میں چند ثانیوں تک خاموشی رہی اور ہنگری کا سفیر بوبوڈا ناس سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنی گردن اٹھائی اور بڑے مؤدبانہ طریقے سے اس نے کہا۔

"اگر میں صلح نہیں تو کم از کم جنگ روکنے کی درخواست ضرور لے کر آیا ہوں۔" "فرڈی نینڈ کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ وہ ہم سے جنگ کی بات کرے جب کہ یورپ کے دوسرے بادشاہوں نے ہمارے سلطان سے نیازمندی کا اظہار کیا ہے۔"

اس بار بوکھلاہٹ میں سفیر پوچھ بیٹھا "کن بادشاہوں نے اب تک ایسا کیا ہے؟" ابراہیم نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "ان میں زیادہ اہم فرانس کا بادشاہ، پولینڈ کا حکمران، ٹرانسلوے نیا کا حاکم دوئے وڈ، پاپائے روم اور وینس کا بادشاہ دوجے ہیں۔

بوبوڈا ناس نے اپنا لہجہ خوب نرم کرتے ہوئے کہا۔ "فرڈی نینڈ چاہتا ہے کہ ہنگری کے تمام قلعوں پر اس کی حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اس شرط پر

وہ سلطان سے امن برقرار رکھے گا۔"

ابراہیم نے طنزاً کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ اس نے قسطنطنیہ پر قبضے کا دعویٰ کیوں نہیں کر دیا؟"

بوبوڈا ناس نے جھجکتے جھجکتے کہا۔ "ہنگری کے معاوضے میں سلطان کو کچھ رقم ادا کر دی جائے گی۔"

سلطان سلیمان کا رنگ غصے میں انگارہ جیسا ہو گیا تھا۔ انھوں نے گھور کر ابراہیم کی طرف دیکھا۔ ابراہیم شاید ان کا کوئی مطلب سمجھ گیا تھا تبھی وہ اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کر شہر کی پرانی فصیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے غضب ناک حالت میں سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اس فصیل کو دیکھتے ہو جہاں یہ ختم ہوتی ہے۔ وہاں سات برج ہیں اور ہر برج سونے اور زرد جواہرات سے بھرا پڑا ہے۔ رہی بات معاوضے کی تو نہ چارلس کے کسی عہد کا کوئی اعتبار ہے اور نہ اس کے چھوٹے بھائی فرڈی نینڈ کے کسی وعدے کا۔"

ابراہیم کے خاموش ہونے پر سلطان نے دونوں سفیروں کو مخاطب کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"فرڈی نینڈ کو ابھی تک ہماری ہمسائیگی اور دوستی کا اندازہ نہیں ہوا لیکن بہت جلد اسے اس کی خبر ہو جائے گی۔ اسے صاف صاف کہہ دینا کہ ہم خود اپنے لشکر کے ساتھ عنقریب ہنگری کا رخ کریں گے وہ ہمارے استقبال کے لیے تیار رہے۔ اس کی شیطان جیسی ازلی پکار اور اس کے ظالم و وحشی عزائم کا ہم خوب جواب دیں گے۔ میرا رب جو بادشاہوں کا آقا ہے مجھے توفیق دے گا کہ میں اس کے اندھے اور بھیانک جذبات کی طوفانی اور ہیبت ناک رتھ کو توڑ دوں گا۔"

سلطان چند ثانیوں تک رک کر سفیروں کو دیکھتے رہے۔ دیوانِ خاص میں گہری خاموشی اور سکوت طاری تھا۔ عنبر دانوں میں سلگ سلگ کر اٹھتی ہوئی خوشبو آسمان پر تیزی سے بکھرنے والے بادلوں کی طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی سلطان

نے پھر بپھرے ہوئے لہجے میں ان سفیروں سے کہا۔

"یاد رکھو! ہم پہلے ہی عہد کر چکے ہیں کہ ہم وی آنا کو اپنی سلطنت میں شامل نہیں کریں گے بلکہ اس شہر کو اپنے اور مغرب کے درمیان حدِ فاصل خیال کریں گے۔ ہم اب بھی اپنے اس فیصلے پر قائم ہیں لیکن فرڈی نند نے ان قلعوں پر قبضہ کر کے جو ہمارے تصرف میں تھے خود ہی جنگ کی ابتدا کر دی ہے۔ بہت جلد وہ دیکھے گا کہ ہم اسے عہد کے عہد سے نکال کر بحرانی دور میں داخل کر دیں گے۔ اس پر وحشت کی ایسی رت مجبور کر کہ ہم اس پر برسیں گے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی قسمت کے پیالوں کا زہر پینے پر رضامند ہو جائے گا۔ جب تک یہ ارض و سماء جنبش میں ہیں ہم ایسے ناوقت بھونکنے والے آوارہ اور پاگل کتوں کی سرکوبی کرتے رہیں گے۔ جاؤ لوٹ جاؤ اور فرڈی نند کو جا کر میرا پیغام دو۔"

سفیر گردنیں جھکائے باہر نکل گئے۔ سلطان نے نشست پر بیٹھے جان زاپولیا کے سفیر کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم بھی جاؤ اور اپنے آقا سے کہہ دو کہ وہ دونوں کان بند کر کے آرام سے سو جائے بہت جلد ہم اس کی مدد کو آئیں گے۔"

جان زاپولیا کا سفیر اٹھا اور دیوان خانے سے رخصت ہو گیا تھا۔ سلطان سلیمان بھی اٹھے اور دیوان خاص سے اپنے سکونتی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

سحر ہو گئی تھی آسمان پر قندیلوں کی طرح چمکنے والے ستارے ماند ہو گئے تھے رنگ برنگ اور مختلف انواع کے طیور اپنی چہچہاتی کھلے اپنی جانی پہچانی آوازوں اور گمنام زبانوں میں ایک دوسرے کو سحر کی بشارت دیتے ہوئے رزق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اندھیرے کی طیلسان پر مشرق سے نمودار ہوتی روشنی کے عکس دیر تک رقص کرتے دکھائی دینے لگے تھے۔

فجر کی نماز کے بعد عیلام لباس تبدیل کر کے اپنے آپ کو مسلح کر رہا تھا۔ اس لیے کہ لشکر نے آج فرڈی نند کی سرکوبی کے لیے ہنگری کی طرف کوچ کرنا تھا۔

اچانک لیسان بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور پیار سے عیلام کا بازو پکڑتے ہوئے اس نے کہا۔ "آپ کے لیے خوش خبری کہ کوروش بھائی کے ہاں لڑکا ہوا ہے۔"

عیلام نے بڑی چاہت میں لیسان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"لیسان! لیسان! کوچ سے قبل تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ کوروش کہاں ہے؟"

لیسان نے چہکتے ہوئے کہا۔ "وہ ایشتار کے پاس ہے۔ طاؤس اور مافلیس بھی وہیں بیٹھے ہیں۔ میں تو سو گئی تھی لیکن مافلیس بیچاری ساری رات بیٹھی رہی ہے اسی نے ایشتار کی دیکھ بھال کی ہے۔"

عیلام نے اپنا منہ لیسان کے کان کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ "عنقریب بوڑھی مافلیس تمہاری بھی ایسی ہی دیکھ بھال کرے گی اور میں جنگ پر ہی روانہ ہو جاؤں اگر یہ طول پکڑ گئی تو دیکھ بھال کی یہ نوبت میری غیر موجودگی میں ہی آ جائے گی۔"

شرم و حیا میں حسین لیسان کا چہرہ سرخ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے فوراً عیلام کی وہ زرہ اس سے چھین لی جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ پھر بات کا رُخ بدلتے ہوئے اس نے شکوہ کرنے کے انداز میں عیلام سے کہا۔ "میں تھوڑی دیر قبل ہی تو آپ کو نماز پڑھتے چھوڑ کر گئی ہوں۔ آپ میرا انتظار کر لیتے۔ میں خود آ کر آپ کو مسلح کرتی۔"

لیسان جلدی جلدی عیلام کو اس کا جنگی لباس پہنانے لگی تھی۔ پھر دونوں اپنے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں گئے جہاں ایشتار تھی۔ کوروش، طاؤس اور مافلیس بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

عیلام آگے بڑھا اور پلنگ پر ایشتار کے سامنے پڑے اس کے صحت مند بچے کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کوروش اور ایشتار کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم دونوں کو یہ چاند مبارک ہو۔"

کوروش اور ایشتار کے لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اتنے میں لیسان نے عیلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یہیں بیٹھ جائیں۔ میں سب کے

لیے یہیں کھانا لے کر آتی ہوں۔"

لیسان باہر نکل گئی۔ عیلام نے اپنے سامنے مسلح حالت میں بیٹھے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوروش تم اب لشکر کے ساتھ جانے کی بجائے یہیں رہو۔ ایشتار کو تمہاری موجودگی کی ضرورت ہے۔"

کوروش نے فوراً اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا "آپ فکر مند نہ ہوں۔ اس سلسلے میں ایشتار کے ساتھ میں پہلے ہی بات کر چکا ہوں اور وہ مجھے جانے کی اجازت بھی دے چکی ہے۔ ایشتار کے پاس طاؤس، مانلیس اور میری بہن لیسان تو ہیں۔"

عیلام خاموش رہا۔ تھوڑی دیر بعد لیسان کھانا لے آئی۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد عیلام اور کوروش اصطبل میں آئے۔ لیسان بھی ان کے ساتھ تھی۔ تھوڑی دیر بعد اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنے اور جنگی ہتھیار سجانے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو رہے تھے۔ لیسان دروازے پر کھڑی ہو کر آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پہ گہری مگر مصنوعی مسکراہٹ لیے عیلام کو الوداع کہہ رہی تھی۔

✱

۵۲۹ء کے موسمِ بہار میں جب مئی کا مہینہ بارش میں نہا رہا تھا سلطان سلیمان نے اپنے لشکر کے ساتھ فرڈی ننڈ کی سرکوبی کے لیے شمال کی طرف پیش قدمی کی۔ موسلا دھار بارشوں کے باعث راستے میں پڑنے والے ندی نالے طوفانی حالت میں تھے۔

سلطان سلیمان نے طغیانی پر آئی ہوئی ایسی ندیوں کو شتیروں کے پل بنا کر پار کیا۔ پہاڑوں کے دروں اور سربیا کی بنجر وادیوں میں گزرتے ہوئے لشکر آگے

بڑھتا رہا۔ حسبِ معمول اناطولیہ، شام اور کوہستانِ قفقاز کی طرف سے جنگ میں حصہ لینے کے لیے آنے والے مسلمان مجاہد بھی راستے میں لشکر کے عقب میں شامل ہوتے رہے تھے۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب موہاکس؎ کے میدان میں پہنچے تو جان زاپولیا جسے سلطان نے ہنگری کا بادشاہ مقرر کیا تھا اپنے ایک چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی میدان میں ہنگری کا ایک اور سردار بھی اسلامی لشکر میں شامل ہوا اور اس کا نام پیٹر پیرینی تھا اور وہ اسلام قبول کر چکا تھا۔

کوہستان کارپتھیا کے دروں اور کوہستان بوسینا کی بلندیوں کو عبور کرتے ہوئے سلطان شمال اور مغرب کی طرف بڑھتے رہے تھے۔

سلطان کے لشکر کی ترتیب اس بار بھی ویسی ہی جس طرح اس سے قبل اس نے ہنگری پر حملہ آور ہوتے ہوئے تنظیم دی تھی۔ ہراول کا سالار عیلام تھا۔ اور کوروش اس کا نائب تھا۔ لشکر کا میسرہ فرہاد پاشا کے پاس، میمنہ ایاز پاشا کی سپردگی میں اور قلب خود سلطان اور وزیرِ اعظم ابراہیم کے پاس تھا۔ جان زاپولیا کو سلطان نے اپنے ساتھ قلبِ لشکر میں رکھا تھا اور نو مسلم سردار پیٹر پیرینی کو عیلام کے ساتھ ہراول لشکر میں شامل کیا گیا تھا۔ موسمِ برسات کے باعث طغیانی پر آئے ہوئے ندی نالوں کو اسلامی لشکر طوفانی انداز میں عبور کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

ہنگری اور آسٹریا پہ زبردستی قبضہ کر لینے والے فرڈی ننڈ نے مسلمانوں کی مزاحمت اور اسلامی لشکر کو روکنے کے لیے دو شہروں کا انتخاب کیا تھا۔ ایک سیگدان اور دوسرا ماٹس برگ ان دونوں شہروں میں اس نے مضبوط، خوب مسلح اور طاقتور

؎ یہ وہی میدان ہے جہاں اس سے قبل سلطان نے یورپ کے متحدہ لشکر کو عبرت خیز شکست دی تھی۔

لشکر مقرر کیے لیکن یہ بات فرڈی ننڈ کے لیے انتہائی حیرت انگیز اور تکلیف دہ ثابت ہوئی کہ سلطان کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی عیلام نے اپنے ہراول لشکر کے ساتھ ان دونوں شہروں کو فتح کر لیا اور جو لشکر ان شہروں کی حفاظت پر متعین تھے انہیں وہاں سے مار بھگایا تھا۔

سلطان سلیمان لشکر کے قلب، میسرہ اور میمنہ کے ساتھ جب سیگدن پہنچے تو انہوں نے دیکھا عیلام شہر پر سلطنتِ عثمانیہ کا پرچم لہرانے کے بعد وہاں سے آگے کوچ کر چکا تھا۔

جب وہ وائس برگ پہنچے تو انہوں نے دیکھا شہر سے باہر عیلام اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور وائس برگ کے دروازوں پر بھی اسلامی پرچم تیز ہوا میں پھڑ پھڑا رہے تھے۔

سلطان نے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ آتنی دیر تک عیلام بڑی تیزی سے پیدل چلتا ہوا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عیلام کو دیکھتے ہی سلطان اپنے گھوڑے سے اترے اور عیلام کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیے۔ عیلام آگے بڑھا اور بلا جھجک سلطان سے بغل گیر ہو گیا۔ سلطان سلیمان نے عیلام کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"شیبانی خان کے پوتے! قسم ہے مجھے اپنے رب کریم کی تم نے میری امیدوں سے کہیں بڑھ کر ساتھ دیا ہے۔ مجھے اس قدر امید تو ضرور تھی کہ تم اپنے جنگی تجربے کے باعث کسی نہ کسی طرح سیگدن اور وائس برگ کے لشکروں کو اپنے قلعوں کے اندر رہ کر جنگ کرنے پر مجبور کر دو گے لیکن قسم مجھے صاحب سدرہ کی یہ امر میرے ذہن میں بھی نہ تھا کہ تم میرے یہاں آنے تک دشمن کے لشکروں کو بھگا کر دونوں شہروں پر اپنے پرچم لہرا چکے ہو گے۔ تمہارا نام میرے لیے قابلِ اعتماد ہے تم نے بلغراد میں ایک انوکھا کردار ادا کیا۔ روڈس میں حیرت انگیز جنگی کارکردگی کا اظہار کیا اور بودا شہر میں تم نے اپنے منفرد ہونے کا ثبوت دیا۔ شیبانی خان کے پوتے! مجھے تمہاری ذات پر شرف و ناز اور تمہاری جنگی کارکردگی پر فخر و تعلی ہے۔ واللہ تم جیسے جوان ہی دشمن کے ظلم و کرب کے سامنے کوہِ گراں کی صورت جم کر اپنی کوشش و سعی اور اپنی گردش و بیباکی سے انسانی تقدیروں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ تم نے یقیناً اپنے دادا کی یاد تازہ کر دی ہے۔"

عیلام نے علیحدہ ہوتے ہوئے بڑی انکساری سے کہا۔ "میرے آقا! تخلیق کائنات کی ابتدا سے اور ہبوطِ آدم کی داستان ہیں موت و بدی کی طاقتیں اندھیری رات کی پرچھائیوں اور نزع کی بے صوت جھلک کی مانند اللہ کے بندوں کو ان کی راہ سے بھٹکا کر انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں لیکن مہربان قدرت اپنے بندوں کے لیے ایسے خدا ساز حالات پیدا کر دیتی ہے کہ وہ وجدانی طور پر ان میں سے کامرانی اور فوز مندی سے گزر دکھاتے ہیں۔

میرے آقا! میں ایک عاجز و حقیر انسان ہوں۔ جو کوئی نیک عمل اور جرأت مند فعل میرے ہاتھوں سے ہوا وہ سب میرے رب کی عنایات ہیں۔ میں نے خلوصِ نیت سے اپنے فرائض کی انجام دہی کی ہے۔ اگر آپ میری کارکردگی سے مطمئن ہیں تو یہ میرے لیے خوش بختی اور سعادت ہے۔

سلطان سلیمان عیلام سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ ایک سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ ذرا فاصلے پر وہ اپنے گھوڑے سے اترا۔ وہ سلطان کے لشکر کا جاسوس تھا اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر وہ نزدیک ہوا اور سلطان سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"سلطانِ محترم! میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ بودا شہر تک گیا تھا۔ میرے دونوں ساتھی ابھی تک بودا شہر کے گرد منڈلا رہے ہیں۔ میں چند اہم خبریں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بودا شہر میں اس وقت جرمنوں کا ایک بڑا اور عظیم لشکر موجود ہے۔ اس لشکر میں اکثریت ان نائٹوں کی ہے جن کے گناہوں کی پاپائے اعظم معافی دے چکے ہیں اور جو کلیسا کے نام پر اپنی جانیں قربان کر دینے

کی قسم کھا چکے ہیں۔ انھوں نے بودا شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ امیر عیلام کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگنے والے سیگدن اور واکس برگ کے لشکر بھی بودا شہر کا رخ کر رہے ہیں۔ فرڈی ننڈ اس وقت جرمنی میں ڈاٹ کے مقام پر مقیم ہے۔ وہ وہاں لشکر جمع کر رہا ہے جنہیں لے کر وہ ہماری آمد سے قبل ہی بودا آ پہنچ جائے گا۔

اس کے علاوہ یہاں سے نکل کر جب آگے بڑھ کر بودا اور وی آنا کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے پرلیس برگ سے دس میل آگے کوہستان کے اندر دشمن کا ایک لشکر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ وہاں دریائے ڈینیوب بالکل شاہراہ کے قریب ہو کر گزرتا ہے۔ دشمن کے اس لشکر کے پاس منجنیقیں ہیں اور جب ہمارا لشکر شاہراہ پر یا ہمارے جہاز ڈینیوب کے اندر وہاں سے گزریں گے تو وہ لشکر ان پر پتھروں کی بارش کر کے انہیں نقصان پہنچائے گا۔"

وہ جاسوس جب خاموش ہو گیا تو سلطان سلیمان نے شفقت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم آنے والی شب لشکر کے اندر آرام کرو اور اگلے روز یہاں سے روانہ ہو کر بودا میں اپنے ساتھیوں سے جا ملو۔"

وہ جاسوس جب چلا گیا تو سلطان نے عیلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے عزیز جان! دشمن ایک بار پھر ہمارے راستے میں اپنے مکروہ جال پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ قبل اس کے کہ ہمارا لشکر وہاں سے گزرے، پیشتر اس کے کہ ہمارے جہاز وہاں تک پہنچیں ہمیں پہاڑوں کے اندر چھپے دشمن کے اس لشکر کی سرکوبی کر لینی چاہیے۔"

عیلام نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! مطمئن رہیے۔ آنے والی شب اپنے ہراول لشکر کے ساتھ پہاڑوں کے اندر چھپے دشمن کے اس لشکر پر میں شب خون ماروں گا مجھے امید ہے، میرا رب مجھ پر مہربان ہوگا اور میں ان کوہستانوں کے قریب بھی سیگدن اور واکس برگ کی طرح آپ کے سامنے سرخرو

ہو جاؤں گا۔"

سلطان سلیمان نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "مجھے یقین ہے زندہ و بیدار قدرت ان دشوار گزار کوہستانوں کے اندر تمہارے سامنے دشمن کے عزائم کو خواب کی طرح بے حقیقت کر دے گا۔ آؤ اب لشکر کے کھانے کا انتظام کریں۔"

سلطان سلیمان وہاں سے ہٹے اور عیلام، ابراہیم، ایاز اور فرہاد پاشا کے ساتھ وہ لشکر کے پڑاؤ اور کھانے کے بندوبست کی نگرانی کرنے لگے تھے۔

دوسرے روز عیلام اپنے ہراول لشکر کے ساتھ واکس برگ سے باہر مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد کوچ کر گیا تھا جب کہ سلطان سلیمان قلب، میسرہ اور میمنہ کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

عیلام نے پرلیس برگ سے آٹھ میل آگے جا کر اپنے لشکر کو روک لیا اور شاہراہ چھوڑ کر وہ دائیں جانب کوہستانوں کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ ایک میل دائیں طرف ایک چھوٹی سی ندی کے کنارے کنارے جانے کے بعد عیلام نے گدلے پانی کی اس دھار کو ایک چوبی پل پر سے پار کیا۔ اب وہ سیدھا کوہستانوں کے اندر چھپے دشمن کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

اپنے لشکر کو اس نے حملہ آور ہونے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا لشکر اپنے پاس رکھا اور آدھا اس نے کوروش کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔

دشمن کے قریب جانے کے بعد عیلام نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور اپنی زہریلی آواز میں اس نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اسلام کے باجبروت فرزندو! یزداں کی مقدس کتاب کے
امانت دارو! آؤ اس گھمبیر رات کے ہیبت ناک سناٹے میں
دشمن کے تمرد کی رونق کو، اس کی زبان کے طلسم اور اس کے
کرب و الم کو اس تیرگی میں مقفو کریں مار کر ختم کر دیں۔

"آؤ میرے ساتھیو! اپنے رب کا نام لے کر دشمن پر حملہ کریں۔
اور ارض و سما کی جنبش بن کر ان کے اندھیرے، گھٹن جیسے
اوسان کے ہر فریب کو وقت کے دائروں میں مقید کر کے
ایک دیئے کی مدھم لو اور تیل کے جھلملاتے چراغ کی طرح بجھا
دیں۔ آؤ میرے پیچھے آؤ اور دشمن کو لومڑیوں کا مسکن جان
کر ان کے منہ کو لگام کی عادت ڈال دیں۔"

دو مختلف سمتوں سے مسلمانوں کا ہراول لشکر کوہستانوں کے اندر چھپے دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔ دائیں طرف سے عیلام ایسے انداز میں دشمن پر ضربیں لگانے لگا تھا جیسے کوئی ماہر آہن گر آہرن پر رکھے لوہے کے گرم سرخ ٹکڑوں کو ہتھوڑوں کی شدید ضربیں لگاتا ہے اور بائیں طرف سے کوروش اندھیری اور بھیانک رات میں برسنے والے اولوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

پہاڑوں کے اندر چھپے ہنگری، جرمنی، آسٹریا، بوہیمیا اور بلغاریہ کے دستوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کر کے اپنے پڑاؤ سے باہر نکالنا چاہا لیکن انہیں بُری طرح ناکامی ہوئی۔

عیلام اور کوروش کی سرکردگی میں مسلمان مجاہدین اللہ اکبر کی ولولہ خیز آوازیں بلند کرتے ہوئے وجدانی طور پر موت کی پرواہ کیے بغیر دشمن کے اندر گھس کر ان کا صفایا کرنے لگے تھے۔ چند ہی لمحوں کے اندر جہد آفرین مسلمان مجاہدوں نے اپنے خطرناک حملوں سے دشمن پر حیرت کدے کا فرزاں عالم اور گہری سکرات کی سی کیفیت طاری کر دی تھی۔

ان کے حملوں میں ساگر کی سی گہرائی اور پانی میں چھپی چٹانوں جیسا بھیانک پن تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

دشمن کے بھاگتے لشکر نے پہلے بائیں طرف سے فرار حاصل کرنا چاہا لیکن کوروش نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔ ناچار وہ دائیں طرف پلٹے لیکن اس طرف سے عیلام نے حملہ کر کے ان کے لشکر کی تعداد کو خاصی حد تک کم کر دیا تھا۔

دونوں طرف سے مایوس و نامراد ہو کر دشمن دریائے ڈینیوب کی طرف بھاگے۔

عیلام اور کوروش نے بُری طرح ان کا تعاقب کیا۔ آدھے اس تعاقب میں مجاہدین کی تلواروں کا شکار ہو گئے اور آدھے دریا میں کود کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دشمن کے بہت کم سپاہی ایسے بچے جو اپنی جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔

سلطان سلیمان جب ان کوہستانوں کے پاس آئے تو عیلام دشمن کی منجنیقوں کو شاہراہ پر لا کر ان کے آگے دشمن سے ہاتھ آنے والے گھوڑوں کو جوت چکا تھا۔ عیلام کی اس کارکردگی پر سلطان نے بڑے خلوص اور تہ دل سے عیلام کو احسنت و تحسین دیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا پھر متحدہ لشکر اس شاہراہ پر آگے بڑھ رہا تھا جو بودا سے ہوتی ہوئی وی آنا اور وہاں سے جرمنی کی طرف چلی گئی تھی۔

سات سو میل کی طویل اور کٹھن مسافت طے کرنے کے بعد اسلامی لشکر ایک روز بودا شہر کے سامنے نمودار ہوا۔ جرمنی میں ڈائٹ کے مقام پر لشکر جمع کرنے والا فرڈی نند مطمئن اور پُرسکون تھا کہ اسلامی لشکر بودا شہر سے آگے نہ بڑھ سکے گا کیونکہ اپنے طور پر اس نے بودا شہر میں جرمنوں کا ایسا تجربہ کار اور جرار لشکر رکھا تھا جسے اس کے اندازے کے مطابق شکست دینا ناممکنات میں سے تھا۔ اور پھر اس لشکر میں ایسے ان گنت جرمن نائٹ بھی تھے جو کلیسا سے معافی نامے حاصل کر چکے تھے لیکن قدرت تاریخ کے افق اور وقت کے قرطاس پر ایسے فیصلے ثبت کر چکی تھی جنہیں بدل دینا ناممکن تھا۔

؎ قسطنطنیہ سے بودا شہر پورے سات سو میل کے فاصلے پر ہے۔ دنیا میں بہت کم ایسے لشکر ہوں گے جنہوں نے اس قدر طویل سفر طے کر کے دشمن پر حملہ کیا ہو۔ مسلمانوں کی منزل وی آنا شہر تھی۔ جو بودا شہر سے ایک سو ستر میل اور آگے یورپ کے وسط میں تھا۔

بوداشہر میں مقیم نائٹوں کے لشکر نے مسلمانوں کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھانے کی خاطر شہر سے باہر نکل کر اس وقت حملہ کر دیا جب اسلامی لشکر پڑاؤ کرنے کی سوچ رہا تھا۔ یہ ایک اچانک اور زوردار حملہ تھا جو ان نائٹوں نے کیا تھا اور وہ اپنی سیدھی وزنی تلواریں لہراتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا مسلمان جرمنوں کے اس اچانک حملے کے لیے پہلے سے ہی تیار تھے۔

اسلامی لشکر کے شیر دل ترک، کھلی آستینوں والے بیباک عرب، کریمیا کے تُند تاتاری، بدخشانوں کے سرفروش ازبک اور ساربان، اناطولیہ کے طوفانی مجاہد، کوہستان قفقاز کے الہڑ رضاکار۔ شام کی وادیوں سے آئے ہوئے صف شکن جوان اور بارود کی طرح پھٹ پڑنے والے ینی چری متحد ہو کر فرد واحد کی طرح جرمنوں کے آگے جم گئے تھے۔

جرمنوں کی سیدھی اور مسلمانوں کی بھاری چمکتی ترچھی تلواریں خون کا کھیل کھیلنے لگی تھیں۔ جرمن نائٹ جو تلوار کے فن میں یورپ کے اندر اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے مسلمانوں کے مقابلے میں ایک نئی مصیبت کا شکار ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کی ترچھی تلواریں ان کے لیے وقت کا عذاب اور قہر خداوندی بن گئی تھیں اور پھر انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان مجاہدین جنگ میں پیچھے ہٹنے کے بجائے موت سے بغل گیر ہونے کو ترجیح دینے کا فن جانتے ہیں۔

کھلے میدان کے اندر جرمن نائٹ اور سورما زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ کٹوا کر وہ رزم گاہ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور بوداشہر کے قلعے میں محصور ہو گئے۔ ان میں وہ نائٹ بھی شامل تھے جو کلیسا کے نام پر اپنی جانیں قربان کر دینے کی قسم کھا چکے تھے۔

محصورین پر قابو پانے کے لیے سلطان سلیمان نے وہی منجنیقیں استعمال کیں جو راستے میں جیلام نے دشمن سے چھینی تھیں۔ جرمن محصورین بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ مسلمانوں نے جگہ جگہ سے قلعے کی فصیل پر سنگ باری کر کے اسے توڑ ڈالا اور قلعے میں داخل ہو گئے۔

فصیل کے اندر صرف چند لمحوں تک گھمسان کی جنگ ہوئی کیونکہ بہت جلد اسلامی لشکر نے جرمن نائٹ کو تہ تیغ کر کے شہر اور قلعہ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ یہاں بوداشہر میں سلطان سلیمان نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک قیام کیا۔ یہیں جان زاپولیا کی ہنگری کے بادشاہ کی حیثیت سے تاجپوشی ہوئی۔ اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بوداشہر سے نکل کر ایک بار پھر اس شاہراہ پر روانہ ہو گیا تھا جو وی آنا شہر کی طرف جاتی تھی۔ بوداشہر اور وی آنا دونوں شہروں کے درمیان یہ مسافت ایک سو ستر میل پر مشتمل تھی۔

سرما کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ برف باری شروع ہو گئی تھی اور شمال کی تیز کوجتاتی ہوائیں انسانی خون کو منجمد کرنے لگی تھیں۔ بودا سے وی آنا کی طرف سفر کرتے ہوئے برف باری کے باعث سلطان کو اپنے لشکر کے لیے چارے کا انتظام کرنا مشکل ہو رہا تھا لیکن سلطان کسی نہ کسی طرح اپنے گھوڑوں کے لیے خشک گھاس کا انتظام کرتے ہوئے وی آنا پہنچ گئے تھے۔

دریائے ڈینیوب وی آنا کے گرد ایک بل کھاتا ہوا مشرق کا رخ کرتا تھا شمال کی طرف سے آتے ہوئے وہ مشرق اور جنوب کے کچھ حصے میں وی آنا شہر کی فصیل کے ساتھ ٹکراتا ہوا جنوب ہی میں ذرا پیچھے ہٹ کر مشرق کا رخ کر گیا تھا۔

سلطان نے وی آنا شہر کے جنوبی دروازے کارتزتور کے سامنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ لشکر کے قلب اور میسرہ کو بالکل کارتزتور کی سیدھ میں اور میمنہ کے علاوہ ہراول لشکر کو ذرا فاصلے پر مغربی دروازے کے قریب متعین کیا گیا تھا۔

اپنے لشکر کو سردی سے محفوظ کرنے اور گھوڑوں کو چارہ مہیا کرنے کی خاطر سلطان سلیمان نے اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو ایاز پاشا کی سرکردگی میں جنوبی جنگل کی طرف روانہ کیا۔ یہ لشکر دور تک جنوب میں وسیع علاقہ فتح کرتا چلا گیا اور

ساتھ ساتھ جنگلوں میں گھاس اور درخت کاٹنے کا کام بھی سرانجام دیتا رہا جب یہ لشکر لوٹا تو اپنے ساتھ گھاس اور لکڑی کے انبار اور ڈھیر لے کر آیا تھا۔

اب سلطان کے پاس اپنے لشکروں کو گرم رکھنے اور گھوڑوں کو بھوک سے بچانے کا خوب انتظام ہو گیا تھا۔ ساری رات پڑاؤ کے اندر آگ کے الاؤ جلتے رہے۔ جن کے گرد سلطان کے لشکری سردی سے محفوظ رہ کر رات بھر آرام کرتے رہے۔

دوسرے روز وی آنا شہر پر حملہ شروع ہوا۔ شہر کی فصیلوں کے اندر ایک ایسی فوج جمع تھی جسے پورے یورپ کی قوت کہا جا سکتا تھا۔ فرڈی ننڈ نے شہر کے دفاع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ شہر کے جنوبی اور مغربی حصے کی حفاظت روگن ڈروف کے ذمے کی گئی۔ یہ شخص جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور آسٹریا کی افواج کا سالارِ اعظم تھا۔

شہر کے شمالی اور مشرقی حصے کو فرڈی ننڈ نے اپنے ایک آزمودہ کار جرنیل نکولاس کی حفاظت میں دے دیا تھا۔ دوسرے روز سلطان سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ اپنے خیموں کے شہر سے نکلے۔ یہ خیمے وی آنا شہر کے جنوب میں دُور حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے تھے۔

شہر پر جنوب اور مغرب کی طرف سے ایک ساتھ حملہ ہوا۔ یہ حملہ اس قدر شدید اور بھیانک تھا کہ اپنی پہلی ہی جھپٹ میں اسلامی لشکر نے شہر کی فصیل کے اندر تین جگہ بڑے بڑے شگاف پیدا کر دیئے تھے۔ مسلمان مجاہدین علیام اور ابراہیم کی سرکردگی میں جب ان شگافوں کے ذریعے شہر میں داخل ہونے لگے تو سلطان سلیمان نے علیام اور ابراہیم کو یہ کہہ کر شہر میں داخل ہونے سے روک دیا کہ ان کا مقصد وی آنا شہر پر قبضہ کرنا نہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ فرڈی ننڈ ہمارے حملوں کی تاب نہ لا کر خود شہر سے باہر نکلے اور اپنی شکست کا اعتراف کرے اور ہم سے امان طلب کرے۔

ابراہیم اور علیام اپنے لشکروں کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے سلطان نے شہر پر حملے چند لمحوں کے لیے روک دیئے تاکہ اہلِ وی آنا کو فصیل میں پڑنے والے شگاف بھرنے کا موقع مل جائے۔

حملہ رُک جانے کے باعث فرڈی ننڈ کے جرنیل اور وی آنا کے جنوبی اور مغربی حصوں کے محافظ روگن ڈروف نے شگافوں کے ذریعے مسلمانوں کے شہر میں داخل نہ ہونے کا غلط تاثر لیا۔ اس نے اسے مسلمانوں کی کمزوری جانا اور حملہ رُک جانے کے وقفے کے دوران اس نے اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی ایک کوشش کی۔ اس نے ہزاروں نائٹوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔ شہر کا مغربی دروازہ کھلوایا اور اچانک اس طرف حملہ کر دیا جہاں سلطان کا ہراول لشکر تھا۔

روگن ڈروف کا خیال تھا کہ وہ سلطان کے ہراول لشکر کے سالار کو اُٹھا کر لے جائے گا اور اس کی واپسی کی شرائط رکھ کر سلطان سلیمان سے فوائد حاصل کرے گا روگن ڈروف نے اس طرف حملہ کیا تھا جہاں کوروش ہراول کے چند دستوں کے ساتھ متعین تھا جب کہ علیام ہراول کے دیگر دستوں کے ساتھ دائیں طرف رہ گیا تھا۔

روگن ڈروف کا خیال تھا کہ وہ یلغار کرتا ہوا دُور تک چلا جائے گا لیکن کوروش نے اپنے دستوں کے ساتھ اسے رُک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اتنے میں شہر کے دروازے سے روگن ڈروف کے چند اور دستے نمودار ہوئے اور بائیں طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے انہوں نے ایک طرح سے کوروش کو گھیر لیا تھا۔

اتنی دیر تک دائیں طرف سے علیام بھی حملہ آور ہو گیا تھا اور اس نے روگن ڈروف کے لشکر پر ایسی یلغار کی تھی کہ سینکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اس نے ایک بڑے حصے کو روند کر رکھ دیا تھا۔ روگن ڈروف نے جب اپنے لشکر کی ایسی درگت دیکھی تو وہ واپس پلٹا لیکن جاتے جاتے اس نے اپنے محافظوں کے ساتھ کوروش کو گھیر لیا اور پھر اسے اپنے ساتھ اُٹھا کر لے گیا۔

کوروش چونکہ اپنے دستوں کے آگے آگے جنگ کر رہا تھا۔ اس لیے روگن ڈروف یہی سمجھا کہ وہ ہراول لشکر کا سالار علیام ہے۔ جب کہ علیام اس

کے لشکر کو مارتا کاٹتا اور اپنے آگے بھگاتا ہوا شہر کے دروازے تک اس کا تعاقب کرتا چلا گیا تھا۔ روگن ڈروف اپنے پیچھے سینکڑوں لاشیں اپنے ساتھیوں کی چھوڑ کر دوبارہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

عیلام کو جب خبر ہوئی کہ دشمن کوروش کو اٹھا کر لے گئے ہیں تو وہ تلملا کر رہ گیا۔ غصے میں اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ ادھر اُدھر غصے کی حالت میں بھاگتے پھر رہا تھا کہ سلطان سلیمان اپنے محافظ دستوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ عیلام اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا قریب آیا۔

سلطان نے ایک جست کے ساتھ گھوڑے سے اُترتے ہوئے پوچھا ”کیا ہوا عیلام!“ عیلام بھی گھوڑے سے اُترا اور سلطان سے نزدیک ہوتے ہوئے کہا۔ ”میرے آقا! دشمن کا ایک لشکر شہر کا دروازہ کھول کر اچانک حملہ آور ہوا تھا۔ گو میں نے اُسے مار بھگایا ہے لیکن جنگ کے دوران کوروش ان کے ہاتھ لگ گیا اور وہ اسے اپنے ساتھ اُٹھا کر لے گئے ہیں۔“

غصے کی حالت میں سلطان سلیمان کے چہرے کا رنگ انگارہ ہو کر رہ گیا۔ انہوں نے شدید نفرت اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ تمہیں تھکانے کی نیت سے آئے ہوں گے تاکہ ہم سے کوئی جنگی فائدہ حاصل کریں لیکن غلطی سے کوروش کو اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ ہم انہیں ان کی اس غلطی کی سخت سزا دیں گے۔“

سلطان سلیمان اور زیادہ عیلام سے قریب ہوئے اور سرگوشی کے انداز میں انہوں نے کہا۔ ”لگتا ہے وی آنا کا محاصرہ کر کے فرڈی ننڈ کو سزا دینے میں ہمارا کام کچھ بڑھ جائے گا۔ تھوڑی دیر قبل ہی ہمارے وہ جاسوس واپس آئے ہیں جو دشمن کی کمک پر نظر رکھنے کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ وی آنا سے دس میل شمال میں کوہستانوں کے اندر ایک بہت بڑا لشکر جمع ہے جو آنے والی رات ہم پر شب خون مارے گا۔ اس لشکر میں جرمن، آسٹریا، اٹلی اور فرانس کی افواج بھی شامل ہیں۔ فرانس کے بادشاہ فرانسس نے ہمارے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔

کچھ عرصہ قبل جب فرانس اور اسپین کے بادشاہ چارلس کی آپس میں جنگ ہوئی تھی تو چارلس نے جنگ میں فرانسس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا تھا۔ فرانسس نے ایک خط ہمیں اپنی ماں کے توسط سے اس التجا کے ساتھ بھیجا تھا کہ ہم اسپین کے بادشاہ چارلس پر دباؤ ڈالیں کہ وہ فرانسس کو چھوڑ دے۔ فرانسس نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ آئندہ جنگوں میں وہ چارلس کے خلاف ہمارے ساتھ اتحاد و تعاون کرے گا۔

چارلس کو جب اس خط کا علم ہوا تو اس نے ہم سے خوف کھاتے ہوئے فرانسس کو رہا کر دیا لیکن اب جاسوس خبر لائے ہیں کہ دونوں نے چند معمولی شرائط پر کامبرے کے مقام پر ایک معاہدہ کیا ہے اور اس معاہدہ کی رُو سے دونوں ہمارے ساتھ جنگ کے میدان میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔

اب اسی معاہدے کی رُو سے فرانسس نے چارلس کے ساتھ فرانسیسی افواج بھی روانہ کی ہیں۔ فرانسس عہد شکن، دھوکہ باز اور فریبی ہے۔ قدرت نے اگر کبھی ہمیں اس پر مجبور کر دیا تو ہم اسے اس کی اس عہد شکنی کی سزا ضرور دیں گے۔

سلطان سلیمان کے خاموش ہونے پر عیلام نے کہا۔ ”میرے آقا! قبل اس کے یہ نیا آنے والا یورپی لشکر ہم پر شبخون مارے ہم پہل کر لیں اور پہلے ہی ان پر شبخون ماریں اور انہیں منتشر ہونے پر مجبور کر دیں۔“

سلطان سلیمان نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔“ عیلام نے کہا تو پھر مجھے ہراول لشکر کے ساتھ شب خون مارنے کی اجازت دیجئے۔ اس سے میں ایک اور فائدہ بھی حاصل کر لوں گا۔ شبخون کو کامیاب کرنے کے بعد میں دشمن کے شکست خوردہ لشکریوں کا سا لباس پہن کر ان میں شامل ہو جاؤں گا اور جب وہ لٹے پٹے شہر میں داخل ہوں گے تو ان کے ساتھ میں بھی شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور کوروش کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔“

سلطان سلیمان نے فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”ہم تمہیں شبخون

مارنے کی اجازت تو دیتے ہیں لیکن یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتے کہ تم شہر میں داخل ہو اور ناکامی کی صورت میں دُشمن کے ہاتھ لگ جاؤ۔ یہ ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہوگا۔"

علیام نے اپنے لیے راہ ہموار کرنے کی خاطر کہا۔ "میرے آقا! آپ مطمئن رہیے، میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو مایوس نہ کروں گا اور پھر کمروش کی رہائی ہمارے فرائض میں سے ہے۔ آج ہی کی رات انشاءاللہ میں کمروش کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

سلطان سلیمان وہاں سے ہٹے اور اپنے گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے انھوں نے کہا۔ "تو پھر مغرب کی نماز کے بعد تیار رہنا۔ اس محاذ پر ابراہیم پاشا میمنہ کے ساتھ تمہاری جگہ سنبھال لے گا اور تم شب خون کے لیے نکل جانا۔" سلطان سلیمان اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے محافظ دستے کے ساتھ وہ لشکر کے قلب کی طرف چلے گئے تھے۔

رات نے خوشبو کی طرح پھیل کر ستاروں کی پوشاک پہن لی تھی۔ ہر شے پیامِ دہشت میں رہ کر رصدگاہِ فطرت میں حروفِ خفی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تھی۔ جگنوؤں کے کاروان اور شعلوں کے ہجوم کی طرح گمنام ستارے اپنی ثوابت و سیارگی میں مست اپنی منزلوں کو رواں ہو گئے تھے۔

وی آنا کی مدد کے لیے آنے والا اسپین، فرانس، اٹلی، آسٹریا اور جرمنی کے دستوں پر مشتمل یورپ کا متحدہ لشکر وی آنا کے شمالی کوہستانوں کے اندر مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنا سامان انھوں نے سمیٹ لیا تھا اور اپنے گھوڑوں پر انھوں نے زینیں ڈالنا شروع کر دی تھیں۔

علیام نے ایک لمبا کاوا کاٹا تھا اور کوہستانوں کی اوٹ لیتا ہوا وہ ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ یورپ کا متحدہ لشکر جس وقت گھوڑوں پر زینیں ڈال رہا تھا۔ علیام اپنے لشکر کے ساتھ اپنی کوہی کمین گاہ سے نکلا اور اچانک جھپٹ پڑنے والے آتش نشاں کے لاوے کی طرح وہ دُشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔

یہ ایسا زوردار اور طوفانی حملہ تھا کہ چاروں طرف آہوں اور کراہوں کا ایک طوفان اُمڈ کھڑا ہوا تھا۔ علیام دُشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دینا چاہتا تھا اور جو سامنے آنے والی ہر شے کو وہ کاٹتا چلا گیا تھا۔

یورپی سپاہی اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنا بھول گئے۔ انھوں نے سنبھل کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

علیام کی سرکردگی میں مسلمان مجاہدین ان کے اندر تک گھس آئے تھے اور انھیں موم کے مہروں کی طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ علیام نے جان بوجھ کر اس یورپی لشکر کے ایک معمولی سے حصے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ وی آنا شہر کی طرف چلا جائے۔ دیگر سارے لشکر کو اس نے تہ تیغ کر کے موت کی نیند سُلا دیا تھا۔

پہلے سے طے شدہ فیصلے کے مطابق علیام کا ہراول لشکر اپنا کام مکمل کر کے لوٹ گیا۔ صرف علیام وہاں رُک گیا تھا۔ اس نے اپنا گھوڑا بھی واپس بھیج دیا تھا جلدی جلدی اس نے دُشمن کے اِدھر اُدھر بھاگتے گھوڑوں میں سے ایک کو پکڑ لیا گھوڑے پر جنگی ہتھیار بھی لگے ہوئے تھے۔ علیام نے اس گھوڑے کو ایک پتھر کے ساتھ باندھا پھر جلدی جلدی مرنے والے دو فرانسیسی سپاہیوں کی وردیاں اس نے اتار لیں۔ ایک اس نے خود پہن لی اور دوسری اس گھوڑے کی خورجین میں ڈال دی تھی جو اس نے پکڑ کر باندھ رکھا تھا۔ پھر وہ اس گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا دُشمن کے ان سپاہیوں میں جا شامل ہوا تھا جو جنگ میں بچ جانے کے بعد وی آنا کی طرف جا رہے تھے۔

جب وہ وی آنا کے شمالی دروازے کے پاس پہنچے تو ان کی توقع کے خلاف انھیں زحمت نہ کرنا پڑی اور دروازہ خود بخود کھل گیا اور جب وہ اندر داخل ہوئے تو دروازے کے محافظوں کے سالار نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ہمارے

جاسوس اطلاع کر چکے ہیں کہ تم لوگوں پر مسلمانوں نے شب خون مارا ہے۔ گو تم بے بس اور لاچار کر دیئے گئے ہو پھر بھی ہم وی آنا میں تم لوگوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کیا تم لوگ ہی ہو یا تمہارے پیچھے اور بھی ساتھی ہیں؟

علیام آگے بڑھا اور محافظوں کے سالار کے سامنے اپنے آپ کو نمایاں کرتے ہوئے اس نے کہا: "جنگ سے کئی اور لوگ بھی بچ گئے ہیں۔ وہ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے اور اکا دکا آپ کو شہر میں داخل ہونے کی تکلیف دیتے رہیں گے"

محافظوں کے سالار نے کہا۔ "تم مطمئن رہو، ہم ایسے سب بھائیوں کا تہ دل سے استقبال کریں گے۔"

علیام نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "کاش مسلمان تھوڑی دیر تک اور ہم پر شب خون نہ مارتے تو ہم ان کی ویسی ہی حالت کرتے جیسی انہوں نے اب ہماری کی ہے۔"

محافظوں کے سپہ سالار نے علیام کو مخاطب کر کے کہا۔ "اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ جاؤ۔ تم لوگوں کی رہائش و خوراک کا مناسب بندوبست کیا جا چکا ہے۔" علیام آگے بڑھ گیا۔ جنگ سے بچنے والے دشمن کے سپاہی بھی اس کے ساتھ چلتے ہوئے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

ابھی وہ تھوڑی دور ہی آگے گئے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے چند سوار آئے اور ان کی راہنمائی کرتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ کلیسائے سینٹ اسٹیفن کے بلند مینار کے پاس جا کر وہ رک گئے۔ انہوں نے دیکھا وہاں ایک کھلے میدان میں دور دور تک خیمے نصب تھے اور انہیں اپنے ساتھ لانے والے راہنما چھ چھ آدمیوں کو ایک ایک خیمے میں تقسیم کرنے لگے تھے۔

علیام ان میں سے ایک سوار کے پاس آیا اور سرگوشی کرنے کے انداز میں اس سے کہا۔ "میرے دوست! کیا تم مجھے بتا سکو گے وی آنا کا عظیم جرنیل روگن ڈروف کہاں رہتا ہے؟"

اس سپاہی نے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "تم روگن ڈروف سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

علیام نے کہا۔ "میں فرانس سے آیا ہوں اور میرے پاس روگن ڈروف کے نام فرانس کے شہنشاہ فرانسس کا ایک خط ہے جو میں اس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس کے گھر تک میری راہنمائی کرو گے؟"

اس سپاہی نے بڑی انکساری سے کہا۔ "ضرور ضرور، میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ تم آؤ میرے ساتھ۔" علیام چپ چاپ اپنے گھوڑے کو ہانک کر اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔

شہر کے جنوبی حصے میں جہاں سانتا کلارا کی مقدس خواتین کی خانقاہ ہے وہ سوار ایک حویلی کے سامنے رک گیا اور علیام سے کہا۔ "یہ روگن ڈروف کی حویلی ہے آؤ میں پہریدار سے تمہاری ملاقات کرا دیتا ہوں۔" دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر حویلی کے دروازے پر آئے اور اس سپاہی نے وہاں دروازے پر کھڑے دو پہرے داروں میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ شخص فرانس سے آیا ہے اور اس کے پاس فرانس کے بادشاہ کا ایک خط ہے جو ہمارے جرنیل روگن ڈروف کے نام ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ اندر لے جاؤ تاکہ یہ خط پہنچا سکے۔" پہریدار مان گیا اور علیام کا گھوڑا دروازے کے قریب باندھ کر وہ اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ سپاہی جو علیام کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا لوٹ گیا۔ اس سپاہی کے ساتھ حویلی کے اندرونی حصے کی جانب جاتے ہوئے علیام نے پوچھا۔

"مجھے اپنے ساتھ لانے والا سپاہی راستے میں مجھے بتا رہا تھا کہ آج دن کے وقت شیر دل روگن ڈروف شہر کا دروازہ کھول کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا اور ان کے ایک جرنیل کو پکڑ لایا تھا۔ کیا یہ درست ہے یا اس سپاہی نے میرے سامنے لاف گزاف ہانک دی ہے۔" پہرے دار نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم

سے کہا گیا ہے وہ درست ہے۔

علیام نے اپنے پاس کے اندرونی حصے سے کمان کی ایک مضبوط اور موٹی تانت نکالتے ہوئے کہا: "مسلمانوں کے جس جرنیل کو روگن ڈروف اٹھا کر لایا تھا، وہ زندہ ہے یا مارا گیا ہے۔ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے میں اسے دیکھنا پسند کروں گا۔" پہریدار نے لاپرواہی سے کہا: "وہ زندہ ہے اور اسی حویلی میں ہے۔"

اچانک وہ پہرے دار پلٹا اور اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر لے جاتے ہوئے مشکوک انداز میں علیام کی طرف دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں اس نے پوچھا: "تم کون ہو اور ایسے سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟"

علیام فوراً اس پہریدار پر جھپٹ پڑا۔ اسے اپنی گرفت میں کرنے کے بعد کمان کی تانت اس نے اس کی گردن کے گرد لپیٹی اور اس کا گلا گھونٹ کر اس نے اسے ختم کر دیا تھا۔

مرنے والے کی لاش اٹھا کر علیام نے پودوں کے جھنڈ میں ڈال دی اور آگے بڑھنے کے بجائے وہ واپس مڑ گیا تھا۔ حویلی کے بیرونی دروازے پر آ کر اپنے گھوڑے کی طرف جاتے ہوئے علیام نے کہا: "میری یادداشت بھی کیسی خراب ہو گئی ہے۔ میں روگن ڈروف کے نام اپنے شہنشاہ کا خط تو اپنے گھوڑے کی خرجین میں ہی بھول گیا ہوں۔"

دوسرا پہریدار دروازے کے پاس سے ہٹ کر علیام کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ علیام نے گھوڑے کی خرجین اتار کر اپنے کندھے سے لٹکالی پھر وہ بجلی کے اور خونخوار شاہین کی طرح دوسرے پہریدار پر بھی جھپٹا اور اسے دبوچ کر اس کا گلا بھی کمان کی تانت سے گھونٹ کر ختم کر دیا تھا۔ بڑی تیزی سے علیام دروازے کے قریب بنے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ وہاں چار پہریدار اور سو رہے تھے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ علیام نے اپنی کمان کی تانت سے ان کے گلے گھونٹ کر ان کا خاتمہ کر دیا اور پھر پانچوں پہریداروں کی لاشیں اس نے ایک تاریک کونے میں ڈال دی تھیں۔

اب وہ مطمئن تھا۔ حویلی کا بیرونی دروازہ اس نے اندر سے بند کر دیا اور حویلی کے سکونتی حصے کی طرف چل دیا تھا۔

حویلی کے اندر جا کر علیام ایک ایک کمرے کا بغور جائزہ لینے لگا تھا۔ ایک دروازے کے سامنے وہ رک گیا کیونکہ اندر روشنی ہو رہی تھی۔ علیام نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لمبے اور خوب مضبوط جسم کے جوان نے دروازہ کھولا۔ علیام نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"میں فرانس سے اپنے شہنشاہ کا ایک خط روگن ڈروف کے نام لے کر آیا ہوں۔ کیا میں اس سے مل سکوں گا؟" اس جوان نے دروازہ پورا کھولتے ہوئے کہا۔ "میں ہی روگن ڈروف ہوں۔"

علیام کندھے پر لٹکتی خرجین میں ہاتھ ڈال کر کچھ تلاش کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ روگن ڈروف نے بڑی نرمی سے علیام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اندر آ جاؤ اور جو کچھ تم خرجین سے نکالنا چاہتے ہو روشنی میں آ کر نکال لو۔" علیام نے بڑی بے بسی کے سے انداز میں روگن ڈروف کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی سادگی سے کہا: "اندر آپ کے اہلِ خانہ ہوں گے لہٰذا انہیں تکلیف ہوگی۔"

روگن ڈروف نے کہا: "میں وی آنا کا رہنے والا نہیں ہوں۔ میرا تعلق آسٹریا سے ہے اور میرے اہلِ خانہ میرے آبائی قصبے میں ہیں۔ یہاں جنگ کے سلسلے میں میں اکیلا ٹھہرا ہوا ہوں۔"

علیام جب اندر داخل ہونے لگا تو روگن ڈروف ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد علیام نے دروازہ بند کر کے اندر سے زنجیر لگاتے ہوئے کہا: "پھر تو میرا سارا کام ہی ٹھیک ہو گیا۔ شاید قدرت میرے ساتھ ہے اور ہر کام میں میری راہنمائی کر رہی ہے۔"

روگن ڈروف نے فوراً اپنی تلوار کھینچ لی اور علیام کی طرف دیکھتے

ہوئے اس نے سخت لہجے میں پوچھا "تم کون ہو اور یہ کیسی باتیں کر رہے ہو"۔

عیلام نے فوراً اپنی پشت پر لٹکتی ہوئی ڈھال سنبھالی اور ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے زہریلی آواز اور کھولتے لہجے میں کہا۔ "ذلیل کتے! اب تم مجھ سے بچ نہیں سکتے ہو۔ مسلمانوں کے جرنیل کوروش کو اٹھا لانے کے بعد کیا تم سمجھ رہے تھے کہ تم محفوظ رہ سکو گے۔ تم اگر زمین کی پاتال میں اتر جاتے تب بھی میں تمہارا تعاقب کرتا"۔

رودگن ڈروف نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے غضب ناک ہو کر پوچھا "تم کون ہو اور مسلمانوں کے جرنیل سے تمہارا کیا تعلق ہے"۔

عیلام نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "گندے خنزیر سن! میرا نام عیلام ہے اور میں سلطان سلیمان کے ہراول لشکر کا سالار ہوں۔ کوروش کے ساتھ میں تمہیں بھی اپنے ساتھ اپنے لشکر میں لے کر جاؤں گا"۔

رودگن ڈروف نے بھیڑیئے کی طرح غراتے ہوئے کہا "تم بکتے ہو۔ مجھے آج تک کوئی ایسا جوان نہیں ملا جو مجھے زیر کر سکا ہو۔ یہ کمرہ تمہارا اچھلتا لہو اور تمہاری مرگ کا منظر دیکھے گا"۔

رودگن ڈروف نے آگے بڑھ کر عیلام پر حملہ کر دیا۔ عیلام نے فوراً اس کا وار ڈھال پر روک لیا اور جوابی حملہ کر کے وہ رودگن ڈروف کو پیچھے دھکیل کر لے گیا تھا۔ رودگن ڈروف سنبھل کر عیلام پر پھر خطرناک وار کرنا چاہتا تھا لیکن عیلام ایسی تیزی اور پھرتی سے حملہ آور ہوا تھا کہ رودگن ڈروف کو ایسا کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ عیلام اسے اپنے آگے آگے پورے کمرے میں چکر دینے لگا تھا جب کہ رودگن ڈروف پر عیلام کے انتہائی مہلک اور جان لیوا حملوں کے سامنے بوکھلاہٹ طاری ہوتی جا رہی تھی۔

ایک کونے میں لے جا کر عیلام نے اچانک رودگن ڈروف کے سر پر اپنی ڈھال دے ماری۔ رودگن ڈروف لڑکھڑا گیا۔ عیلام نے اسے سنبھلنے نہ دیا۔

اور لگاتار اپنی ڈھال اس کے سر پر برسا دی۔ رودگن ڈروف بے بس سا ہو کر کمرے کے فرش پر گر گیا۔ عیلام نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی تھی۔

رودگن ڈروف کمرے کے فرش پر پڑا ہانپ رہا تھا کہ عیلام نے اسے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "اٹھو! تم تو کہہ رہے تھے مجھے کوئی ایسا جوان ہی نہیں ملا جو میرا مقابلہ کرے۔ کیا میں نے تمہارے ذہن کا سارا محل وقوع درست نہیں کر دیا"۔ پاؤں کی ٹھوکر کھا کر رودگن ڈروف کراہا۔ اٹھا اور اس کی گردن جھک گئی تھی۔

عیلام نے اسے ایک اور ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "اٹھو! اور شہر کے شمالی دروازے کے محافظوں کے سالار کو ایک حکم نامہ تحریر کرو کہ ایک شخص کو مسلمانوں کے لشکر پر نظر رکھنے کی خاطر شہر سے باہر جانے دے اور اس حکم نامے پر اپنی مہر بھی ثبت کرو"۔

رودگن ڈروف بڑی بے بسی اور غیر یقینی حالت میں عیلام کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عیلام نے غضب ہوتے ہوئے اپنی تلوار بلند کی اور بڑی تلخی سے کہا۔ "انکار یا دیر کرو گے تو تمہاری گردن کاٹ کر جس طرح شہر میں داخل ہوا تھا۔ ایسے ہی باہر بھی نکل جاؤں گا"۔

رودگن ڈروف خاموشی سے اٹھا۔ لنگڑاتا ہوا وہ ایک طرف گیا۔ عیلام اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ عیلام نے جو مضمون اسے بتایا وہ اس نے کاغذ پر تحریر کر کے اپنی مہر ثبت کر دی۔ عیلام نے اس کے ہاتھ سے کاغذ لیتے ہوئے کہا۔ "اب اس حویلی کے اس کمرے میں چلو جہاں تم نے ہمارے جرنیل کوروش کو بند کر رکھا ہے"۔

رودگن ڈروف پس و پیش کرنے لگا۔ عیلام نے اپنی تلوار اٹھائی اور اس کا دستہ خوب قوت سے اس نے رودگن ڈروف کے کندھے پر دے مارا۔ رودگن ڈروف بری طرح کراہا اور کمرے کے فرش پر گر گیا تھا۔

عیلام زور سے گرجا۔ "اٹھو اس کمرے کو کھولو جس میں کوروش ہے۔ ورنہ ایسی ہی ضرب اور پڑنے لگی ہے"۔ اپنے لباس کے اندر سے رودگن ڈروف نے

چابی نکالی اور علیام کے آگے آگے چل دیا۔

اپنے کمرے سے دائیں طرف والے کمرے کے سامنے روگن دروف رک گیا اور کمرے کا قفل اتار کر دروازہ اس نے کھولا۔ علیام نے اسے دھکا دے کر کمرے کے اندر کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں کھڑے مت ہو اندر چلو۔" علیام کے آگے آگے روگن دروف کمرے میں داخل ہوا۔ چھوٹے سے تنگ کمرے کی پُرحبس فضا میں اندر ٹھنڈے ننگے فرش پر کوروش پڑا تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ ایک دیئے کی مدھم لو کمرے میں ٹمٹما رہی تھی۔ علیام نے آگے بڑھ کر وہ رسیاں کاٹ دیں جن میں کوروش جکڑا ہوا تھا۔

آزاد ہوتے ہی کوروش اٹھا اور علیام سے لپٹتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"یا امیر! آپ یہاں کیسے اور کب آئے؟" علیام نے روگن دروف کا لکھا ہوا کاغذ کوروش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ وقت ایسے سوالات کرنے کا نہیں ہے۔ یہ کاغذ سنبھالو اسے شہر کے شمالی دروازے کے محافظوں کو دکھانا وہ تمہیں باہر جانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہاں سے نکل کر تم سیدھے اپنے لشکر میں جاؤ۔"

کوروش نے وہ کاغذ لے لیا اور حیرت سے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ بھی میرے ساتھ شہر سے باہر نہ نکلیں گے؟" علیام نے روگن دروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اسے بھی اپنے ساتھ لے کر اپنے لشکر میں جاؤں گا۔ شہر کے کسی دروازے کے ذریعے اسے ساتھ لے جانا نہایت خطرناک ہے اور ہمارے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔" پھر علیام نے کندھے پر لٹکتی خرجین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس خرجین میں ایک کمند ہے میں اسے شہر کی فصیل کے اوپر لے جاؤں گا اور وہاں سے کمند کے ذریعے اسے نیچے اتار لے جاؤں گا۔ اب تم جاؤ دیر نہ کرو۔ میں نے اس حویلی کے سارے محافظوں کو ختم کر دیا ہے۔ دروازے کے قریب ہی تمہیں ایک گھوڑا ملے گا اس پر سوار ہو کر یہاں سے نکل جاؤ۔" پھر علیام نے خرجین میں ہاتھ

ڈالا اور مرنے والے فرانسیسی سپاہی کی دوسری وردی نکال کر کوروش کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "شہر سے باہر نکلنے سے قبل یہ پہن لو۔" کمرے کے تاریک کونے میں جا کر کوروش نے وہ وردی پہن لی اور دوبارہ علیام کے قریب آ کر اس نے کہا۔

"اے امیر! میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ میں آپ کو اس شہر میں تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں سلطان کو کیا جواب دوں گا۔ اپنی بہن لیسان کا سامنا کیسے کر سکوں گا۔ نہیں میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ آپ کو یہیں چھوڑ کر میں اکیلا شہر سے باہر نہ نکلوں گا۔"

علیام نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "کوروش! کوروش! وقت کا تقاضا یہی ہے کہ تم چلے جاؤ۔ میری تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد تمہیں لشکر میں آ ملوں گا۔" کوروش نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ "اے امیر! کچھ بھی ہو جائے میں آپ کو یہاں دشمنوں کے اندر چھوڑ کر شہر سے باہر نہ نکلوں گا۔"

علیام نے اس بار اپنی تلوار لہراتے ہوئے غضب ناک ہو کر اور بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں جس طرح میں نے کہا ہے اسی طرح شہر سے باہر نکل جاؤ۔" کوروش نے ایک بار نہایت بے بسی سے علیام کی طرف دیکھا پھر اپنے امیر کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنی گردن جھکا لی اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

کوروش سیدھا دروازے پر آیا۔ وہاں بندھا ہوا گھوڑا اس نے کھولا۔ مڑ کر حویلی پر ایک اداس نگاہ ڈالی پھر دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسے ہانک دیا تھا۔ درمیانہ روی سے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہ شہر کے شمالی دروازے پر آیا اور محافظوں کے سالار کو روگن دروف کا حکم نامہ پیش کیا۔ اس نے وہ حکم نامہ پڑھ کر کوروش کو واپس کر دیا۔ دروازہ اس نے کھلوا دیا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے دعائیہ انداز میں کہا۔ "جاؤ! جس کام کی طرف تم جا رہے ہو اس میں یسوع مریم تمہیں کامیاب کریں۔"

کو روش دروازے سے نکلا گھوڑے کو بائیں طرف موڑ کر اس نے ایک سخت ایڑ لگائی اور اپنے لشکر کی طرف سرپٹ دوڑا دیا۔

علیام۔ روگن ژروف کو پھر اس کمرے میں لایا جس میں دونوں کا مقابلہ ہوا تھا۔ اور اسے مخاطب کرتے ہوئے تحکمانہ انداز میں اس نے کہا۔ "روگن ژروف! اپنا جنگی لباس پہنو۔" روگن ژروف فوراً حرکت میں آیا اور اپنا جنگی لباس پہننے لگا۔ علیام ہاتھ میں تلوار لیے اسے دیکھ رہا۔ جب وہ اپنا جنگی لباس پہن چکا تو علیام حرکت میں آیا۔ اس نے روگن ژروف کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیے اور کمرے میں لٹکتی ہوئی بھیڑ کی پوستین اسے پہنا دی تاکہ پشت پر بندھے اس کے ہاتھ دکھائی نہ دیں۔ پھر اس نے روگن ژروف کے منہ پر کس کر ایک کپڑا باندھ دیا تاکہ وہ آواز نہ نکال سکے۔ ساتھ ہی علیام نے روگن ژروف کے سر پر رکھے خود کا نقاب نیچے گرا دیا جس سے اس کے منہ پر بندھا ہوا کپڑا چھپ گیا تھا۔ پھر علیام نے روگن ژروف کو کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"اب میرے آگے آگے چلو اور فصیل پر چڑھو۔ یاد رکھو اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی یا کسی پر اپنا آپ ظاہر کرنے کی کوشش کی تو میں اپنے انجام کی پرواہ کیے بغیر تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔"

روگن ژروف کو لے کر علیام حویلی سے نکلا۔ روگن ژروف آگے اور وہ اس کے پیچھے تھا۔ دونوں فصیل پر چڑھے اور علیام کے کہنے پر روگن ژروف فصیل پر دائیں طرف بڑھنے لگا۔ فصیل کے اوپر وردی آلا کے لشکری ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔

اچانک روگن ژروف نے ان تین سپاہیوں میں سے ایک کو جان بوجھ کر چلتے چلتے زور سے کندھا مارا جو ان کے پاس سے گزر رہے تھے۔ وہ سپاہی گر پڑا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس شخص نے مجھے کیوں کندھا مارا ہے۔ کیا اس میں کوئی راز ہے۔" پھر وہ سپاہی اٹھا اور آگے بڑھ کر اس

نے روگن ژروف کا بازو پکڑتے ہوئے پوچھا۔ "ٹھہرو! تم کون ہو؟"

روگن ژروف نے جب کوئی جواب نہ دیا تو اس سپاہی نے فوراً روگن ژروف کے سر سے اس کا خود اتار لیا اور پھر چونکتے ہوئے کہا۔ "آہ یہ تو ہمارے آقا روگن ژروف ہیں۔" اس سپاہی نے فوراً روگن ژروف کے منہ سے کپڑا کھول دیا اور اس کے ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں۔

دوسرے دونوں سپاہیوں نے اپنی تلواریں علیام کی طرف سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو؟" علیام خاموش کھڑا رہا۔ وہ اپنی ناکامی پر افسردہ اور پریشان تھا۔ روگن ژروف نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں یہ کون ہے؟ یہ مسلمانوں کے ہراول لشکر کا سالار ہے۔ یہ کسی طرح شہر میں داخل ہو گیا اس کے جس جرنیل کو میں اٹھا کر لایا تھا اسے اس نے بھگا دیا ہے اور اب یہ مجھے یہاں سے اغوا کر کے لے جانا چاہتا تھا۔ اسے نہتا کر دو اور میرے پیچھے پیچھے لے کر آؤ۔ اب میں وردی آلا میں اس کے لیے حشر برپا کر دوں گا۔ میں اسے ایسی مار ماروں گا جس طرح تمہارا کوئی اڑیل ٹٹو یا کوئی ساربان اپنے سرکش اونٹ کو مارتا ہے۔"

سپاہیوں نے فوراً علیام کے ہتھیار چھین کر اسے نہتا کر دیا۔ روگن ژروف آگے آگے تھا اور تینوں سپاہی علیام کو لے کر اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ وہ اس طرف جا رہے تھے جہاں سیڑھیاں فصیل سے نیچے اترتی تھیں۔

وقت گزرتا جا رہا تھا۔ سیڑھیاں قریب آتی جا رہی تھیں اور عیلام کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اور چاند تارے اپنی منزلوں کی طرف بھاگ رہے تھے ایک مدھم موسیقی کے ساتھ دریائے ڈینیوب وی آنا شہر کی فصیل سے ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا اور سرما کی تیز اور منجمد کر دینے والی ہوائیں فضاؤں کے اندر سائیں سائیں کر رہی تھیں۔

روگن ڈروف آگے آگے چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے عیلام اور اس کے پیچھے تینوں سپاہی اپنی تلواریں سونتے چل رہے تھے۔ اچانک عیلام نے اپنا سر گھما کر اپنے پیچھے آنے والے سپاہیوں کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے چہرے کے انداز وحشی ہو گئے۔ اس کے اطوار میں طوفان برپا ہونے لگا تھا۔ پھر وہ تیندوے کی سی پھرتی اور چیتے کی سی بلا کی کے ساتھ حرکت میں آیا تھا۔ نہایت تیزی کے ساتھ عیلام

نے اپنے سامنے روگن ڈروف پر ایک لمبی جست لی۔ اپنے دونوں ہاتھ اس نے روگن ڈروف کی کمر میں ڈالے اور اپنے آگے اسے پوری طاقت سے دھکیلتا ہوا وہ اسے اپنے ساتھ لیے دائیں طرف فصیل سے نیچے دریائے ڈینیوب میں کود گیا تھا۔ تینوں سپاہی ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے بڑی بے بسی، بے چارگی اور حیرت و پریشانی میں عیلام کا روگن ڈروف کے ساتھ فصیل سے دریائے ڈینیوب میں کودنے کا منظر دیکھتے رہ گئے تھے۔

عیلام نے روگن ڈروف کو خوب قوت سے اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ رکھا تھا۔ ایک بار پانی میں ڈوب کر جب وہ ابھرے تو روگن ڈروف نے تیر کر واپس فصیل کی طرف جانے کی کوشش کی۔ تیز ہوا اور پانی کے شور ہی میں عیلام نے چلاتے ہوئے کہا: "روگن ڈروف! میرے ساتھ تیر کر فصیل کے بجائے دوسرے کنارے کی طرف چلو ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ کر تمہیں دریا کی تہ میں اتار دوں گا اور خود دریا پار کر جاؤں گا۔"

روگن ڈروف نے عیلام کی بات سنی ان سنی کر دی اور اپنا منہ فصیل کی طرف کر لیا۔ عیلام نے روگن ڈروف کو اس کے لباس سے پکڑ رکھا تھا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کی گردن پر ایسا سخت اور زوردار گھونسہ مارا کہ روگن ڈروف بری طرح کراہ اٹھا۔ پھر کسی ردعمل کا اظہار کیے بغیر وہ عیلام کے ساتھ دوسرے کنارے کی طرف تیر رہا تھا۔

اسلامی لشکر کے خیمے دریا کے دوسرے کنارے کے ساتھ ساتھ دور دور تک پھیلے ہوئے تھے اور کنارے پر پہرہ دینے والے مسلمان سپاہیوں نے شاید عیلام اور روگن ڈروف کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے کسی سپاہی نے زور سے چلاتے ہوئے کہا: "تم دونوں جو کوئی بھی ہو کنارے پر آؤ۔ بھاگنے کی کوشش بے سود ہوگی۔ تم دونوں ہمارے تیروں کی زد میں ہو۔"

اس تنبیہ کرنے والے سپاہی کے جواب میں عیلام نے بھی بلند آواز میں

کہا۔ "فکر مند نہ ہو۔ ہم کنارے کی طرف ہی آ رہے ہیں۔ میں تمہارے ہراول لشکر کا سالار عیلام ہوں اور میرے ساتھ دی آنا کا جرنیل روگن ڈروف ہے۔"

عیلام کا نام سن کر کنارے پر بہت سے مسلمان لشکری جمع ہو گئے تھے۔ وہ اسلامی لشکر کے میسرہ کے خیمے تھے۔ کچھ سپاہیوں نے یہ خبر میسرہ کے سالار فرہاد پاشا تک جا پہنچائی اور وہ بھی اپنے خیمے سے نکل کر دریا کے کنارے آ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ایک خیمے سے دوسرے خیمے تک یہ خبر اڑتی ہوئی سلطان سلیمان تک جا پہنچی پھر وہاں سے بھی آگے لشکر کے میمنہ اور ہراول تک پہنچ گئی تھی۔

روگن ڈروف کو لے کر عیلام جب کنارے پر آیا تو فرہاد پاشا آگے بڑھا اور عیلام کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ "سلطان نے مجھے آپ کے دی آنا شہر میں داخل ہونے کے متعلق بتایا تھا۔ ہم تو سب آپ کے انتظار میں سخت پریشان تھے الحمدُ للہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب لوٹے ہیں اور روگن ڈروف کو بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ کوروش پہلے ہی لشکر میں پہنچ چکا ہے۔" پھر فرہاد پاشا نے عیلام کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "آپ کے کپڑے بھیگے ہوئے ہیں۔ سردی تیز ہے۔ پہلے میرے خیمے میں آئیے اور کپڑے بدل لیجئے۔"

عیلام فرہاد پاشا کے ساتھ ہو لیا۔ فرہاد پاشا نے مڑ کر دیکھا اور اپنے سپاہیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے روگن ڈروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اسے بھی میرے خیمے میں لے کر آؤ۔"

فرہاد پاشا عیلام کو لے کر کنارے کی ریت پر ابھی چند قدم ہی اپنے خیمے کی طرف بڑھا ہو گا کہ دائیں طرف سے سلطان سلیمان نمودار ہوئے۔ وہ اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے آ رہے تھے۔ قریب آ کر وہ رکاب کا سہارا لیے بغیر اپنے گھوڑے سے نیچے کودے، اور آگے بڑھ کر انہوں نے عیلام کو اپنی چھاتی سے لگاتے ہوئے اپنی پُر عزم اور خوش کن آواز میں کہا۔ "اے عزیز و ذی احترام! روگن ڈروف کو اپنے ساتھ لا کر تم نے جی خوش کر دیا ہے۔ واللہ! یہ تمہارا ایک فاتح معرکہ ہے جسے میں کبھی فراموش نہ کر سکوں گا۔"

سلطان نے اس بار فرہاد پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ان دونوں کے لباس تبدیل کرنے کا انتظام کرو۔" اتنے میں سپاہیوں کے ہجوم سے کوروش نمودار ہوا اور سلطان سلیمان کے قریب ہو کر کہا۔ "میرے آقا! میں امیر عیلام اور روگن ڈروف کے لیے لباس لایا ہوں۔ میں جانتا تھا امیر عیلام روگن ڈروف کو ساتھ لیے بغیر نہ آئیں گے۔"

کوروش نے آگے بڑھ کر عیلام اور روگن ڈروف کو خشک لباس تھما دیے اور سلطان سلیمان کے کہنے پر انہوں نے فرہاد پاشا کے خیمے میں جا کر باری باری لباس تبدیل کر لیا تھا۔ پھر سلطان دونوں کو لے کر اپنے خیمے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

سلطان سلیمان عیلام اور روگن ڈروف کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوئے۔ دونوں کو اپنی نشست کے سامنے بٹھاتے ہوئے انہوں نے روگن ڈروف سے پوچھا۔ "تم نے کیا سمجھ کر ہمارے لشکر پر شب خون مارا اور ہمارے ایک چھوٹے سالار کوروش کو اٹھا کر لے گئے۔ کیا تم نے یہ نہ سوچا کہ اس کا انتقام لینے کی خاطر ہم دی آنا میں بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا جب ہم نے دی آنا کی فصیل میں شگاف ڈال دیے اور ہمارے لشکریوں نے ان شگافوں سے شہر میں داخل ہونا چاہا تو ہم نے انہیں روک دیا۔ ورنہ اس وقت ہم دی آنا فتح کر چکے تھے لیکن ہم نے تم لوگوں کو فصیل کے شگاف بھرنے کا موقع دیا۔ شاید تم نے اسے ہماری کمزوری جانا اور ہم پر شب خون مارا۔

یاد رکھو! ہمارا مقصد دی آنا کو فتح کرنا نہیں ہے۔ ہم پہلے ہی اپنے مرکز سے آٹھ سو ستر میل دور ہیں۔ اگر ہم دی آنا کو فتح بھی کر لیں تو اس شہر کو یورپ کی یلغار سے محفوظ رکھنے کی خاطر ہمیں دو اڑھائی سو میل اور جرمنی کی طرف بڑھنا ہو گا اور اس قدر دور دراز کے علاقوں اور شہروں کی حفاظت پر اپنی افواج متعین کر کے ہم اپنے مرکز کو کمزور نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تمہیں فرڈی نند کو اجازت

پھر تم نے کہا۔ یہ محمود فردی نند کو ہیں آکر کہنا چاہیے تھا۔ اگر وہ چاہتا ہے کہ وہ عورتوں کی طرح چھپ کر شہر کے اندر بیٹھا رہے اور ہم تم جیسے جرنیلوں کی یقین دہانی پر محاصرہ اٹھا کر لوٹ جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ اسے خود ہمارے پاس آنا ہوگا اور اپنی غلطیوں کی تلافی کرنا ہوگی۔"

روگن ڈروف نے بکھری بکھری سی آواز میں کہا "سلطان معظم! فردی نند وی آنا میں نہیں ہے۔ اس نے ایک مضبوط لشکر پورا شہر میں متعین کیا تھا۔ اسے امید تھی کہ وہ لشکر آپ کی پیش قدمی روک دے گا لیکن جب آپ نے اس لشکر کو شکست دے کر وی آنا کی طرف پیش قدمی کی تو فردی نند وی آنا شہر کی حفاظت مجھ پر اور میرے ایک ساتھی جرنیل پر ڈال کر جرمنی کی طرف فرار ہو گیا۔

سلطان نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ فردی نند وی آنا میں نہیں بلکہ جرمنی بھاگ گیا ہے"۔

روگن ڈروف نے بڑے خلوص سے کہا۔ "سلطان محترم! قسم مجھے ابن مریم کی فردی نند اس وقت جرمنی میں ہے۔ اگر آپ کو میرے کہنے پر یقین نہیں ہے تو میں شہر کے دروازے کھلوا دیتا ہوں۔ آپ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوں اگر فردی نند آپ کو وہاں ملے تو آپ مجھے مصلوب کر دیں۔ میں بخوشی آپ کو شہر میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

سلطان سلیمان چند ثانیوں تک سوچتے رہے پھر انہوں نے روگن ڈروف سے کہا۔ "اگر فردی نند وی آنا میں نہیں ہے اور ہمارے خوف سے وہ جرمنی بھاگ گیا ہے تو مطمئن رہو۔ آج کی رات تم ہمارے ہاں مہمان ہو گے۔ کل صبح کا سورج جب طلوع ہو تو تمہیں شہر واپس لوٹا دیا جائے گا اور ہم شہر کا محاصرہ اٹھا لیں گے فردی نند کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ وہ ہم سے خوف زدہ ہو کر وی آنا چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اب تم عیلام کے ساتھ جاؤ یہ تمہارے آرام کا انتظام کرے گا"۔

عیلام اور روگن ڈروف دونوں اٹھے اور سلطان کے خیمے سے باہر

دی تھی کہ وہ مشرق کی طرف وی آنا کو اپنی آخری حد جانے اور اس سے مشرق کے علاقے پر جان زاپولیا کا تسلط ہو گا لیکن فردی نند نے اس کی خلاف ورزی کی اور مشرق کی طرف یلغار کر کے اس نے جان زاپولیا کو شکست دی۔ ہمارا اصل مقصد اسے اس کے گناہوں، اس کی بدعہدیوں، اس کی مکروہی و عیاری کا احساس دلانا ہے تاکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ ہم قسطنطنیہ سے وی آنا تک اس کی سرکوبی کے لیے نہیں آسکتے۔

سلطان چند ثانیوں تک رکے پھر روگن ڈروف کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "تم اس وقت تک ہماری تحویل میں رہو گے جب تک فردی نند خود یہاں آکر اپنے ماضی کی بداعمالیوں کی معافی نہیں مانگتا اور مستقبل میں محتاط رہنے کا وعدہ نہیں کرتا"۔

روگن ڈروف کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور خوفزدہ و کپکپاتی آواز میں اس نے کہا۔ "سلطانِ محترم! میں آپ کے لشکر پر شب خون مارنے کی معافی مانگتا ہوں۔ یہ میری غلطی تھی جس کی سزا مجھے خوب مل چکی۔ پھر روگن ڈروف نے عیلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یسوع ناصری کی قسم! میں اس قوم کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتا جس میں اس جیسے جوان ہوں۔ سلطان محترم! اب وی آنا کی حفاظت کرنے والے متحدہ لشکر میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ آپ کے حملوں کے سامنے زیادہ عرصہ تک شہر کی حفاظت کر سکے۔ شہر کی رسد اور کمک منقطع ہے اور شہر کے اندر جو خوراک ہے وہ چند ہفتوں سے زیادہ نہ چل سکے گی۔ اگر آپ وی آنا کو اجاڑنے اور روندنے کا فیصلہ کر ہی چکے ہیں تو میں شہر کے چاروں دروازے کھلوا دیتا ہوں۔ آپ جو چاہیں اہل شہر کی قسمت کا فیصلہ صادر کر دیں۔ میں جنگ سے ہاتھ اٹھاتا ہوں مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں کہ میں شہر کا دفاع کر سکوں۔ میری آپ سے التماس ہے کہ شہر کا محاصرہ اٹھا لیں۔ ہم آپ کے سامنے اپنی تلواریں نیام میں کرتے ہیں اور جنگ سے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

سلطان سلیمان نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ "روگن ڈروف! مجھ

نکل گئے۔ دوسرے روز سلطان سلیمان نے اپنے وعدے کے مطابق روگن ڈروف کو واپس کر دیا اور وی آنا کا محاصرہ اٹھا کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ بارش و برف باری کے طوفان کی طرح قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

علیام اور کوروش گھوڑوں پر سوار اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ ابھی وہ اصطبل کے قریب ہی گئے تھے کہ بوڑھا طاؤس خان حویلی کے اندر سے نکلا اور آگے بڑھ کر اس نے علیام کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔

"آقا! میں آپ کو خوش خبری دیتا ہوں۔ آپ کی روانگی سے تین ماہ بعد آپ کے ہاں لڑکا ہوا تھا۔ اب تو وہ سات آٹھ ماہ کا ہو چکا ہے اور چلنے لگا ہے۔ وہ بالکل آپ جیسا ہے۔ آپ کی ماں اور طاغوت بھی آئے تھے۔ وہ دونوں دو ماہ تک یہاں ٹھہرے رہے۔ بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔ پندرہ بیس دن کے لیے آپ کے چچا عبید خان بھی آئے تھے۔ آپ کی ماں آپ اور کوروش دونوں کے بیٹوں کے نام بھی رکھ گئی تھیں اور ——— طاؤس خان کہتے کہتے رک گیا کیوں کہ حویلی کے اندر سے لیسان اور ایشتار نکل آئی تھیں۔

علیام اور کوروش اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ لیسان اور ایشتار نے قریب آ کر دبی دبی مسکراہٹ اور طاؤس خان کی موجودگی میں اپنی دبائی ہوئی بے پناہ خوشی پر قابو پاتے ہوئے ہلکی سی آواز میں دونوں نے علیام اور کوروش کو سلام کیا اور پھر ان دونوں کے گھوڑے لے کر انہوں نے اصطبل میں باندھ دیئے تھے۔ طاؤس خان نے بڑی شفقت سے علیام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں اندر جائیں۔ آپ کو بھوک لگی ہوگی۔ میں آپ کے لیے کھانا لے کر آتا ہوں۔"

اتنی دیر تک مافلیس بھی حویلی سے نکل آئی۔ اس نے دونوں بچوں کو اٹھا رکھا تھا۔ دونوں بچے خوب تومند اور خوب صورت تھے۔ مافلیس نے پہلے

علیام کا بچہ اسے تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کا بیٹا ہے اس کا نام آپ کی ماں نے سعد رکھا ہے۔"

دوسرا بچہ مافلیس نے کوروش کے بازوؤں پر رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے بیٹے کا نام عثمان ہے۔ یہ نام بھی آقا علیام کی ماں نے رکھا ہے۔" دونوں اپنے بچوں کو پیار کر رہے تھے جب کہ لیسان اور ایشتار اُن کے سامنے کھڑی میٹھی میٹھی نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ دونوں بچوں کو لے کر وہ حویلی کے اندر چلے گئے۔ لیسان اور ایشتار ان کے ساتھ تھیں۔ طاؤس خان اور مافلیس ان کے لیے کھانا تیار کرنے لگے تھے۔

علیام اور کوروش لگاتار تین سال تک لیسان اور ایشتار کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کرتے رہے۔ اس دوران علیام کی ماں مر گئی اور علیام نے طاؤس خان اور مافلیس کو طاغوت کی دیکھ بھال کرنے کے لیے پارساگرد بھیج دیا تھا۔

دونوں بچے اب چار سال کے ہو گئے تھے اور خوب بھاگنے دوڑنے لگے تھے۔ لیکن اچانک حالات نے ایک خطرناک موڑ کاٹا۔ اب ۱۶۳۳ء شروع ہو چکا تھا۔ فرڈی نینڈ نے ایک بار پھر سلطان کی خدمت میں اپنے سفیر روانہ کیے اور مطالبہ کیا کہ اسے ہنگری کا بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ جان زاپولیا کو ہٹا دیا جائے اور بودا کے علاوہ دوسرے بڑے بڑے شہر اس کے حوالے کر دیے جائیں۔ سلطان کے انکار پر پورے یورپ نے مل کر پھر ایک متحدہ لشکر کا انتظام کیا۔ اس بار اس لشکر میں ہزاروں وینسی، والندیزی اور پرتگالیوں کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ آج تک اتنا بڑا لشکر مسلمانوں کے خلاف کبھی منظم نہ ہو سکا تھا۔ انگلستان، فرانس، اسپین، اٹلی، وینس، جرمنی، پرتگال، بوہیمیا، آسٹریا اور دیگر کئی ملکوں کے حکمران اس لشکر کی پشت پناہی کر رہے تھے۔

یہ ایک بہت بڑا طوفان تھا جو پوری عیسائی دنیا نے مسلمانوں کے

خلاف منظم کیا تھا۔ ان میں اہلِ اسپین سب سے پیش پیش تھے۔ ان کے حوصلے مسلمانوں کے خلاف بلند تھے۔ اس لیے کہ وہ اندلس مسلمانوں سے چھین چکے تھے اور اب مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلے اندلس سے نکل کر افریقہ کے شہر سبطہ اور مرج الکبیر کا رُخ کر رہے تھے۔ یہ متحدہ لشکر جس کی تعداد کا کوئی اندازہ نہ تھا وی آنا کے قریب جمع ہوا اور سلطان سلیمان کی سلطنت پر ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دوسری طرف سلطان بھی اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف تھے اور ہنگری کی طرف کوچ کے انتظامات کو آخری شکل دے چکے تھے۔

جس دن سلطان سلیمان نے اپنے لشکر کے ساتھ وی آنا کی طرف کوچ کرنا تھا۔ اس سے دو روز قبل شمال کے برفستانوں سے علیام کے چچا عبید خان کا ایک قاصد آیا اور اس نے علیام کی حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ علیام نے خود دروازہ کھولا اور اس قاصد سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے بڑے تجسس میں پوچھا۔ "تم کیسے آئے ہو میرے دوست!" اتنی دیر تک کوردش بھی آ گیا اور اس قاصد کے گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

قاصد نے نگاہیں جھکاتے ہوئے کہا۔ "کچک آقا (چھوٹے آقا)! میں آپ کے لیے ایک بری خبر لایا ہوں۔" علیام نے قاصد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" علیام اسے دیوان خانے میں لے آیا۔ کوردش بھی اصطبل میں قاصد کا گھوڑا باندھ کر دیوان خانے میں آ گیا تھا۔

قاصد کے آنے پر لیسان اور اینسار بھی پریشان ہو گئی تھیں اور وہ دیوان خانے سے باہر کھڑی ہو کر قاصد سے گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ سعد اور عثمان باہر حویلی کے صحن میں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے کھیل رہے تھے۔

قاصد کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے علیام نے بڑی شفقت اور فکرمندی میں پوچھا۔ "اب کہو تم کیا خبر میرے چچا کی طرف سے لائے ہو؟"

قاصد نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کُنہ آقا (بڑے آقا)! اس وقت سخت پریشانی میں ہیں۔ ہمارے شمال کی غیر مسلم اور وحشی قومیں سیتھین، ہن، آلان اور ہمارے آپ کے دادا شیبانی خان کی وراثت پر حملے شروع کر دیئے ہیں۔ انہوں نے آپ کے بڑے چچا سے ان کی ریاست کے وسیع علاقے چھین لیے ہیں۔ آپ کے بڑے چچا اس وقت اپنے ایک وسطی قلعے میں محصور ہو کر اپنا دفاع کر رہے ہیں۔ جس رفتار سے وہ وحشی قومیں آگے بڑھ رہی ہیں اگر وہ اسی رفتار میں شمال سے جنوب کی طرف آگے بڑھتی رہیں اور ان کے سامنے کوئی بند نہ باندھا گیا تو وہ سارے ازبکوں کو تہ تیغ کر کے آپ کے دادا شیبانی خان کی چھوڑی ساری وراثت پر قابض ہو جائیں گے۔

ماسکو کا حکمران بھی ان وحشیوں کی مدد کر رہا ہے اور اس کے لشکر کا ایک حصہ بھی لوٹ مار کی خاطر ان وحشیوں میں شامل ہے۔ وہ بڑی تیزی سے ہمارے وسطی حصوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آپ کے چھوٹے چچا عبید خان اپنے بڑے بھائی کی مدد کر رہے ہیں لیکن انہیں آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار ہے۔"

علیام غصے میں زخمی سانپ کی طرح کھڑا ہو گیا اور قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "شمال کی وحشی قومیں ہمارے نشانات نہیں مٹا سکتیں۔ کیا ماضی میں ہمارے آباؤ اجداد ان پر کاری ضربیں لگاتے ہوئے انہیں سائبیریا کے اس پار منجمد خطہ کی طرف نہیں دھکیلتے رہے۔ تم یہیں کوردش کے پاس بیٹھو، میں سلطان سے بات کر کے آتا ہوں۔"

علیام دیوان خانے سے نکلا۔ لیسان نے دیکھا پریشانی کی حالت میں علیام کے کندھے پر رکھا اس کا انگرکھا بار بار نیچے ڈھلک رہا تھا اور اس کے عمامے کے پیچ ڈھیلے ہو گئے تھے۔ لیسان کی آنکھوں میں علیام کی حالت دیکھ کر آنسو آ گئے تھے اور وہ علیام کو اصطبل کی طرف جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئی تھی۔

سلطان سلیمان اس وقت اپنے دیوانِ خاص سے ملحقہ باغ میں ٹہل رہے تھے کہ محافظ دستے کا آقا ان کے قریب آیا اور دست بستہ ہو کر اس نے کہا۔ "میرے آقا! امیر علیام آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

سلطان کے فکر مند چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اپنے محافظ دستے کے آغا کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا: "اسے فی الفور میرے پاس بھیج دو۔ مجھے اسی کا انتظار تھا۔ بخدا میں اسی کے متعلق فکر مند تھا۔ مجھے یقین تھا وہ ضرور آئے گا۔"

محافظ دستے کا آغا چلا گیا۔ تو تھوڑی ہی دیر بعد وہاں علیام نمودار ہوا۔ سلطان نے چند قدم علیام کی طرف بڑھتے ہوئے خوشدلی سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے دیکھا۔ علیام پریشان تھا۔ اس کے عمامے کے پیچ ڈھیلے اور چہرے پر تفکرات و سوچوں کے طوفان رقص کر رہے تھے۔

سلطان سلیمان کے چہرے پر اچانک سختی اور سنجیدگی چھا گئی اور علیام کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا۔ "کیا تم یہ کہنے آئے ہو کہ شمال کی وحشی اور غیر مسلم اقوام نے ازبکوں کے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے اور ماسکو کا حکمران ان کا ساتھ دے رہا ہے؟"

علیام نے حیرت اور استعجاب میں پوچھا۔ "میرے آقا! آپ کو ان حالات کی خبر کیسے ہوئی؟"

سلطان سلیمان نے اسی طرح کی سنجیدگی میں کہا۔ "جو قاصد تمہارے لیے یہ خبر لے کر آیا ہے۔ وہ بازار میں ایک شخص سے تمہاری حویلی کا پتہ پوچھ رہا تھا۔ وہاں مفتی اعظم کمال پاشا کا ایک آدمی بھی موجود تھا۔ اس نے اس قاصد سے سارے حالات معلوم کر لیے اور جا کر مفتی اعظم کمال پاشا کو بتا دیے اور ابھی تھوڑی دیر قبل ہی مفتی اعظم یہ خبر مجھے سنا کر گئے ہیں۔

سنو علیام! اگر ہم بے سمل ودی آآ کی طرف کوچ نہ کر رہے ہوتے تو بخدا ہم آج ہی تمہارے ساتھ شمال کی طرف کوچ کرتے اور ماسکو کے حکمران سمیت ان وحشیوں کو ٹنڈرا اور شمال کے دور افتادہ برفستانوں سے بھی اس پار دفن کر کے رکھ دیتے۔ ہائے افسوس! یورپ کا ایک ایسا اور اس قدر بڑا لشکر حملہ آور ہونے کو پر تول رہا ہے جو اس سے قبل اس قدر اہتمام کے ساتھ کبھی ترتیب نہ

دیا گیا تھا۔ اگر ہم اس کی سرکوبی کو نہ گئے تو وہ ہمارے علاقوں میں گھس کر تباہی و خون ریزی کا طوفان کھڑا کر دیں گے۔"

سلطان سلیمان خاموش ہو کر گہری سوچوں میں کھو گئے تھے۔ علیام نے انہیں تفکرات سے نکالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں ازبکوں اور ساربانوں کو لے کر اپنے چچا کی مدد کو روانہ ہو جاؤں؟"

سلطان سلیمان نے چونکتے ہوئے کہا۔ "نہیں! نہیں! میں تمہیں ایسی بے بسی کے ساتھ یہاں سے روانہ نہ کروں گا۔ تم اپنے پورے لشکر کو یہاں سے لے کر اپنے چچا کی مدد کو روانہ ہو جاؤ۔ گو ہمیں یورپ کے مقابلے میں تمہاری کمی کا شدت سے احساس ہو گا۔ پھر بھی ہم اہل یورپ سے تعداد میں کم ہوتے ہوئے ان پر ثابت کریں گے کہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (کتنے ہی چھوٹے لشکر تھے جو اپنے رب کے حکم سے بڑے لشکروں پر غالب آ گئے)۔ علیام! تم پورے ہراول کے لشکر کو لے کر آج ہی یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اپنے حالات سے ہمیں آگاہ رکھنا تاکہ ضرورت کے وقت ہم تمہیں کمک روانہ کر سکیں۔ تم فکر مند نہ ہونا۔ ماسکو کے حکمران اور وحشی قوموں کے سامنے تم تنہا نہ ہو گے۔ ہم آج ہی ایک قاصد کریمیا کے تاتاری خان کی طرف روانہ کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ ماسکو کے حکمرانوں کی سرحدوں کے اندر گھس کر ان پر حملہ کر دے۔"

سلطان سلیمان نے ذرا رک کر کہا۔ "تاتاری خان کے ماسکو پر حملہ آور ہونے سے خاطر خواہ نتائج نکلیں گے۔ اہل ماسکو وحشی قوموں سے علیحدہ ہو کر تاتاری خان سے اپنی حفاظت میں مصروف ہو جائیں گے۔ اس طرح شمال کی وحشی اور غیر مسلم اقوام کی سرکوبی کرنا تمہارے لیے آسان ہو جائے گا۔"

علیام نے اپنا عمامہ درست کرتے ہوئے اس بار پرسکون لہجے میں پوچھا۔ "میرے آقا! تو کیا مجھے اجازت ہے میں ہراول کے ساتھ روانہ ہو جاؤں؟"

سلطان سلیمان نے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہاں"

"اب تم جاؤ اور اپنے ہدف کی طرف کوچ کر جاؤ۔"

عیلام نے سلطان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے ایک بھرپور اور پُر از عقیدت مصافحہ کیا پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا عیلام اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ گھوڑے کو اس نے اصطبل میں باندھا اور دیوان خانے میں آیا۔ اندر کوروش اس قاصد کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

عیلام نے قاصد کی طرف اشارہ کر کے کوروش سے پوچھا۔ "اسے کچھ کھانے کو بھی دیا یا صرف باتوں میں اُلجھا رکھا ہے؟"

قاصد نے خود ہی مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! آپ فکرمند نہ ہوں یہ ضرورت سے زیادہ میری تواضع کر چکے ہیں۔"

عیلام نے پھر کوروش سے کہا۔ "کوروش! اپنی تیاری کر لو۔ میں بھی اپنے کمرے میں جا کر اپنا جنگی لباس پہننے لگا ہوں۔ میں سلطان سے مل کر آ رہا ہوں۔ ہم ابھی یہاں سے ہراول لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے۔ پورا ہراول لشکر ہمارے ساتھ ہو گا۔

اس کے علاوہ سلطان آج ہی ایک قاصد کے تاتاری خان کی طرف اس حکم کے ساتھ روانہ کر رہے ہیں کہ وہ ماسکو پر حملہ کر دے۔ اس طرح ماسکو کا حکمران شمال کے وحشی قبائل سے علیحدہ ہو جائے گا اور ہم بڑی آسانی کے ساتھ ان سے نمٹ لیں گے۔"

عیلام جب دیوان خانے سے نکلنے لگا تو قاصد نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! آپ تیار ہو کر آئیے۔ میں اصطبل میں آپ دونوں کا انتظار کرتا ہوں۔"

تینوں دیوان خانے سے باہر نکلے۔ عیلام اور کوروش اپنے کمروں کی طرف چلے گئے جب کہ قاصد سیدھا اصطبل کی طرف جا رہا تھا۔

عیلام جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا لیسان پلنگ کے

قریب ننھے سعد کا ہاتھ پکڑے اداس اور افسردہ کھڑی تھی اور پلنگ پر اس نے عیلام کا جنگی لباس، آہنی زرہ، خود، جوشن، کندھوں کے آہنی خول، کمان اور ڈھال رکھے ہوئے تھے۔

عیلام قریب آ کر حیرت سے لیسان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ننھا سعد بھاگا اور عیلام کی ٹانگوں سے لپٹتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "ابی! امی کہہ رہی تھیں آپ جا رہے ہیں۔ مجھے بھی ساتھ لے کر جائیں۔"

عیلام نے سعد کو اپنے دونوں بازوؤں میں اُٹھا لیا اور اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے دادا ابی کو لینے جا رہا ہوں بیٹے! بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔" سعد مطمئن ہو گیا۔ عیلام نے اسے نیچے اتار دیا اور وہ عثمان کے پاس جانے کے لیے بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

لیسان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "میں دیوان خانے سے باہر کھڑی ہو کر آپ کی اور آنے والے قاصد کی ساری گفتگو سن چکی ہوں۔ ایشتار بھی میرے ساتھ تھی اسی لیے میں نے آپ کا جنگی لباس تیار کر دیا ہے۔ آپ حیرت زدہ نہ ہوں۔ میں ایک مجاہد کی بیوی ہوں اور اپنے چہرے پر مسکراہٹ لیے اپنے شوہر کو رخصت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔"

عیلام خاموش رہا، لیسان کی باتیں سن کر وہ مسکرا دیا تھا۔ لیسان آگے بڑھی اور عیلام کو اس کا جنگی لباس پہنانے لگی تھی۔ جب وہ تیار ہو گیا تو لیسان نے پیار سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "چچا عبید سے میرا سلام کہیے گا۔ اس مہم سے فارغ ہوتے ہی گھر کا رخ کیجیے گا۔ میں اور سعد بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کریں گے۔"

عیلام اور لیسان دونوں میاں بیوی اپنے کمرے سے باہر آئے اور کوروش کے کمرے پر آ کر عیلام نے اسے آواز دی۔ کوروش فوراً باہر نکلتا ہوا بولا۔ "میں تیار ہوں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔" کوروش کے پیچھے پیچھے ایشتار، سعد اور عثمان بھی باہر آ گئے۔ ایشتار کچھ اداس اور افسردہ تھی۔ عیلام اور کوروش دونوں نے باری باری سعد اور

عثمان کو پیار کیا پھر وہ اصطبل کی طرف گئے اور قاصد کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر وہ حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔

ایک روز جب کہ گمام کوہستانی وادیوں میں سورج کی روشنی میں جگمگاتے مناظر دھندلانے لگے تھے اور قدیم بوڑھے چناروں کے سائے طویل ہو کر دور دور تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ عیلام اپنے شہر گوبار میں داخل ہو رہا تھا۔ عبید خان کو شاید عیلام کے آنے کی پہلے ہی اطلاع ہو گئی تھی۔ اسی لیے عیلام جب لشکر کے ساتھ مستقر میں داخل ہوا تو عبید خان اس کے استقبال کو وہاں موجود تھا۔

عیلام اپنے گھوڑے سے اترا اور بھاگ کر اپنے چچا سے لپٹ گیا۔ عبید خان نے اس کی پیشانی چومی اور پھر اسے علیحدہ کر کے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی شفقت سے انہوں نے کہا۔

"میرے بیٹے! تم طویل سرمائی سفر طے کر کے ان وادیوں میں مہربان فرشتہ بن کر آئے ہو۔ اب یہ وادیاں اور ان کے مکین خوفزدہ ہونے کے بجائے امید افزا دکھائی دیں گے۔ غیر مسلم وحشی قوموں نے ہماری شمالی سرحدوں پر طوفانی ترکتازی اور خونی یلغار کر رکھی ہے۔ تمہارے بڑے چچا عیاض حق اپنے ایک شمالی قلعے میں محصور ہو کر اپنا دفاع کر رہے ہیں جب کہ ان کے لڑکے اپنی ریاست کے اندرونی حصوں سے جنگجو مجاہدوں کو شمال کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں نے بھی اپنا لشکر ان کی مدد کو روانہ کر دیا ہے۔ میں خود بھی جا چکا ہوتا لیکن مجھے تمہارا انتظار تھا۔ اب میں تمہارے ساتھ ہی روانہ ہوں گا۔ تم آج کی رات آرام کرو۔ میں تمہارے لشکر کے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

عیلام نے عبید خان کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اے عم! میں یہاں رکوں گا نہیں۔ لشکر کے کھانے اور خوراک کا میرے پاس پورا انتظام ہے۔ میں ابھی یہاں سے شمال کی طرف کوچ کروں گا۔ چچا عیاض حق دشمنوں کے اندر گھرے ہوئے ہیں پھر میں کیونکر

اس مستقر میں آرام کی نیند سو سکوں گا۔ میں ابھی یہاں سے روانہ ہوں گا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے چچا کے گرد حملہ آوروں کا حصار توڑنے کی کوشش کروں گا۔"

عبید خان نے مسکراتے ہوئے کہا: "مجھے امید تھی تم ایسا ہی کرو گے۔ میں تمہاری فطرت اور جبلت سے آگاہ ہوں۔ چلو پھر کوچ کریں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

عیلام لشکر کو لے کر اپنے چچا کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ لگاتار سفر کرتے ہوئے ایک روز وہ آرتیس نام کے اس قلعے کے قریب پہنچ گئے تھے جس کا محاصرہ شمال کے وحشی حملہ آوروں نے کر رکھا تھا اور جس کے اندر اس کا چچا عیاض حق خان محصور تھا۔ عیلام نے پہلے دشمن کے لشکر کا جائزہ لیا۔

آرتیس کے شمال اور مشرق میں وحشی قبائل تھے جب کہ مغرب کی طرف ماسکو کے لشکر تھے۔ عیلام نے یہ اندازہ بھی کر لیا تھا کہ محاصرہ کرنے والے متحدہ لشکر کی تعداد اس کے اپنے ہراول لشکر کے بیس گنا سے بھی زیادہ تھی۔ لہٰذا اس نے بلند کوہستانوں سے گھری ہوئی ایک محفوظ وادی کے اندر پڑاؤ کیا۔

اس وادی کے پہاڑوں کے اندر ان گنت غاریں تھیں جنہیں عیلام نے صاف کروایا۔ وہاں اس نے اپنے لشکر کے قیام کا بندوبست کیا اور خوراک کا ذخیرہ بھی ان غاروں میں محفوظ کر دیا تھا۔ وادی کے وسیع میدانوں میں ہری ہری گھاس تھی اس لیے کہ پہاڑ کے اوپر سے چشموں کا پانی ندی نالوں کی صورت میں اس وادی کے اندر بہتا تھا۔ لہٰذا سرما کے باوجود وہاں گھاس تھی جس سے لشکر کے گھوڑے پیٹ بھر سکتے تھے۔ اس وادی سے شمال میں باہر نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جو آرتیس[1] شہر کی طرف جاتا تھا جس کا دشمنوں نے گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اس راستے کے دونوں جانب عیلام نے تیر انداز بٹھا دیے تاکہ اس وادی میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔ وادی کی غاروں میں عیلام کا لشکر اب بارش

[1] دریائے یورال سے آرتیس تک وہی علاقہ ہے جو چنگیز خان نے اپنے بڑے بیٹے جوجی کو دے دیا تھا جو ازبکوں کا جدِ امجد ہے۔

اور سردی سے محفوظ تھا لشکر کو صرف ایک رات اس نے آرام کرنے کا موقع دیا۔ دوسرے روز اس نے برف باری کے باوجود اپنے ہچانک عمل کی ابتدا کر دی تھی۔

آدھی رات کے قریب علیام نے اپنے لشکر کو غاروں سے نکال کر وادی کے کھلے میدان میں جمع کیا۔ اس وقت ان کو چٹانوں کے اندر معمولی برف باری ہو رہی تھی۔ برف کی ایک سفید چادر سی تھی جو چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ پہاڑوں کی سیاہ اور نیلگوں قطاریں برف میں دب گئی تھیں۔

علیام نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا اس نے اپنے پاس رکھا اور آدھا کوروش کی تحویل میں دیتے ہوئے اس نے اپنے قریب کھڑے کوروش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"کوروش: میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سیدھا دشمن کے اس حصے پر حملہ آور ہوں گا جو آرتمیس شہر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ دشمن کی پشت پر اور شہر سے ذرا ہٹ کر شمال کی طرف دشمن کے خیمے نصب ہیں جن کے اندر دشمن کی خوراک اور رسد کا ذخیرہ ہے۔ تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ خیموں کے اس پڑاؤ پر حملہ آور ہونا اور جس قدر خوراک کا ذخیرہ تم حاصل کر سکو اسے لے کر اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہو جانا میں اس وقت تک دشمن کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھوں گا جب تک تم دشمن کے پڑاؤ کو لوٹ کر واپس روانہ نہیں ہو جاتے۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر دشمن کے خیموں کو آگ لگا دینا۔ یہ میرے لیے ایک اشارہ ہو گا کہ تم اپنا کام کر کے واپس لوٹ رہے ہو۔ اس طرح میں بھی لڑائی سے پیچھے ہٹ کر تمہاری پشت پر آجاؤں گا تاکہ دشمن کا کوئی لشکر اگر تمہاری پشت سے حملہ آور ہو تو تم محفوظ رہ سکو"۔

کوروش نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک بہت ہی مناسب اور بروقت اقدام ہو گا۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ دشمن پر بھاری ایسی ضرب ہو گی جو ایک طرح سے اس کی کمر توڑ کر رکھ دے گی"۔

علیام نے اپنے چچا حمید خان کو وادی میں داخل ہونے والے راستے کے دونوں جانب بٹھاتے ہوئے تیر اندازوں کی نگرانی پر مقرر کیا اور خود وہ کوروش کے ساتھ لشکر کو لے کر برف باری کی پرواہ کیے بغیر وادی سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دور آگے جا کر علیام اور کوروش دشمن کے خوراک و رسد کے ذخیرے کی طرف بڑھا جب کہ علیام نے آرتمیس شہر کے مغرب میں پڑے دشمن پر شب خون مارا۔

وہ ایک ہولناک حملہ تھا اور اندھیری رات میں دشمن کی غافل پڑی سپاہ کو علیام نے موم کے مہروں کی طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ تاریک رات میں وہ حملہ آور ہوتے ہوئے بار بار اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہا تھا تاکہ اس کا لشکر اس کی آواز سنتا رہے اور اس کے اردگرد جمع رہے۔ جواب میں اس کے لشکری بھی زور زور سے تکبیریں بلند کر کے برف باری میں طوفان کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے رات کے سرد اور بھیانک سناٹے میں اللہ اکبر کی آوازیں یوں فضاؤں کا سینہ چیرتی ہوئی بلند ہو رہی تھیں جیسے گلیلیوں کی محوش کُن ندا، جیسے سرمد کا نعرۂ حق جیسے منصور کی صدائے بے باک۔ ستم کی اس رات میں علیام نے دشمن کے ستم ادب و تعزیر کا کھیل شروع کر دیا تھا۔

اپنے شعور ذات میں مست طوفان کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے وہ جرأت و سربلندی کی نئی احادیث، شوق اور عزم و عظمت کی عظیم اور پرشکوہ داستانوں کی ابتدا کر رہا تھا۔ دریا کو سکون آشنا کر دینے والی اپنی ضربوں سے اس نے لمحوں کے اندر دشمن کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ سرد تاریک اور برفانی رات میں دشمن ایک سخت عذاب کا شکار ہو گیا تھا۔

دشمن سے جنگ کرتے کرتے علیام نے دیکھا ان کے پڑاؤ میں آگ لگ گئی تھی جس کا مطلب تھا کوروش اپنا کام کر چکا ہے۔ لہذا اس نے بھی اپنے لشکر کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔

علیام اب پیچھے ہٹتے ہوئے کوروش کی پشت جانب جانے لگا تھا۔ دشمن اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ اور پوری قوت کے ساتھ علیام کا تعاقب

کر رہا تھا۔ عیلام دشمن کے حملوں کا دفاع کرتا اور کوروش کے لشکر کو دشمن کی یلغار سے بچاتا ہوا بڑی تیزی سے اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ جب وہ کوروش کے پیچھے پیچھے اپنی وادی میں داخل ہو رہا تھا تو دشمن اپنی پوری ترکتاز کے ساتھ اس کے تعاقب میں تھا۔

وادی میں داخل ہوتے ہوئے عیلام اور اس کے لشکری اونچی آوازوں میں اللہ اکبر پکارنے لگے تھے۔ اس طرح وہ اندھیری رات میں اپنے تیر اندازوں کو اس امر کی نشاندہی کرنا چاہتے تھے کہ انہیں کس طرف تیر اندازی کرنی چاہیے۔

دشمن کا تعاقب کرنے والا لشکر جب عیلام کے پیچھے پیچھے وادی میں داخل ہونے لگا تو ناگاہ کوہستانی راستے کے دونوں جانب سے ان پر طوفانی انداز میں تیر برسنے لگے تھے۔

رات کے سناٹے اور برف باری میں عیلام کے لشکریوں نے تیروں کی بوچھاڑیں مار کر دشمن کو اپنے پیچھے ان گنت لاشیں چھوڑ کر واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک عرصہ تک عیلام اور کوروش اپنے لشکر کے ساتھ دشمن پر شب خون مارنے کا کھیل کھیلتے رہے۔ ساتھ ہی عیلام آرتیس شہر کے اندر محصور اپنے چچا عیاض کو رسد و کمک بھی فراہم کرتا رہا۔ آرتیس کے اردگرد اس نے دشمن کی گرفت پہلے کی نسبت اب ڈھیلی کر دی تھی۔ یہاں تک کہ کریمیا کا تاتاری خان اپنے لشکر کو مرتب کر کے نکلا اور اس نے ماسکو کی سرزمین پر حملہ کر دیا تھا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور آرتیس کے محاصرے میں شامل ماسکو کا لشکر وحشی حملہ آور قبائل سے علیحدہ ہو کر اپنے اس لشکر میں شامل ہونے کو چلا گیا جو کریمیا کے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار تھا لیکن کریمیا کا خان جو خود اپنے لشکر کی راہنمائی کر رہا تھا ان کو روندتا ہوا ماسکو کے قریب جا پہنچا تھا۔ وہاں اس نے ماسکو کے حکمران سے پہلے کی نسبت کہیں زیادہ خراج وصول کیا اور واپس کریمیا کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ یہ ایک سخت ضرب تھی جو کریمیا کے مسلمانوں نے اہل ماسکو پر لگائی تھی اور ان کی عسکری قوت کو توڑ کر رکھ دیا تھا اور وحشی قوموں کے ساتھ مل کر ازبکوں پر حملہ آور ہونے کا انہیں خوب سبق ملا تھا۔

دوسری طرف سلطان سلیمان یورپی لشکروں کو روندتے ہوئے وی آنا شہر سے بھی سو میل آگے نکل گئے تھے۔ اسٹیر اور انیس شہروں کو فتح کرنے کے بعد مسلمان مجاہدین بوہیمیا اور جرمنی کی سرحدوں کے قریب منڈلاتے نظر آنے لگے تھے۔ وی آنا کے مغرب میں وسطی یورپ کے اندر دور تک یلغار کر لینے کے بعد سلطان سلیمان جنوب کی طرف متوجہ ہوئے اور گھنے جنگلات کو کاٹ کر راستہ بناتے ہوئے یورپ کے مضبوط اور عظیم قلعے گنز تک جا پہنچے تھے۔ صرف چند روز کے محاصرے کے بعد سلطان نے قلعہ فتح کر لیا اور جنوب میں دور تک وہ ترکتاز کرتے چلے گئے۔

یورپی لشکر سلطان کے ہاتھوں پے در پے شکستیں کھاتے رہے اور تمام یورپی حکمران سراسیمہ حالت میں سلطان کی ان طوفانی فتوحات کو دیکھتے رہ گئے جبکہ سلطان مغربی اور جنوبی یورپ کے ایک بڑے حصے پر اپنی فتح کے پرچم لہرانے اور یورپ کی متحدہ قوتوں کو کچلنے کے بعد واپس روانہ ہو گئے تھے۔

اہل ماسکو کے علیحدہ ہو جانے پر آرتیس کا محاصرہ کرنے والے شمال کے وحشی قبائل کے لشکر کی تعداد اب بھی عیلام کے لشکر سے آٹھ دس گنا زیادہ تھی۔ لیکن اب اس نے انہیں زیادہ اہمیت نہ دی اور کھلے میدان میں وہ ان کے خلاف صف آرا ہو گیا تھا۔

عیلام کا چچا عیاض بھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر عیلام کے ساتھ مل گیا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ عیلام نے اب اپنے لشکر کے تین حصے بنا رکھے تھے۔ ایک حصہ اس کے اپنے پاس، دوسرا کوروش اور تیسرا اس کے چچا عیاض کی سرکردگی میں تھا۔ عبید خان کو چند دستوں کے ساتھ پڑاؤ کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ عیلام

دائیں طرف سے جب کہ کوروش اور عیاض بائیں طرف سے دشمن پر حملہ آور ہوئے تھے۔ عین جب کہ مسلمان وحشی قبائل کو بُری طرح روند کاٹ رہے تھے اور ان میں شکست کے آثار نمایاں طور پر دکھائی دینے لگے تھے۔ وحشی قبائل کے چند خونخوار دستے عیلام پر حملہ آور ہوئے۔ شاید انہوں نے اپنی شکست کو بھانپ لیا تھا اور عیلام کو ختم کر کے وہ مسلمانوں میں بددلی پھیلا کر اپنی شکست کو عظیم فتح میں تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ عیلام جو اپنے لشکر کے آگے تھا اپنے چند سواروں کے ساتھ ایک طرح سے دشمن کے حملہ آور دستوں کے نرغے میں آ گیا تھا۔

قبائل کے وہ خونخوار دستے اس قدر منظم طریقے سے حملہ آور ہوئے کہ وہ عیلام کے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ عیلام کے ارد گرد لڑنے والے مجاہدین نے ان کے اس حملے کا بھرپور جواب دیا اور پھر پچھلی سمت سے کچھ اور مسلمان مجاہدین بھی سمٹ کر ان کی طرف بڑھے تھے لیکن اتنی دیر تک چھ سات سو سوار اپنے ساتھیوں کی مدد سے راستہ بناتے ہوئے عیلام کے سر پر پہنچ گئے تھے اور انہوں نے عیلام پر حملہ کر دیا تھا۔

عیلام نے ان میں سے اکثر کے وار اپنی ڈھال اور تلوار پر روک لیے تھے لیکن تین دشمنوں کی تلواریں ایک ساتھ عیلام پر برسیں اور اسے لہولہان کرتی چلی گئی تھیں عیلام اپنے گھوڑے سے گرنے لگا تھا کہ سنبھل گیا۔ اتنی دیر تک پچھلی طرف سے آنے والے مسلمان مجاہدین نے اس نعرے کی یلغار کی کہ انہوں نے دشمن کے ان خونخوار دستوں کا صفایا کر کے عیلام کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا۔

عیلام کا ذہن چکرانے لگا تھا اور اس پر غشی کی سی کیفیت طاری ہونے لگی تھی لیکن بڑی مشکل سے اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اپنے گھوڑے پر وہ درست ہو کر بیٹھا اور اپنے لشکر کے ساتھ بن والے اور پہاڑوں کے دامنوں میں رہنے والے وحشیوں کی سی خونخواری سے دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔

دوسری طرف کوروش اور عیاض خان نے عیلام کی دیکھا دیکھی طوفانی حملے شروع کر دیئے تھے۔ جس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور دشمن اپنے پیچھے اپنے لشکریوں کی ہزاروں لاشیں، بھیڑ بکریاں اور گلیں کے لپٹ جانے والے ڈیرے چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

عیلام، کوروش اور عیاض نے دُور تک ان کا تعاقب کیا اور پشت کی طرف سے ان پر حملہ آور ہو کر ان کی رہی سہی قوت اور تعداد کو بھی ختم کر کے رکھ دیا تھا۔

عبید خان بھی اپنے پڑاؤ کو چھوڑ کر اپنے دستوں کے ساتھ اس تعاقب میں شامل ہو گیا تھا۔ وحشی قبائل کے صرف چند سوار باقی بچے جو بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچا کر شمالی کوہستانوں کے اندر روپوش ہونے میں کامیاب ہوئے تھے۔ دیگر تمام کو تہ تیغ کر دیا گیا تھا۔

اچانک عیلام اپنے گھوڑے سے پتھریلی زمین پر گر گیا۔ اَن گنت لشکری اس کے گرد جمع ہو گئے۔ کوروش، عیاض اور عبید خان بھی اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں آ گئے۔ کوروش بدحواسی میں اپنے گھوڑے سے کود گیا اور عیلام کا سر اپنی گود میں لیتے ہوئے اس نے بڑی ہمدردی سے پوچھا۔ "اے امیر! کیا ہوا آپ کو؟" عیاض اور عبید خان بھی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر عیلام کے پاس بیٹھ گئے تھے۔

عیلام نے ایک نگاہ اپنے سامنے بیٹھے اپنے دونوں چچاؤں پر ڈالی پھر اس نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں کافی دیر کا زخمی ہوں لیکن اپنے لشکر کا حوصلہ برقرار رکھنے کی خاطر جنگ کرتا رہا لیکن اب تقدیر اپنا کام کر چکی ہے۔ دستِ قدرت میری زندگی کے اوراق پر مُہر لگا چکے ہیں اور ——"

عبید خان نے فوراً عیلام کے مُنہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹے! مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ایسی باتیں نہ کرو۔ ان زخموں سے خدا تجھے صحت دے گا۔"

عیلام نے پھر تکلیف دہ احساس میں کہا۔ "اے میرے عم! اس غم کدے

میں فنا ہی انسان کا انجام ہے۔ الحمد للہ! میں جس مقصد کے ساتھ قسطنطنیہ سے ادھر آیا تھا اسے مکمل کر چکا ہوں۔ اب مجھے اپنی موت پر دکھ نہ ہوگا۔"

کوروش کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ وہ عیلام سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عیلام کے بڑے چچا عیاض نے عیلام کا خود اتارا اور پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائی کے شیر دل فرزند حوصلہ رکھو ان زخموں سے تم جانبر ہو جاؤ گے۔"

عیلام نے ایک جاں سوز کراہ میں کہا۔ "آہ! پت جھڑ کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ میرے دل کے صحرا میں محرومیوں کی داستانیں بکھرنے لگی ہیں اور قسمت کے پیالوں کا زہر میرے سامنے ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عیلام نے عبید خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے عم! اب جب کہ میں ختم ہو رہا ہوں مجھے غور سے سنو!"

کوروش، عیاض اور عبید خان کے علاوہ ارد گرد کھڑے لشکریوں کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ عیلام نے بڑی مشکل سے کہا۔

"اے عم! میری موت کے بعد چچا عیاض کے کسی بیٹے کو اپنا وارث بنا لینا۔ میں اپنے بھائی طرغوت کے ساتھ ریاست کے ہر حق سے دست بردار ہوتا ہوں۔ میں نے ایک سپاہی کی سی زندگی بسر کی ہے اور میرے بعد طرغوت بھی سلطان سلیمان کے لشکر میں ایسی ہی زندگی بسر کرے گا۔" عبید خان کی گردن جھک گئی اور وہ سسکیاں اور ہچکیاں لے رہا تھا۔

عیلام نے اس بار کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوروش! کوروش! میرے دوست! میرے عزیز! میرے بھائی! میری لاش قسطنطنیہ میری بیوی اور بچے کے پاس لے جانا۔ میری تدفین کے بعد لیسان اور سعد کو پار ساگرد طرغوت کے پاس لے جانا۔ اسے کہنا تیرا بھائی مرنے سے قبل تجھے سلام کہتا تھا۔ میری طرف سے اس کی پیشانی کو بوسہ دینا اور کہنا میری جگہ سلطان سلیمان کے لشکر میں

شامل ہو جائے۔ اگر وہ لیسان اور سعد کو اپنے پاس رکھ لے تو ٹھیک ورنہ میرے بعد میری بیوی اور بچے کا تم خیال رکھنا۔"

کوروش نے آنسو بہاتے اور زور زور سے بے بسی کی حالت میں پتھریلی زمین پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کیجیے۔ ورنہ کوروش آپ سے پہلے دم توڑ دے گا۔ اے امیر! حوصلہ رکھیں۔ میرا رب آپ کو صحت دے گا۔"

عیلام چند ثانیوں تک گہرے مراقبے میں ڈوبا پڑا رہا پھر اس نے نہایت نحیف آواز میں کہا۔ "یہ سرفرازیٔ رزم گاہ حصولِ رب کا وسیلہ ہے۔ موت انسانیت کا ماحصل ہے۔ اس جنگ میں سر آئینہ میرا عکس اور پسِ آئینہ قدرت کی عنایات تھیں۔ میں گناہ گار نے کچھ بھی نہیں کیا۔ آہ! میرے بعد میری بیوی سسکیاں لیتی فاختہ اور سرقی بلبل کی طرح اداس ہو گی۔ میری موت پر وہ ہوک سینے میں دبا لینے والی کوئل کی طرح ہی کسکتی رہے گی۔ میرا بچہ تمناؤں کے ژولیدہ تاروں کی طرح بھٹکتا رہے گا۔ وہ مکانوں کے ٹوٹتے دروں کی طرح خاموش، عمر کی ڈھلتی دھلیز کی طرح افسردہ اور چناروں کے پھیلتے سایوں کی طرح اداس رہے گا۔ آہ!" ——— عیلام خاموش ہو گیا۔ کوروش نے گھبرا کر عیلام کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ عیلام دم توڑ چکا تھا۔

کوروش بیچارہ کھڑا ہو گیا اور نہایت بے بسی کی حالت میں اس نے اپنا دامن جھاڑتے ہوئے عیاض اور عبید خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "امیر زندگی کا سفر ختم کر کے دم توڑ چکے ہیں۔"

عیاض اور عبید خان دونوں عیلام کی لاش سے لپٹ کر سسک پڑے تھے۔ پل بھر میں عیلام کے مرنے کی خبر لشکر میں پھیل گئی اور ہر کوئی اس کی موت پر آنسو بہا رہا تھا۔ لاش کے قریب کھڑے ہو کر کوروش نے روتی سسکتی آواز میں کہا۔ "اے امیر! کاش میں آپ کی جگہ ختم ہو گیا ہوتا اور آپ اپنے لشکر

کی کمانداری کر رہے ہوتے۔"

نہایت افسردہ حالت میں کوروش وہاں سے ہٹا پھر وہ لشکر میں واپس کوچ کرنے کا طبل بجوا رہا تھا۔

آرقیس میں آکر عیلام کی لاش محفوظ کرنے کی خاطر پیٹ کو چند[1] کے تیل سے صاف کر دیا گیا۔ پھر لاش کو لوبان، تیزیات اور دوسرے خوشبودار مصالحوں کا سفوف بنا کر لاش کو نطرون کے پانی میں رکھ دیا گیا تاکہ لاش خراب نہ ہو۔ اس طرح لشکر نے آرقیس سے قسطنطنیہ کی طرف کوچ کیا تھا۔

عیلام کے شہید ہو جانے کی خبر پہلے ہی قسطنطنیہ پہنچ چکی تھی اور سلطان سلیمان بھی اپنی مغربی یلغار سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے شہر سے باہر کوروش اور اس کے لشکر کا استقبال کیا۔

انہوں نے عیلام کی لاش دیکھی اور ایک گہری آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے عزیز گو موت اٹل ہے اور اس میں قانون قدرت کی سی باقاعدگی ہے۔ کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ پھر بھی مجھے تمہاری موت کا دکھ ہے۔ کاش میں تمہیں اپنے ساتھ مغربی محاذ پر لے گیا ہوتا اور وحشی قبائل کی سرکوبی کے لیے شمال میں کسی اور کو بھیج دیتا۔"

لشکر کو آرام کرنے کے لیے مستقر میں بھیج دیا گیا جب کہ عیلام کی لاش کو حویلی میں لایا گیا۔ سلطان سلیمان بھی ساتھ تھے۔ مفتیِ اعظم کمال پاشا۔ قاضی سکولی۔ ابراہیم۔ ایاز پاشا۔ فرہاد پاشا اور دیگر اراکینِ سلطنت بھی وہاں حویلی میں جمع ہو گئے تھے۔

کوروش نے دیکھا ایشتار بچاری ایک طرف دبکی کھڑی سسک سسک

---

[1] قدیم مصریوں میں بھی لاش کو صاف کر کے ممیوں میں تبدیل کرنے کا یہی طریقہ رائج تھا۔

کر رو رہی تھی اور آنسو بہا رہی تھی۔ کوروش چند ثانیوں تک اسے انتہائی بے بسی کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مجروح اور زخمی آواز میں پوچھا۔ "ایشتار! ایشتار! لیسان کہاں ہے۔ آہ! میں اس کا سامنا کیسے کر سکوں گا۔ میں کیسے اس سے امیر کی موت کا دکھ بانٹ سکوں گا؟"

ایشتار نے اپنے آنسو پونچھے اور پہلے کی نسبت زیادہ سسکتے اور بلند آواز میں روتے ہوئے اس نے کہا۔ "لیسان کا اب کوئی بھی سامنا نہیں کر سکتا۔ وہ یہاں نہیں ہے۔"

کوروش نے بوکھلاہٹ میں پوچھا۔ "تم کیا کہہ رہی ہو ایشتار!"

چند ثانیوں تک ایشتار اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر اس نے بڑے دکھ سے کہا۔ "آہ لیسان! میری بہن! جس روز اخی عیلام کے مرنے کی خبر اسے ملی تو وہ بچاری غش کھا کر گری اور دم توڑ گئی۔ آہ میری بہن میں اب اسے کہاں تلاش کروں گی۔"

کوروش کی گردن جھک گئی اور کچھ دیر تک وہ ساکت و ساکن کھڑا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "سعد اور عثمان کہاں ہیں؟"

ایشتار نے دوبارہ سسکتے ہوئے کہا۔ "میں ان دونوں کو دیکھ چکی ہوں وہ بچارے دونوں اخی عیلام کی لاش سے لپٹ لپٹ کر رو رہے ہیں۔"

خاموش خاموش کوروش وہاں سے ہٹا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل جل کر وہ عیلام کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنے لگا تھا۔ گو عیلام کی موت نے اس بچارے کو منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔ پھر بھی کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو سنبھالتے وہ ساری بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ شام کے قریب عیلام کو حضرت ایوب انصاریؓ کے مزار کے قریب سرو کے درختوں کے جھنڈ میں لیسان کے پہلو میں دفن کر دیا گیا تھا۔

پھر عیلام کی تکفین کے بعد کوروش جب حویلی میں آیا تو اس نے دیکھا

ایشتار سعد اور عثمان کو کھانے کی اشیاء دے کر اور بہلا پھسلا کر عیلام کی موت سے ان کی توجہ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کوروش چند لمحے غمگین غمگین سا انہیں دیکھتا رہا پھر اس نے ڈوبتی اور بجھی سی آواز میں کہا۔ "ایشتار! کل صبح سعد کو تیار کر دینا میں اسے لے کر پارساگرد روانہ ہو جاؤں گا مرنے سے قبل امیر نے نصیحت کی تھی کہ اس کی موت کے بعد لیسان اور سعد کو پارساگرد میں اس کے بھائی عرفوت کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

ایشتار نے جھک کر سعد کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میری بہن کی آخری نشانی ہے۔ میں اسے تنہا نہ چھوڑوں گی۔ اب میں اس کی ماں ہوں۔ جہاں یہ رہے گا وہیں میں رہوں گی۔ میں اسے اپنے آپ سے جدا نہیں کر سکتی ہوں اگر یہ پارساگرد رہے گا تو میں بھی وہیں رہوں گی، عثمان بھی وہیں رہے گا۔ میں ان دونوں بچوں کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں۔"

کوروش نے پُرنم آنکھوں میں کہا۔ "ایشتار! ایشتار! سعد مجھے کم عزیز نہیں ہے۔ یہ عیلام کا بیٹا ہے اور قسم مجھے ربِ عظیم کی عیلام مجھے اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ عزیز اور پسندیدہ تھا۔ اگر وقت کو یہی منظور ہے۔ اگر حالات یہی چاہتے ہیں کہ ہم قسطنطنیہ کو چھوڑ دیں تو مجھے منظور ہے۔ تم کل صبح تیار رہنا۔ ہم چاروں یہاں سے پارساگرد روانہ ہو جائیں گے۔" پھر کوروش نے ایشتار، سعد اور عثمان کے ہاتھ تھام لیے اور انہیں سنبھالتا ہوا وہ حویلی کے اندر لے جا رہا تھا۔

سرما کی برف پگھلنے لگی تھی۔ سیب پھلنے کا موسم آگیا تھا۔ ایک روز جبکہ سورج وادی بھراہ کے حروف سربستہ اسرار آمیز فاصلوں کی جاریں رقم کرنے کے بعد کوہستانوں کے اس پار لق و دق صحراؤں میں ایک نئی زندگی کی ابتدا کرنے کے لیے تنگ واریوں، برفانی چوٹیوں، زسل کے جھنڈوں اور کوہستانی گھاٹیوں کے اشکوں کے جزیروں میں غروب ہو رہا تھا۔ کوروش اور ایشتار دریائے دجلہ کے کنارے عرفوت کی بستی پارساگرد میں داخل ہو رہے تھے۔

کوروش اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اپنے آگے اس نے عثمان کو بٹھا رکھا تھا۔ ایشتار عیلام کے گھوڑے پر سوار تھی اور سعد کو اس نے اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا۔ ان کے پاس ایک خچر بھی تھا جس پر انہوں نے بستر، خوراک اور دیگر ضروری سامان لاد رکھا تھا۔

طرغوت کی حویلی کے سامنے آکر کوروش نے جب اپنے گھوڑے کو روکا تو وہ پریشان اور غمگین سا ہو گیا۔ اس نے دیکھا حویلی کو باہر سے قفل لگا ہوا تھا۔ ایشتار بھی فکرمندی سے حویلی کے بند دروازے دیکھ رہی تھی۔

کوروش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ساتھ والے مکان سے ایک بوڑھا نکلا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "تم کس سے ملو گے بیٹے!"

کوروش نے حویلی کے بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہم طرغوت کے پاس آئے ہیں لیکن حویلی کا دروازہ باہر سے مقفل ہے اور وہ نہ جانے کہاں چلا گیا ہے۔"

اس بوڑھے نے کہا۔ "طرغوت یہاں سے افریقہ جا چکا ہے! اندلس کے سقوط کے بعد جو مسلمان وہاں سے نکل کر افریقہ کا رخ کر رہے ہیں۔ وہ انہیں حفاظت کے ساتھ افریقہ کے شہر سیوطہ اور مرج الکبیر پہنچانے کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ ایک عظیم کام ہے جو طرغوت نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اندلس سے افریقہ کی طرف سفر کرنے والے مسلمان قافلوں کو یورپ کے عیسائی بحری قزاق لوٹتے ہیں اور مسلمانوں کی وہ تنظیم جس میں طرغوت شامل ہو گیا ہے ان قزاقوں سے مسلمانوں کی حفاظت کرتی ہے۔"

اس بوڑھے نے ذرا رک کر پھر کہا۔ "اگر تم طرغوت سے ملنا ہی چاہتے ہو تو تمہارے لیے ایک آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہماری اس بستی پار ساگرو کے جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک کارواں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے مصر کی طرف جانا ہے۔ شاید وہ آج رات ہی یہاں سے روانہ ہو جائے۔ اگر تم طرغوت کے پاس جانا چاہو تو اس قافلے کے ساتھ مصر روانہ ہو جاؤ اور پھر وہاں سے سیوطہ کی طرف جانے والے کئی جہاز تمہیں ملیں گے جن سے تم بآسانی وہاں پہنچ سکتے ہو۔"

کوروش نے ایشتار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں تمہیں اور عثمان کو قسطنطنیہ چھوڑ کر وہیں سے سعد کو لے کر طرغوت کی طرف

چلا جاؤں گا۔"

ایشتار نے کہا۔ "میں پہلے بھی آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں سعد کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی۔ جہاں یہ رہے گا وہیں میرا بھی ٹھکانہ ہو گا۔"

کوروش نے سر جھکا کر کچھ سوچا۔ اس بوڑھے کا شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ ایشتار اور بچوں کو لے کر پار ساگرو کے جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے کارواں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

کوروش اور ایشتار دونوں بچوں کے ساتھ مصر کی طرف جانے والے اس کارواں کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ کارواں مصر میں داخل ہو کر دریائے نیل کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ کوروش اور ایشتار نے بھی اونٹ کی سرخ کھال سے بنا ہوا اپنا خیمہ دریا کے کنارے نصب کر دیا تھا اور شام کے وقت کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں میاں بیوی سعد اور عثمان کو لے کر دریا کے کنارے آ بیٹھے تھے۔

سوڈان کی طرف سے آنے والا دریائے نیل موجیں مارتا ہوا بحیرہ روم کی طرف بہہ رہا تھا۔ کنارے سے ایک پتھر اٹھا کر دریا میں پھینکتے ہوئے ایشتار نے کہا۔ "میں نے زندگی میں پہلی بار دریائے نیل کو دیکھا ہے۔ کیا آپ بھی اسے پہلی بار دیکھ رہے ہیں؟"

کوروش نے کہا۔ "میں تو متعدد بار اسے دیکھ چکا ہوں۔ میں اپنے تجارتی کارواں کے ساتھ اکثر ادھر آیا کرتا تھا۔ یہ دریا اپنے اندر لاکھوں افسانے اور ماضی کی ان گنت یادوں کے رنگ لیے ہوئے ہے۔ اس کی ہر موج آج بھی ماضی کے نغمے گنگناتی ہوئی گزرتی ہے اور اگر تصور کی آنکھ سے دیکھا جائے تو اس کے اندر تیرتی ہر کشتی قطرہ قطرہ درد آغوش نظر آتی ہے۔"

کوروش نے ذرا رک کر سوچا پھر وہ ایشتار کی طرف بڑے پیار سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یہ وہی نیل تو ہے جس کے کنارے ابراہیمؑ نے قیام کیا تھا۔ اسی کے

دریا کے کنارے بیٹھ کر ہاتھ منہ دھونے لگے تھے۔

اس کارواں نے صرف ایک رات دریائے نیل کے کنارے پڑاؤ کیا اور اگلے روز وہ جنوب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ کوروش، ایشتار، سعد اور عثمان اس کارواں سے علیحدہ ہو گئے۔ انھوں نے دمیاط کے قریب سے دریائے نیل کو عبور کیا۔ وہ سیدھے اسکندریہ آئے۔ اپنا فالتو سامان انھوں نے بیچ ڈالا اور جہاز میں بیٹھ کر وہ افریقی شہر سیوطہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

ایک روز سہ پہر سے تھوڑی دیر بعد کوروش، ایشتار، سعد اور عثمان سیوطہ کی بندرگاہ پر آ گئے تھے۔ بندرگاہ میں ان لوگوں کی خوب بھیڑ ہو رہی تھی جو اندلس سے ہجرت کر کے افریقہ پہنچ رہے تھے۔ بندرگاہ کے سامنے اونچے مستولوں والے بڑے بڑے جہاز کھڑے تھے۔ جن میں سے اکثر کے بادبان ترکئے ہوئے تھے۔

کوروش نے ایشتار، سعد اور عثمان کو سمندر کے کنارے ریت پر کھڑی اَن گنت کشتیوں میں سے ایک کے پاس بٹھا دیا اور ایشتار کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "ایشتار! ایشتار! تم بچوں کو لے کر یہیں بیٹھو۔ میں یہاں کسی ملاح سے طرغوت کے متعلق دریافت کرتا ہوں۔"

کوروش کنارے پر کھڑے ان جوانوں کی طرف بڑھا جو بڑے بڑے رسّے اور جال لپیٹ رہے تھے۔ کوروش ان میں سے ایک کے قریب آیا، اور اُسے مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔ "اے بھائی! کیا تم کسی ایسے جوان سے واقف ہو جس کا نام طرغوت ہے اور جو اس گروہ میں شامل ہے جو اندلس سے ہجرت کرنے والے ان مسلمانوں کی سمندر کے اندر حفاظت کرتا ہے، جن پر ہسپانوی چھاپہ مار اور قزاق حملہ آور ہو کر ان کی عزت و دولت لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اس جوان نے مشتبہ انداز میں کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا

کنارے فرعون اخناطون اپنی بیوی نیفرتی کے ساتھ گھومتا تھا۔ دارا اور اسکندر کی افواج نے اسی کے کنارے پڑاؤ کیا تھا۔ رومی جرنیل جولیس سیزر اور انطونی نے اسی دریا کے بجرے پر قلوپطرہ کے ساتھ عیش و عشرت کی شرمناک محفلوں کو ترتیب دیا تھا۔ نیل ہی کے کنارے زلیخا کا محل اور حضرت یوسفؑ کا زنداں تھا۔ حضرت مریمؑ[1] اور حضرت عیسیٰؑ نے فلسطین سے بھاگ کر یہیں آ کر پناہ لی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی حفاظت کے لیے انہیں اُن کی ماں نے اسی دریا کے حوالے کر دیا تھا۔ اسی دریا کے کنارے حضرت عمرو بن العاصؓ نے رومنوں کی قدیم سلطنت کو روند کر اپنے سامنے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ[2] کا خون آلود سر اور حضرت زینبؓ کے جسد مبارک کو اسی دریا کے کنارے آخری آرام گاہ نصیب ہوئی۔ اسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر اسلام شیر دل فرزند اور رجل عظیم صلاح الدین ایوبیؒ نے اللہ اکبر پکارتے ہوئے صلیبی حملہ آوروں کو للکارا تھا اور اسی دریائے نیل کے سفید غلاموں کو ہلاکو کی سرکوبی کے لیے شمال کی طرف کوچ کرتے دیکھا تھا۔

کوروش جب خاموش ہوا تو ایشتار اٹھی اور دریا کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا۔ "اسی دریا کے کنارے بیٹھ کر میں بھی ہاتھ منہ دھونے کی سعادت حاصل کرتی ہوں۔" کوروش، سعد اور عثمان بھی اُٹھ کر ایشتار کے ساتھ ہو لیے اور چاروں

---

[1] قاہرہ کے ایک قدیم قبطی کلیسا میں کھجور کے وہ تین پرانے درخت آج بھی کھڑے ہیں۔ نصرانیوں کا کہنا ہے کہ حضرت مریمؑ نے اپنے شوہر یوسف اور نومولود عیسیٰؑ کے ساتھ سب سے پہلے ان ہی درختوں تلے آرام کیا تھا۔

[2] قاہرہ میں حضرت امام حسینؓ اور حضرت زینبؓ کے روضے آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ مصریوں کا عقیدہ ہے کہ امام شہید کا سر مبارک یہیں دفن ہوا تھا اور حضرت زینبؓ نے بھی قاہرہ شہر میں وفات پائی تھی۔

تم امیر طرغوت کی بات کرتے ہو؟ اگر تم ان ہی کی بات کرتے ہو تو سنو وہ اس گروہ کے امیر ہیں جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔"

کوروش نے فوراً بولتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گے طرغوت کہاں ہے؟" اس جوان نے پھر شک و شبہ کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "پہلے یہ کہو تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کیوں ہمارے امیر سے ملنا چاہتے ہو۔" کوروش نے بڑی درد مندی سے کہا۔ "اے میرے بھائی اطمینان رکھو! میں اس کا دشمن نہیں۔ میں اس کے بڑے بھائی عیلام کی طرف سے آیا ہوں اور میرے پاس اس کے لیے ایک نہایت اہم اور پُر درد خبر ہے کہو وہ مجھے کہاں ملے گا؟"

اس جوان نے اس بار خوشگوار لہجے میں کہا "عیلام کا ذکر کر کے تم نے سارے شکوک دور کر دیئے ہیں۔ ہمارے امیر طرغوت اکثر اپنے بڑے بھائی عیلام کا ذکر کرتے ہیں وہ ان کی شجاعت، تیغ زنی اور زندہ دلی کی بہت تعریف کرتے ہیں۔"

پھر اس جوان نے اپنے دائیں جانب چند بڑے بڑے جہازوں کے سامنے کنارے پر کھڑے دو مسلح جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان دو جوانوں کے پاس چلے جاؤ۔ ان میں سے ایک امیر طرغوت اور دوسرے ہمارے نائب امیر صالح ہیں۔" کوروش نے اس جوان کا شکریہ ادا کیا اور اس طرف روانہ ہو گیا جدھر اس جوان نے راہنمائی کی تھی۔

کوروش نے دور ہی سے طرغوت کو پہچان لیا۔ وہ ریتلے ساحل پر کھڑا ایک ایسے جوان سے باتیں کر رہا تھا جو اپنے لباس اور وضع قطع سے عرب لگتا تھا۔ طرغوت نے بھی دور ہی سے کوروش کو دیکھ لیا لہٰذا وہ مسکراتا ہوا اس کی طرف بھاگا اور کوروش کو گلے لگاتے ہوئے اس نے اپنی صفائی پیش کرنے کے انداز میں کہا۔ "کوروش! کوروش! تم کیسے ہو؟ تمہیں یقیناً میرے بھائی عیلام نے میرا پتہ کرنے بھیجا ہوگا۔ میں افریقہ کی اس بندرگاہ کی طرف آنے سے قبل اس لیے انہی سے نہ مل سکا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ادھر آنے کی اجازت دینے کے بجائے

وہ مجھے اپنے پاس روک کر سلطان سلیمان کے ہراول لشکر میں شامل کر لیں گے لیکن میں بنیادی طور پر ایک ملاح ہوں اور میری منزل زمین کے بجائے سمندر کے نیلے جزیرے اور اس کی سرکش لہریں ہیں۔ مجھے افسوس ہے میں اپنے بھائی سے مل کر نہ آسکا۔"

طرغوت جب علیحدہ ہوا تو اس نے دیکھا کوروش اس کے سامنے غمزدہ، افسردہ اور ملول کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پہ بے رونقی تھی اور آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ طرغوت نے بڑی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کوروش! تم اداس کیوں ہو اور تمہاری آنکھیں نم کیوں ہیں؟"

کوروش نے اپنی آستین سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! میں تمہارے لیے ایک بری خبر لایا ہوں۔" کوروش کچھ کہنے والا تھا کہ طرغوت کے ساتھ باتیں کرنے والا جوان کوروش کی طرف بڑھا اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا نام صالح ہے۔ میں امیر طرغوت کا نائب ہوں۔"

طرغوت نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے اضطراب میں پوچھا۔ "کوروش! کوروش! تم میرے لیے کیسی بری خبر لائے ہو؟" کوروش نے دکھتے لہجے میں کہا۔ "تمہارے بھائی اور میرے امیر عیلام شمال کی وحشی اقوام کے خلاف لڑتے ہوئے ایک جنگ میں مارے گئے ہیں مجھے افسوس ہے میں ہی بدنصیب یہ خبر تمہارے پاس لے کر آیا ہوں۔"

عیلام کی موت کا سن کر طرغوت گرتے گرتے بچا۔ صالح نے اسے سنبھال لیا اور وہ زمین پر بیٹھ گیا اور اپنی منتشر اور پراگندہ آواز میں اس نے کہا۔ "وہ میرا بھائی! وہ میرا سکون تھا، میری ریڑھ کی ہڈی اور میری آہنی پشت پناہ تھا۔ اس کی موجودگی میں بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرا جانے کا میں عزم رکھتا تھا۔"

طرغوت کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کے آنسو ریت پر گر رہے تھے پھر اس نے ریت کی مٹھی بھری اور ہوا میں اچھالتے ہوئے کہا۔ "کاش یہ خبر سننے سے قبل میں اس ریت تلے دفن ہو گیا ہوتا۔ یا ان سمندری لہروں کی نذر ہو جاتا کہ میں ایسی المناک

خبر نہ سن سکتا۔" طرغوت چند ثانیوں تک خاموش رہا پھر کوروش سے پوچھا۔" میری بہن یسان اور میرا بھتیجا سعد کہاں ہے؟"

کوروش نے کہا۔" عیلام کے مرنے کی خبر سنتے ہی یسان غش کھا کر گری اور دم توڑ گئی تھی۔ سعد کو میں اپنے ساتھ یہاں لے آیا ہوں۔ عیلام نے مرتے وقت مجھے کہا تھا۔" میری موت کے بعد یسان اور سعد کو پار ساگرد طرغوت کے پاس لے جانا۔ اسے کہنا تیرا بھائی مرنے سے قبل تجھے سلام کہتا تھا۔ میری طرف سے اس کی پیشانی کو بوسہ دینا اور کہنا۔ میری جگہ سلطان سلیمان کے لشکر میں شامل ہو جائے۔ اگر وہ یسان اور سعد کو اپنے پاس رکھ لے تو ٹھیک ورنہ میرے بعد میری بیوی اور بچے کا تم خیال رکھنا۔"
کوروش نیچے بیٹھ گیا اور آگے جھک کر عیلام کی خواہش کے مطابق اس نے طرغوت کی پیشانی کو بڑی شفقت سے چوم لیا تھا۔

طرغوت گردن جھکائے بیٹھا رہا اور اس کے آنسو ریت پر گرتے رہے۔ کوروش نے پہلی بار نظر بھر کر اس کا جائزہ لیا۔ وہ خوب تنومند جوان بنا تھا۔ عیلام ہی کی طرح قد آور تھا لیکن جسمانی طور پر عیلام سے بھی زیادہ بھرا ہوا اور مضبوط تھا اس لیے کہ وہ بچپن سے پہلوانی کرتا آ رہا تھا۔ طرغوت کھڑا ہوا اپنے آپ کو اس نے سنبھالا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" تم نے کہا تم سعد کو اپنے ساتھ لائے ہو تو وہ کہاں ہے۔ میں اسے اپنے پاس رکھوں گا۔ اس کی تربیت کروں گا اور اسے اس کے باپ عیلام جیسا بناؤں گا۔ ایک روز ضرور وہ اپنے باپ کا نام روشن کرے گا؟"

کوروش نے بائیں طرف ساحل پر کھڑی کشتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" میں ایشتار، سعد اور عثمان کو وہاں ایک کشتی کے پاس بٹھا آیا ہوں۔ ایشتار سعد کے بغیر نہیں رہتی وہ کہتی ہے سعد میری بہن کی نشانی ہے جہاں وہ رہے گا وہیں میں بھی رہوں گی۔ اس لیے میں اسے اور عثمان کو بھی ساتھ لے آیا ہوں۔ پہلے ہم تینوں دریائے دجلہ کے کنارے تمہاری بستی پار ساگرد گئے تھے۔ وہاں سے ہمیں خبر ہوئی کہ تم ادھر آ گئے ہو۔ لہذا ہم نے بھی پار ساگرد سے دریائے نیل تک ایک کارواں کے ساتھ سفر کیا۔

وہاں سے ہم نے اسکندریہ کا رخ کیا اور پھر جہاز میں بیٹھ کر یہاں پہنچ گئے ہیں۔
کوروش نے آگے بڑھ کر طرغوت کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔
" میرے ساتھ آؤ ایشتار، سعد اور عثمان بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔" طرغوت اور صالح دونوں کوروش کے ساتھ ہو لیے تھے۔
جب وہ تینوں اس جگہ آئے جہاں ایشتار سعد اور عثمان کو لیے بیٹھی تھی۔ طرغوت کو دیکھتے ہی سعد ایشتار کے پاس سے اٹھ کر اس کی طرف بھاگا۔ طرغوت نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا اور بُری طرح اس کا منہ، گال اور پیشانی چومنے لگا۔ سعد کے بعد طرغوت نے آگے بڑھ کر عثمان کو اٹھا لیا اور اسے پیار کرنے لگا۔ پھر وہ ایشتار کے سامنے آیا اور رقت آمیز آواز میں اس نے بڑی ہمدردی سے کہا۔" اے میری بہن! مجھے افسوس ہے تمہیں یہاں میری طرف آنے میں ایک طویل سفر کرتے ہوئے زحمت اٹھانا پڑی لیکن اب تم یہیں رہو گی۔ میں تم سب کی خدمت کروں گا۔ تم سب میرے ساتھ آؤ۔ طرغوت ان سب کو ساحل کے قریب ہی ایک مکان کے اندر لے گیا۔ صالح بھی ان کے ساتھ تھا۔

طرغوت نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ تم لوگوں کا نیا مکان ہے اس میں تم رہو گے۔ ساتھ والا مکان صالح کا ہے۔ اس میں اس کی بیوی خزینہ اور اس کا باپ سدوم رہتے ہیں۔ میں کل یہاں سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندلس کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ اس گھر میں تم لوگوں کو ضرورت کی ہر چیز ملے گی۔ خزینہ اور سدوم بھی ضرورت کے وقت ہر طرح سے تم لوگوں کا خیال رکھیں گے۔
اتنے میں صالح اپنے گھر جا کر اپنی بیوی خزینہ کو لے آیا اور وہ ایشتار، سعد اور عثمان کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئی تھی۔ کوروش نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔" طرغوت! طرغوت! تم اندلس میں اپنی کس مہم پر روانہ ہو گے۔"
طرغوت نے کہا۔ ان دنوں ہم خود فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اولاً ہم ان مسلمانوں کو اندلس سے نکال کر افریقہ لا رہے ہیں جو ابھی تک اندلس میں پھنسے

ہوئے ہیں۔ ثانیاً ہم اندلس کے اندر ایسے خاندانوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ جنہیں زبردستی عیسائی بنا لیا گیا ہے۔ یا ایسے مقامی اسپینی مسلمان جو یہ سمجھتے ہیں کہ افریقہ میں ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں لہٰذا وہ افریقہ کی طرف ہجرت کرنے کی بجائے خود بخود ظاہری طور پر عیسائی ہو گئے ہیں۔ ہم ان سب کو افریقہ لا رہے ہیں۔ انسانوں کی یہ ہجرت کوئی آسان کام نہیں۔ جب ہم ان مسلمانوں کو لے کر نکلتے ہیں تو سمندر کے اندر عیسائی بحری قزاق اور سپاہی چھاپہ مار حملہ آور ہوتے ہیں اور ہم بڑی مشکل اور تگ و دو سے انہیں بچا کر یہاں پہنچاتے ہیں۔

ہمارے کچھ ساتھی عیسائیوں کے بھیس میں اندلس کے اندر بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرتے رہتے ہیں جنہیں ہم اپنے جہازوں اور کشتیوں میں بٹھا کر ادھر لے آتے ہیں۔ ہم اپنے جہازوں کو مالقہ کے جنوب میں سمندر کے کنارے ایک سنسان علاقے میں لنگر انداز کرتے ہیں جہاں کنارے کے ساتھ ساتھ دور دور تک سنگلاخ پہاڑ ہیں۔ جن کی اوٹ میں ہم کامیابی سے اپنا فرض ادا کر لیتے ہیں۔"

کوروش نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "پہلے میں امیر عیلام کے ساتھ اپنے مذہب و ملت کی خدمت کرتا رہا۔ اب یہ کام میں تمہاری رفاقت میں ادا کروں گا۔ خدا کی قسم! بے بس اور بے سہارا مسلمانوں کو اندلس سے نکال کر افریقہ لانا ملت کی بہت بڑی خدمت ہے اور اس کام میں تمہارے پہلو بہ پہلو میں کام کروں گا۔"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہارا خیر مقدم کریں گے۔" کوروش کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ صالح کا بوڑھا باپ سدوم وہاں آیا۔ اس نے پہلے کوروش سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں صالح کا باپ سدوم ہوں۔ آؤ ہمارے ہاں آج وہیں کھانا کھائیں گے۔"

سدوم نے کوروش کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے گھر کی طرف لے چلا۔ طرغوت اور صالح بھی ان کے ساتھ تھے۔ سدوم اور صالح کے ہاں سب نے پہلے مل کر

کھانا کھایا پھر کوروش، طرغوت، سدوم اور صالح کو عیلام کی شمال کے وحشی قبائل کے خلاف جنگ اور اس کی موت کے واقعات تفصیل سے سنا رہا تھا۔

بحری ہوائیں بری طرح چیختی چلاتی تین بڑے جہاز اور چند چھوٹی کشتیوں کو ہسپانیہ کے ساحل کی طرف لے جا رہی تھیں۔ سب سے اگلے جہاز میں طرغوت اور کوروش اپنے جنگی ہتھیاروں سے لیس مسلح جوانوں کے ساتھ تھے۔ دوسرے جہاز کی قیادت صالح کر رہا تھا جب کہ تیسرے جہاز کا کپتان بھی ایک عرب تھا۔ چھوٹی کشتیاں اپنے تینوں بڑے جہازوں کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دور دور تک حرکت کرتی پھر رہی تھیں۔

سمندر اپنی بانہیں دور تک پھیلائے طوفانی حالت میں تھا۔ لمبی مسافتوں کا مذاق اڑاتے ستارے نگے نیلے آسمان پر رقص کناں تھے۔ بھیگی بھیگی اور اندھی اندھیری رات کی تلخی خوب بڑھ گئی تھی۔ تیز بحری ہواؤں کے سبب تلاطم کی اٹھتی موجیں وحشتوں کا غبار کھڑا کر رہی تھیں۔ لگتا تھا سمندر کو سرسام اور کالا بخار ہو گیا ہو۔

موافق بحری ہواؤں کے سبب جہاز اور کشتیاں اپنے بادبان کھولے بڑی تیزی سے اپنی منزل کا رخ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات کے پچھلے حصے میں وہ مالقہ کے جنوب میں کوہستانی ویرانوں میں ہسپانیہ کے ساحل سے آ لگے۔ جہازوں اور کشتیوں کو اس تنگ آبنائے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔ جو بلند کوہستانوں کے بیچ و بیچ دور تک سیاہ چٹانوں کے اندر تک چلی گئی تھی۔ کسی حکم کا انتظار کیے بغیر ملاح نیچے اترے اور اپنے جہازوں کے اور کشتیوں کے بادبان لپیٹ کر انہوں نے ان کے رسّے چٹانوں کے ساتھ باندھ دیئے تھے۔

طرغوت نے اپنے جہازوں اور کشتیوں کے ارد گرد کوہستانوں کے اوپر

تیر انداز بٹھا دیئے تھے اور باقی ساتھیوں کو اس نے آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ملاح اپنے جہازوں اور کشتیوں کے اندر سکون کی نیند سو گئے تھے۔ کورمش نے جہاز کے لکڑی کے ننگے فرش پر طرغوت کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"طرغوت! طرغوت! تم بار ساگروسے تنہا اور بے یار و مددگار آئے تھے۔ اس قدر جہاز اور جنگی کشتیاں تم نے کہاں سے مہیا کر لیں؟"

طرغوت نے اپنے سر سے اپنا آہنی خود اتارتے ہوئے کہا۔ "یہ جہاز اور کشتیاں پہلے ہی سے بے بس مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکالنے کا مقدس کام انجام دے رہی تھیں۔ پہلے ان کا سالار مراکش کا ایک بہادر نوجوان تھا۔ میں اور صالح اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ہسپانوی نصرانی چھاپہ ماروں کے ساتھ ایک جنگ میں ہمارا سالار کام آ گیا اور اس کی موت پر ان پیشہ ور ملاحوں نے متفقہ طور پر مجھے اپنا سالار بنا لیا۔

یہ ملاح سب کے سب عرب ہیں اور یہ وہی ہیں جنہیں نصرانیوں کے مظالم کے باعث اندلس سے افریقہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی تھی۔ یہ نہایت جنگ جو، زہریلے اور مذہب و ملت پرست ملاح ہیں اور خشکی و بحری لڑائی کے سارے گر خوب جانتے ہیں۔

کورمش نے طرغوت کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "قسطنطنیہ میں ان سمندروں کے اندر ایک اور مسلمان کا نام بڑی عزت و احترام سے سنا جاتا ہے اور وہ بار بروسہ ہے۔ خیر الدین بار بروسہ!"

طرغوت نے بڑی ارادتمندی اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"خیر الدین بار بروسہ اسلام کا رجلِ عظیم ہے۔ وہ پیدائشی ملاح ہے۔ ان سمندروں کے اندر میں نے آج تک اسے ایک بار دیکھا ہے لیکن ان سمندروں کے اندر مسلمانوں کی لوٹ مار کرنے والے نصرانی بحری قزاق ہر وقت اس کی ہیبت سے ہراساں رہتے ہیں۔ وہ اسے سمندر کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ بھی مسلمانوں

کو ہسپانیہ سے بحفاظت مراکش اور دیگر ممالک میں پہنچانے کا مقدس فرض ادا کرتا ہے۔ میری خواہش ہے میں اس سے ملوں، اس کے ساتھ کام کروں۔ ان سمندروں کی ہر موج اس کی شجاعت و ہنرمندی کی داستانیں اٹھائے پھرتی ہے۔ بوڑھے داستان گو رات کے وقت ملاحوں کو اس کی عظمت اور بہادری کی سنہری اور منقش کہانیاں سناتے ہیں۔

سنا ہے وہ ایک چھلاوہ ہے اور ان سمندروں کے اندر وہ بھیانک طوفان کی طرح نمودار ہوتا ہے اور اسلام کے دشمنوں کا قلع قمع کر کے سراب کی طرح سمندر کی پنہائیوں میں روپوش ہو جاتا ہے۔"

طرغوت خاموش ہو گیا اور کورمش سر جھکائے خیر الدین بار بروسہ کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ طرغوت نے لکڑی کے ننگے فرش پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "رات ختم ہونے والی ہے تھوڑی دیر آرام کر لو۔ آج گرمی بھی بہت زیادہ ہے" کورمش بھی ننگے فرش پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گہری نیند سو رہے تھے۔

ان بھیانک خطرات ناک چٹان کی مہیب فضاؤں میں اندھیری رات اپنے اختتام کو پہنچی تھی اور گرما کے شباب کا سورج جنگل جنگل حبس و تپش اور صحرا صحرا پیاس اور کڑی دھوپ کی اذیت بڑھانے کی خاطر مشرق سے طلوع ہو کر صاف نیلے آسمان پر بلند ہوا تھا۔

طرغوت، کورمش اور صالح اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کا کھانا کھانے کے بعد ایک چٹان کے سائے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ان کے سامنے ایک ہسپانوی سوار نمودار ہوا۔ وہ جنگی لباس کے بجائے مقامی ہسپانیوں جیسا لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے گلے میں چاندی کی ایک بڑی صلیب لٹک رہی تھی طرغوت اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ صالح اور کورمش بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ ہسپانوی سوار قریب آکر اپنے گھوڑے سے اُترا اور طارغوت کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طارغوت پہلے ہی بول پڑا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "تم کہاں سے آرہے ہو؟"

آنے والے ہسپانوی نے کہا۔ "اے امیر! میں سرلیش سے آرہا ہوں۔ وہاں اس وقت ایک ہزار کے قریب مسلمان افریقہ کی طرف ہجرت کرنے کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اتنے ہی مسلمان مدینہ شذونہ میں بھی ہیں لیکن اس بار ہم صرف سرلیش شہر کے مسلمانوں کو لے جا سکیں گے۔

اس کے علاوہ کچھ مسلمان وادی کبیر سے مالقہ کا رُخ کر رہے ہیں اور وہ اپنے طور پر مراکش جائیں گے۔ اگر ہم معمول کے مطابق اہلِ سرلیش کو افریقہ پہنچا کر جلد واپس لوٹیں تو وادیٔ کبیر کے وہ لوگ جو مالقہ کا رُخ کر رہے ہیں انہیں بھی ہم مراکش پہنچانے کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

طارغوت نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "مدینہ شذونہ میں جو مقامی ہسپانوی مسلمان عیسائی ہو گئے تھے کیا ان سے بھی تم ملے ہو اور انہیں ہجرت کر جانے پر رضا مند کیا ہے؟"

اس جوان نے اپنی گردن جھکاتے ہوئے نہایت شرمندگی میں کہا۔

"اے امیر! میں وہاں گیا تھا۔ شہر کے جنوب میں مسلمانوں کے ایسے بارہ پندرہ کے قریب خاندان ہیں جو نصرانی ہو گئے ہیں۔ میں ان میں سے کچھ آدمیوں کو ملا تھا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ لوگ دل سے عیسائی نہیں ہوئے۔ اب بھی اپنے گھروں میں وہ چھپ کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے محلے میں ایک بہت بڑی مسجد تھی جس کے چار مینار سفید رنگ کے ہیں اور خوب بلند ہیں۔ مقامی نصرانیوں نے اس مسجد کو اب کلیسا میں تبدیل کر دیا ہے۔

کاش میں وہاں نہ جاتا۔ مجھے وہاں سخت مایوسی ہوئی اور مسجد کو کلیسا کی شکل میں دیکھ کر مجھے انتہائی صدمہ ہوا ہے۔ کاش کوئی حکیم، کوئی دانا، کوئی

کیا اگر مسلمانوں کو اندلس کے اندر متحد ہو کر رہنے کا گُر سکھاتا تو آج ہسپانیہ کے اندر مسلمان یوں رسوا و روسیاہ نہ ہوتے۔"

چند لمحوں تک سکوت چھایا رہا پھر طارغوت نے غمزدہ آواز میں اپنے قریب کھڑے ایک ملاح کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرا گھوڑا تیار کرو۔" وہ ملاح وہاں سے ہٹ گیا طارغوت نے اس آنے والے ہسپانوی سے کہا۔

"تم سرلیش شہر چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے مسلمانوں کو نکال کر اس طرف روانہ ہو جانا۔ میں خود مدینہ شذونہ جاؤں گا۔ نصرانی ہو جانے والے ان خاندانوں سے میں خود بات کروں گا۔ اگر میں کامیاب رہا پھر بھی اور اگر مجھے ناکامی ہوئی تب بھی میں راستے میں ہی تم لوگوں سے آملوں گا۔"

طارغوت کے خاموش ہو جانے پر اس جوان نے کہا۔ "میں باجہ شہر کی طرف بھی گیا تھا۔ مجھے خبر ہوئی تھی کہ وہاں ان گنت مسلمان کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں لیکن میرے وہاں پہنچنے سے قبل ہی بار بروسہ انہیں وہاں سے نکال کر لے گیا تھا۔" طارغوت کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے مدھم آواز میں بڑی عقیدت اور چاہت کے ساتھ کہا۔

"بار بروسہ۔ خیر الدین بار بروسہ مسلمان قوم کا رجلِ عظیم، ملت کے بکھرے پراگندہ افراد کا پاسبان۔ اپنوں کے لیے ریشم و زمزم۔ اسلام کے دشمنوں کے لیے کڑا تیر اور زہر میں بجھی ہوئی خطرناک تلوار ——"

طارغوت کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ کیونکہ وہی ملاح اس کے گھوڑے پر زین ڈال کر اور اسے اس کے جنگی ہتھیاروں سے سجا کر لے آیا تھا۔ طارغوت نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے صالح سے کہا۔

"صالح! صالح! میرے بعد کمدوش کے ساتھ مل کر چوکس رہنا۔ اگر کسی وجہ سے مجھے دیر ہو جائے، میں نہ آسکوں اور سرلیش سے آنے والے مسلمان یہاں پہنچ جائیں تو تم انہیں لے کر سیوطہ کی طرف روانہ ہو جانا۔ میں اگر یہاں

رک گیا تو اس میں بھی کوئی مصلحت ہی ہو گی۔ تم فکر مند نہ ہونا۔"

آگے بڑھ کر طرغوت نے کوروش اور صالح سے مصافحہ کیا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اس نے کنے والے اس ہسپانوی سے کہا۔ "آؤ چلیں۔" وہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے تھے۔

کوہستانوں سے نکل کر پندرہ میل تک دونوں نے اکٹھے سفر کیا پھر ایک چوراہے پر آ کر وہ رک گئے۔ وہاں سے ایک شاہراہ سیدھی شمال کی طرف وادی کبیر، الزہرہ اور قرطبہ سے ہوتی ہوئی وادی آنہ کی طرف چلی گئی تھی۔ دوسری شاہراہ مغرب کے رخ پر سرقش شہر سے ہوتی ہوئی اشبیلیہ اور وہاں سے باجہ کی طرف جا رہی تھی۔ تیسری سڑک جو ذرا کم چوڑی تھی۔ مدینہ شذونہ ہو کر وادی خضرا کی طرف نکل گئی تھی جب کہ چوتھی شاہراہ مشرق کی طرف جاتی ہوئی مالقہ پھر وہاں سے شمال مشرق کا رخ کرتی ہوئی سمندر کے کنارے کنارے المریہ اور مرسیہ شہروں کا رخ کر رہی تھی۔

اس چوراہے پر کھڑے ہو کر دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر وہ ہسپانوی جوان اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سرقش کی طرف روانہ ہو گیا تھا جب کہ طرغوت مدینہ شذونہ کی طرف اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

شام ہونے سے تھوڑی دیر قبل طرغوت مشرقی دروازے سے مدینہ شذونہ میں داخل ہوا۔ اس نے سیدھا سرائے کا رخ کیا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے اصطبل میں بندھا کر اس کے چارے کا انتظام کیا۔ اپنے لیے سرائے میں اس نے ایک کمرہ حاصل کیا پھر شام جب خوب گہری ہو گئی اور فضاؤں کے اندر ایک بے غرض سا انہماک چھا گیا تو طرغوت کھانا کھا کر سرائے سے نکلا۔

اس نے مقامی نصرانیوں جیسا عام استعمال کا لباس پہن رکھا تھا اور اپنے گلے میں اس نے صلیب بھی لٹکائی تھی۔ پیدل چلتا ہوا وہ شہر کے جنوبی حصے میں آیا۔ اچانک وہ ایک جگہ رک گیا۔ وہ اس مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا جس

کی نشاندہی اس کے ہسپانوی مخبر نے کی تھی اور جو اب کلیسا میں بدل دی گئی تھی۔

طرغوت مسجد کے سامنے رک گیا اور اندھیرے میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ مسجد کے سفید رنگ کے چار بلند مینار تھے جن میں سے ہر ایک پر اب صلیب آویزاں تھی۔ طرغوت پر رقت سی طاری ہو گئی تھی۔ وہ آگے بڑھا ایک عجیب سے جذبے میں اس نے مسجد کی دیوار کو بوسہ دیتے ہوئے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے پھر وہ بڑی لرز داری کے ساتھ مضطرب و ویران آواز میں دعا مانگ رہا تھا۔

"اے ربِ عظیم! کب تک میری قوم سیاہ بختی کے سایوں میں سلگنے کو سلگتی رہے گی۔ میری ملت کی تقدیر کب تک خون آلود اور میری قوم کی توقیر کہاں تک شامِ الم بنی رہے گی۔

اے علیم و خبیر! کیا ہسپانیہ کے مسلمانوں کی تقدیر میں کوئی ایسی تمنا بھی ہے جہاں ان کے وقت کے فاصلے شوق کے سلسلوں میں ڈھلیں۔ جہاں محبت کے ضابطے شعور کے رابطوں سے منسلک ہوں۔ جہاں خاک کے ذرے کیمیا ہوں اور شاخ سے پتے جدا ہونا بند ہو جائیں۔"

شب کی تنہائی میں طرغوت دعا مانگ رہا تھا اور اس کے آنسو تیز بارش کی طرح اس کے دامن پر گر رہے تھے۔ چند لمحوں تک وہ اپنی دبی دبی سسکیوں پر قابو پاتا رہا پھر اس کی زخمی اور مجروح آواز پھر دعائیہ انداز میں بلند ہوئی۔

"اے رحمٰن و رحیم! کیا کوئی ایسا لمحہ بھی ہے جس میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کے لیے پھیلی غلامی کی دھند چھٹ جائے اور شب کی تنہائیوں میں صبح کے ستارے ماضی کی صبح درخشاں اور سنہری بیتے لمحوں کی عظمت سے جا ملیں۔

ربا! دو جہاں ہسپانیہ کے مسلمان آخر کب تک بے سائبان رہ

بے شجر آوارہ و بے سہارا طیور کی طرح ابر و شجر کا سایہ تلاش کرتے رہیں گے۔

میرے مولیٰ! ہمارے گناہوں سے چشم پوشی فرما۔ ہمیں معاف کر دے اور ——— نوید صبح کا پیغام ———

طرغوت ایک دم کہتے کہتے رُک گیا اور مسجد کی دیوار سے پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ ذرا فاصلے پر اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔ اس نے اپنی آستین سے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کر لیں اور آگے بڑھنے لگا۔ اس کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر کوئی آ رہا تھا۔ طرغوت اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھنے لگا۔ سامنے کی طرف سے آنے والا اس کے قریب سے گزرتے ہوئے اچانک اسے بڑے غور اور توجہ سے دیکھنے لگا۔

چند قدم آگے بڑھ جانے کے بعد وہ جلدی سے مُڑا اور طرغوت کو شانے سے پکڑ کر روکتے ہوئے اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "ٹھہرو! کون ہو تم؟" طرغوت نے جب اپنا چہرہ اس کی طرف کیا تو وہ شخص زور زور سے چلانے لگا۔ "دراگوت! دراگوت! مسلمانوں کا عظیم و عجیب ملاح! خداوند کے لوگو! اسے پکڑ لو یہ بچ کر نہ جائے۔ میں اسے پہچان گیا ہوں۔ یہ دراگوت ہے۔ ایک بحری جنگ میں اسے میں نے دیکھا تھا۔ یہ ضرور مسلمانوں کی جاسوسی کرنے آیا ہوگا۔ لوگو! اسے پکڑ لو۔ یہ دراگوت ہے۔ مسلمانوں کا انتہائی تیز اور چالاک ملاح ———"

اچانک طرغوت نے کوئی فیصلہ کیا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور اس کی گردن کاٹ دی۔ پورے محلے میں ایک شور مچ گیا تھا۔ دراگوت! دراگوت! مسلمانوں کا ملاح! اسے پکڑ لو اور مصلوب کرنے کے لیے اسے شہر کے حکام کے حوالے کر دو!

پچھلی سمت سے کچھ لوگ بھاگتے ہوئے اس کی طرف آ رہے تھے۔ وہ ابھی تک اوٹ میں تھے۔ لہٰذا طرغوت انہیں دیکھ نہ سکتا تھا۔ صرف ان کے دوڑنے

کی آوازیں اسے ضرور سنائی دے رہی تھیں۔

طرغوت اپنی جان بچانے کی خاطر سامنے کی طرف بھاگا۔ لیکن اچانک وہ رُک گیا کیونکہ سامنے کی طرف سے بھی اسے لوگوں کا شور سنائی دیا اور وہ دراگوت دراگوت پکارتے ہوئے اس کی طرف بھاگتے ہوئے آ رہے تھے۔

طرغوت بھاگ کر ایک مکان کی دیوار کے ساتھ لگ گیا اور اندھیرے کی اوٹ میں آہستہ آہستہ وہ آگے کی طرف رینگنے لگا تھا۔ ایک مکان کے دروازے کے سامنے آ کر وہ رُک گیا اس نے دیکھا پچھلی سمت سے بھاگتے ہوئے لوگوں کا ایک ریلہ نمودار ہوا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے سونتے ہوئے تھے۔ مرنے والے کی لاش کے قریب آ کر وہ رُک گئے اور ان میں سے ایک نے غصیلی آواز میں کہا۔ "وہ ہمارے آدمی کو قتل کر کے بھاگ گیا ہے۔ وہ اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ ضرور اور ملاح بھی ہوں گے۔ ہمیں انہیں تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔"

طرغوت بالکل چھپکلی کی طرح دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا تھا کیونکہ سامنے کی طرف سے بھی لوگ بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے تھے۔

جس دروازے کے ساتھ طرغوت چپکا کھڑا تھا۔ اچانک وہ اندر کی طرف کھلنا شروع ہو گیا۔ طرغوت بدک کر ایک طرف ہٹ گیا اور اپنی تلوار اس نے اپنے سامنے کر لی تھی لیکن اندھیری رات کے سکوت میں ہمدردی میں ڈوبی اور شہد کی طرح میٹھی کسی جوان و نوخیز لڑکی کی آواز اس کے کانوں میں رس گھول گئی تھی۔ "اندر آ جائیے، باہر خطرہ ہے۔ یہ لوگ آپ کی جان کے درپے ہیں۔ اس گھر میں آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

جانے کس جذبے کے تحت طرغوت بے محابا اس گھر میں داخل ہو گیا اور دروازے کے پیچھے چھپی لڑکی نے آواز پیدا کیے بغیر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اندھیرے میں طرغوت اس لڑکی کو دیکھ نہ سکا تھا۔

دروازہ جب بند ہو گیا تو طرغوت نے گہرے اندھیرے میں اس لڑکی کا

ایک ہیولہ سا دیکھا۔ پھر وہ ہیولہ حرکت میں آیا اور طارغوت سے کہا۔ "میرے ساتھ آیئے۔" طارغوت چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے اس کے ساتھ ہو لیا۔ لڑکی طارغوت کو لے کر ایک روشن کمرے میں داخل ہوئی۔ جہاں زیتون کے تیل سے جلنے والے ایک چراغ کی روشنی میں ایک بوڑھی عورت، ادھیڑ عمر کا ایک مرد اور ایک چودہ پندرہ برس کا لڑکا بیٹھے ہوئے تھے۔ تینوں خاموش تھے اور دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لگتا تھا وہ لڑکی کی واپسی ہی کا انتظار کر رہے ہوں۔

چراغ کی روشنی میں ایک سرسری نگاہ طارغوت نے اس لڑکی پر ڈالی۔ وہ بمشکل سولہ برس کی ہوگی۔ وہ قوس و قزاح کے پیراہن کی طرح خوب صورت، حسن و کشش میں سرکش۔ بالاقد اور لالہ رخ تھی۔

کمرے میں آ کر لڑکی نے آپ ہی آپ اس بوڑھے مرد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ میرے باپ ہیں ان کا نام قینطان ہے۔ پھر اس نے بوڑھی عورت کی طرف اشارہ کیا۔ یہ میری ماں ہیں ان کا نام طراسونہ ہے۔ آخر میں اس نے لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ نجیب ہے میرا چھوٹا بھائی اور میرا نام خولان ہے۔

لڑکی جب خاموش ہوئی تو اس کے باپ نے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طارغوت کو بیٹھ جانے کے لیے کہا۔ طارغوت اس نشست پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا نام طارغوت ہے میں ایک مسلمان ملاح ہوں کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ بھی مسلمان ہیں؟"

خولان کے باپ قینطان نے فوراً کہا۔ "نہیں، یہ تمہاری خوش فہمی ہے ہم نصرانی ہیں۔"

طارغوت کے چہرے کی رونق اور زندگی کی بھرپور تڑپ جاتی رہی۔ اس کی رگ رگ میں اداسی سی بکھر گئی۔ مدھم اداس آواز میں اس نے کہا۔ "لیکن آپ لوگوں کے نام تو مسلمانوں جیسے ہیں۔"

بوڑھے قینطان نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ "شاید تم ہسپانیہ کے مزاج اور ثقافت سے آگاہ نہیں جو مسلمانوں نے ایک عرصہ ہسپانیہ پر حکومت کی جس کے باعث ناموں سے کسی کے مذہب کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔"

طارغوت نے پھر جھرکی لگاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ لوگوں کو یہ خبر بھی ہے کہ میں مسلمان ہوں اور پھر باہر گلی میں ایک نصرانی کو میں قتل بھی کر آیا ہوں پھر آپ لوگوں نے اپنے گھر میں مجھے کیوں پناہ دی۔ اگر آپ لوگ مجھے اس گھر میں بند کر کے کسی کو خبر کرنا چاہتے ہیں اور مجھے گرفتار کرا کر مصلوب کرانا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں۔ میں یہاں سے بھاگوں گا نہیں۔ آپ لوگ جسے بلانا چاہتے ہیں بلا لیں قسم مجھے ان بچیانِ مدینہ کی جنہوں نے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ کی مدینہ آمد پر دفیں بجا بجا کر طَلَعَ الْقَمَرُ عَلَيْنَا کے گیت گائے۔

میں بزدل نہیں ہوں اور موت کا سامنا کرنا جانتا ہوں۔ آپ لوگوں کو تو خبر ہوگی میں مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکال کر افریقہ پہنچانے کا فرض ادا کرتا ہوں۔ میں چند ایسے مسلمان گھرانوں کی تلاش میں ادھر آیا ہوں جو بظاہر نصرانی ہو گئے ہیں لیکن اصل میں اب بھی مسلمان ہیں۔ میں انہیں یہاں سے نکال لے جانے کو آیا تھا۔

بوڑھے قینطان نے طارغوت کا سلسلہ کلام منقطع کرتے ہوئے کہا۔ ہم نے نصرانی ہو کر اپنے گھر میں اس لیے تمہیں پناہ دی ہے کہ ہمیں شروع ہی سے مسلمانوں کے ساتھ ایک خاص ہمدردی رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر کے اس جنوبی حصے میں کبھی سب مسلمان ہی رہتے تھے۔ ہمارا ان سے لین دین، اٹھنا بیٹھنا اور بھائی چارہ تھا۔ گو وہ اب یہاں سے نکل کر افریقہ جا چکے ہیں۔ لیکن ان کی صحبت کے باعث ہمیں اب بھی مسلمانوں سے ہمدردی ہے اور اسی جذبے کے تحت ہم نے تمہیں اپنے گھر میں پناہ دی ہے۔ اس گھر میں تم محفوظ ہو کوئی تمہیں گزند نہیں پہنچا سکتا۔ اگر ایسا کوئی وقت آیا تو تم دیکھو گے اس گھر کا ہر فرد تمہاری حفاظت اور سلامتی پر اپنے آپ کو قربان کر دے گا۔ میں جانتا ہوں

ہم سے مل کر تمہیں مایوسی ہوئی ہوگی۔ لیکن مطمئن رہو یہاں ہم تمہاری سلامتی کے ضامن ہیں۔"

طرغوت نے پُرامید لہجے میں پوچھا "کیا آپ مجھے بتا سکیں گے۔ اس محلے میں وہ کون سے گھرانے ہیں جو بظاہر نصرانی ہو گئے ہیں لیکن اصل میں اب بھی وہ مسلمان ہیں۔ میں انہیں یہاں سے نکال کر مراکش لے جاؤں گا۔ اگر ایسے کوئی گھرانے آپ کی نظر میں ہوں تو مجھے بتائیں میں سمجھوں گا میری یہاں تک آنے کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔"

قیطان نے اُداس بکھرے لہجے میں کہا "کسی نے تمہیں غلط اطلاع دی ہے یہاں اس محلے میں کوئی ایسا گھر نہیں جو مسلمانوں کا ہو۔"

طرغوت سوکھی شاخ کے زرد پتوں کی طرح اداس ہو گیا۔ قیطان نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا "اگر تم بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں۔" طرغوت نے نرم لہجے میں کہا۔ "ضرور پوچھیں۔" قیطان نے اس بار خوش طبعی سے کہا۔ "ہسپانیہ میں دو مسلمان ملاحوں کے نام ہر زبان پر ہیں جو مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکالتے ہیں اور سمندر میں انہیں بحری قزاقوں اور ہسپانیہ کے نصرانی چھاپہ ماروں سے بچا کر افریقہ پہنچانے کا فرض ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام باربروسہ اور دوسرا درگوت ہے۔ تم نے اس گھر میں داخل ہونے کے بعد اپنا نام طرغوت بتایا ہے۔ جب کہ باہر گلی میں لوگ تمہارا نام درگوت[1] پکار پکار کر چلا رہے تھے۔"

طرغوت نے ہلکی سی مسکراہٹ میں کہا "میں اناطولیہ کا باشندہ ہوں۔ میرا اصل نام طرغوت ہے لیکن پرتگالی، ہسپانوی اور دیگر بحری قزاقوں نے مجھ سے

---

[1] ہیرلڈلیم اور دیگر یورپی مصنفین نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اہل یورپ طرغوت کو درگوت کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ طرغوت طبعاً فیاض اور نڈر تھا اور ناممکن کارنامے کر دکھانے میں انتہائی ماہر اور مشاق تھا۔

نفرت کی بنا پر طرغوت کو بگاڑ کر درگوت بنا دیا ہے۔ ورنہ میرا وہ نام جو میرے ماں باپ نے رکھا تھا طرغوت ہی ہے۔"

قیطان نے اس بار بڑی ہمدردی اور شفقت سے پوچھا۔ "تم گھر کے کتنے افراد ہو اور کہاں رہتے ہو۔"

طرغوت نے دُکھ سے کہا۔ "اس دُنیا میں میرا ننھا بھتیجا ہی میرا سب کچھ ہے۔ میرا بڑا بھائی علیام سلطان سلیمان کے لشکر میں ہراول لشکر کا سالار تھا وہ ایک جنگ میں مارا گیا اور اس کی بیوی اس کی مرگ پر خود بھی موت کا شکار ہو گئی۔ اب ان کا بیٹا میرے پاس ہے جو ابھی بہت کم سن ہے۔ وہی میرا سب کچھ ہے ہم دونوں افریقہ کے شہر سیوطہ میں ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں لیکن وہ گھر شاذ و نادر ہی میری شکل دیکھتا ہے اس لیے کہ میرا اصل مسکن سمندر ہے اور سمندر سے میرا رشتہ ایسے ہی ہے جیسے پھول اور شبنم کا جیسے تلوار اور مجاہد کا۔" طرغوت کہتے کہتے رُک گیا پھر وہ کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

"میں اب جاتا ہوں۔ باہر شور کرنے والے سب لوگ گلی میں میرے ہاتھوں مرنے والے کی لاش اُٹھا کر چلے گئے ہیں۔ اب موقع ہے مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میں آپ لوگوں کا مشکور رہوں گا کہ اس اندھیری اور تاریک رات میں موت کے سامنے بھاگتے ہوئے آپ لوگوں نے مجھے پناہ دی۔ میرے رب کو منظور ہُوا تو کبھی میں اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔"

اس بار خولان نے چونکنے والے انداز میں کہا۔ "اس وقت آپ کا یہاں سے باہر جانا خطرے سے خالی نہیں۔ لوگ آپ کی تلاش میں ہوں گے۔ اگر انہوں نے آپ کو دیکھ لیا تو وہ آپ سے انتہائی خوفناک اور بڑا ہی بھیانک انتقام لیں گے۔ آپ یہیں ٹھہریں اور مناسب وقت پر یہاں سے کوچ کر جائیں۔ آپ اس اطمینان کے ساتھ اس گھر میں رکیں کہ یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں آپ محفوظ ہیں اور محفوظ پناہ گاہ کو چھوڑ کر خطرات میں کودنا دانشمندی نہیں ہے۔"

طرفوت نے بے پروائی سے کہا۔ "موت سے کیا ڈرنا۔ اس کا ایک دن میرے رب نے مقرر کر رکھا ہے۔ سمندر ہو یا خشکی وقت ضرور آئے گا۔ لیکن اس وقت کی پرواہ کئے بغیر اپنی قوم اپنی ملت کی خاطر میں اور میرے ساتھی ہر روز موت کی اندھیری غاروں میں داخل ہوتے ہیں اور نکل جاتے ہیں۔ موت کو ہر روز جنگی ہتھیار کی طرح ہم اپنے بدن پر سجاتے ہیں اور اتار دیتے ہیں۔ ایک عزم راسخ، عہد محکم اور عظیم اعتماد کے ساتھ ہم اپنی قوم کی خدمت کرنے کی صراط پر استوار اور قائم ہیں۔ ہمارا رب اس میں ہمیں فیروزمندی و کامیابی دے گا۔"

طرفوت جب خاموش ہوا تو طرسونہ نے شاید اُسے روکنے کی خاطر پوچھا۔ "جس آدمی نے تمہیں دیکھ کر شور کرنا شروع کر دیا تھا اسے تم نے قتل کیوں کر دیا؟"

طرفوت نے کہا۔ "وہ مجھے پہچانتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ کیونکہ اس شہر میں ظاہری طور پر نصرانی ہو جانے والے مسلمان گھرانوں کی تلاش میں مجھے بار بار ادھر کا رُخ کرنا ہوگا اور وہ شخص میرے لیے خطرے کا باعث بن سکتا تھا لہٰذا میں نے اس خطرے کو ٹال کر رکھ دیا ہے۔"

طرسونہ نے قدرے مایوسی سے لہجے میں پوچھا۔ "تو تم رُکو گے نہیں؟" طرفوت نے کہا۔ "جس کام سے میں مدینہ شذونہ میں داخل ہوا تھا اس سے بھی ایک اہم کام میرے ذمہ سرتش شہر کی طرف ہے۔ میرا یہاں سے کوچ کرنا ضروری ہے۔ آپ نے مجھ پر جو اس قدر احسان کیا ہے تو میرے لیے ایک اور زحمت بھی اُٹھائیے۔ میں موقع ملتے ہی پھر اس شہر کا رُخ کروں گا۔ کیا میرے دوبارہ آنے تک آپ مجھے یہ اطلاعات فراہم کر سکیں گے کہ شہر کے اس جنوبی حصے میں کون کون سے گھرانے مسلمان ہیں اور کلیسا کی سختیوں کے باعث ظاہری طور پر نصرانی ہو گئے ہیں۔ اگر آپ یہ کام کر دیں تو میں آپ کا مشکور ہوں گا اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس کام کا میں معقول معاوضہ بھی دوں گا۔"

قیطان نے اُداس اور افسردہ سے لہجے میں کہا۔ "جہاں تک مجھے علم ہے۔ شہر کے اس جنوبی حصے میں کوئی بھی ایسا مسلمان گھر نہیں جس کی تمہیں تلاش ہے۔ ہاں ٹھہرو! میرے پاس ایک امانت ہے وہ لیتے جاؤ۔"

قیطان اُٹھا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک بہت بڑی بھری تھیلی تھی جسے اس نے طرفوت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھیلی رکھ لو۔ یہ ان چند مسلمان گھرانوں کی میرے پاس امانت تھی لیکن اچانک رات کی تاریکی میں افریقہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہ اپنی یہ نقدی مجھ سے لینا بھول گئے۔ اب وہ نہ جانے کہاں ہوں گے۔ تم بھی مسلمانوں کی بہتری اور سلامتی کا فرض ادا کرتے ہو۔ لہٰذا تم یہ رکھ لو۔ اس سے تم افریقہ کی طرف ہجرت کرتے مسلمانوں کی مدد کر سکتے ہو۔"

طرفوت نے ایک بار غور سے قیطان کی طرف دیکھا پھر اس نے چپ چاپ وہ تھیلی لے لی۔ ایک سرسری سی نگاہ اس نے خولان پر ڈالی پھر قیطان اور نجیب سے اس نے معانقہ کیا اور ان سے وہ رخصت ہو گیا تھا۔

رات کے پچھلے حصے میں ہی طرفوت مدینہ شذونہ کی اس سرائے سے جس میں وہ ٹھہرا ہوا تھا، سرتش کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ وہ اس کاروان کو جا لینا چاہتا تھا جس نے ہسپانیہ سے ہجرت کر کے افریقہ کی طرف روانہ ہونا تھا۔ سرتش شہر سے ابھی وہ سات میل دور تھا کہ مشرق سے گرما کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے نمودار ہوا تھا۔

طرفوت نے سرتش شہر کی طرف جانے والی شاہراہ کو چھوڑ دیا اور دائیں طرف اپنے گھوڑے کو اس نے اس پگڈنڈی پر ڈال دیا تھا جو سرتش شہر سے نکل کر سمندر کے ویران ساحل کی طرف جاتی تھی۔

دوپہر کے وقت جب کہ گرما کا سورج اپنی پوری سختی اور تمازت سے سر پر چمک رہا تھا۔ طرفوت نے سرتش کی آبادیوں اور سمندر کنارے کے کوہستانی سلسلے کے درمیان پڑنے والے صحرائی حصے میں اس کاروان کو جا لیا تھا۔ وہ ہسپانوی جوان جس

نے پچھلی شب سمندر کے کنارے چٹانوں کے اندر طرغوت کو ہجرت کرنے والوں کی اطلاع دی تھی وہ اس کاروان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ پوری طرح ڈھانپ رکھا تھا اور گلے سے اس نے صلیب اتار رکھی تھی۔

کاروان کے آگے آگے طرغوت نے اس ہسپانوی جوان کے ساتھ ساتھ صحرا کے اندر ابھی بمشکل چار میل کی مسافت طے کی ہوگی کہ کاروان کے اندر سے ایک نو عمر و نوخیز لڑکی بھاگتی ہوئی آئی۔ وہ عرب لگتی تھی۔ اس لیے کہ اس نے عرب لڑکیوں کی طرح سر پہ رومال باندھ رکھا تھا اور اس کے جسم پر عرب لڑکیوں جیسی ہی عبا تھی۔ اس کا حسن کسی مستند تحریر اور صحیفے کی طرح مکمل، گھنی چھاؤں کی طرح فرحت بخش اور خوابوں کے ساحل کی طرح دل آویز اور دل کش تھا۔

وہ فتنۂ دہر لڑکی اپنے جمال اپنے حسن اور اپنی خوب صورتی میں ایسی تھی جیسے فردوس بریں میں سنگم کی کسی سنہری رات کو قاب قوسین مل گئے ہوں۔ طراز جمال والی اس لڑکی کی آنکھیں ایسی پرکشش تھیں جیسے گہری تاریک گھمبیر اور اندھیری رات میں برق و شعلہ کی لپک۔ وہ پری جمال و شعلہ وش لڑکی اپنے لباس سے غربت کی مکمل تصویر لگتی تھی کہ اس کی عبا پھٹی ہوئی تھی اور اس پر کئی جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس کا لباس گو صاف ستھرا اور خستہ تھا لیکن وہ بھی پیوند زدہ تھا۔

وہ لڑکی بھاگتی ہوئی اس ہسپانوی جوان کے پاس آئی جو طرغوت کے مخبر کی حیثیت سے کام کرتا تھا اور نہایت عاجزی سے اسے مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"اے برادر محترم! تمہارا نام کیا ہے؟"

اس ہسپانوی جوان نے کہا۔ "اے میری بہن! میرا نام حباب ہے۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

لڑکی نے اس بار طرغوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حباب سے پوچھا۔ "جس وقت تم ہمیں سرتش سے لے کر روانہ ہوئے تھے اس وقت یہ سوار تو تمہارے ساتھ نہ تھا۔ یہ کہاں سے تمہارے ساتھ آ ملا ہے؟"

حباب نے کہا: "اے میری بہن! یہ ہمارے گروہ کے سالار اعلیٰ امیر طرغوت ہیں۔ یہ چند مسلمان گھرانوں کا کھوج لگانے مدینہ شذونہ گئے ہوئے تھے اور اس صحرا میں چار میل پیچھے اس کاروان سے آ کر ملے ہیں۔ تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟"

وہ لڑکی بھاگتی ہوئی طرغوت کی طرف آئی اور رقت آمیز آواز میں اس نے کہا "اے امیر! آپ اور خیرالدین باربروسہ کا نام ہسپانیہ کے بے سہارا مسلمانوں کے لیے اعتماد حوصلے اور جرأت کی علامت ہے۔ میں آپ دونوں کی سرفروشی اور ملت شناسی کو سلام کرتی ہوں۔ اے امیر محترم! میں ایک عرب لڑکی ہوں۔ میرا نام روطہ ہے۔ میرا کوئی بھائی بہن نہیں، میری کل کائنات اور میری تمام پونجی میرے بوڑھے ماں باپ ہیں، اے امیر! میرا بوڑھا باپ سخت بیمار ہے وہ میرا اور میری ماں کا اس غریب الوطنی میں آخری سہارا ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو میں اور میری ماں صحرا کی اڑتی ریت کی طرح برباد ہو جائیں گی۔

اے امیر! میں اکیلی اس کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر ہوں۔ للہ میری مدد کیجیے۔ ہمارے ایک نیک دل ہمسائے کے پاس سواری کی ایک خچر ہے جس پر وہ میرے باپ کو بٹھا کر یہاں تک لایا ہے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو اس صحرا میں پیدل چلنے سے قاصر ہیں میں چاہتی ہوں ——

طرغوت فوراً اپنے گھوڑے سے کود گیا اور روطہ کی بات کاٹتے ہوئے اس نے ہمدردی سے کہا۔ "تم نے سرتش سے روانگی کے وقت یہ بات حباب سے کیوں نہ کہہ دی۔ میری راہنمائی کرو تمہارا باپ کہاں ہے۔ میں خود اس کی دیکھ بھال کروں گا۔"

روطہ نے اپنی آنکھوں میں جمع ہو جانے والے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "میرے ساتھ آئیے اللہ آپ کو اجر دے گا۔"

روطہ آگے آگے چل دی اور طرغوت اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔ روطہ کی عبا پھٹی ہوئی تھی اور صحرا میں تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی شیشے کی طرح چمکتی سنگ مرمر کی طرح صاف اور مکھن کی سی چکنی ٹانگیں بار

بار ننگی ہو رہی تھی۔ طرغوت نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور بے بسی اور کرب کے عالم میں چلاتے ہوئے اس نے کہا۔ اے میری قوم کی بیٹی! اے میری ملت کی آبرو! میرے پیچھے رہ کر میری راہنمائی کر کہ تیری عبا پھٹی ہے۔ تیری ٹانگیں بار بار ننگی ہوتی ہیں جو میرے لیے باعثِ شرم اور ندامت و شرمساری کا سبب ہے۔"

روطہ فوراً پیچھے ہو گئی اور طرغوت کی حالت دیکھ کر اس نے اپنی روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے امیر! ربِ عظیم کی قسم! آپ حیادار اور ذی عزت انسان ہیں میرا رب آپ کو آپ کے اس جذبے کا بھی اجر دے گا۔"

طرغوت نے اس کا حوصلہ بڑھاتے اور اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تمہاری آواز میں شستگی، تمہارے لہجے میں پاکیزگی اور تمہارے انداز میں ہمدردی ہے۔ یقیناً وہ ماں باپ خوش قسمت ہیں جن کی تم بیٹی ہو۔"

روطہ نے طرغوت کے پیچھے روتے اور سسکتے ہوئے کہا: "اے امیرِ محترم! میں دنیا کی بدقسمت ترین لڑکی ہوں۔ میرا باپ ایسا بیمار ہے کہ مجھے اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں۔ میری ماں اندھی ہے اور اپنے آپ حرکت کرنے سے قاصر ہے۔" طرغوت بیچارہ بے بسی کے عالم میں اپنے ہونٹ کاٹ کر خاموش رہ گیا تھا۔

روطہ اسے کاروان کے وسط میں لائی اور ایک خچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "اے امیر! اس خچر پر میرے ماں باپ بیٹھے ہیں۔" طرغوت نے دیکھا اس خچر پر ایک ادھیڑ عمر کی عورت بیٹھی تھی جو آنکھوں سے اندھی اور اپنے سامنے وہ ایک بیمار بوڑھے کو سمیٹے ہوئے تھی جو بیماری کے باعث انتہائی لاغر ہو گیا تھا اتنے میں روطہ کی آواز پھر طرغوت کی سماعت سے ٹکرائی اور اس نے اپنے ماں باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرے باپ کا نام قموس اور میری ماں کا نام علیسان ہے۔" طرغوت آگے بڑھا اور اس خچر کی باگ پکڑ کر اسے اس نے روک دیا۔ ایک بوڑھا اتنی دیر میں روطہ کے قریب آیا اور ہلکی سی رازدارانہ آواز میں اس نے پوچھا۔ "بیٹی! یہ جوان کون ہے جسے تم اپنے ساتھ لائی ہو۔ یہ پہلے تو کاروان میں

شامل نہ تھا۔"

روطہ نے فخریہ انداز میں کہا۔ "یہ امیر طرغوت ہیں۔ یہ بعد میں مدینہ شنقہ سے آ کر ہمارے کاروان میں شامل ہو گئے ہیں۔ میں ان سے مدد حاصل کرنے گئی تھی اور یہ بخوشی میرے ساتھ آ گئے ہیں۔"

اس بوڑھے نے آگے بڑھ کر بڑی خوش طبعی کے ساتھ طرغوت سے مصافحہ کیا۔ طرغوت کا نام سن کر کاروان کے لوگ اسے دیکھنے کی خاطر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اتنی دیر تک طرغوت کا سپاہی مخبر حاجب بھی اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر وہ طرغوت کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

طرغوت نے روطہ کے باپ قموس کو اس خچر سے اٹھایا اور اپنے گھوڑے پر ڈال دیا پھر اس نے اس کی اندھی ماں علیسان کو بھی خچر سے اپنے گھوڑے پر منتقل کر دیا تھا۔ پھر وہ روطہ کے قریب آیا اور اس سے کہا۔ "تمہارا کوئی سامان بھی ہے؟" روطہ نے بھاگ کر خچر کی خرجین سے ایک گٹھڑی نکال کر طرغوت کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "بس یہی میرا سامان ہے۔"

روطہ جب بھاگی تو طرغوت نے دیکھا روطہ نے اپنی عبا کے نیچے اپنی نازک کمر سے تلوار باندھ رکھی تھی۔ جب وہ گٹھڑی لے کر قریب آئی تو طرغوت نے حیرت سے پوچھا۔ "بظاہر تو تم نازک سی ایک لڑکی لگتی ہو لیکن تم نے اپنی کمر سے تلوار بھی باندھ رکھی ہے۔ کیا تم تلوار چلانا جانتی ہو؟"

روطہ نے سنجیدگی میں کہا۔ "اے امیر! میرے باپ نے میری تربیت بیٹی نہیں بیٹا سمجھ کر کی ہے۔ کبھی تلوار چلانے کا موقع آیا تو روطہ انشاء اللہ آپ کو مایوس نہ کرے گی۔"

طرغوت نے اس کی باتوں سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ "تمہاری خود اعتمادی واقعی قابلِ تعریف ہے۔ سنو! میں نے تمہارے ماں باپ کو اپنے گھوڑے پر بٹھا دیا ہے۔ اگر وہ دونوں یا تم بھوک اور پیاس محسوس کرو تو میرے گھوڑے کی خرجین

میں کھانے کا سامان ہے اور زین سے پانی کا مشکیزہ بھی بندھا ہوا ہے۔ تم بلاجھجک دونوں چیزیں استعمال کر سکتی ہو۔" پھر طرغوت نے اپنی گھوڑے کی خرجین سے اپنی ایک عبا نکال کر روطہ کو تھماتے ہوئے کہا۔ "تمہاری عبا پھٹی ہوئی ہے جس سے چلتے وقت ہوا کی مار سے تمہاری پنڈلیاں ننگی ہوتی ہیں اور یہ میرے لیے انتہائی شرمندگی کا باعث ہے۔ میری یہ عبا پہن لو۔ یہ تم پر لمبی اور کھلی ضرور ہوگی لیکن تمہیں خوب ڈھانپ لے گی۔"

بڑی ممنونیت سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے روطہ نے کپکپاتے ہونٹوں اور پرنم آنکھوں میں کہا۔ "اے امیر! میں آپ کے اس قدر احسانات کا بدلہ کیونکر چکا سکوں گی۔" طرغوت نے کہا۔ "تم بھول رہی ہو، یہ احسان نہیں میرا فرض ہے اور اس کے لیے میرا رب مجھ سے باز پرس کرے گا۔ اب تم حباب کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ ساتھ رہو۔" روطہ نے فکرمندی اور بے چینی سے پوچھا "اور آپ کس پر سوار ہوں گے؟" طرغوت نے کہا۔ "میں پیدل چلوں گا۔ واللہ آپ جیسے لوگوں کے ساتھ میرا پیدل چلنا قابلِ فخر ہے۔"

طرغوت حباب کے ساتھ آگے بڑھنے لگا تھا۔ روطہ نے جلدی جلدی اپنی پھٹی عبا کے اوپر ہی طرغوت کی دی ہوئی عبا پہن لی پھر وہ حباب کے گھوڑے پر سوار ہوئی۔ اور اسے ایڑ لگا کر بڑے مشاقانہ اور ماہرانہ انداز میں اس نے گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔

وہ کارواں جب سمندر کے کنارے کوہستانوں کے اندر اس جگہ پہنچا جہاں طرغوت کے جہاز اور کشتیاں لنگر انداز تھیں تو طرغوت کے ساتھیوں نے کارواں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ایک وادی کے گھنے درختوں کی چھاؤں میں کارواں کا پڑاؤ کیا گیا اور طرغوت کے ملاح بھاگ بھاگ کر لوگوں کے کھانے کا بندوبست کرنے لگے تھے۔

طرغوت روطہ کے ماں باپ کے پاس آیا اور اپنے گھوڑے سے اتار کر انہیں ایک درخت کی چھاؤں میں بٹھاتے ہوئے اس نے حباب سے کہا۔

"حباب! حباب! تم اپنے طبیب کو بلا کر لاؤ، وہ روطہ کے باپ کو دیکھے

اور اس کے لیے مناسب دوائی تجویز کرے۔ حباب وہاں سے ہٹا اور بھاگتا ہوا ایک طرف چلا گیا تھا۔ روطہ بھی گھوڑے سے اتر کر طرغوت کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ روطہ طرغوت سے کچھ کہنا چاہتی تھی۔ شاید وہ ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی کہ اتنے میں روطہ کے باپ قموس کی نحیف سی آواز سنائی دی۔ وہ طرغوت کو مخاطب کر کے بولا تھا۔ "امیر طرغوت! میرے قریب آیئے اور میری بات سنیئے۔" طرغوت اس کے قریب بیٹھ گیا اور ہلکی سی آواز میں کہا۔ "آپ کہیئے میں آپ کے پاس بیٹھا ہوں۔" روطہ بھی طرغوت کے سامنے اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ قموس نے نحیف اور مایوس سی آواز میں کہا۔

"اے امیر! روطہ سفر کے دوران مجھے اور اپنی ماں کو آپ کے متعلق بتا چکی ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں آپ نے ہماری مدد کی لیکن اے امیر! آپ نے طبیب کو ناحق بلایا۔ میں بچ نہ سکوں گا چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ میری قسمت میں افریقہ دیکھنا نہیں لکھا اور یہ اچھا بھی ہے کہ میں ہسپانیہ میں ہی پیدا ہوا اور یہیں دم توڑ دوں گا۔ اس سرزمین میں مرنا میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ یہیں میرے آباؤ اجداد دفن ہوئے تھے۔" فیسان اور روطہ دونوں ماں بیٹی زور زور سے ہچکیاں لے کر رونے لگی تھیں۔ قموس کی باتوں نے ان دونوں کو نڈھال کر دیا تھا۔

قموس خاموش ہو گیا۔ طرغوت جب اس پر جھکا تو اس نے دیکھا بوڑھا قموس ہچکیاں لیتے ہوئے سسک سسک کر رو رہا تھا۔ طرغوت نے روہانسی آواز میں پوچھا۔ "میرے محترم! میرے بزرگ! آپ رو رہے ہیں؟" بوڑھے قموس نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں آنسو بہا رہا ہوں اپنی قوم کی بدقسمتی پر۔ ماتم کر رہا ہوں ہسپانیہ کی سرزمین پر، کاش سینکڑوں برس ہسپانیہ پر حکومت کرنے والی مسلم قوم کو کوئی حکیم اتحاد و تعاون کا سبق دیتا، کوئی دانا انہیں دشمن کے خلاف ایک حصار میں متحد کرتا۔ کاش کوئی مصلح کوئی کیمیاگر ہسپانیہ کے اندر میری قوم کو انتشار اور بربادی

کا شکار نہ ہونے دیتا۔" روطہ اور طلیسان زور زور سے رو رہی تھیں طرغوت کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے۔

قموص نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نڈھال اور نحیف آواز میں کہا۔

ہیہات! ہیہات! کیسی بدقسمتی ہے میری قوم کی کہ وہ غریب الوطنی کی طرح ہسپانیہ سے رخصت ہو رہی ہے۔ کوئی انقلاب، کوئی ہلچل نہیں ہے۔ وادی آراد۔ وادیٔ آش۔ وادیٔ عجارہ۔ وادیٔ رجان۔ وادیٔ کبیر، وادیٔ مدینہ اور وادیٔ فرولش جن میں اب بھی میری قوم کے مجاہدوں اور سرفروشوں کے گھوڑوں کے سموں کے نشانات ہیں اُداس اور افسردہ ہوں گی۔

دریائے اندلاش، دریائے دویرہ، دریائے تاجہ، دریائے شلون اور دریائے کوسس میری قوم کی بے بسی پر خون کے آنسو بہا رہے ہوں گے۔ غرناطہ، قرطبہ، اشبیلیہ، بطلوس، سرقطہ، بلنسیہ، المریہ، مالقہ، طلیطلہ، سرلش، طرطوشہ، مدینہ شذونہ، باجہ، قصر ابی دانس اور ہسپانیہ کے دیگر شہر مسلمانوں کی بے حسی، باہمی نفاق اور اندرونی تعصب کا ماتم کر رہے ہوں گے۔

اے میری بدقسمت قوم! ہسپانیہ میں تیرے ناسور کا کوئی علاج، کوئی چارہ نہیں ہے۔ کاش کوئی فردِ فرزانہ اُٹھے۔ کوئی گمنام مجاہد کُن فیکون کے راز افشاں کرنے کی خاطر جاگے اور ستارے کو کہکشاں، مکان کو لامکان، ذرے کو صحرا اور قطرے کو سمندر میں بدل دے۔

اے میری قوم کے فرزندو! جب ہسپانیہ میں دشمن تمہارے درپے تھے تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ادھیڑ بن اور شکست و ریخت کر رہے تھے۔ اے میری قوم! ہسپانیہ کے اندر تُو نے آگ کا دریا اور سات سمندروں کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ اب ہسپانیہ میں کوئی ایسا مسلمان جرنیل نہ پیدا ہوگا جو دُکھ کے چارے کو بے نام ستارے کی طرح وُجد کرے۔ جو ہسپانیہ کے ان چاہے اندھیروں کو دُور کرکے اپنی قوم کو سوکھی خشک زبان کی تکلیف اور لمحوں کے طوفان سے

نجات دلائے۔ آہ لوگ کیسی بے چارگی میں دریدہ لباس اور پھٹی عباؤں کے ساتھ نفرتوں کی اُداس رُت میں یہاں سے کوچ کر رہے ہیں۔

ہسپانیہ سے یہ مراجعت کیسی دل فگار اور واپسی کیسی حوصلہ شکن ہے۔ ہائے حیف میری قوم کی ودیا۔ پہاڑ اور سورج کی طرح قدیم و عظیم حرمت و عظمت جس کے سامنے ہفت آسمان سجدہ ریز ہوتے تھے۔ بادلوں کی آندھی میں صحرا کے ریگ زاروں کی طرح بکھر جائے گی۔ کون ہسپانیہ میں دشمن کے گھناؤنے خطاب کے سامنے صبر کی چٹان اور اس کے دیار و دشت میں شیشہ شعور بن کر ابھرے گا۔ آہ! ہسپانیہ اب اس گھر کی طرح ہے جس میں کوئی آنے جانے والا نہ ہو۔

اتنی دیر میں صالح طبیب کو لے کر آ گیا اور وہ اس کی نبض کا جائزہ لینے لگا۔ بوڑھے قموص نے طبیب کی طرف کوئی دھیان نہ دیا اور وہ اپنی دُھن اپنی جلن میں کہتا رہا۔

"ہائے افسوس! ہسپانیہ میں اب کسی مسلمان کو ردّ و قبول کا بھی اختیار نہ ہوگا۔ کاش کوئی اُٹھے اور ہسپانیہ کے چہرے کی ضیاء اسے لوٹا کر اس کی محرومیوں کو اُمیدوں میں بدل دے۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو کاش میرے قوائے ذہنی ختم ہو گئے ہوتے۔ میں پتھر بن گیا ہوتا۔ میں منجمد ہو گیا ہوتا۔ کب تک میں جھوٹی اُمیدوں کا بوجھ اُٹھائے ——

بوڑھے قموص نے چند سسکیاں لیں کبھی گہری کبھی ہلکی پھر اس پر سکوت طاری ہو گیا۔ طبیب اُٹھ کھڑا ہوا اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے دکھ سے کہا۔ "اے امیر! مجھے افسوس ہے یہ ختم ہو چکے ہیں۔"

روطہ بُری طرح اپنے باپ سے لپٹ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ اندھی اور بوڑھی طلیسان رو رو کر بدحال ہو رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی۔ طرغوت، صالح اور ان کے قریب کھڑے کردوش کی گردنیں جھک گئی تھیں اور وہ اپنے اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکے تھے۔

ایک بلند ٹیلے کے اوپر بوڑھے قوس کو دفن کر دیا گیا تھا۔ جس وقت طرغوت ساحل پر صالح اور کورش کے ساتھ کھڑا تھا جبکہ ناشر الصوت منہ سے لگائے کوچ کا حکم دے رہا تھا۔ روطہ وہاں آ گئی۔ اس نے بغل میں اپنے سامان کی گٹھڑی تھام رکھی تھی اور اپنی اندھی ماں کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کے حسین چہرے پر دور دور تک مبہم سکوت میں اندھیری غاروں کی سی اُداسی تھی وہ طرغوت کے سامنے یوں آ کھڑی ہوئی جیسے دامنِ صحرا میں کوئی پژمردہ پھول۔

طرغوت اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ روطہ نے پہلے ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ نے ہم سے اس قدر ہمدردی، اس قدر تعاون کیا، جس کے لیے میرے پاس کوئی اجر کوئی جزا نہیں ہے۔ کاش میں اچھے الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کر سکتی لیکن میں تو وہ بھی نہ کر سکی۔ اے امیر! اب مجھ پر ایک اور احسان کیجیے۔ ہسپانیہ کے اندر جو آپ کے آدمی کام کرتے ہیں، اُن میں سے کسی کے ہمراہ ہم دونوں ماں بیٹی کو مرسیہ شہر بھجوا دیں۔ ابھی ہمارا گھر خالی ہوگا اس پر کسی نے قبضہ نہ کیا ہوگا۔ گو شہر کے نصرانی ہمیں قبول نہ کریں گے۔ ہمیں مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کریں گے یا ہماری روحوں کو ہمارے فانی جسموں سے علیحدہ کر دیں گے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ موت اٹل ہے اور اس نے ایک روز ضرور آنا ہے۔"

روطہ رکی اور اپنے خشک ہونٹوں پر اس نے زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اے امیر! میرا باپ ہی میرا اور میری بوڑھی اور اندھی ماں کا آخری سہارا تھا۔ اب جب کہ وہ مر کر ہسپانیہ کی مٹی میں دفن ہو گیا ہے۔ اب میں اپنی اندھی اور مجبور ماں کے ساتھ افریقہ جا کر کیا کروں گی۔ وہاں کون ہمارا پرسانِ حال ہوگا۔ کون ہماری دیکھ بھال اور خبر گیری کرے گا۔ افریقہ کے ان اجنبی صحراؤں کے اندر میں کہاں تک اپنی ماں کا بوجھ اٹھائے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتی پھروں گی۔"

روطہ کی گردن جھک گئی اور اس نے روتے اور آہیں بھرتے ہوئے

کہا۔ "میرا باپ خوش قسمت تھا وہ ہسپانیہ میں پیدا ہوا اور وہیں دفن ہو گیا۔" پھر روطہ نے انتہائی بے بسی کے عالم میں چلاتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! للہ! مجھے اور میری ماں کو واپس بھجوا دیجیے۔ میں زندگی بھر آپ کا یہ احسان نہ بھولوں گی۔"

طرغوت نے غور سے اُن کی طرف دیکھا۔ روطہ کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کے آنسو ساحل کی ریت پر گر رہے تھے۔ بوڑھی علیسان رو رہی تھی اور اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ طرغوت نے اپنی پُرنم آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "روطہ! روطہ! خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو جن سے میرا جگر چھلنی ہو اور مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو جائے۔ ایسے فیصلے نہ کرو جو میری روح کو ٹھیس پہنچائے اور میرے ذہن کو پستی کا شکار کر دیں۔ تم ایک قوم کی بیٹی ہو، فکرمند نہ ہو۔ میں افریقہ میں تم دونوں کی دیکھ بھال اور خبر گیری کروں گا۔ میں وہاں تمہارا پرسانِ حال ہوں گا۔ تم غم نہ کرو۔ مطمئن رہو میں وہاں تمہیں دھکے نہ کھانے دوں گا۔ تم دونوں کی حفاظت و کفالت کروں گا۔"

روطہ نے اپنا جھکا ہوا سر اُٹھایا اور بھیگی آنکھوں میں اس نے انتہائی ممنونیت سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی مشکور ہوں۔ آپ نے مجھے نیا حوصلہ نیا ولولہ دیا ہے۔ کاش ہسپانیہ کے اندر آپ جیسے پُرہمت اور شجاع جوانوں کا قحط نہ ہوتا تو آج ہم یہ بھیانک دن نہ دیکھ رہے ہوتے۔"

طرغوت نے اپنی بائیں طرف اپنے نائب صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، صالح! صالح: روطہ اور اس کی ماں کو میرے جہاز میں سوار کرا دو۔ سیوطہ میں ان دونوں کی حفاظت میرے ذمے ہوگی۔"

صالح آگے بڑھا اور روطہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "میری بہن! میرے ساتھ آؤ۔ اب تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم خوش قسمت ہو امیر طرغوت جیسے انسان نے تمہارے تحفظ اور سلامتی کی ذمہ داری قبول کی ہے۔"

روطہ اپنی ماں کے ساتھ مڑی اور صالح کے ساتھ ہو لی۔ چند قدم آگے جا کر وہ صحرائی لڑکی مڑی اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اور اپنی کھلی آستینوں والی عبا سے

اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے مدھم اور رس بھری آواز میں کہا۔ "خدا آپ کو اس نیکی کا اجر اور اس احسان کی جزا دے گا۔" روانگی کے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد طرغوت بھی اپنے جہاز پر سوار ہو گیا۔ پھر وہ وہاں سے کوچ کر رہا تھا۔

جہاز میں ایک جگہ طرغوت اور کوروش اکٹھے بیٹھ گئے تھے۔ روطہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ان سے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی۔ چند لمحوں تک وہ خاموش رہے۔ پھر کوروش نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں انتہائی خوش نصیب ہوں کہ میں اس نیک کام میں تم سے آن ملا۔ کچھ عرصہ قبل میں اندھیروں کا ساربان تھا کہ میں غیر مسلم تھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ شمال اور جنوب کے درمیان تجارت کرتا تھا۔ پھر ایک نیک دل مسلم مبلغ یعقوب بن محمدون کے ہاتھوں میں اور میرے ساتھیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں خوش قسمت ہوں کہ آج میں مسلم قوم کا ایک ادنیٰ فرد ہوں۔"

طرغوت نے کہا۔ "کوروش! کوروش! ہم آج بھی اندھیروں کے ساربان ہیں اور سمندر کے سیاہ و تاریک سینے پر سفر کر کے ہسپانیہ کے بے بس مسلمانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی اور اُجالے کی طرف لاتے ہیں اور یہ کام ایسا ہے کہ اس میں دُنیا و عاقبت کی ——

طرغوت کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ ایک بوڑھا ملاح طرغوت کی طرف آ رہا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طرغوت نے کوروش سے کہا۔ "کوروش! میرے ساتھیوں میں یہ ملاح سب سے زیادہ قدیم، پُرانا اور تجربہ کار ہے۔ یہ سمندر اور اس کے جزیروں کے بھید جانتا ہے۔ اس کا نام شبام ہے۔ کبھی یہ خیرالدین باربروسہ کے ساتھ بھی کام کرتا رہا ہے۔ پھر ایک روز سبوطہ کے بازار میں میری اس سے ملاقات ہو گئی اور میری استدعا پہ یہ میرے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ یہ انتہائی مخلص اور نیک دل انسان ہے۔"

بوڑھا ملاح شبام قریب آیا۔ اس نے بغل میں ایک بستر دبا رکھا تھا۔ روطہ کے پاس آ کر وہ بستر شبام نے اس کے سامنے رکھا اور انتہائی شفقت سے کہا۔

"اے بیٹی! یہ بستر رکھ لو اور اس پر رات کو اپنی ماں کے ساتھ آرام کر لینا۔ مجھے اپنے باپ کی جگہ سمجھو۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا جھجک مجھ سے کہہ دینا۔"

روطہ نے مدھم اور بکی سی آواز میں کہا۔ "اے عم! آپ کی مہربانی کہ آپ نے اس قدر میرا خیال رکھا۔"

بوڑھا شبام آگے بڑھ کر جب طرغوت کے پاس آیا تو کوروش اُٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "آئیے بیٹھیں۔ امیر طرغوت بتا رہے تھے کہ آپ خیرالدین باربروسہ کے ساتھ بھی کام کرتے رہے ہیں۔ مجھے اس سے بہت دلچسپی ہے کیا آپ مجھے اس کے متعلق کچھ بتائیں گے۔"

بوڑھا شبام کوروش کے سامنے ہی بیٹھتا ہوا بولا۔ "ضرور، میں خیرالدین باربروسہ کے متعلق تمہیں بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔" شبام نے گلا صاف کیا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

خیرالدین باربروسہ جزیرہ مڈلین کے ایک البانوی باشندے یعقوب کا بیٹا ہے۔ اس کے تین اور بھائی تھے۔ اس نے اپنا بچپن کمہار کی بھٹی پہ برتن بناتے ہوئے گزارا۔ اس کے ایک بھائی کو یورپ والوں نے ایک بحری جنگ میں مار ڈالا اس کا دوسرا بڑا بھائی بھی بحیرہ روم کے اندر مسلمانوں کے قافلوں کی حفاظت کرنے کا فرض انجام دیتا تھا۔ اس کا نام عروج تھا۔ اس کی داڑھی چونکہ شعلے کی طرح سُرخ تھی۔ اس لیے یورپی ملاح اور قزاق اسے عروج کے بجائے باربروسہ (سُرخ داڑھی والا) کہہ کر پکارنے لگے۔

عروج بڑا فیاض اور دلیر تھا۔ وہ ٹیونس کے مغربی جزیروں تک ہسپانوی چھاپہ ماروں اور بحری نصرانی قزاقوں سے جنگیں کرتا رہا۔ ان جنگوں میں پہلے اس کا ہاتھ کٹ گیا پھر ایک ہولناک جنگ میں ہسپانیوں کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا عروج کی موت پہ خیرالدین کی زندگی میں ایک انقلاب آ گیا اور اس نے کمہار کی بجائے برادرِ گزشتہ کا دامن سنبھال لیا۔

حالات نے ثابت کر دیا ہے کہ خیر الدین پیدائشی ملاح ہے اور آج ان سمندروں کے اندر کوئی بحری قزاق، کوئی امیر البحر ایسا نہیں جو سمندر میں اس پر قابو پا سکے۔ کچھ اہلِ یورپ اسے سمندر کا دیوتا اور بعض اسے بحری بدمعاش کہتے ہیں۔

بوڑھا شام اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیرنے کو ذرا رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا "قوت پکڑتے ہی خیر الدین نے ان بحری قزاقوں سے جنگ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ جنہوں نے بحری جنگ میں اس کے بھائی عروج کو مار ڈالا تھا۔ خیر الدین کی داڑھی بھی اپنے بڑے بھائی عروج کی طرح شعلے جیسی سُرخ ہے اس لیے اہلِ یورپ اسے بھی خیر الدین باربروسہ کہتے ہیں۔

وہ پہلوانوں کی طرح تنومند ہے اور اس کی ناک چونچ کی طرح نوکیلی ہے وہ دل کا بُرا نہیں۔ نہایت رحم دل ہے لیکن جب دشمن کے خلاف وہ غضبناک ہوتا ہے تو انجام کو اپنے حق میں کیے بغیر دم نہیں لیتا۔ وہ امیر طرغوت کی طرح سمندر کے اندر خطرے کی بُو سونگھ لیتا ہے اور بتا سکتا ہے کہ کب شمال کی طرف سے طوفان اُٹھے گا۔ وہ سرطہ کی اتھلی اور ریت سے بھری ہوئی خلیج سے اپنی کشتیاں گزار سکتا ہے۔ وہ سمندر کے پوشیدہ جزیروں میں سے کسی ایک جزیرے میں اپنے جہاز آسانی سے چھپانا جانتا ہے۔ پورے یورپ میں باربروسہ کی داستانیں پھیل چکی ہیں لیکن سمندر کے اندر اس کا سُراغ لگانا محال ہے جب کہ وہ ضرورت کے موقع پر ہر جگہ جا پہنچتا ہے۔ وہ ایک پکا مسلمان ہے۔ میں نے اسے اکثر ہسپانیہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی حالتِ زار پر روتے دیکھا ہے۔ خدا اسے اور قوت و ہمت دے کہ وہ بہتر اور احسن طریقے سے مذہب کی خدمت اور ملت کی پاسبانی کر سکے۔

کوروش نے خیر الدین باربروسہ کی داستان سن کر کسی قدر متاثر ہوتے ہوئے شام سے پوچھا۔ "کیا تمہیں خبر ہے خیر الدین باربروسہ کہاں رہتا ہے اور اس کے پاس کس قدر قوت ہے" شام نے فخریہ انداز میں کہا۔ "بحیرہ روم سے بحیرۂ اوقیانوس تک سارا سمندر اس کا گھر ہے اور وہ ———"

بوڑھا شام ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ طرغوت طوفان کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ قریب ہی پڑا ہوا اس نے اپنا تمغے کا ناشرا صوت اُٹھایا اور جہاز کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اس نے اپنی گرجتی گونجتی آواز میں اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے شیر دل ملاحو! اپنے جہازوں اور کشتیوں کے بادبان لپیٹ دو، چپّو چھوڑ کر اپنے ہتھیار سنبھال لو۔ دشمن بڑی تیزی سے ہم پر حملہ آور ہونے کو آ رہا ہے۔ اپنے جہازوں اور کشتیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھو۔ دشمن کی تیراندازی سے بچنے کے لیے اپنے سامنے ڈھالوں کی دیوار کھڑی کر لو۔

میرے باجبروت بھائیو! میرے پُرخلوص ساتھیو! سورج غروب ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی ہے اور رات پھیلنے سے قبل قبل اپنے ان غلیظ الدہر دشمنوں سے نمٹ کر ہمیں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ دشمن مشرق کی طرف سے آ رہا ہے اور اس کی قوت ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔

آؤ! اس اتھاہ سمندر میں اپنے رب سے عہد کریں کہ ہم ہسپانیہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی حفاظت کریں گے۔ اپنی قوت کا دفاع کریں گے اور دشمن پر کاری ضربیں لگائیں گے۔"

طرغوت خاموش ہو گیا۔ ملاحوں نے دیکھا۔ شمال کی طرف نہایت دھندلے اور کسی قدر بے نشان سے ہیولوں کی صورت میں دشمن کے اَن گنت جہاز دکھائی دینے لگے تھے۔ طرغوت واپس اپنی جگہ پر آیا اور اپنی زرہ درست کرنے کے بعد وہ اپنے سر پر خود جمانے لگا تھا۔ بوڑھا شام وہاں سے بھاگ کر اس طرف چلا گیا تھا۔ جہاں

اس نے اپنے فرائض انجام دینے تھے۔ کوروش بھی اپنے آپ کو مسلح کر رہا تھا۔

روطہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اُٹھی طرغوت کے پاس آئی اور پرجوش آواز میں اس نے کہا۔ "اے امیر! میرے پاس اپنی تلوار ہے۔ کیا مجھے زرہ اور خود مل سکتے ہیں۔ میں اس جنگ میں حصّہ لوں گی۔"

طرغوت نے پہلے اس کی طرف حیرت و استعجاب سے دیکھا پھر اسے سمجھانے کے انداز میں اس نے کہا۔ "تم اپنی ماں کو لے کر کسی اوٹ میں آرام سے بیٹھی رہو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ ہم بہت جلد دشمن سے نمٹ کر فارغ ہو جائیں گے۔"

روطہ نے رقت آمیز آواز میں کہا۔ "اے امیر! مجھے زندگی میں پہلی بار اسلام کے دشمنوں کے خلاف لڑنے اور جنگ کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ خدا کے لیے مجھے اس مقدس فرض اور اس سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ مجھے اپنی ملّت کی خدمت کرنے کا موقع دیجئے۔"

طرغوت نے ہاتھ سے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں سامان کے اس ڈھیر کے پاس چلی جاؤ۔ وہاں سے تمہیں ہر چیز مل سکتی ہے۔ اور سن رکھو! اس بحری جنگ میں تلوار کے جوہر دکھانے کے بہت کم مواقع ملیں گے۔ اس لیے کہ ہم دشمنوں کو اپنے جہازوں اور کشتیوں میں نہ کودنے دیں گے۔ اس لیے اس جنگ میں حصّہ لینے کے لیے بہترین ہتھیار تیر اور کمان ہیں۔"

روطہ بھاگتی ہوئی سامان کے اس ڈھیر کی طرف چلی گئی۔ طرغوت نے تیروں سے بھرا ترکش اپنی پیٹھ پر باندھا اور اپنی بھاری کمان اس نے کندھے سے لٹکالی تھی۔ پھر طرغوت نے قریب ہی پڑا ہوا اپنا بھاری کلہاڑا اُٹھالیا۔ وہ تیز اور چمکتے پھلوں والا چار فٹ کا کلہاڑا تھا جس کے دستے کے آخری حصّے میں ایک سوراخ تھا اور اس سوراخ سے ایک خوب لمبی رسّی گزار کر کلہاڑے سے باندھ دی گئی تھی۔ طرغوت نے رسّی سمیت اپنا وہ بھاری کلہاڑا اپنے کندھے پر لٹکا لیا تھا۔ کوروش بھی تیار ہو کر طرغوت کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد روطہ واپس لوٹی۔ تلوار کے علاوہ اس نے اپنے آپ کو کمان اور تیروں سے بھرے ترکش سے بھی مسلح کر رکھا تھا۔ اس نے اپنے جسم پر ایک ڈھیلی سی زرہ اور سر پر خود بھی پہن رکھا تھا۔ طرغوت کے قریب آ کر وہ مستعد کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے مسلح حالت میں دیکھ کر طرغوت کے لبوں پہ مسکراہٹ اور خوشی کے ملے جلے جذبے بکھر گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد دشمن مشرق میں ان کے سامنے نمودار ہوا۔ ان کے پاس طرغوت کی نسبت کچھ گنا زیادہ جہاز تھے جن کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں ان گنت چھوٹی بڑی کشتیاں تھیں۔ ان کے جہازوں پر سرخ رنگ کے پرچم لہرا رہے تھے۔ جن پر سب سے اوپر سنہری کپڑے سے صلیب بنی ہوئی تھی اور نیچے اپنے شکار پر جھپٹتا ہوا شیر دکھایا گیا تھا۔ قریب آ کر انہوں نے بھی اپنے جہازوں کے بادبان لپیٹ لیے تھے۔ جب وہ تیروں کی زد میں آئے تو طرغوت نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

مسلمان مجاہدوں نے ڈھالوں کی اوٹ میں رہ کر برق رفتاری سے تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ جواب میں حملہ آوروں نے بھی آہستہ آہستہ قریب آتے ہوئے تیر برسانا شروع کر دیئے تھے۔ دونوں جانب ایک شور ایک طوفان کھڑا ہوا تھا۔ روطہ بھی طرغوت اور کوروش کے پہلو بہ پہلو دشمن پر تیر اندازی کر رہی تھی۔ طرغوت اپنے جہاز کو مشرق کی طرف اپنے دوسرے جہازوں اور کشتیوں کے سامنے لے آیا تھا تاکہ وہ اپنے ساتھیوں کے آگے رہ کر جنگ کر سکے۔ وہ تیر برسانے کے ساتھ ساتھ وقفوں وقفوں سے ناشر الصوت پر اپنے مجاہدوں کو احکام بھی جاری کر رہا تھا۔

حملہ آوروں کا امیر البحر اپنے جہاز کے عرشے پر ایک بلند جگہ کھڑا اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں کے جہازوں میں کود جانے کا حکم دے رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی طرغوت کے چہرے پر انتہائی خوفناک وحشی جذبے اور جنگلی انتقام کے سائے

پھیل گئے تھے۔ شاید وہ اسے پہچان گیا تھا۔ پھر طرغوت نے تیر برسانا بند کر دیئے اور اپنے کندھے سے اس نے چار منہ کا اپنا بحری کلہاڑا اتار لیا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے میرے رب! امتحان کی اس گھڑی میں میری مدد فرما بیشک تو سب سے بہتر مددگار ہے اور دلوں کے بھید جانتا ہے۔ مولا کریم! مجھے توفیق دے کہ میں تیری خوشنودی کی خاطر دشمن کو پسپا کر سکوں۔ بار الٰہا! میری مدد فرما کہ میں تیرا حقیر و عاجز بندہ تیرے سامنے دست بدعا ہوں۔"

روطہ بڑے غور سے طرغوت کی طرف دیکھ رہی تھی اور انتہائی رقت کے عالم میں اسے دعا مانگتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے۔ پھر روطہ کے دیکھتے ہی دیکھتے طرغوت نے اپنا بحری کلہاڑا اپنے دائیں ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی بندھی ہوئی لمبی رسی کا دوسرا سرا اس نے اپنے جہاز کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ پھر طرغوت بڑے وحشیانہ انداز میں بڑی تیزی سے گول چکر میں گھومنے لگا تھا۔ روطہ اسے حیرت و پریشانی سے دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر طرغوت نے پھر پور وحشیانہ انداز میں اور کڑکتی گونجتی آواز کی پوری قوت کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور اپنا کلہاڑا پوری قوت سے گھما کر اس نے حملہ آوروں کے امیر البحر کی طرف دے مارا۔

چار منہ کا بھاری بحری کلہاڑا سنسناتا ہوا ہوا میں بلند ہوا اور دشمن کے امیر البحر کی زرہ کو چیرتا ہوا اس کے جسم میں پیوست ہو گیا تھا۔ طرغوت نے ایک جھٹکے سے اپنے کلہاڑے سے بندھی رسی کھینچی جس سے کلہاڑا اس امیر البحر کے جسم سے نکل گیا لیکن اس کی لاش اس کے جہاز سے سمندر میں گر گئی تھی۔

روطہ طرغوت کی اس کارگزاری سے اس قدر متاثر ہوئی کہ اس نے اپنا بازو فضا میں بلند کرتے ہوئے چلا کر کہا۔ "مرحبا! امیر طرغوت مرحبا! دشمن کے امیر البحر کے قتل ہونے پر طرغوت کے جہازی بھی خوشی اور اطمینان میں اللہ اکبر کی تکبیریں بلند

کرنے لگے تھے۔

اپنے امیر کے مارے جانے پر حملہ آور اور بپھر گئے تھے اور وہ آگے بڑھ کر طرغوت کے جہازوں میں کود کود کر اس کے لشکریوں کا صفایا کرنے پر تُل گئے تھے۔ سب سے آگے چونکہ طرغوت کا اپنا جہاز تھا۔ لہٰذا حملہ آور پہلے طرغوت ہی کے جہاز میں کودنا شروع ہوئے تھے۔ طرغوت نے اپنا بحری کلہاڑا سمندر سے کھینچ کر مضبوطی سے تھام لیا تھا۔ اس سے بندھی ہوئی رسی اس نے جہاز میں اندر پھیلا دی اور ڈھال اور لمبے دستے کا چار منہ والا بحری کلہاڑا سنبھال کر وہ اس طرف بھاگا جس طرف حملہ آور اس کے جہاز میں کودنا شروع ہو گئے تھے۔

طرغوت عجیب سے عالم عشق و مستی میں دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے ساتھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اس کے ساتھ تھے۔ طرغوت بڑی سرعت سے کلہاڑا برسا برسا کر حملہ آوروں کے بدن کاٹنے لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ سرفروش اور بے مثل مجاہد جیسے سمندر کے بھنور بھنور طوفانوں میں مشرق و مغرب کو ایک کر کے اس کے رزم کو اپنے مقصد کی جنگ سمجھ کر لڑنے کا عزم کر چکا ہو۔ اس کے ملاح بھی رفیق آتش، عتاب جان شہاب اور کڑکتے بادلوں کی طرح حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ طرغوت کا نائب صالح بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن پر ایک نئے انداز سے حملہ آور ہو رہا تھا۔

عین اس وقت جب کہ اپنی اپنی بقا کے لیے سمندر کے اندر لڑی جانے والی وہ جنگ اپنے زوروں پر تھی۔ شمال کی طرف سے طوفان کی طرح کئی جہاز اور کشتیاں نمودار ہوئیں۔ طرغوت ان نئے جہازوں کو دیکھ چکا تھا اور اپنے ملاحوں کو وہ چلا چلا کر جنگ میں پورا زور پیدا کرنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ شاید وہ ان نئے آنے والے جہازوں سے قبل ہی جنگ میں مصروف اپنے دشمن سے نمٹ لینا چاہتا تھا لیکن وہ جہاز اور کشتیاں طرغوت کی امیدوں سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ قریب آ گئے تھے اور نزدیک آتے ہی انہوں نے ان بحری نصرانی قزاقوں

پر ان کی پشت سے حملہ کر دیا تھا جو طرغوت سے برسرِ پیکار تھے۔

نئے آنے والوں کا امیر البحر اپنے جہاز کے عرشے پر ننگی اور خمدار تلوار ہاتھ میں لیے یوں کھڑا تھا جیسے طوفانی سمندر میں سرکش لہریں اپنا سر اٹھائے رکھتی ہیں۔ طرغوت نے صرف چند ثانیوں تک انہیں یوں دیکھا جیسے پردیس سے آنے والے اپنے کسی شناسا کو دیکھا جاتا ہے پھر وہ پہلے کی طرح جنگ میں مصروف ہو گیا تھا۔

نئے آنے والے مجذوب ملاحوں کے غضب ناک گروہ کی طرح طرغوت کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ان کا امیر البحر بھی اب جنگ کرتا ہوا اس کے دشمنوں کے جہاز میں کود گیا تھا۔ ان کے تیزی سے حرکت کرتے جہاز یوں بول اٹھے تھے جیسے تاکستانوں میں راہٹ کی آواز۔ ان نئے حملہ آوروں نے عجیب سی طبعی ترنگ میں پانی کی تہوں میں ہیجان پیدا کر کے دشمن کے جہازوں کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا تھا۔

طرغوت نے جب دیکھا کہ نئے آنے والے مسلمان ہیں اور اس کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے لگے ہیں تو وہ بھی جنگ کرتا ہوا اپنے ملاحوں کے ساتھ دشمن کے جہازوں میں اتر گیا تھا۔ مسلمان مجاہد اب فولاد کی مضبوط کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے شانے سے شانہ ملائے اپنی قوم کی پوری توانائی بن کر اور اپنے شعور میں مست ان نصرانی بحری قزاقوں کو بری طرح ادھیڑنے لگے تھے۔ طرغوت اور اس کے ساتھی ملاح آنکھوں میں منزل کا غبار لیے قافلۂ سحر اور دستِ تیشہ کی طرح دشمن کو خشبِ کوہ جان کر بڑی تیزی کے ساتھ سکون آشنا کرتے جا رہے تھے۔

جلد ہی مسلمانوں نے ان سرکش بحری قزاقوں پر مکمل قابو پا لیا تھا قزاقوں کے اکثر جہاز اندھا دھند جنگ کے دوران ڈوب گئے تھے اور ان کے ملاح سمندر میں کود کر موت کا شکار ہو گئے تھے۔ نئے مسلمان حملہ آوروں کا امیر البحر

اب اپنے جہازوں اور کشتیوں کو ایک جگہ جمع کر چکا تھا۔ سب نے دیکھا وہ اپنے جہاز کے عرشے پر کائنات کی قدیم داستان کے کسی ہیولے اور اساطیرِ آدم کے کسی پرانے قصے کے دیوتا کی طرح کھڑا تھا۔ پھر اس نے اپنا ناشر الصوت منہ سے لگایا اور بڑی رعب دار اور گونجتی آواز میں اس نے طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! قسم ربِ عظیم کی اگر تم اسی طرح اسلام دشمن قوتوں کے خلاف ہمت و جرات کے نئے افق پیدا کرتے رہے تو دشمن کے ادیان کی کوئی سازش اور ان کی روایات کا کوئی دام تمہارے پاؤں کی سلاسل گراں بار نہ بن سکے گا۔

یاد رکھو! قدرت ہماری غفلت، بے راہ روی اور باہمی چپقلش کی بنا پر سقوطِ ہسپانیہ کی صورت میں عبرت خیزی کا ایک عظیم درس دے چکی ہے۔ اگر ہم اب بھی نہ سنبھلے تو مٹ جائیں گے اور کوئی ہمارے اجسام کی ناموس کا قدرداں نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو ہسپانیہ سے حفاظت سے نکال کر افریقہ پہنچانے کا جو سلسلہ تم نے شروع کر رکھا ہے۔ اسے اور تندی اور تیزی سے جاری رکھو۔ تم دیکھو گے ایک روز قدرت ہماری اس سعی و عمل کا پھل اور ثمر ضرور دے گی۔"

اس اجنبی امیر البحر نے ناشر الصوت اپنے منہ سے ہٹا لیا اور اپنے ساتھیوں کو اس نے وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ طرغوت اپنے جہاز میں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا تاہم اس کی آنکھیں تشکر کے آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور اسے الوداع کہنے کے لیے اس کا ہاتھ فضا میں بلند تھا۔

سورج کا آتشیں رتھ سمندر کے اصطبل میں اتر گیا تھا۔ سمندر پہ گہری ظلمت کا غبار پھیل گیا تھا۔ سورج غروب ہوتے ہوئے سمندر یوں لال گوں ہو گیا تھا جیسے کسی ہنرمند صناع نے روشنیوں کے طوفانوں کو آئینوں میں بند کر دیا ہو۔ آسمان پر رنگ رنگ اڑتے بادل اس سمے لہو لہو ہو گئے تھے۔ وہ اجنبی امیر البحر اپنے جہازوں اور کشتیوں کے ساتھ مشرق کی طرف سمندر کی پہنائیوں اور گھورِ شب گموں میں نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

طرغوت ابھی تک عرشے پر کھڑا تھا۔ اس کا ہاتھ اسی طرح فضا میں بلند تھا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ محو اور گم تھا۔ شاید وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایسے آڑے وقت کام آنے والے امیر البحر کہاں پیدا ہوتے ہیں جن کی تخلیق میں فطرت کا لہو ہوتا ہے۔ جن کے اخلاق سے انسانیت کے پندار بنتے ہیں اور جو تقدیس میں اوتار اور اپنے بے داغ اخلاق میں فرشتہ ہوتے ہیں۔

روطہ اور کوروش طرغوت کے قریب کھڑے اس کی آنکھوں سے نکل کر اشکوں کی بہتی ندی کو اپنے اداس چہروں اور پُرنم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ سمندر اب پرسکون تھا اور دُور دھواں دھار اندھیروں کے پس پردہ تاریک زمانوں کا جگر چیر کر چاند طلوع ہو رہا تھا۔

فضاؤں میں اندھیرا گہرا ہو رہا تھا۔ طرغوت اپنے جہاز پر اسی طرح اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیے ہوئے تھا اور اس کے قریب کوروش اور روطہ اداس پریشان کھڑے تھے۔ آخر روطہ نے اس بھیانک سکوت اور تکلیف دہ خاموشی کو توڑا اور طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے اس حسن کے مظہر لڑکی نے اپنی نغمہ باز آواز میں پوچھا۔ "امیر طرغوت! آپ کہاں کھو گئے ہیں؟"

طرغوت فوراً سنبھل گیا۔ اپنا ہاتھ اس نے نیچے گرا دیا اور مشرق کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "کیسا بے بدل انسان، کیسا بے تمثال مجاہد ہے۔ طوفان کی طرح نمودار ہوا اور ہماری مدد کر کے سراب کی طرح لمحوں کے اندر سمندر کی کوکھ میں کھو گیا۔"

روطہ نے بڑے شوق، بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ "اے امیر! وہ کون تھا

اس نے کہا۔ "میں اپنی زندگی ماں کے ساتھ خیمے میں کیونکر رہ سکوں گی۔ وہاں میرے لیے مسائل ہی مسائل اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اگر آپ کے مکان میں میرے اور میری ماں کے لیے کوئی جگہ ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی"۔

طرغوت نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوروش، میرے بھائی! روطہ اور اس کی ماں اب ہمارے ساتھ رہیں گی۔ ان دونوں کی حیثیت اس گھر کے افراد کی سی ہوگی"۔

کوروش نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میری نگاہ میں اب آپ امیر عیلام کی جگہ ہیں۔ روطہ کی موجودگی میرے لیے خوشی اور اطمینان کا باعث ہوگی۔ میں سمجھوں گا مجھے میری بہن لیسان مل گئی ہے۔" پھر کوروش نے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سنو میری بہن! اس گھر میں ہم پانچ افراد رہتے ہیں۔ امیر طرغوت اور میں۔ میری بیوی ایشتار، میرا بیٹا عثمان اور امیر طرغوت کے بھائی کا بیٹا اور ان کا بھتیجا سعد۔ وہ سب تمہیں اور تمہاری ماں کو دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے مکان کے قریب امیر طرغوت کے نائب صالح کا گھر ہے۔ اس کے ہاں اس کی بیوی اور باپ ہیں۔ بیوی کا نام خزینہ اور باپ کا نام سعدوم ہے۔ وہ دونوں بھی ہمارے ساتھ بڑے مہربان اور شفیق ہیں۔ مجھے امید ہے اس ماحول میں تم یقیناً خوش رہوگی"۔

روطہ نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بے فکر رہیے۔ مجھ سے کسی کو کوئی تکلیف کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میری خوش بختی ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ مجھے آپ لوگوں کے ساتھ رہنے کا موقع مل رہا ہے۔ ورنہ مرسیہ سے افریقہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے میں انتہائی مایوس تھی۔ اس لیے کہ میرا باپ بیمار تھا اور کوئی آسرا مجھے نظر نہ آتا تھا"۔

طرغوت پیچھے ہٹا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا خون آلود بھری کلہاڑا اس نے ایک طرف رکھ دیا اور ناشر الصوت مُڑ کر ... لگا کہ اس نے وہاں سے کوچ کا حکم دیدیا تھا۔

جس کی آپ تعریف کر رہے ہیں اور جس نے اس ہولناک بھری جنگ میں ہماری مدد کی ہے"۔

طرغوت نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "وہ باربروسہ تھا۔ خیرالدین باربروسہ! میری قوم کا رجلِ عظیم"۔

اس بار کوروش نے کہا۔ "اس کے حملہ آور ہونے کا انداز خوب تھا۔ کاش مجھے پہلے خبر ہوتی کہ وہ خیرالدین باربروسہ ہے، میں اسے جی بھر کے دیکھ سکتا"۔

طرغوت روطہ کی طرف مُڑا۔ اپنے لباس کے اندر سے اس نے نقدی کی ایک تھیلی نکالی جو سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ پھر وہ تھیلی اس نے روطہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "روطہ! روطہ! نقدی کی یہ تھیلی رکھ لو۔ غریب الوطنی کے اس دور میں یہ تمہاری بہترین مددگار ثابت ہوگی۔ ہم ہسپانیہ سے جن مسلمانوں کو سیوطہ لے جاتے ہیں وہ پہلے خیموں کے اندر رہتے ہیں۔ یہ خیمے سیوطہ اور مرج الحکیم کے مخیر حضرات نے فراہم کیے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ لوگ خیموں سے نکل کر مستقل آباد ہونے کے لیے سیوطہ شہر میں اپنے مکان بنا لیتے ہیں یا اپنی پسند کے کسی اور شہر کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اگر تم بھی اپنی ماں کے ساتھ خیمہ کی زندگی پسند کرو تو تمہاری مرضی ورنہ سیوطہ کے ساحل پر سمندر کے بالکل کنارے میں کوروش اور اس کے بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔ اگر تم اس مکان میں رہنا پسند کرو تو بھی وہاں تمہیں خوش آمد کہا جائے گا"۔

روطہ نے اپنے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔ "نقدی کی یہ تھیلی تو آپ اپنے پاس رکھیں مجھے جب رقم کی ضرورت ہوگی میں آپ سے مانگ لوں گی"۔

طرغوت نے روطہ کے ہاتھ پکڑ کر تھیلی اسے زبردستی تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ نقدی تو تم رکھو نا۔ اب بتاؤ تم کہاں رہنا پسند کرو گی"۔

روطہ نے تھیلی سنبھال لی اور بڑی احسانمندی سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے

گرما اپنے عروج پر تھا۔ سورج برجِ سرطان سے داخل ہونے کے بعد تیزی سے اپنے مراحل طے کر رہا تھا۔ ایک روز شام ہونے سے کچھ پہلے طرغوت اپنے جہازوں اور ساتھیوں کے ساتھ سفینوں کے گھر سیوطہ میں لنگر انداز ہوا تھا۔ جونہی وہ اپنے جہاز سے اتر کر ریتلی زمین پر آیا پیچھے سے کوئی بھاگ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ طرغوت نے فوراً مڑ کر دیکھا۔ وہ اس کا ننھا اور معصوم بھتیجا سعد تھا۔

طرغوت وہاں ریت پر ہی بیٹھ گیا اور سعد کو اپنی چھاتی سے لگا کر وہ پیار کرنے لگا تھا۔ اس نے دیکھا تھوڑے ہی فاصلے پر ننھا عثمان اپنے باپ کوروش سے لپٹا ہوا تھا۔ پھر کوروش عثمان کا ہاتھ تھامے ان دونوں کی طرف آیا۔ عثمان بھاگ کر طرغوت سے لپٹ گیا۔ جب کہ کوروش سعد کو اپنے بیٹے سے بھی بڑھ کر پیار کر رہا تھا۔ اتنے میں روطہ بھی جہاز سے اتر کر ان کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں اپنے سامان کی گٹھڑی تھی اور دائیں ہاتھ سے اس نے اپنی اندھی ماں کو سہارا دے رکھا تھا۔ طرغوت نے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"روطہ! روطہ! یہ سعد ہے میرا بھتیجا۔ میرے بڑے بھائی عیلام کا بیٹا۔" پھر طرغوت نے عثمان کی طرف اشارہ کر کے کہا اور یہ عثمان ہے کوروش کا بیٹا۔" روطہ آگے بڑھ کر جھکی اور دونوں بچوں کو پیار کرنے لگی تھی۔

سعد بیچارہ پریشانی سے روطہ کو دیکھے جا رہا تھا۔ کوروش نے اس موقع پر سعد کو مخاطب کر کے کہا۔ "سعد! میرے بیٹے! روطہ اب تمہارے پاس ہی رہے گی۔ یہ تمہیں تمہاری ماں لیسان جیسا پیار دے گی۔" سعد بیچارہ استفہامیہ انداز میں روطہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ روطہ نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تو سعد بھاگ کر اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا۔ روطہ خوش تھی جیسے اسے برسوں کا کھویا ہوا پیار مل گیا ہو۔ کوروش نے اس بار طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اے امیر! سیوطہ میں اب آپ کتنے روز قیام کریں گے۔"

طرغوت نے اپنے جہازوں کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ میں فقط

تین یوم یہاں رکوں گا۔ میرے ساتھی آرام کریں گے اور اپنے جہازوں اور کشتیوں کی صفائی بھی کر لیں گے۔ پھر میں یہاں سے کوچ کروں گا۔ پہلے وادی الکبیر کے ان لوگوں کو یہاں لایا جائے گا جو مالقہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ پھر میں مدینہ قندونہ کا رُخ کروں گا وہاں اس وقت سینکڑوں لوگ ہجرت کی خاطر ہمارے منتظر ہیں۔ یکایک طرغوت کہیں کھو گیا اور خلاؤں میں گھورتے ہوئے اس نے کہا۔ "کاش میرے پاس اس قدر قوت ہوتی، کاش میرے پاس ایسے وسائل ہوتے کہ میں ان لوگوں کو کچل سکتا جو مسلمانوں کو بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں ہسپانیہ سے ہجرت کر جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔"

جلد ہی طرغوت سنبھل گیا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"کوروش! کوروش! تم روطہ اور اس کی ماں کو گھر لے جاؤ۔ میں لوگوں کو جہازوں اور کشتیوں سے اتار کر خیموں میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔"

سعد نے طرغوت کی عبا پکڑتے ہوئے کہا۔ "اے عم! میں بھی آپ کے ساتھ کام کروں گا۔" سعد کو دیکھ کر طرغوت ایک بار گہری خوشی میں مسکرایا پھر سعد اور عثمان کو لے کر وہ جہازوں کی طرف پلٹ گیا تھا۔ کوروش، روطہ اور اس کی ماں کو لے کر اپنے مکان کی طرف بڑھا۔ وہاں مکان سے باہر ہی ایشتار، اس کے ساتھ صالح کا باپ سدوم اور صالح کی بیوی خزینہ کھڑے تھے۔

کوروش نے انہیں سلام کیا پھر آگے بڑھ کر اس نے سدوم سے مصافحہ کیا اور اپنی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "ایشتار! ایشتار! یہ لڑکی روطہ ہے اور ساتھ اس کی ماں ہے۔ اب یہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔ اس کی روداد بڑی طویل اور دل فگار ہے۔ یہ اپنی داستان خود ہی تم سے کہہ دے گی۔" پھر کوروش نے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے باری باری ان تینوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"روطہ! میری بہن! یہ میری بیوی ایشتار ہے۔ یہ امیر طرغوت کے نائب صالح کے باپ سدوم اور یہ صالح کی بیوی خزینہ ہے۔"

ایشتار نے آگے بڑھ کر پیار سے روطہ کا ہاتھ تھام لیا اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "امیر طرغوت اور دونوں بچے کہاں ہیں؟" کوروش نے کہا۔ "امیر طرغوت لوگوں کو جہازوں اور کشتیوں سے اتارنے کے کام کی نگرانی کر رہے ہیں سعد اور عثمان بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تم ان دونوں ماں بیٹی کو اندر لے جاؤ۔ ان کے غسل، ان کے کھانے اور ان کے لیے نئے کپڑوں کا انتظام کرو۔ میں بھی امیر طرغوت کی طرف جا رہا ہوں۔ ایسا لگتا ہے وہ اب اس گھر کی طرف آتے ہوئے جھجکتے ہیں شاید تمہاری موجودگی کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔ میں کام سے فارغ ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔"

کوروش واپس چلا گیا۔ ایشتار، روطہ اور اس کی ماں کو اندر لے گئی تھی سدوم اور عزینہ بھی ان کے ساتھ ہو لیے تھے۔ انہوں نے پہلے روطہ اور اس کی ماں کے نہانے کا انتظام کیا۔ پھر انہیں نئے کپڑے پہننے کو دیئے۔ دونوں ماں بیٹی کو سدوم کے ساتھ دیوان خانے میں بٹھانے کے بعد ایشتار اور عزینہ نے مل کر کھانا تیار کر لیا اور جب انہیں کھانے کو کہا گیا تو روطہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ "امیر طرغوت اور کوروش بھائی لوٹیں تو پھر کھانا کھائیں گے۔"

مجبوراً انہیں انتظار کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ طرغوت اور کوروش سعد اور عثمان کے ساتھ گھر آ گئے۔ سب نے مل کر پہلے کھانا کھایا پھر دیوان خانے میں بیٹھ کر روطہ بھیگی پلکوں میں انہیں اپنی داستان سنا رہی تھی۔

دوپہر ہو گئی تھی۔ مدینہ شندونہ میں قینطان، اس کی بیوی طرسونہ ان کا بیٹا خبیب اپنے گھر کے صحن میں درخت کی چھاؤں تلے بیٹھے تھے کہ بوڑھے قینطان نے چند لمحوں تک افسردہ سے انداز میں کچھ سوچا پھر اس نے اپنی بیوی طرسونہ کی طرف دیکھتے ہوئے رازدارانہ سرگوشی میں پوچھا۔ "مسلمانوں کا وہ ملاح جو پچھلی بار ہمارے گھر آیا تھا۔ نہیں بلکہ وہ ہمارے گھر پناہ لینے آیا تھا دوبارہ نہیں لوٹا۔ وہ کہہ رہا تھا میں پھر

مدینہ شندونہ آؤں گا لیکن وہ لوٹا تو نہیں۔" قینطان کی بیوی طرسونہ نے تفکر بھرے انداز میں کہا۔ "وہ ایک بحری آوارہ گرد ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا ہو سکتا ہے وہ کسی اہم کام میں پھنس گیا ہو کیونکہ ہسپانیہ سے مسلمانوں کو نکال لے جانے کا کام جو اس نے شروع کر رکھا ہے وہ اذیت دہ اور وقت طلب ہے۔ ہو سکتا ہے وہ مسلمانوں کو افریقہ لے جانے میں اس قدر مصروف ہو کہ مدینہ شندونہ کے متعلق اسے سوچنے کی مہلت ہی نہ ملی ہو۔"

قینطان نے کہا پچھلے کئی روز سے متعدد بار میں اسے خواب میں دیکھ چکا ہوں۔ کبھی وہ اپنے جہاز کے اندر کھڑا ہوتا تھا۔ کبھی وہ ناشرالصوت منہ سے لگا کر کوچ کا حکم دے رہا ہوتا تھا۔ ایک بار میں نے اسے فضاؤں میں اڑتے دیکھا میرا دل کہتا ہے وہ بہت ترقی کرے گا اور عالمی شہرت کا انسان بن جائے گا۔"

قینطان چند ثانیوں تک رکا پھر دل فگار سی آواز میں اس نے دکھ سے کہا۔ "نہ جانے کیوں میرا دل چاہتا ہے۔ وہ یہاں آتا رہے اور میں اس سے گفتگو کروں۔ مجھے اس کی شخصیت، اس کی باتیں اور اس کے انکسار اچھے لگتے ہیں۔ ایسے ہی جوان ہوتے ہیں جو اپنی طبیعت کے عملی پہلو سے مہر درخشاں بن کر زمین کی تقدیر کا اعلان کرتے ہیں، کاش میں ——"

قینطان کہتے کہتے رک گیا کیونکہ گھر کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ قینطان نے اپنے بیٹے خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا دیکھو تو بیٹے کون آیا ہے۔ دروازہ اٹھ کر کھولو۔ میرا خیال ہے میری بیٹی خولان آئی ہو گی۔ اٹھو اٹھو جلدی کرو، وہ باہر دھوپ میں کھڑی ہو گی۔"

خبیب اٹھ کر بھاگتا ہوا دروازے کی طرف گیا اور جب اس نے گھر کا دروازہ کھولا تو وہ دنگ رہ گیا۔ دروازے پر طرغوت کھڑا تھا۔ خبیب نے ہاتھ آگے بڑھا کر طرغوت سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اندر آ جائیں، میں اس گھر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرے بابا آپ ہی سے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

اس موقع پر شاید وہ کچھ اور بھی مانگتے تو ان کی دُعا قبول ہوتی ۔"

طرغوت اندر داخل ہوا اور خبیب نے مکان کا دروازہ اندر سے بند کر دیا طرغوت کو دیکھتے ہی قینطان اُٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے طرغوت سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بڑے خوش قسمت ہیں آپ ' میں تھوڑی دیر قبل اپنی بیوی اور بیٹے سے آپ ہی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ طرغوت نے پُرشوق نگاہوں سے قینطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس گھر میں میرا ذکر کس باب میں آیا۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو میرے لیے تلاش کر لیا ہے جو بظاہر نصرانی ہو گئے ہیں لیکن دلی طور پر اب بھی مسلمان ہیں ۔ اگر ایسا ہے تو مجھے ان کی نشاندہی کیجئے ۔ میں انہیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ یقیناً مجھے یہاں آنے میں تاخیر ہوئی ہے کیونکہ سرتش کے لوگوں کو افریقہ پہنچا کر میں مالقہ چلا گیا تھا ۔ وہاں وادی کبیر کے سینکڑوں لوگ جمع تھے ۔ پہلے میں نے اُنہیں سیوطہ پہنچایا پھر میں اس طرف آیا ہوں ۔ اگر آپ نے انہیں تلاش کر لیا ہے تو بتائیے وہ مسلمان گھرانے کون کون سے ہیں ۔ میں مدینہ شذونہ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ اُنہیں بھی سیوطہ لے جاؤں گا ۔"

قینطان نے اُداس لہجے میں کہا ۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے ۔ میں نے کسی کو تلاش نہیں کیا اور نہ ہی اب مدینہ شذونہ میں کوئی ایسا مسلمان گھرانہ ہے جو عارضی طور پر نصرانی ہو گیا ہو ' میں نے تو دو ایک بار آپ کو خواب میں دیکھا تھا اور اسی نسبت سے گھر میں آپ کا ذکر چھڑ گیا تھا ۔

طرغوت کے چہرے پر افسردگی اور پریشانی پھیل گئی تھی ۔ قینطان نے بڑی ہمدردی اور شفقت سے کہا ۔ "مجھے افسوس ہے کہ میری باتوں سے آپ کو دُکھ اور تکلیف ہوئی ہے ۔ کاش ! میں آپ کے لیے ایسے گھرانوں کو تلاش کر سکتا ' کاش ! میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ۔"

طرغوت نے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بھری بھری آواز میں اس نے قینطان سے کہا ۔ "میں اب جاتا ہوں ' میرے ساتھی میرے منتظر ہوں گے ۔ مدینہ شذونہ میں رُکے ہوئے مسلمانوں کو لے کر مجھے آج ہی رات کے وقت سیوطہ کی طرف کوچ کرنا ہے ۔"

قینطان نے بھاری ' بوجھل اور غمگین آواز میں کہا ۔ "آپ بیٹھیں کھانا تو کھا کر جائیں ۔" طرغوت نے کہا ۔ "جس کام سے میں آیا تھا جب وہ ہی نہ ہوا تو میرے یہاں بیٹھنے سے کیا حاصل ۔" طرغوت نے زبردستی قینطان سے مصافحہ کیا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا ۔ چند قدم وہ آگے جا کر مڑا اور قینطان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "کیا آپ کی بیٹی خولان آج گھر پر نہیں ہے ؟" قینطان نے طرغوت کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور اس کی گردن افسردگی سے اندر ہی جھک گئی تھی ۔

طرغوت نے پھر پوچھا ۔ "اس کے نام پر آپ اُداس ہو گئے ہیں ۔ کیا وہ کہیں گئی ہوئی ہے یا آپ نے اُسے کہیں بیاہ دیا ہے ؟" قینطان نے اپنی گردن آہستہ آہستہ اوپر اُٹھانے کے بعد کہا ۔ "ہاں میں نے اسے کلیسا سے بیاہ دیا ہے ۔" طرغوت نے حیرت زدہ آواز میں پوچھا ۔ "کلیسا سے ؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ۔" قینطان نے دکھ سے کہا ۔ "وہ کلیسا میں راہبہ ہو گئی ہے ۔ یہ ہمارے گھر کے قریب ہی کلیسا ہے ۔ اس میں رہتی ہے وہ ۔ پہلے یہ کلیسا کبھی مسجد تھی ' اب اس میں تھوڑی بہت تبدیلی کر کے اسے کلیسا میں بدل دیا گیا ہے وہ وہیں رہتی ہے اور رات کو کبھی کبھی گھر آ جاتی ہے ۔"

طرغوت نے دوبارہ قینطان کے قریب ہو کر بولا ۔ "کیا آپ نے اپنی خوشی سے اسے کلیسا میں راہبہ بنایا ہے ؟" قینطان نے خاموشی سے نفی میں گردن ہلائی ۔ "کیا خولان اپنی مرضی سے نن بن گئی ہے ؟" قینطان نے آہ بھرتے ہوئے کہا "نہیں ۔" طرغوت نے سخت آواز میں پوچھا ۔ "جب آپ کی بھی خواہش شامل نہیں ' خولان کی بھی مرضی نہیں ' پھر وہ راہبہ کیونکر بن گئی ؟"

قنیطان نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ "اے میرے عزیز! مدینہ شذونہ میں ایک رئیس ہے۔ وہ تاجر ہے اور ہسپانیہ کے ہر شہر میں اس کا کاروبار ہے۔ بہت کم لوگ اس جیسے مالدار ہیں۔ حکام تک اس کی بہت شنوائی ہے۔ اس کا ایک بیٹا ہے کہ نام اس کا اپارس ہے۔ وہ ایک اوباش، بداخلاق اور بدکردار انسان ہے۔ اس سے قبل مدینہ شذونہ کی کئی لڑکیوں کو تباہ کر چکا ہے۔ اس نے میری بیٹی خولان کو کہیں دیکھ لیا اور اسے پسند کرنے لگا۔ پھر ایک روز اس نے خولان سے شادی کا پیغام بھیجا دیا۔ اگر میں شادی سے صاف انکار کر دیتا تو وہ لوگ ہسپانیہ کے اندر میرا جینا دوبھر کر دیتے۔ میں ہسپانیہ چھوڑ کر کہیں اور بھی جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے کہ یہاں میرا اچھا کاروبار ہے اور میں مدینہ شذونہ کے متمول لوگوں میں سے ہوں۔ لہٰذا میں نے خولان سے مشورہ کر کے اسے کہلوا دیا کہ میری بیٹی ساری زندگی شادی نہ کرے گی۔ اس لیے کہ وہ کلیسا کی خدمتگار اور راہبہ بننا چاہتی ہے۔ اگر وہ راہبہ بننے کا ارادہ نہ رکھتی تو میں ضرور اسے تم سے بیاہ دیتا۔ پھر دو روز بعد میں نے اپنی عزیز بیٹی کو کلیسا کے حوالے کر دیا۔ اب وہ وہاں راہبہ ہے۔

آہ! میں نے کیا سوچ رکھا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی کا ہاتھ کسی مخلص اور بہادر جوان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ جہاں اس کا اپنا گھر ہوگا اور وہ پرسکون زندگی بسر کرے گی لیکن تقدیر شاید مجھ سے اور میری بیٹی سے خفا ہے اسی لیے ایسے بے درد حالات پیدا ہو گئے ہیں۔"

طرغوت نے اپنے گلے میں لٹکتی چاندی کی بھاری صلیب کو درست کیا اور نرم لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اس بار تو میں جلدی میں ہوں اس لیے کہ مدینہ شذونہ سے افریقہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمان یہاں سے کوچ کر چکے ہیں اور انہیں لے کر مجھے بہت جلد یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔ میں ان شاء اللہ پھر کبھی مدینہ شذونہ آؤں گا پھر مجھے اس جوان کے گھر کی نشاندہی کیجیے گا جس کا نام اپارس ہے۔ جو بدکردار ہے اور خولان سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ میں

اس کا خاتمہ کر دوں گا اور خولان کو راہبانیت سے نجات دلا دوں گا کہ وہ عام لڑکیوں کی طرح اپنا گھر آباد کر سکے۔ میں اب جاتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو کیا میں کلیسا میں خولان سے مل سکتا ہوں۔ میں دیکھوں تو وہ کیسی زندگی بسر کر رہی ہے۔" قنیطان نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور، ضرور۔ تم اسے کلیسا میں ضرور ملو۔ تم سے مل کر وہ خوش ہوگی اور کلیسا کی بوجھل اور بے کیف زندگی بسر کرنے میں اسے تقویت ملے گی۔ وہ تمہاری طرغوت تمہاری شجاعت اور مسلمانوں کے لیے تمہاری قربانیوں اور تگ و دو کی اکثر تعریف کرتی رہتی ہے۔ آہ میری بیٹی! وہ وہاں خوش نہیں ہے۔"

طرغوت اور خبیب دونوں اداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔ خولان کے ذکر پر ان کے چہروں پر بے رونقی کی تہیں جم گئی تھیں۔ قنیطان نے ایک لمبی اور سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "کاش! میں اپنی بیٹی کی مدد کر سکتا۔ میں اسے ان حالات سے نجات دلا سکتا جو زبردستی اس پر مسلط کر دیئے گئے ہیں۔ وہ ایسے حالات کی عادی نہیں ہے۔ قسم یسوع مسیح کی میں نے اسے بڑے پیار اور چاہت کے ساتھ پالا ہے۔ ہائے حیف میری زندگی بھر کی محنت، میری ساری کدوکاوش بے کار اور فضول گئی۔"

طرغوت نے دوبارہ قنیطان سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ آپ بے فکر رہیے۔ ایک روز میں آپ کی مدد کو ضرور آؤں گا اور ان آہنی زنجیروں کو کاٹ دوں گا جن میں آپ کی بیٹی خولان کو جکڑ دیا گیا ہے۔" طرغوت تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ خبیب نے پہلے کی طرح گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

اپنے گلے میں لٹکتی چاندی کی بھاری صلیب کو نمایاں کرتا ہوا طرغوت اس کلیسا میں داخل ہوا جو کبھی تھی۔ جوتے اتار کر جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا اس مسجد نما کلیسا کی دیواروں پر پرستش کے سامان اور آسمانی شبیہوں کی پچکاری کر دی گئی تھی۔ ایک طرف مذہبی رسموں کے لیے قربان گاہ بنا دی گئی تھی۔ طرغوت نے دیکھا ایک کونے میں کلیسا کا راہب بیٹھا تھا اور کئی راہبائیں کلیسا کے کام میں مصروف تھیں۔

طرغوت راہب کے پاس آیا اور اس کے سامنے دو زانو بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "مقدس باپ! میں اس سے قبل آپ سے کبھی نہیں ملا کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟" راہب نے غور سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا نام ایلیس ہے۔ اس شہر میں اجنبی لگتے ہو۔ کہاں سے وارد ہوئے ہو؟" طرغوت نے کہا۔ "مقدس راہب شہر ہی نہیں بلکہ آپ اور کلیسا بھی میرے لیے اجنبی ہیں۔ اس لیے کہ یہ کلیسا نیا بنا ہے۔" راہب ایلیس نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ ہاں تم نے درست کہا میں اور کلیسا دونوں ہی یہاں نئے ہیں۔ پر تم اپنا مطلب کہو۔ کس غرض سے آئے ہو تم مجھے ہسپانیہ کے شہر ولی ناٹ لگتے ہو؟"

طرغوت نے کہا۔ "مقدس راہب! یہاں اس کلیسا میں میری ایک عزیزہ ہوتی ہے۔ وہ یہاں نئی آئی ہے۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اس کے گھر سے ہو کر آ رہا ہوں اس کا نام خولان ہے۔"

راہب ایلیس نے غور سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں سے آئے ہو اور خولان کے کیا لگتے ہو؟" طرغوت نے کہا۔ "میں مالقہ میں رہتا ہوں اور خولان ——"

طرغوت کو رُک جانا پڑا کیونکہ ایک طرف سے خولان نمودار ہوئی اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کب آئے؟" طرغوت نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "میں آج ہی مالقہ سے آیا ہوں۔"

خولان نے اس بار راہب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرے ماموں زاد ہیں اور مالقہ میں رہتے ہیں کیا میں انہیں اپنے کمرے میں لے جا سکتی ہوں کہ میں ان سے اپنے ماموں، اپنی ممانی اور ان کے بچوں کا حال جان سکوں؟" راہب نے خوش دلی سے کہا۔ "ضرور تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتی ہو۔" خولان نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آئیے میرے ساتھ۔" طرغوت چپ چاپ خولان کے پیچھے ہو لیا۔

خولان اسے اُن کمروں میں سے ایک میں لائی جو کلیسا سے ملحق راہباؤں کے لیے بنے ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرتے ہوئے خولان نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ کوئی آپ کو پہچان لیتا تو آپ کا بچنا محال ہو جاتا۔"

طرغوت نے کہا۔ "میں تمہارے گھر سے ہو کر آ رہا ہوں۔ میں مدینہ شذونہ میں اس نیت سے آیا تھا کہ شاید اس بار تم لوگ میرے سامنے یہ اقرار کرنے کی جرأت کر سکو کہ تم مسلمان ہو لیکن مجھے مایوسی ہوئی کہ تمہارے باپ نے پھر کہہ دیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔" خولان نے افسردہ لہجے میں کہا۔ "پھر آپ کو بابا کی باتوں پر اعتبار کر لینا چاہیے۔ ضد کرنے سے کیا حاصل۔ اس طرح وہ اپنا مذہب تو نہ بدل لیں گے۔"

طرغوت نے غور سے خولان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتی ہو کہ تم مسلمان نہیں ہو؟" خولان نے فوراً کہا۔ "ہاں میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔" طرغوت نے بائیں طرف طاق میں پڑی ہوئی انجیل اٹھائی اور خولان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "کیا انجیل پر ہاتھ رکھ کر تم یہ بات کہہ سکتی ہو؟"

خولان نے اپنا دایاں ہاتھ انجیل پر رکھا اور کہا۔ "میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔" طرغوت نے فوراً اپنی عبا ہٹائی۔ گلے میں لٹکتا ہوا اس نے قرآن پاک اُتارا اور اسے انجیل پر رکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا یہی قسم تم ذرا قرآن مقدس پر ہاتھ رکھ کر کہو۔"

خولان بدک کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔ چہرے کا رنگ پیلا ہو گیا اور اس کے جسم کے رونگ رونگ سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ خولان کی طرف دیکھتے ہوئے طرغوت نے طنزاً کہا۔ "اگر تم مسلمان نہیں ہو تو میری اس مقدس کتاب پر رکھو ہاتھ اور اٹھاؤ قسم۔" خولان نے ایک انتشار اور ہچکچاہٹ میں کہا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتی۔ آپ اسے اپنے گلے میں لٹکا لیں۔ اس مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر ایسی قسم اٹھانا میرے ایمان و ایقان اور میرے ذہن و ضمیر کی خلاف ورزی ہے۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر کسی نے آپ کو پہچان لیا تو آپ کے لیے خطرات

اُٹھ کھڑے ہوں گے؛

طرغوت نے پھر اپنی عبا کے نیچے قرآن مقدس کو اپنے گلے میں لٹکا لیا اور خولان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کمال حسرت سے کہا۔ "حیرت ہے آپ لوگ اب بھی ہسپانیہ میں رہنے پر بضد ہیں۔ اس ہسپانیہ میں جس کے ورق ورق پر اسلام دشمن قوتوں کے حقیر الفاظ کی فصیلیں ہیں۔ جس کے شجر شجر کا بدن دُکھ رہا ہے۔ جس کی کلی کلی کا جسم دریدہ اور ہر ٹہنی پر تازہ کونپلیں لہو لہو ہیں۔ روشنی کے وہ عہد جو سال ہا سال کی محنت سے مسلمانوں نے قائم کیے تھے ان پہ ان ہی کی عصمتیں ننگی صلیبوں پہ لٹکا کر وہاں عشرت کے نئے اور کھوکھلے شہر تعمیر نہیں کر دیئے گئے ہیں۔ آہ ہسپانیہ! اب وہ زبور پڑھے مسلمان چرواہے رہے اور نہ ان کے گلوں کی نگہبانی کرنے والے کتے۔

کیا اب بھی تم لوگ ایسے ہسپانیہ میں رہنے کو ترجیح دیتے ہو جس کے در و بام دیمک آلودہ ہو گئے ہیں اور جہاں صحرا صحرا نفرت و تعصب کی پھیلی آگ میں اظہار خیال کو زنجیروں میں جکڑ کر اس پر بندش لگا دی گئی ہے۔ کیا ایسی جگہ کو تم لوگ سیوطہ اور افریقہ کے دیگر شہروں پر فوقیت دیتے ہو جہاں کا راج نہیں۔ جہاں آزادی اور دلجمعی کے ساتھ ہر روز پانچ بار میرے رب کا نام مسجدوں کے گنبدوں اور میناروں سے سنہری بازگشت کے ساتھ گونج بن کر اُٹھتا ہے۔

آہ! ہسپانیہ کے نیلے حوض گدلے پانی کے تالاب بن گئے اور پررونق تماشے ویران گندگاہوں میں بدل گئے ہیں۔ نصرانیوں نے ہسپانیہ میں وہی کچھ کیا ہے جو وحشی تاتاریوں نے بغداد میں کیا تھا۔ ہائے حیف ہسپانیہ کے اندر میری قوم کی برسوں کی محنت اب محض بھولی بسری یادوں میں تبدیل ہو کر رہ جائے گی۔"

خولان کے دمکتے حسین چہرے کی ساری دلکشی افسردگی اور ملول میں بدل گئی۔ اس کا آگینوں کا سا رنگ ماند پڑ گیا اور اس نے منت کرنے کے سے انداز میں کہا۔ "آپ یہاں سے چلے جائیں۔ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور

دوبارہ کبھی ہماری طرف نہ آئیں۔ آپ کا بار بار ہماری طرف آنا ہماری تباہی اور بربادی کا باعث بن جائے گا۔ آپ ہمارا خیال چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو ہسپانیہ سے نکال لے جانے کا جو کام آپ کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو اس کی جزا دے گا۔ آپ اسی کی طرف راغب رہیں۔ ہم لوگوں کا اب کوئی ماضی، کوئی حال اور مستقبل نہیں ہے۔"

خولان نے ایک بار غور سے طرغوت کی طرف دیکھا جس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور جو منتشر و پریشان تھا۔ خولان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور سسکتی ہوئی آواز میں اس نے پھر کہا۔

"میں آج آپ کے سامنے تسلیم کرتی ہوں کہ ہم مسلمان ہیں میرا باپ مقامی اسپینی اور میری ماں عرب ہے اس کے باوجود ہم یہاں سے ہجرت نہ کریں گے یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔ اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر کبھی ادھر نہ آئیں کہ یہ آپ ہی کے لیے نہیں ہمارے لیے بھی خطرناک ہوگا۔ میں آپ کو خدا حافظ کہتی ہوں۔"

طرغوت نے سر اُٹھا کر غور اور حسرت سے خولان کی طرف دیکھا پھر وہ مڑا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا وہ دروازہ کھول کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

مدینہ شذونہ سے مسلمانوں کا قافلہ لے کر طرغوت سیوطہ کے ساحل پہ اُترا۔ ملاح بھاگ بھاگ کر ہجرت کر کے آنے والوں کو خیموں میں منتقل کرنے لگے تھے۔ صالح اور کوروش اس کام کی نگرانی کر رہے تھے۔

طرغوت کچھ اُداس اور پریشان تھا۔ شاید خولان سے گفتگو کا اثر اب بھی اس کے ذہن پر تھا۔ وہ سمندر کنارے کی گیلی ریت پہ کھڑا تھا۔ تیز ہوا میں اس کی عبا پھڑپھڑا رہی تھی اور وہ نہ جانے کن سوچوں میں غرق سمندر کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شام ہجراں کی سی افسردگی تھی۔ مغرب میں لال گول سورج غروب

غروب ہو رہا تھا۔ افق کی سرخی سمندر میں اتر کر پانی کو سنہری اور آتشی رنگوں میں بدل گئی تھی۔ کائنات کی ہر شے اندھیروں میں ڈوبنے لگی تھی اور سمندری پرندے غول در غول شور کرتے ہوئے ساحل کی طرف آ رہے تھے۔

ساحل کی ریت پر ہی سجدہ ریز ہو کر طرغوت نے مغرب کی نماز ادا کر لی تھی پھر دوبارہ وہ اپنے جہازوں کے قریب ساحل پر کھڑے ہو کر پرانی یادوں اور الجھی ہوئی ویران سوچوں میں کھو گیا تھا۔ چاند آسمان کے وسط میں چمک رہا تھا۔ اور اس کی روشنی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

اچانک طرغوت کو اپنی پشت پر کسی کی سُروں کی مانند دلکش' مزامیر کی طرح موسیقی نواز' محبت کی سی خوش الحان اور آدھی رات کے وقت بجتے سازوں کی طرح ترنم ریز آواز سنائی دی۔ "اے امیر! آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ آپ یہاں اکیلے' تنہا اور اداس کیوں کھڑے ہیں؟"

طرغوت نے مڑ کر دیکھا حسین اور دلکش روطہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں کانسی کا ایک برتن پکڑ رکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نادیدہ محبت کی چمک' چہرے پر حسن کی تابکاری تھی۔ طرغوت کے سامنے کھڑی وہ یوں لگ رہی تھی۔ جیسے گھنے اندھیروں میں چاند طلوع ہو گیا ہو۔ اس کے مہر و ماہ سے فزوں جمال کی آب و تاب اور اس کے پرتو فگن حسن کی ضیاء اپنے عروج پر تھی۔ چاندنی رات میں طرغوت کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے وہ تخلیق کا شاہکار لگ رہی تھی۔

طرغوت اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا اور نرم آواز و ہمدرد لہجے میں پوچھا۔ "تم کہاں سے آ رہی ہو اور ہاتھ میں تم نے یہ برتن کیا پکڑ رکھا ہے؟"

روطہ نے کہا۔ "یہاں قریب ہی کچھ خانہ بدوش قبائل اترے ہوئے ہیں ان کے پاس اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے گلے ہیں ان سے اپنی ماں کے لیے دودھ لے کر آ رہی ہوں۔"

طرغوت نے پھر پوچھا: "تمہاری ماں کیسی ہے؟" روطہ نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میری ماں تو ٹھیک ہے لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ اداس اور پریشان کیوں ہیں؟" طرغوت اسے ٹال گیا۔ "تمہارا وہم ہے۔ مجھے کیا پریشانی ہو گی؟"

روطہ کچھ اور پوچھنے والی تھی کہ سعد اور عثمان بھاگتے ہوئے وہاں آ گئے اور دونوں ایک ساتھ طرغوت سے لپٹ گئے۔ طرغوت نے جھک کر دونوں کو پیار کیا پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے اس طرف چلے گئے تھے جہاں صالح اور کوروش کام میں مصروف تھے۔ روطہ نے پھر طرغوت سے کہا۔ "آپ اب یہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ گھر چلیں نا۔ آپ کو بھوک لگی ہو گی۔ میں آپ کو کھانا تیار کر دوں گی۔ میری ماں بھی آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔"

طرغوت نے ساحل پر اٹھتے دھوئیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ادھر دیکھو! میرے ملاح اپنے ساتھیوں کے لیے کھانا تیار کر رہے ہیں۔ تم زحمت نہ کرنا' میں ان کے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ جب میں ان کے درمیان ریت پر بیٹھ کر کھانا کھاتا ہوں تو وہ میری ذات پر فخر کرتے ہیں۔ ان کی محبت مجھ سے اور بڑھ جاتی ہے اور میرے اور ان کے درمیان ہر تفریق کا نشان مٹ جاتا ہے وہ سب میرے بھائی ہیں میں اپنے اور ان کے درمیان مساوات اور اخوت کا ایک رشتہ برقرار رکھنا چاہتا ہوں اس لیے کہ ـــــ

طرغوت کہتے کہتے اچانک رک گیا۔ کیونکہ بائیں طرف سے صالح اور کوروش آ رہے تھے ان کے ساتھ ایک اجنبی بھی تھا۔ جو حلیے سے کوئی پرانا اور معمر ملاح لگتا تھا۔ طرغوت نے کہا۔ "روطہ! روطہ! اب تم گھر جاؤ صالح اور کوروش ایک اجنبی کو لا رہے ہیں شاید وہ مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔"

روطہ نے جلدی میں کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا تو بھول ہی گئی تھی کہ کوروش بھائی کے ہاں لڑکی ہوئی ہے۔" پھر روطہ مڑی اور دودھ کا برتن

اُٹھائے وہ گھر کی طرف چل گئی تھی۔

صالح اور کوروش طرغوت کے قریب آئے۔ قبل اس کے صالح اس اجنبی کے متعلق کچھ کہتا اس نے خود ہی آگے بڑھ کر طرغوت سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

"اے امیر! میرا نام خرموں ہے۔ میں مصری ہوں اور اپنے آقا خیرالدین باربروسہ کی طرف سے ایک پیغام آپ کے لیے لایا ہوں۔"

طرغوت نے چونکتے اور اپنی خوشی کو دباتے ہوئے پوچھا۔ خیرالدین باربروسہ کی طرف سے تم میرے لیے کیا پیغام لائے ہو۔ اس اجنبی ملاح نے کہا۔ "اے امیر! میرے آقا نے کہا ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اور آپ مل کر کام کریں۔ اس طرح ہماری قوت میں اضافہ ہوگا اور ہم اپنے دشمنوں کے خلاف زیادہ قوت اور سختی کے ساتھ میں آسکیں گے۔ میرے آقا نے یہ بھی کہا تھا اگر آپ اپنی انفرادی حیثیت قائم رکھنے کی خاطر یہ اتحاد پسند نہ کریں تو متحدہ گروہ کا امیر بھی آپ کو بنا دیا جائے گا۔

میرے آقا ہر حال میں آپ سے اتحاد اور تعاون چاہتے ہیں۔ وہ اس اتحاد کے بعد ایک نئی قوت بن کر سمندر میں اسلام دشمن قوتوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ میرے آقا ان دنوں مغربی سمندر میں ہیں اور آپ کے ساتھ مل کر وہ ان جہازوں پر شب خون مارنا چاہتے ہیں جو نئی دنیا (امریکہ) سے ہسپانیہ کے لیے چاندی لے کر آتے ہیں۔

طرغوت نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اے رفیق محترم! خدا کی قسم! میں خود اس انتظار میں تھا کہ کب خیرالدین مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دے۔ سنو! میں اس کے ساتھ اتحاد و تعاون کرنے کی پیشکش کو بخوشی قبول کرتا ہوں۔ متحدہ گروہ کا امیر خیرالدین ہی ہوگا۔ اس لیے کہ وہ سمندر کا تجربہ مجھ سے کہیں زیادہ رکھتا ہے۔ قسم ربِ عظیم کی اس کے ساتھ مل کر ہم سمندر کے اندر دشمن کی قوتوں کو کچل کر رکھ دیں گے۔ بتاؤ اس وقت خیرالدین باربروسہ

کہاں ہے اور کس جگہ میں اس سے مل سکوں گا۔"

اس بوڑھے ملاح نے کہا۔ "اے امیر! خیرالدین باربروسہ اس وقت جبل الطارق سے آگے سمندر میں اس جگہ ہیں جدھر سے اسپین کے جہاز نئی دنیا (امریکہ) سے سونا، چاندی اور دوسری قیمتی اشیاء اور اجناس اسپین کے لیے کر آتے ہیں۔ اس جگہ سمندر کے اندر دور دور تک سیاہ چٹانیں بکھری ہوئی ہیں۔ ان چٹانوں کے اندر ہی آقا نے اپنے جہاز اور کشتیاں چھپا رکھے ہیں اور وہ نئی دنیا سے آنے والے جہازوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ سمندر کے اندر اپنے لائحہ عمل کا اور جنگ کرنا چاہتے ہیں اور اس سے متعلق وہ خود آپ سے گفتگو کریں گے۔"

طرغوت نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "آج کی رات اور کل کا دن میں اپنے ساتھیوں کو آرام کا موقع دوں گا۔ کل شام کو ہم باربروسہ سے ملنے مغرب کی طرف روانہ ہوں گے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ اور کھانا کھاؤ۔" طرغوت، صالح، کوروش اور وہ ملاح اس طرف جا رہے تھے جہاں طرغوت کے ساتھی کھانا تیار کر رہے تھے۔

✱

چاندنی رات گہری ہوتی جا رہی تھی۔ آسمان پر چمکتے ستارے اپنی رعنائی عارض پھیلائے اور اپنے دستِ طلب اٹھائے اپنی زیست کے نازک سفر پر جاگ رہے تھے۔ ہوا تیز تھی، سمندر پُر از تلاطم تھا۔ فضاؤں میں ایک وجد ایک پیغام تھا۔ ہوا موافق ہونے کی وجہ سے طرغوت کے جہاز اور کشتیاں سمندر کے اندر بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

جبل الطارق کے پاس سے گزرنے کے بعد اب وہ ان سیاہ چٹانوں کی طرف بڑھ رہے تھے جن کے اندر خیرالدین باربروسہ ان کا منتظر تھا۔ سمندر کے اندر اپنی کشتی میں سب سے آگے خیرالدین کا بوڑھا ملاح طرغوت کے جہازوں اور کشتیوں کی راہنمائی کر رہا تھا۔ جب وہ ان سیاہ چٹانوں کے پاس گئے تو طرغوت نے دیکھا چاندنی رات میں کچھ جہاز اور کشتیاں ان کے گرد حلقہ بنا کر انہیں اپنے گھیرے میں لینے لگے تھے۔

پھر اچانک گھیراؤ کرنے والے اللہ اکبر کی پُر زور تکبیر بلند کرنے لگے۔ شاید وہ تکبیریں بلند کر کے ان سیاہ چٹانوں کے اندر طرغوت اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کر رہے تھے۔ قریب آ کر خیر الدین باربروسہ کے ساتھی اپنی کشتیوں سے نکل کر طرغوت کی کشتیوں میں آنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں کھانے پینے کی اشیاء تھیں جو وہ طرغوت کے ساتھیوں کو دے کر اور ان سے گلے مل کر آپس میں مساواتِ مذہبی اور اخوتِ اسلامی کا اظہار کر رہے تھے۔

خیر الدین باربروسہ کا بوڑھا ملاح غرسون طرغوت کو ایک بڑی اور قدیم سیاہ چٹان کے قریب لے گیا۔ چاندنی رات میں طرغوت نے دیکھا۔ چٹان کے اوپر کوئی کھڑا تھا اور تیز ہوا میں اس کی فاختی عبا پھڑپھڑا رہی تھی۔ وہ اس پتھر کے مجسمے کی طرح ساکن کھڑا تھا جیسے کسی چٹان سے تراش کر کپڑے پہنا دیئے گئے ہوں۔ وہ پہلوانوں کی طرح سڈول جسم اور جبار کی طرح دراز قد دکھائی دے رہا تھا۔

بوڑھے ملاح غرسون نے طرغوت کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے امیر! اس چٹان کے اوپر وہ جو ہیولا نظر آ رہا ہے۔ وہ خیر باربروسہ ہیں۔ آپ اس چٹان پر چلے جائیں۔ وہ آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ خدا کرے آپ دونوں کا تعاون ہمارے مذہب، ہماری ملت کے لیے بہتری اور فلاح کا امین ہو۔"

اپنی کشتی کو ان چٹانوں کے قریب جا کر طرغوت کشتی سے نکل کر چٹانوں پر چڑھ گیا۔ تب چٹانوں کے اوپر فاختی عبا اوڑھے اور ہیولے کی شکل میں کھڑا خیر الدین باربروسہ حرکت میں آیا اس نے اپنے دونوں بازو کسی تیز پرواز سرگرمِ عمل شاہین کی طرح پھیلا دیئے۔ ساتھ ہی چاندنی رات، تیز ہواؤں کی مار اور سمندری موجوں کے شور میں خیر الدین باربروسہ کی آواز بلند ہوئی

"طرغوت! طرغوت! میرے دوست! میرے بھائی! میرے نزدیک آؤ۔ میرے گلے لگ جاؤ۔ خدا کی قسم! میں کب سے یہ خواہش کر رہا تھا کہ ان سرکش سمندروں کے اندر تم میرے رفیق، معاون اور مددگار بن جاؤ۔ شاید تم نے میری التجا

قبول کر لی ہے۔"

طرغوت چٹانوں پر آگے بھاگا اور خیر الدین باربروسہ سے گلے ملتے ہوئے کہا "خیر الدین! آج سے تم میرے امیر ہی نہیں بھائی بھی ہو۔ میں تمہارے ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے کام کر کے تمہارے ساتھ تعاون کروں گا۔"

خیر الدین نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "نہیں تم اس متحدہ قوت کے نائب امیر ہو گے۔ تمہارا ہر فیصلہ قابلِ قدر اور تمہارا ہر حکم قابلِ اتباع ہو گا۔ میرے بھائی! ہسپانیہ تو میری قوم سے چھن گیا۔ میں چاہتا ہوں ہم سمندر کے اندر دشمن کے خلاف ایسا انقلاب ایسی تحریک پیدا کریں کہ اس کے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام ہو جائے اور اس پر عیاں ہو جائے کہ ہسپانیہ میں عبرت خیز ٹھوکر کھانے کے بعد مسلمان پھر خواب سے بیدار ہو کر جاگ اٹھے ہیں۔"

پھر خیر الدین کی آواز گہری ہو گئی اور ایک کپکپاہٹ میں اس نے کہا۔ "آہ! ہسپانیہ کے اندر میری قوم کی صدیوں کی محنت برباد اور ریزہ ریزہ ہو گئی۔ نسل در نسل منتقل ہوتی ہمت تعصب اور بے اتفاقی کا شکار ہو کر ہمارا ساتھ چھوڑ گئی۔ اور میری قوم کے صدیوں پرانے رشتے دن رات کی اذیت میں کھو کر رہ گئے۔"

چاندنی رات میں خیر الدین نے دیکھا اس کی باتوں پر طرغوت کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ خیر الدین کی اپنی آنکھوں سے بھی آنسو نکل نکل کر اس کے دامن کو بھگو رہے تھے۔ اپنی عبا کے پلو سے اس نے اپنے آنسو پونچھے اور دوبارہ کہنا شروع کیا۔

ہسپانیہ جس کے اندر ہمارے لیے کبھی نفس نفس روشنی اور فلاح تھی۔ اب اس پر سدا اندھیروں کا راج رہے گا۔ اس کے شہر اور اس کے ساحل اب ہمارے لیے اجنبی ہو گئے ہیں۔ آہ! اسپانیہ میں میری قوم کیوں تخریب اور موت کا شکار ہو گئی۔ آج ہسپانیہ میں گھٹیا سے گھٹیا نصرانی بھی بھڑکیلے کپڑے پہن کر زنِ بازاری کی طرح مسلمانوں پر آوازیں کستا ہے اور ان کے خلاف بدی کے منصوبے بناتا ہے۔ جی چاہتا ہے اپنے سر میں سوگ کی راکھ ڈالوں، اپنے بالوں میں دُکھ کی دھول بھر لوں اور نوحہ کروں ہسپانیہ کی ان بر

وادی کا جو خوک فطرت عناصر کا شکار ہو گئی ہیں۔

کاش کوئی صورت گر اُٹھتا اور شکل انسانیت کو مسخ کرنے والے ہاتھوں کو روک کر میری قوم کے جذبوں کی تکمیل کرتا۔ کاش ہم اس دَور میں پیدا ہوتے جب ہسپانیہ کے مسلمان فرڈی نند اور اس کی بیوی ازابیلا کے خلاف اپنی عزت اپنی آزادی کی جنگ کر رہے تھے۔ پر کون ہمارا یہ نوحہ سنے گا۔ کون ان ساحلوں کی اجنبیت کو دُور کرے گا جو کبھی ہمارے تھے۔"

باربروسہ رکا پھر اس نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہارے نائب کا نام صالح ہے" طرغوت نے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا میں اپنی گردن ہلا دی۔ باربروسہ نے پھر کہا۔ "اس سے قبل میرا نائب صنعان تھا لیکن اب سے تم میرے نائب ہو۔ صنعان اور صالح کارآمد جرنیلوں کی طرح تمہارے ماتحت ہوں گے۔"

پھر خیرالدین باربروسہ نے چٹان پر رکھا اپنا "اثر الصوت" اُٹھایا اور اسے منہ لگا کر اس نے اپنی کڑکتی آواز میں کہا۔ "صنعان اور طرغوت کا نائب صالح یہاں ہمارے پاس چٹان پر آجائیں۔"

تھوڑی دیر بعد اس چٹان کے قریب ایک کشتی آکر رُکی اور دو جوان اس سے اتر کر چٹان پر چڑھ گئے۔ ان میں سے ایک صالح اور دوسرا خیرالدین باربروسہ کا ساتھی صنعان[1] تھا۔ وہ بھاری جسم کا خوب کڑیل جوان تھا۔ اس کا چہرہ کسی جلاد کی طرح سخت جس پر زخموں کے کئی نشانات تھے۔ جب وہ قریب آئے تو باربروسہ نے صنعان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طرغوت سے کہا۔

"طرغوت! طرغوت! یہ صنعان ہے۔ ایک عرصہ سے یہ میرے ساتھ کام

---

[1] مغربی تاریخ نویسوں کا یہ دعویٰ کہ صنعان یہودی تھا، جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس طرح انہوں نے ایک مسلمان امیر البحر کے کردار کو دھندلانے کی کوشش کی ہے۔ صنعان ایک سچا مسلمان اور دردمند انسان تھا۔

کر رہا ہے۔ تمہارے لیے یہ بہترین نائب اور مددگار ثابت ہو گا۔ ہمارے اس متحدہ لشکر میں صنعان اور صالح کی حیثیت ایک جیسی ہو گی۔ صنعان نے آگے بڑھ کر طرغوت سے مصافحہ کیا جب کہ صالح باربروسہ سے مصافحہ کر رہا تھا۔"

پھر خیرالدین باربروسہ نے طرغوت، صنعان اور صالح تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "سنو میرے شیر دل ساتھیو! میرے مخبروں کی اطلاع کے مطابق نئی دُنیا سے آنے والے اسپین کے جہاز آج رات کے پچھلے حصے میں بالکل دن کے شروع میں سمندر کے اس حصے میں داخل ہوں گے۔ پہلے ہم ان پر شب خون ماریں گے۔ پھر ہم شمال کی طرف جائیں گے۔ چند روز تک پاپائے اعظم کی جنگی کشتیاں اسپین اور فرانس کے لوگوں سے نذرانے وصول کر کے اٹلی کی طرف جائے گی۔ ان کے پاس بہت زر و جواہرات ہوں گے ہم کھلے سمندر میں ان سے مقابلہ کر کے ان پر قبضہ کریں گے۔

اس کے علاوہ کچھ ہسپانوی جہاز اہلِ وینس سے تجارت کر کے ہسپانیہ کی طرف لوٹیں گے۔ ہم ان پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس طرح ہماری بحری طاقت خوب مضبوط ہو جائے گی۔ پھر ہم اپنے اصل مقصد کی طرف آئیں گے۔ الجزائر کی بندرگاہ سے ذرا فاصلے پر الجیر نام کا ایک جزیرہ ہے اس پر اہلِ ہسپانیہ کا قبضہ ہے اور وہاں ہسپانیہ کا ایک مضبوط اور جرار لشکر متعین ہے۔ میں اس جزیرے پر قبضہ کر کے تم لوگوں کے ساتھ ان سمندروں میں ایک بڑی قوت بن کر ابھرنا چاہتا ہوں ــــــ خیرالدین باربروسہ ذرا رکا پھر اس نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! میرا مستقل ٹھکانا الجزائر ہے۔ وہیں میری بیوی رہتی ہے۔ میرا ایک بیٹا بھی ہے جس کا نام حسان ہے اور کم عمر ہونے کے باوجود خوب صحت مند اور توانا ہے۔

الجزائر کی بندرگاہ کو جانے کے لیے مجھے الجیر کے جزیرے سے کترا کے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر نصرانیوں کا ایک طاقتور لشکر ہے۔ اگر ہم جزیرے

پر قبضہ کر لیں تو نہ صرف یہ کہ ہم الجزائر کی بندرگاہ کو محفوظ کر لیں گے بلکہ سمندر کا یہ حصہ مسلمانوں کے بحری جہازوں کے لیے بھی محفوظ ہو جائے گا۔"

خیر الدین باربروسہ جب خاموش ہوا تو صنعان نے طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! کیا اب ہم آپ کے جہازوں اور کشتیوں پر اپنے پرچم لہرا سکتے ہیں؟"

جواب میں طرغوت نے باربروسہ سے اس کا ناقر الصوت لیا اور اسے منہ سے لگا کر اس نے خوشی اور سکون ملی جلی آواز میں کہا۔ "میرے با جبروت ملاحو! میں طرغوت بول رہا ہوں۔ اپنے جہازوں اور کشتیوں پر امیر خیر الدین باربروسہ کے پرچم لہرا دو۔" طرغوت نے ناقر الصوت خیر الدین کو واپس تھما دیا۔ پھر وہ چاروں کشتی میں بیٹھ کر اپنے جہازوں کی طرف جا رہے تھے۔

✦

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے ساری رات سمندر میں ان سیاہ چٹانوں کے اندر بسر کر دی لیکن نئی دنیا سے آنے والے اسپین کے جہازوں نے ابھی تک ادھر کا رخ نہ کیا تھا۔ جس وقت سورج مشرق کو چٹانوں کی نیلی چوٹیوں کے پیچھے سے نمودار ہو رہا تھا۔ اور مسلمان ملاح اپنی اپنی کشتیوں اور جہازوں میں نماز ادا کرنے کے بعد کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ دور مغربی سمندر میں کچھ ہیولے دکھائی دیے۔ خیر الدین باربروسہ نے اپنا ناقر الصوت منہ سے لگایا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"میرے ساتھیو! اپنے ترکش اور کمانیں سنبھال لو۔ مغرب کی طرف دیکھو، اسپین کے جہاز آ رہے ہیں۔ آؤ اس سمندر کے اندر انھیں ایک عبرت خیز درس دیں اور سمندر کے ہر قطرے کو ان کے لیے آئینہ بنا دیں جس میں وہ اپنی مسخ شدہ صورتیں دیکھ سکیں۔"

خیر الدین باربروسہ خاموش ہو گیا۔ اس کے ساتھ کشتی میں طرغوت کھڑا

تھا۔ جہازوں اور کشتیوں کے اندر اب تانبے کے ڈھول بجنے لگے تھے اور ملاح بڑی تیزی سے اپنی اپنی پشت پر ترکش باندھ کر اپنی کمانیں سنبھال رہے تھے۔ ایک عجیب وجد ایک انوکھا شوق تھا جو اس وقت مسلمان ملاحوں پر نشے کی طرح طاری ہو گیا تھا۔

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے چند ثانیوں تک نہایت مدھم سرگوشی میں کوئی مشورہ کیا پھر خیر الدین دوسری کشتی میں منتقل ہو گیا اور آدھے لشکر کو لے کر وہ سمندر میں دائیں طرف آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ باقی لشکر کو طرغوت نے سمندری چٹانوں کی اوٹ میں ہو جانے کا حکم دے دیا تھا۔

سامان سے لدے پھندے اسپین کے جہاز جب ان چٹانوں سے ذرا فاصلے پر آئے تو خیر الدین باربروسہ صحرا کی تپتی ریت پر اٹھنے والے کسی بگولے کی طرح نمودار ہوا اور اسپین کے جہازوں پر اس نے حملہ کر دیا تھا۔ اسپین کے جہاز ایک جگہ رک گئے اور وہ اکٹھے ہو کر خیر الدین کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد طرغوت بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان سیاہ چٹانوں سے باہر نکلا اور باربروسہ سے جنگ میں مصروف دشمن کی پشت پر اس نے زوردار حملہ کر دیا تھا۔ سمندر اسی طرح پُر از تلاطم تھا۔ تاہم ہوا کا رُخ اب تبدیل ہو گیا تھا اور مغربی ہوائیں سمندر کے اندر چنگھاڑتی ہوئیں مشرق کی طرف جا رہی تھیں۔ ہر شے سمندر میں اٹھنے والے بے مروت طوفانوں کی تحقیق اور تجسس کے انتظار میں کھو گئی تھی۔

خیر الدین اور طرغوت عجیب سے سکر و مستی اور انوکھے والہانہ انداز میں دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکر کی ادھیڑ بن شروع کر چکے تھے۔ اسپینی بُری طرح شور مچا مچا کر اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لیے ابھار رہے تھے۔ مسلمان چونکہ اب ان کے اندر تک گھس آئے تھے لہٰذا اُن کی آوازیں مسلمان ملاحوں کی اللہ اکبر کی طوفانی تکبیروں میں ڈوب کر رہ گئی تھیں۔

مسلمانوں نے اب کمانیں اور ترکش پھینک کر اپنی تلواریں سنبھال لی تھیں اور وہ دشمن کے جہازوں میں کود کر زندگی موت کا کھیل شروع کر چکے تھے۔ جنگ جب اپنے پورے شباب پر تھی تو اچانک طرغوت حرکت میں آیا۔ اپنی کشتی کو وہ اس اسپینی کشتی کے قریب لے گیا جس میں دشمن کے اس بحری بیڑے کا امیر البحر سوار تھا۔ طرغوت نے اپنا بحری کلہاڑا سنبھالا اور اپنے اسی مخصوص انداز میں اس نے کلہاڑے کو خوب قوت سے گھما کر دشمن کے اس امیر البحر کی طرف دے مارا تھا۔

چار تیز پھلوں کا خطرناک بحری کلہاڑا اسپین کے امیر البحر کے جسم کو چیرتا ہوا اسے موت کی نیند سلا گیا تھا۔ ایک سخت جھٹکے کے ساتھ طرغوت نے اپنا رسی بندھا بحری کلہاڑا کھینچ لیا اور دشمن کے امیر البحر کی لاش اس کی کشتی میں گر گئی تھی۔

خیر الدین باربروسہ دور سے طرغوت کی یہ کارگزاری دیکھ چکا تھا۔ اس نے ناقوس الصوت میں طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مرحبا! طرغوت مرحبا! میرے دوست! میرے بھائی! دشمن کے سالار کو ختم کر کے تم نے دشمن کی شکست اور اپنی فتح کے دروازے کھول دیے ہیں۔ سمندر میں ان سیاہ چٹانوں کے قریب میں تمہیں ایک عظیم فتح کی نوید دیتا ہوں۔"

خیر الدین باربروسہ ناقوس الصوت منہ سے ہٹا کر پھر جنگ میں مصروف ہو گیا تھا۔ طرغوت بھی دشمن کے امیر البحر کو ڈھیر کرنے کے بعد اب ان کے اندر آگے تک گھستا چلا گیا تھا۔

اب ہر سمت شور مچ گیا تھا کہ اسپینی امیر البحر جنگ میں کام آ گیا ہے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ مسلمان ملاح بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہونے لگے تھے جبکہ اسپینی اب جنگ سے جی چرا کر وہاں سے بھاگ جانے کی سوچ رہے تھے۔ لیکن خیر الدین اور طرغوت کے نرغے سے بھاگ جانا اب ان کے بس میں نہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کی اور جنگ کے بعد مسلمانوں نے سارے اسپینیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ دشمن کی لاشوں کو سمندر میں پھینک کر جہازوں اور کشتیوں کو دھو کر صاف کر دیا گیا تھا۔ پھر خیر الدین اور طرغوت سامان سے بھرے ان اسپینی جہازوں کو لے کر الجزائر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

ایک روز شام ہونے سے تھوڑی دیر قبل خیر الدین اور طرغوت الجزائر کی بندرگاہ میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ اسپین کے جو سامان سے لدے جہاز لگے تھے انہیں خالی کر کے سامان ساحل پر لگا دیا گیا تھا۔ سونے چاندی کی کافی مقدار کے علاوہ اناج کے ڈھیر تھے جو ساحل پر بکھرے کر دیئے گئے۔

نقد و اناج کا ایک بڑا حصہ خیر الدین اور طرغوت نے اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا اور جو باقی بچا اسے انہوں نے اس قلعے میں منتقل کر دیا جو باربروسہ کا مسکن تھا اور بندرگاہ کے مشرقی حصے میں سمندر کے کنارے واقع تھا۔ باربروسہ طرغوت کو لے کر جب قلعے میں داخل ہوا تو اس نے طرغوت سے کہا۔

"جیسا کہ میں نے سن رکھا ہے تم نے ابھی شادی نہیں کی۔ میرے مخبر کہتے ہیں تم سیوطہ میں گوروش، اس کی بیوی، اس کے بیٹے اور اپنے بھتیجے کے ساتھ رہتے ہو۔ اس کے علاوہ تمہارے ساتھ ہسپانیہ سے ہجرت کر کے آنے والی ایک بے سہارا لڑکی روطہ بھی اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ کیا سیوطہ میں تمہارا اپنا مکان ہے؟"

طرغوت نے کہا: "نہیں وہاں کے مخیر لوگوں نے ہمیں دو مکان مہیا کر دیے تھے۔ ایک میرے پاس اور دوسرا صالح کے تصرف میں ہے۔"

خیر الدین نے چلتے چلتے طرغوت کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی ہمدردی اور شفقت میں کہا: "بہتر ہے صالح کے اہل خانہ کے علاوہ وہ لوگ جو تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔ ان سب کو یہاں لے آؤ۔"

طرغوت نے کہا: "ایک دو روز تک میں گوروش کو بھیجوں گا اور وہ سب کو سیوطہ سے یہاں لے آئے گا۔" قلعے کے اندر ایک مکان کے سامنے خیر الدین نے رکتے ہوئے کہا: "یہ میرا گھر ہے اس میں ایک بچے اور بیوی کے ساتھ میں رہتا ہوں

اور ——

خیرالدین کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ مکان کے اندر سے دس بارہ سال کا ایک لڑکا نمودار ہُوا اور بھاگ کر وہ خیرالدین سے لپٹ گیا تھا۔ خیرالدین نے طرغوت سے کہا "یہ میرا بیٹا حسان ہے۔"

حسان نے علیحدہ ہوتے ہوئے خیرالدین سے پوچھا "بابا! اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ کے ساتھ یہ امیر طرغوت ہیں جن کا ایک عرصے سے آپ شدت کے ساتھ انتظار کرتے رہے ہیں۔"

خیرالدین باربروسہ نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اندازہ درست ہے بیٹے! یہ طرغوت ہی ہے۔" حسان بھاگ کر آگے بڑھا اور طرغوت سے لپٹ گیا۔ طرغوت نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ حسان نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اے امیر! اس قلعے میں آپ کا آنا مبارک ہو۔ میرے بابا ہر روز نماز کے بعد آپ سے اتحاد و تعاون کی دُعائیں کیا کرتے تھے۔ شاید میرے بابا کی دعائیں قبول ہو گئی ہیں اور آپ ان سے آن ملے ہیں۔" طرغوت کے پاس سے ہٹ کر حسان صنعان صالح اور کوروش سے ہاتھ ملا رہا تھا جو خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے پیچھے کھڑے تھے۔

خیرالدین باربروسہ نے پھر طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! مجھے ایک عرصے سے اُمید تھی کہ ایک روز تم ضرور مجھ سے آ ملو گے۔ اسی خاطر میں نے اپنے مکان کے نزدیک تین اور مکان خالی چھوڑ رکھے ہیں۔ ایک خالی مکان میرے مکان کے دائیں طرف ہے یہ تم لے لو اور بائیں طرف جو دو خالی مکان ہیں ان میں سے ایک صالح اور دوسرا کوروش کو دے دو۔" پھر خیرالدین اپنا منہ طرغوت کے کان کے قریب لے گیا اور مدھم سرگوشی میں اس نے کہا۔

"میری مانو تو روطہ سے شادی کر کے اپنا گھر آباد کر لو۔ میں نے روطہ کو دیکھا تو نہیں ہے نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ تم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو یا نہیں لیکن میں نے اور

میری بیوی کاسندان نے یہ ضرور سن رکھا ہے کہ روطہ ابھی نوعمر ہے اور بلا کی حسین اور دبدبہ ہے۔"

طرغوت نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ "ابھی تک میری کوئی پسند نہیں۔ روطہ کے متعلق بھی میرے ایسے جذبات نہیں اور نہ ہی روطہ نے کبھی اس کے متعلق کوئی اظہار کیا ہے۔ وہ ایک جفاکش اور جنگجو لڑکی ہے۔ وہ اپنی قوم کے لیے درد اور اپنے مذہب کے لیے عقیدت رکھتی ہے۔ جب تک وہ اپنی زندگی کا ساتھی نہیں چن لیتی میں اس کی کفالت و حفاظت کرتا رہوں گا۔"

طرغوت نے ذرا رُک کر کہا۔ "اس کا بوڑھا باپ ہسپانیہ سے ہجرت کرنے کے غم میں مالقہ کے جنوبی ساحل کی چٹانوں کے اندر دم توڑ گیا تھا۔ اب ایک ماں کے سوا اس کا کوئی نہیں اور اس کی ماں بھی اندھی ہے۔"

خیرالدین نے دُعا کے انداز میں اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "اللہ کرے اپنی زندگی کا ساتھی چنتے وقت وہ تمہارا انتخاب کرے۔" طرغوت جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ خیرالدین نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "آؤ پہلے میں تمہیں تمہارا مکان دکھاتا ہوں۔ اس کے بعد کھانا کھاتے ہیں۔"

خیرالدین طرغوت کو لے کر اپنے مکان کے سامنے سے گزرنے لگا تو پردے کے پیچھے کھڑی خیرالدین باربروسہ کی بیوی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"طرغوت بھائی! میں امیر خیرالدین کی بیوی کاسندان ہوں۔ میں اس قلعے میں اپنے بھائی کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ اللہ کرے یہ اتحاد میری قوم کے لیے سود مند اور منفعت بخش ثابت ہو۔"

جواب میں طرغوت نے تشکر آمیز میں کہا۔ "اے بہن! میں تیرے شوہر کی عظمت اور تیری پذیرائی کو سلام کرتا ہوں۔"

طرغوت کو لے کر خیرالدین آگے بڑھ گیا۔ صنعان، صالح، کوروش اور حسان بھی ان کے ساتھ تھے۔ پہلے خیرالدین نے انہیں ان کے مکان دکھائے پھر

وہ انہیں کھانا کھلانے کے لیے اپنے گھر میں لے گیا تھا۔

مدینہ شذونہ کے اس کلیسا کا راہب جس میں خولان کام کرتی تھی اور جس کا نام ایلیس تھا اپنے کلیسا میں بیٹھا اپنی کسی مذہبی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ایک جوان کلیسا میں داخل ہوا۔ اس نے اپنا گھوڑا کلیسا سے باہر دروازے کے قریب ہی باندھ دیا تھا۔ وہ خوب دراز قد اور جسمانی لحاظ سے سخت اور مضبوط اعضا کا جوان تھا۔

وہ اپارس تھا۔ وہی اپارس جو خولان کو پسند کرتا تھا اور جس کے خوف سے خولان نے کلیسا میں ایک راہبہ کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ اپارس سیدھا راہب ایلیس کے پاس آیا۔ اس کے پاس نقدی کی ایک بڑی اور بھاری چرمی تھیلی تھی، جو اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔

راہب ایلیس کے پاس آکر اپارس نے بڑی انکساری اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مقدس باپ! کیا میں یہاں تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی زحمت کا باعث بن سکتا ہوں۔ میں ایک ضروری کام سے حاضر ہوا ہوں۔ میرا نام اپارس ہے۔"

راہب ایلیس نے اپنے بائیں طرف خالی نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بیٹھو میں کلیسا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔" پھر راہب ایلیس نے غور سے اپارس کی طرف دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ذرا اپنا نام تو پھر کہو۔"

اپارس نے کلیسا میں بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنا نام اپارس بتایا تھا۔" اپارس کی بے چین نگاہیں شاید خولان کو تلاش کر رہی تھیں۔ ایلیس راہب نے تعجب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ نام میں نے پہلے سے سُن رکھا ہے۔ نہ جانے کہاں اور کس سلسلے میں۔ ہاں مجھے یاد آگیا کچھ روز پہلے ایک آدمی میرے پاس آیا تھا اور یہ کہہ کر مجھے نقدی کی ایک تھیلی دے گیا تھا کہ یہ اپارس

نے بھجوائی ہے جو کلیسا کا ایک معتقد ہے۔" اپارس نے جھٹ کہا۔ "آپ نے ٹھیک پہچانا میں وہی اپارس ہوں۔"

ایلیس راہب نے اپنی آواز اور اپنی گفتگو میں اپارس کے لیے اور زیادہ احترام اور شفقت پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہو تم نے کیسے زحمت کی ہے۔ تم جیسے لوگ کلیسا کے لیے قابلِ احترام ہیں۔"

اپارس نے ہاتھ میں پکڑی نقدی کی چرمی تھیلی راہب کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "آج میں پھر آپ کے لیے کچھ رقم لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میں یہ رقم آپ کی ذات کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آگے آپ کی مرضی اسے کلیسا پر خرچ کریں یا اپنی ذات پر۔"

راہب نے تھیلی کھول کر دیکھی۔ سنہری سکوں پر نظر پڑتے ہی اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور وزدیدہ نگاہوں سے اس نے اپارس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم یہ بھی تو کہہ رہے تھے کہ تمہیں مجھ سے کوئی اہم کام ہے۔"

اپارس نے مسکین پن کا روپ دھارتے ہوئے کہا۔ "کام تو ہے لیکن کیا خبر آپ اسے کوئی اہمیت بھی دیتے ہیں یا نہیں۔" راہب ایلیس نے بے چین ہو کر کہا۔ "تم کہو تو سہی، میں اپنی حدود سے باہر نکل کر تمہارا کام کر دوں گا۔"

اپارس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔ "آپ کے کلیسا میں خولان نام کی راہبہ ہے نا۔" راہب نے اپنا منہ اس کے قریب لاتے ہوئے پوچھا۔ "ہاں ہے۔ کیا تم اُسے۔"

"کیا آپ جانتے ہیں وہ پہلے مسلمان تھی بعد کو نصرانی ہو گئی ——"

"ہاں، میں اسے اور اس کے خاندان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کا باپ اسپینی اور ماں عرب ہے۔ وہ بہت اچھی اور مخلص لڑکی ہے۔" اپارس نے کہا۔ "میں اسے پسند کرتا تھا اور اس سے شادی کا خواہش مند تھا لیکن اس نے میرے ساتھ شادی سے انکار کر دیا اور کلیسا میں راہبہ ہو گئی۔ میں اب بھی اُسے پسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس سے میری شادی ہو جائے۔ اس سلسلے میں مجھے آپ کی اعانت کی ضرورت ہے۔"

راہب اپلیس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "یہ کام ناممکن نہیں ہے۔ تاہم کچھ وقت لے گا۔ تمہاری خاطر میں آہستہ آہستہ تمہاری طرف سے اُسے نرم کرتا ہوں گا۔ مجھے اُمید ہے ایک روز وہ خود کہے گی کہ میں اپارس سے شادی کرنے پر بخوشی رضامند ہوں۔" اپارس نے خوشی اور سرور میں راہب کا گھٹنا دباتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ نے یہ کام کر دکھایا تو میں آپ کو مالا مال کر دوں گا۔" راہب اپلیس کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس نے دیکھا کچھ لوگ اُسے ملنے آ رہے تھے۔ لہٰذا اس نے فوراً اپارس سے کہا۔ "اب تم جاؤ پھر کبھی آنا۔ کچھ لوگ مجھ سے ملنے آ رہے ہیں۔ کسی کو اس معاملے کی خبر نہ ہونی چاہیے۔ ورنہ میری بڑی بدنامی ہوگی کیونکہ یہ معاملہ ایک راہبہ کا ہے اور ایک راہب کی حیثیت سے میں اسے کسی کے ساتھ شادی کرنے پر مائل کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ اب تم جاؤ۔"

اپارس اُٹھا۔ ایک بے چین نگاہ جولان کی تلاش میں اس نے کلیسا کے اطراف میں اِدھر اُدھر دوڑائی پھر وہ اُٹھا اور کلیسا سے باہر نکل گیا تھا۔

وہ دوپہر ڈھلتی جا رہی تھی۔ گرما اب دم توڑ گیا تھا اور جاڑا اپنے پر پھیلانے لگا تھا۔ بیس پچیس خوب صورت کشتیاں جن میں پیتل کی چھوٹی چھوٹی توپیں نصب تھیں سمندر میں مشرق کی طرف سفر کر رہی تھیں۔ یہ کشتیاں پاپائے اعظم کی تھیں اور وہ اس کے لیے اسپین اور فرانس سے نذرانے لے کر روما کی طرف جا رہی تھیں۔ کشتیوں کے بادبان پوری طرح کھلے ہوئے تھے اور ان بادبانوں پر پاپائے اعظم کے مخصوص اور مقدس نشانات بنے ہوئے تھے۔

جب یہ کشتیاں جزیرہ کارسیکا سے چند میل مشرق کی طرف پہنچیں تو اچانک سمندر میں خیرالدین باربروسہ طوفانی اور سرکش سمندری موجوں کی طرح نمودار ہوا اور ان کشتیوں کا اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔ طرغوت اس کے ساتھ نہیں تھا۔ پاپائے اعظم کی کشتیوں کے ملاح باربروسہ کے جہازوں پر لہرانے والے اس علم

سے اسے پہچان گئے تھے۔ لہٰذا وہ خوفزدہ ہو کر اپنی کشتیوں کے چپو پوری تیزی سے چلاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

خیرالدین باربروسہ کو خوفزدہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنی توپیں چلا کر اس پر کئی گولے پھینک دیئے لیکن وہ سب بے خطا گئے اور باربروسہ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

باربروسہ بڑے صبر و تحمل سے ان کشتیوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اور ان کے درمیان ایک مناسب فاصلہ رکھا ہوا تھا جسے وہ کم یا زیادہ نہ ہونے دے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا اسے ان پر حملہ آور ہونے میں جلدی نہیں اور وہ انہیں ایسی جگہ لے جا رہا ہو جہاں ان کا شکار کرنا ان کے لیے سہل اور کامیاب ہو۔ وہ اپنے جہاز کے عرشے پر کھڑا تھا۔ تیز ہوا میں اس کی عبا پھڑپھڑا رہی تھی اور اس کی نگاہیں سمندر میں دور، دور تک جمی ہوئی تھیں۔ یہ تعاقب کافی دیر تک جاری رہا۔ پاپائے اعظم کے ملاح چپو چلا چلا کر اب تھکاوٹ محسوس کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے کو جھکنے لگا تو ان کشتیوں کے ملاح ششدر اور دنگ رہ گئے۔ سمندر کے اندر بیس کے قریب کشتیاں اور چند بڑے جہاز ان کا راستہ روک کر کھڑے تھے۔

وہ طرغوت تھا جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پاپائے اعظم کی ان کشتیوں کی راہ روک لی تھی۔ وہ اپنے جہاز کے عرشہ پر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کمان۔ پشت پر ترکش اور اس کے کندھے پر اس کا چار پھلوں کا تیز بھری کلہاڑا تھا جسے چلانے کا فن وہ خوب جانتا تھا۔

ایسا لگتا تھا خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے یہ کام پوری منصوبہ بندی کے تحت کیا ہو۔ پھر سامنے کی طرف سے طرغوت اور پشت کی طرف سے خیرالدین نے ان کشتیوں پر حملہ کر دیا۔ تیروں کی تیز بارش میں مسلمان ملاح ان کشتیوں سے نزدیک ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ پاپائے اعظم کی کشتیوں میں کود گئے اور سامان

سے بحری ان کشتیوں کے ملاحوں کا انھوں نے قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔

پاپائے اعظم کی جنگی کشتیوں کے محافظ جو اطالوی نائٹ تھے اور جنہیں اپنے جنگجو ہونے پر فخر اور اپنے ناقابلِ تسخیر ہونے پر گھمنڈ تھا۔ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے طوفانی اور قہرمانیت سے بھرپور حملوں کے سامنے اپنے آپ کو مٹی کے مہرے تصور کر رہے تھے۔ زندگی میں پہلے کبھی ان کا ایسے ملاحوں سے واسطہ نہ پڑا تھا جنہوں نے لمحوں کے اندر ہر شے کو اتھل پتھل کر کے رکھ دیا تھا۔

شام ہونے سے قبل ہی مسلمان ملاحوں نے پاپائے اعظم کی کشتیوں کے اکثر محافظوں کو موت کی گہری نیند سلا دیا۔ جو باقی بچے انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان ہتھیار ڈالنے والوں میں ان کشتیوں کا اطالوی امیر البحر تھا۔ خیرالدین اور طرغوت نے ان جنگی قیدیوں کو اپنے جہاز اور کشتیوں کے چپو چلانے پر لگا دیا تھا۔ پاپائے اعظم کی ساری کشتیوں کو اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہ الجزائر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ایک روز اندھیرے ہی اندھیرے جب کہ ابھی بستیوں میں فجر کی اذانیں بھی نہ ہوئی تھیں سیوطہ کے ساحل پر کوروش ایک کشتی سے اترا اس کے ساتھ چھ ملاح بھی تھے جو کشتی چلا رہے تھے۔ کوروش نے اپنے ساتھی ملاحوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ کشتی کے پاس ہی ساحل پر بیٹھو۔ میں تمہارے لیے کھانا بھجواتا ہوں۔" وہ ملاح کشتی کو کنارے سے باندھ کر ساحل پر بیٹھ گئے تھے۔

کوروش نے آگے بڑھ کر اپنے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اس کے گھر کا دروازہ کھلنے سے قبل ہی صالح کے گھر کا دروازہ کھلا اور صالح کا باپ سدوم باہر نکلا۔ کوروش نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ صالح کی بیوی عزیزہ بھی باہر آئی تھی۔ بوڑھے سدوم نے بڑی شفقت سے پوچھا۔ "کوروش! کوروش! تم اکیلے ہی آئے ہو۔ میرا بیٹا صالح اور امیر طرغوت کہاں ہیں؟"

کوروش کچھ کہنا چاہتا تھا کہ گھر کا دروازہ کھلا۔ سعد اور عثمان بھاگتے ہوئے نکلے اور اس سے لپٹ گئے۔ روطہ اور ایشتار بھی دروازے پر آ کھڑی ہوئی تھیں۔ سعد اور عثمان جب علیحدہ ہوئے تو سدوم نے پھر پوچھا۔ "تم نے بتایا نہیں بیٹے! امیر طرغوت اور میرا بیٹا تمہارے ساتھ کیوں نہیں آئے؟"

کوروش نے کہا۔ "میں آپ سب کو لینے آیا ہوں۔ امیر طرغوت نے امیر خیرالدین باربروسہ کے ساتھ تعاون اور اتحاد کر لیا ہے۔ اب وہ متحدہ طور پر اسلام دشمن قوتوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ امیر طرغوت نے اپنی رہائش مستقل طور پر الجزائر میں رکھ لی ہے۔ وہ اور امیر خیرالدین پاپائے اعظم کی ان کشتیوں کے تعاقب میں گئے ہیں جو اس کے لیے فرانس اور اسپین سے نذرانے لے کر اس کی طرف جانے والی تھیں اور مجھے انھوں نے آپ لوگوں کو لانے کے لیے ادھر روانہ کر دیا ہے۔ میں اپنے ساتھ چھ ملاحوں کی ایک کشتی لے کر آیا ہوں۔ آپ لوگ اپنی تیاری کریں۔ میں ملاحوں کو کھانا کھلا کر فجر کی نماز کے بعد یہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں۔"

روطہ نے بڑی بے بسی سے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی آس بڑی امید میں پوچھا۔ "کوروش بھائی! کیا میں بھی اپنی ماں کے ساتھ الجزائر جاؤں گی یا مجھے یہیں رہنا ہو گا؟" کوروش نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے بڑی شفقت کے ساتھ روطہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس طرف روانہ کرنے سے قبل امیر طرغوت نے تمہیں ساتھ لانے کی بار بار تاکید کی تھی۔ اب تم خود ہی جان لو تمہاری کس قدر اہمیت ہے۔"

روطہ کے لبوں پر دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ گھر کا دروازہ بند کر کے وہ کوروش، ایشتار، سعد اور عثمان کے پیچھے مسرور و شاداں اپنی ماں کی طرف جا رہی تھی۔

ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کو جب خبر ہوئی کہ باربروسہ اور طرغوت نے اس کے ان جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے جو سونا، چاندی اور اناج لے کر نئی دنیا سے ہسپانیہ آ رہے تھے۔ اس پر وہ آگ بگولہ ہو گیا۔ اور پھر چند ہی روز بعد جب خیرالدین اور طرغوت نے پاپائے اعظم کی کشتیوں پر بھی قبضہ کر لیا اور پاپائے اعظم نے اس سے سفارش کی کہ سمندر کے اندر ان مسلمان ملاحوں کی سرکوبی کی جائے تو چارلس فوراً حرکت میں آیا۔

اس نے فوراً جزیرہ مالٹا کے مذہبی نائٹوں کو ایک حکمنامہ بھجوایا کہ یہ مسلمان ملاح چونکہ سمندر میں تمہارے قرب و جوار میں منڈلاتے رہتے ہیں لہٰذا ان پر حملے شروع کر کے انہیں سمندر کے یورپی حصے سے باہر نکال دو۔ مالٹا کے نائٹ فوراً اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ چارلس کو اپنا سرپرست و مربی تصور کرتے تھے۔ کیونکہ چارلس اُن کی مالی امداد کرنے کے علاوہ انہیں ہتھیار بھی مہیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ جب سلطان سلیمان نے جزیرہ روڈس فتح کیا تھا تو وہاں سے بے گھر ہونے والے نائٹوں کو چارلس نے ہی مالٹا میں آباد کیا تھا اور پھر یہ نائٹ مذہبی جنونی تھے انھوں نے سمندر کے اندر خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے خلاف محاذ آرائی کو مقدس جنگ کا نام دیا اور اپنی جنگی کشتیاں اور جہاز لے کر وہ اس مہم پر نکل کھڑے ہوئے۔ جزیرہ سسلی کے جنوب میں چکر لگاتے ہوئے وہ شمال کی طرف بڑھے تھے۔

جس وقت مالٹا کے یہ نائٹ خیرالدین اور طرغوت کے خلاف نکلے اس وقت وہ دونوں کھلے سمندر میں ہسپانوی چھاپہ ماروں کا پیچھا کر رہے تھے۔ یہ ہسپانوی چھاپہ مار ایک عرصے سے سمندر میں ان مسلمان قافلوں کو لوٹنے کا پیشہ کرتے تھے جو ہجرت کر کے ہسپانیہ سے افریقہ کی طرف جاتے تھے۔ یہی وہ چھاپہ مار تھے جن سے خیرالدین باربروسہ اور طرغوت ہسپانوی مسلمانوں کو بچا کر افریقہ لانے کا فرض ادا کرتے تھے۔

مالٹا کے نائٹوں نے بھی خیرالدین اور طرغوت کا کھوج لگا لیا اور اب وہ

ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ کھلے سمندر میں اب صورتِ حال پیچیدہ ہو گئی تھی۔ ہسپانوی چھاپہ مار سارڈینیا کی جنوبی بندرگاہ قازی سے روانہ ہو کر ہسپانیہ کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن کھلے سمندر میں جب انہوں نے خیرالدین اور طرغوت کے جہازوں کو دیکھ لیا تو وہ ایسے بدحواس ہوئے کہ مغرب کی طرف ہسپانیہ جانے کے بجائے وہ مڑے اور مشرق کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ دوسری طرف مناسب فاصلہ رکھ کر مالٹا کے نائٹ خیرالدین کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

سمندر کے اندر بحری آوارہ گردوں کی طرح گھومنے والے خیرالدین اور طرغوت کے جاسوس انہیں یہ اطلاع کر چکے تھے کہ مالٹا کے نائٹ ان کے تعاقب میں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں نے فوراً اپنے ردِعمل کا اظہار کیا۔ جس وقت وہ سسلی کے شمال اور اٹلی کے مغرب میں چھوٹے سے غیر آباد جزیرے استیکا کے پاس سے گزر رہے تھے تو انہوں نے اپنی قوت کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ آدھے لشکر کے ساتھ خیرالدین اور صنعان نے ہسپانوی چھاپہ ماروں کا تعاقب جاری رکھا جب کہ دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ طرغوت اور صالح جزیرہ استیکا کی ویران اور غیر آباد چٹانوں کے اندر چھپ گئے تھے۔

غیر آباد جزیرے استیکا سے تھوڑی دور ہی آگے جا کر خیرالدین باربروسہ ہسپانوی چھاپہ ماروں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اپنے پہلے ہی تند وار حملے میں خیرالدین نے دُشمن کی رگ و پے میں خوف و وحشت اتار کر رکھ دی تھی۔ ہسپانوی چھاپہ مار جو برسوں سے اندلس سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کے لیے مسلسل خطرہ بنے ہوئے تھے اب اس خیال کے تحت جم کر لڑنے لگے تھے کہ اُن کا تعاقب کرنے والے لشکر کی تعداد پہلے کی نسبت کافی کم تھی لیکن خیرالدین باربروسہ اپنے ملاحوں کے ساتھ شوق کے ایسے ادراک اور جذب کی ایسی معراج کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا کہ اس نے تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ان بحری قزاقوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا اور

ان کے جہازوں اور کشتیوں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

مالٹا کے نائٹ جو مذہبی جنونیت سے مشہور تھے اپنی دُھن میں اپنی جنگی کشتیوں میں مسلمانوں کے تعاقب میں لگے ہوئے تھے۔ یہ وہی نائٹ تھے جو جزیرہ روڈس کے رہنے والے تھے۔ سلطان سلیمان نے جب جزیرہ روڈس ان نائٹوں سے فتح کر لیا تو یہ وہاں سے نکل کر کریٹ میں رہنے لگے پھر ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس نے انہیں مستقل طور پر جزیرہ مالٹا میں آباد کر دیا تھا۔

مالٹا کی ان جنگی کشتیوں کا سالار وہ روڈس کا مارتے نن گو تھا جو یورپ میں ناقابلِ تسخیر مشہور تھا۔ جب یہ نائٹ جزیرہ استیکا کے پاس سے گزر رہے تھے تو طرغوت اور صالح اپنی کمین گاہ سے نکلے اور مالٹا کے ان نائٹوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ویران جزیرے استیکا کے پاس سمندر میں ایک حشر برپا ہو گیا تھا۔ نائٹ ابھی تک مطمئن تھے اس خیال کے تحت کہ وہ مسلمانوں کی اس تھوڑی سی تعداد اور ان کی چند کشتیوں اور جہازوں پر بہت جلد قابو پا لیں گے۔ اور جب اپنی کارگزاری کی اطلاع چارلس کو کریں گے تو وہ ان کے لیے اور زیادہ مراعات کا اعلان کرے گا۔ لیکن جلد ہی ان نائٹوں کی یہ غلط فہمی ناامیدی میں بدلنے لگی۔ جب طرغوت نے اپنا بحری کلہاڑا گھما گھما کر چار سرکردہ نائٹوں کو ڈھیر کر دیا تو مسلمان ملاح بپھر گئے۔ عجیب سے پُراسرار وجد اور فیضان کے عالم میں نائٹوں کی جنگی کشتیوں کے اندر طوفان کھڑا کرنے لگے تھے۔ صحرا کی ریتلی زمین پر سونے والے عرب اور ترک اطلس و صحرا میں بسر کرنے والے نائٹوں کو جنگ کے سارے آداب لڑائی کے سارے گُر بھلانے لگے تھے۔

مالٹا کے نائٹ جو اپنی سرکشی، خونخواری اور جنگجو طبیعت میں مشہور تھے اس وقت اور زیادہ بوکھلا گئے۔ جب مسلمان ملاح طرغوت اور صالح کی سرکردگی میں ان کی کشتیوں میں کود کود کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اپنی طوفانی تاخت میں طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ اس طرح دشمن پر وارد ہو رہا تھا جیسے عقبیٰ کا بھیانک عذاب رُکھی سیاہ دل بخیل اور کمینی فطرت کے معنی پر نازل ہوتا ہے۔ سمندر کے اندر نائٹوں کے سارے شوق اور ان کی عقل کے سارے نہاں خانوں کی تطہیر ہونے لگی تھی۔ کہ مسلمان اپنی محنت کے پسینے کی مہک اور پورے اخلاص میں آندھی سے طوفان اور چنگاری سے انگاروں کی شکل اختیار کر گئے تھے۔

تھوڑی دیر کی اور جنگ کے بعد طرغوت نے دشمن پر قابو پا لیا۔ نائٹوں کی اکثریت کو قتل کر دیا گیا جو باقی بچے انہوں نے ہتھیار ڈال کر امان طلب کر لی ان میں ان کا کمانڈر مارتے نن گو بھی شامل تھا۔ طرغوت نے مارتے نن گو اور ان کے ساتھیوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا اور انہیں جہازوں اور کشتیوں کے چپو چلانے پر بٹھا دیا تھا۔

خیر الدین باربروسہ جب اپنی مہم سے فارغ ہو کر لوٹا تو اس نے دیکھا کہ طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ جزیرہ استیکا کے پاس کھڑا تھا۔ خیر الدین اپنی کشتی کو طرغوت کی کشتی کے پاس لے گیا اور اپنی کشتی سے نکل کر اس نے طرغوت کی کشتی میں آتے ہوئے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں پوچھا۔ "اے میرے بھائی! لگتا ہے تم اپنے کام سے فارغ ہو چکے ہو"۔

طرغوت نے بھی خیر الدین کے قریب آتے ہوئے کہا۔ "آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں نے نائٹوں کی اکثریت کو قتل کر دیا ہے۔ اور جو باقی بچے ہیں ان کو میں نے زنجیروں میں جکڑ کر اپنے جہازوں اور کشتیوں کے چپو چلانے پر بٹھا دیا ہے"۔

خیر الدین نے اپنے بازو پھیلا کر طرغوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "مجھے امید تھی تم ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو گے۔ اب ہماری بحری قوت میں خوب اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ہم جزیرہ الجیر پر حملہ کریں گے اور اسے ہسپانویوں کے چنگل سے چھڑا کر اسے اپنا بحری مسکن بنا کر ہسپانوی حکومت کے خلاف اپنی یلغار اور حرکات کو اور تیز کر دیں گے۔ مالٹا کے نائٹوں کا کمانڈر کہاں ہے میں اسے دیکھنا پسند کروں گا"۔

طرغوت نے اپنی کشتی کے ملاحوں کو کشتی چلانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"میں آپ کو اس کے پاس لے کر چلتا ہوں۔"

طرغوت کی کشتی ایک جہاز کے پاس آ کر رکی پھر وہ خیر الدین باربروسہ کو لے کر اس جہاز پر چڑھ گیا اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے مارتے نن گو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ مارتے نن گو ہے۔ سابقہ روڈس کا نائب حکمران۔"

خیر الدین باربروسہ نے مارتے نن گو کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "تمہارا گرینڈ ماسٹر لیل آدم کہاں ہے۔ کاش وہ بھی اس جنگ میں شامل ہوتا تو ہم اس کا بھی یہی حشر کرتے۔"

مارتے نن گو نے کہا۔ "وہ بوڑھا ہو چکا ہے اور جنگ کے قابل نہیں رہا۔ کیا میں جان سکوں گا کہ تم دونوں کون ہو تا کہ مجھے علم ہو کہ میں نے کس سے ہزیمت اٹھائی ہے۔"

طرغوت نے کہا۔ "میں طرغوت ہوں اور یہ میرے امیر خیر الدین باربروسہ ہیں۔" مارتے نن گو چند لمحوں تک بڑے غور اور انہماک اور حیرت و تعجب کے ساتھ کبھی خیر الدین باربروسہ اور کبھی طرغوت کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کسی قدر پرسکون آواز میں کہا۔ "اب میں مطمئن ہوں کہ میں نے کسی گمنام اور کم حیثیت کے ملاح سے شکست نہیں کھائی۔"

پھر مارتے نن گو نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آج میں ان ہسپانوی، وینسی، پرتگالی اور اطالوی ملاحوں کے خیالات کی تائید کرتا ہوں جو تمہیں سمندر کا دیوتا اور تمہارے امیر خیر الدین باربروسہ کو بحری بدروح کہہ کر یاد کرتے ہیں۔" خیر الدین باربروسہ نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں مارتے نن گو سے پوچھا۔ "تم نے کیا سمجھ کر سمندر کے اس حصے میں ہمارا تعاقب کیا تھا۔ یاد رکھو ہسپانیہ میں میری قوم کے ساتھ زیادتی اور ظلم ہوا ہے۔ ہم ان سمندروں میں ہر وہ کام کرتے ہیں جو ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کی دل آزاری کا باعث ہو۔ تم بھی مالٹا کے نائٹوں سے جا کر کہنا کہ ان سمندروں میں ہمارے ساتھ رزم آرائی نہ کریں۔ ورنہ مالٹا میں ہم ان کی حالت اس سے بھی بدتر کر دیں گے جو میرے محترم و عظیم سلطان سلیمان نے جزیرہ روڈس میں ان کی کی تھی۔"

مارتے نن گو نے غور سے خیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں واقعی عظیم ہو۔ میں نے میدان جنگ میں صرف دو بار ہزیمت اٹھائی ہے۔ ایک بار روڈس میں سلطان سلیمان کے ہراول لشکر کے سالار علیام کے ہاتھوں اور دوسری بار اس طرغوت سے جسے اس کے سمندری رقیب سمندر کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں۔"

طرغوت نے فخریہ انداز میں کہا۔ "روڈس میں سلطان سلیمان کے ہراول لشکر کے جس سالار علیام کے ہاتھوں تم نے ہزیمت اٹھائی تھی وہ میرا محترم اور بڑا بھائی تھا۔ آہ! وہ ایک جنگ میں کام آ چکا ہے۔ وہ میرے لیے باپ کی طرح شفیق اور ماں کی طرح نرم رو تھا۔ کاش اس کا سایہ میرے سر پر قائم رہتا۔"

مارتے نن گو نے متاثر ہوتے ہوئے اپنی گہری اور بھاری آواز میں کہا۔ "قسم یسوع ناصری کی تم نے ہمیں شکست دے کر اپنی شجاعت کا حق ادا کر دیا ہے۔ تم اپنے بڑے بھائی علیام ہی کی طرح جفاکش، بے بدل اور زندہ دل ہو۔ کاش میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی تم جیسا ہوتا۔"

مارتے نن گو جب خاموش ہوا تو خیر الدین نے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکر کو اس بے آباد جزیرے استیکا کے پاس سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔

❦

اپنے بیڑے کے ساتھ الجزائر کی بندرگاہ پر خیر الدین باربروسہ اور طرغوت لنگر انداز ہوئے۔ جب وہ دونوں عثمان اور صالح کے ساتھ ساحل پر اترے تو شہر کے سرکردہ لوگوں کے علاوہ شہر کے قاضی جریر بن ہمام اور کوچش

ان کے استقبال کو وہاں کھڑے تھے۔

قاضی جریر بن سہام مراکش کے باشندے تھے اور خیر الدین باربروسہ کی غیر موجودگی میں وہی شہر کے قاضی اور حاکم ہوا کرتے تھے۔ سب سے پہلے قاضی جریر آگے بڑھے اور ان چاروں سے مصافحہ کرنے کے بعد انھوں نے کہا۔ "تمہارے جہازوں میں اضافہ اس امر کی دلیل ہے کہ تم اپنی مہم سے کامیاب لوٹے ہو۔ میں تم سب کو اس کارکردگی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ یاد رکھو! مستقبل کے اندر اگر تم اسی طرح اپنی ملت کی خدمت کا فرض ادا کرتے رہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، آنے والی نسلیں اپنی تاریخ کے اوراق میں تمہارا نام روشن و تابناک رکھیں گی۔"

خیر الدین نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "جب تک ہم حق پر ہیں۔ جب تک آپ جیسے بزرگ و محترم اور کچلے ہوئے مظلوم لوگوں کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں ہم اسلام دشمن قوتوں کے خلاف اپنی یلغار اور ترکتازیں کامیاب ہوتے رہیں گے۔ اس بار ہمارے ہاتھ بہت سا مالِ غنیمت آیا ہے۔ آپ اس کے برابر کے چھ حصے کر لیں۔ دو حصے الجزائر کے مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ دو حصے سیوطہ اور مرج الکبیر میں ان لوگوں کے لیے روانہ کیے جائیں گے جو ہسپانیہ سے نکل کر وہاں آ کر آباد ہو رہے ہیں اور دو حصے میرے لشکر کے لیے قلعے میں بھیج دیں۔ مالِ غنیمت کا ایک بڑا حصہ پہلے ہی میں اپنے لشکریوں میں تقسیم کر چکا ہوں۔"

قاضی جریر بن سہام ساحل پر کھڑے جہازوں کی طرف جانے لگے تھے۔ خیر الدین نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرے بزرگ! میرے محترم! میں اور طرغوت چند یوم تک اپنی جنگی تیاریاں مکمل کریں گے۔ اس کے لیے ہم زیادہ سے زیادہ چھ سات یوم لیں گے پھر ہم جزیرہ آلجیر پر حملہ آور ہوں گے۔ اس جزیرے کو ہسپانوی تسلط سے آزاد کر کے وہاں ہم اپنا بحری مسکن بنائیں گے۔ اس جزیرے کی مدد سے اسپین کا بادشاہ چارلس کسی بھی وقت الجزائر کے طویل ساحل کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو نہ صرف الجزائر اور مراکش کے ساحلوں کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا بلکہ سبطہ اور طنجہ سے لے کر اسکندریہ تک سارا ساحل غیر محفوظ ہو کر رہ جائے گا۔"

قاضی جریر نے دعائیہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے دلگیر آواز میں رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "دونوں جہانوں کا رب تم لوگوں کو تمہارے مقاصد میں کامیاب کرے گا۔" قاضی جریر سامان سے لدے جہازوں کی طرف چلے گئے تھے۔

خیر الدین، طرغوت، سنان اور صالح آگے بڑھ کر پہلے شہر کے عمائدین سے ملے پھر وہ چاروں کوروش کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ خیر الدین نے اسے دیکھتے ہی پوچھ لیا۔ "تم سیوطہ سے کب لوٹے ہو کوروش!" کوروش نے پہلے چاروں سے مصافحہ کیا پھر اس نے خیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! سیوطہ سے مجھے واپس آئے دو یوم ہو گئے ہیں۔ مجھے انتہائی افسوس اور صدمہ ہے کہ میں ان دو حالیہ مہموں میں آپ لوگوں کا ساتھ نہ دے سکا۔ اس کے لیے میں ہمیشہ اپنے آپ کو مجرم سمجھتا رہوں گا۔ اگر آپ اور امیر طرغوت کا حکم نہ ہوتا تو میں یقیناً ان دو مہموں سے فارغ ہونے کے بعد سیوطہ کی طرف کوچ کرتا۔"

خیر الدین نے کوروش کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی تو ہم اپنے فرض کی ابتدا کر رہے ہیں۔ ایسی سعادت حاصل کرنے کے تمہیں ان گنت مواقع ملیں گے۔ یہ بتاؤ تم کس کس کو ساتھ لے کر آئے ہو؟"

کوروش نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اور دزدیدہ نگاہوں سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "سبھی آئے ہیں۔ روطہ اس کی ماں، امیر طرغوت کا بھتیجا سعد اس کے علاوہ میرے اور امیر صالح کے اہلِ خانہ۔"

خیر الدین باربروسہ نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "روطہ کو کہاں رکھا گیا ہے۔" کوروش نے کہا۔ "اے امیر! یہ سارا انتظام آپ کی اہلیہ نے کیا ہے۔"

آپ کی حویلی کے بائیں طرف جو دو حویلیاں تھیں ان کی درمیانی بہن کاشندان نے گرا دی ہے اور اس میں امیر طرغوت، روطہ اس کی ماں، سعد مجھے اور میرے اہل خانہ کو رکھا گیا ہے۔ آپ کے دائیں طرف جو حویلی ہے وہ امیر صالح کو دے دی گئی ہے۔ ویسے روطہ کو ہماری بہن کاشندان زیادہ تر اپنے پاس ہی رکھتی ہے۔ ان دونوں کی طبیعت آپس میں خوب ملی ہے۔"

خیرالدین نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔ "آؤ دیکھتے ہیں کاشندان نے کیسا انتظام کیا ہے۔ یقیناً اس نے روطہ کی خوشی کو ملحوظِ خاطر رکھا ہوگا کیونکہ میں اسے روطہ کے حالات تفصیل سے سنا چکا ہوں۔"

جب وہ ان دو حویلیوں میں آئے جن کی درمیانی دیوار خیرالدین باربروسہ کی بیوی کاشندان نے گرا کر انہیں ایک کر دیا تھا۔ تو صحن میں روطہ، سعد اور عثمان کو کھانا کھلا رہی تھی۔ جبکہ ایشتار حویلی کے ایک طرف چولہے پر بیٹھی چپاتیاں بنا رہی تھی۔ کورش نے روطہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ ہماری بہن روطہ بیٹھی ہوئی ہے۔"

روطہ ان سب کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور جب وہ سب اس کے قریب گئے تو روطہ نے اپنی میٹھی و شیریں آواز میں طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے امیر! اس حویلی میں آپ کو میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ میں نے یہاں کے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ نے کھلے سمندر میں پاپائے اعظم کی کشتیوں کے علاوہ ہسپانیہ کے قزاقوں اور مالٹا کے نائٹوں کو بھی شکست دی ہے۔ آپ کی اس کارگزاری پر میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" پھر طرغوت نے خیرالدین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ امیر خیرالدین باربروسہ ہیں۔"

روطہ نے اس بار خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ [illegible] ہزار بار سلامتی ہو۔ آپ اور امیر طرغوت میری قوم کا عظیم و قیمتی سرمایہ ہیں۔ خدا آپ دونوں کو محفوظ رکھے۔

اتنی دیر تک خیرالدین کی بیوی کاشندان اور اس کا بیٹا حسان بھی آ گئے۔ کاشندان روطہ کے پہلو میں کھڑی ہو گئی جبکہ حسان سب سے مصافحہ کرنے کے بعد خیرالدین کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سعد اور عثمان بھی اٹھ کر باری باری طرغوت اور کورش سے مل رہے تھے۔

خیرالدین نے روطہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے بہن! آج ہم تمہارے ہاں کھانا کھائیں گے۔ دیکھتے ہیں تم ہمیں کیا کھلاتی ہو۔" خیرالدین، طرغوت، صنعان، صالح، کورش اور تینوں بچے وہیں چٹائی پر بیٹھ گئے۔

روطہ اور کاشندان ان سب کے سامنے کھانا رکھنے لگی تھیں۔ خیرالدین نے بھاگ بھاگ کر کھانا لاتی روطہ سے پوچھا۔ "اے میری بہن! تمہاری ماں کہاں ہے؟" روطہ نے کہا۔ "وہ اندر سوئی ہوئی ہیں۔"

خیرالدین خاموش رہا۔ روطہ اسی طرح بھاگ بھاگ کر ان کے سامنے کھانے کے برتن رکھ رہی تھی۔ وہ اندھیرے میں اُڑتے جگنوؤں کی طرح سرشار اور پھولوں میں اُڑتی تتلیوں کی طرح خوش تھی۔ شاید طرغوت کے آنے کی وجہ سے۔

رات خوب گہری ہو چکی تھی ۔ چاند کا چراغ گل ہو گیا تھا ۔ جاڑا اپنے عروج پر آ گیا تھا اس لیے رات خوب سرد اور ٹھنڈی تھی ۔ فضاؤں میں تنہائی اور کرب کا سماں تھا ۔ تاہم شب کی اس گمبھیر سیاہی میں سمندری موجوں کا شور دور دور تک بکھر رہا تھا ۔ خیر الدین بار بروسہ اور طرغوت اپنے بحری لشکر کے ساتھ الجزائر کی بندرگاہ سے ہسپانوی جزیرے الجیر کی طرف جا رہے تھے ۔ یہاں دونوں کی پہلی سب سے بڑی اور انتہائی خطرناک مہم تھی ۔ ان دونوں کی کشتیاں سب سے آگے ساتھ تھیں ۔

جزیرے کے قریب جا کر انہوں نے اپنے جہازوں کو روک دیا ۔ دونوں کشتیاں اور قریب ہوئیں ۔ چند ثانیوں تک بار بروسہ اور طرغوت آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے پھر بار بروسہ کے اشارے پر ان کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہونے

لگا ۔ پھر وہ دونوں دو مختلف سمتوں کو روانہ ہو گئے تھے ۔

طرغوت جزیرے کے مشرقی حصے کی طرف بڑھا تھا ۔ اس کے حصے میں آنے والا لشکر زیادہ تر بڑے جہازوں اور بھاری کشتیوں پر مشتمل تھا ۔ دوسرے حصے کو لے کر بار بروسہ جزیرے کے مغربی حصے کی طرف بڑھا تھا ۔ اس کے پاس وہ جہاز اور کشتیاں تھیں جن میں توپیں نصب تھیں اور یہ کشتیاں اور جہاز وہی تھے جو نئی دنیا (امریکہ) سے مال و زر لانے والے ہسپانیوں ، مالٹا کے نائٹوں ، پاپائے اعظم کے محافظوں اور ہسپانوی بحری قزاقوں سے چھینے گئے تھے ۔

طرغوت اپنے بیڑے کو لے کر جزیرے کے مشرقی ساحل سے ذرا پیچھے ہٹ کر تاریکی کی اوٹ میں رک گیا تھا جب کہ خیر الدین بار بروسہ نے آگے بڑھ کر جزیرے پر طوفانی حملہ کر دیا تھا اور اس نے جزیرے کی فصیل پر گولے برسانے شروع کر دیئے تھے ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بلند آواز میں بار بار اللہ اکبر کی صدائیں بھی بلند کر رہا تھا جس سے جزیرے کے ہسپانوی محافظوں نے اندازہ لگا لیا کہ جزیرے پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے ۔

یہ حملہ چونکہ مغربی جانب ہوا تھا اور مشرقی حصہ بالکل خاموش اور پر سکون تھا لہٰذا انہوں نے اپنی پوری قوت کو مغرب کی طرف منتقل کر کے بار بروسہ کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا ۔ بار بروسہ نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی تاکہ دشمن زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ مصروف رہے اور مشرق کی طرف طرغوت کو اپنا کام شروع کرنے کا موقع مل جائے ۔

جب خیر الدین بار بروسہ اور ہسپانیوں کے درمیان جنگ اپنے عروج پر تھی طرغوت اپنے جہازوں اور کشتیوں کو جزیرے کے مشرقی ساحل پر لے گیا ۔ اس نے اپنے مختصر سے بیڑے کو وہاں چٹانوں کی اوٹ میں لنگر انداز کیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر وہ اندھیرے میں جزیرے کی فصیل کے قریب چلا گیا تھا ۔ پھر وقت کی بھاگتی رتھنے اور آسمان پر مسکراتے ستاروں نے دیکھا طرغوت اپنے

ساتھیوں کے ساتھ کمندوں اور رسّوں کی سیڑھیوں کی مدد سے جزیرے کی فصیل پر چڑھ رہا تھا۔ سب سے پہلا شخص جو فصیل پر چڑھا وہ خود طرغوت تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ اس کے پانچ سو کے قریب ساتھی فصیل پر چڑھ آئے ہیں اور باقی ساتھی بھی طوفانی انداز میں اوپر آ رہے ہیں تو کچھ جوان اس نے صالح کی کمان میں دیئے اور اسے فصیل کے دائیں طرف سے بہتے ہوئے آگے بڑھنے کو کہا۔ خود وہ باقی ساتھیوں کو لے کر بائیں طرف سے آگے بڑھا تھا۔

کردوش کو اس نے فصیل پر کھڑا کر دیا تھا کہ وہ فصیل پر چڑھنے والوں کو بار بار حصّوں میں فصیل کے دائیں اور بائیں طرف بھیجتا رہے۔

آگے بڑھ کر طرغوت نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تکبیریں بلند کرتے ہوئے ہسپانیوں کی پشت پر حملہ کر دیا تھا۔ اس کی آواز سن کر صالح نے بھی ایسا ہی کیا اور وہ بھی تکبیریں بلند کرتا ہوا فصیل کے دائیں حصّے میں ہسپانیوں کی پشت پر حملہ کر چکا تھا۔

پشت کی طرف سے طرغوت اور صالح کے حملہ آور ہو جانے سے ہسپانوی بوکھلا کر رہ گئے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے خیر الدین باربروسہ کی موجودگی کو فراموش کر دیا۔ وہ پلٹے اور پوری قوت کے ساتھ انہوں نے طرغوت اور صالح کے لشکروں پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ جلد از جلد انہیں ختم کر کے یا انہیں فصیل سے نیچے اتر جانے پر مجبور کر کے جزیرے پر اپنی گرفت کو مضبوط کر لینا چاہتے تھے۔ شہر کے اندر ان کے لشکر کے جو محفوظ دستے تھے انہیں بھی انہوں نے جنگ میں دھکیل دیا تھا۔

جزیرہ الجیریں ہسپانیوں کا سالار ایک محفوظ برج میں کھڑا اونچی اور بلند آوازوں میں اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھا کر انہیں جنگ پر اکسا رہا تھا۔ ہسپانیوں نے طرغوت اور صالح کو پیچھے ہٹانے اور فصیل سے اتارنے کے لیے اپنا پورا زور لگایا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔

طرغوت لڑتے لڑتے اپنی جادو بیانی سے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی

بڑھا رہا تھا اور اس کے ساتھی پتھر اور لوہے کے مجسموں کی طرح جم کر لڑ رہے تھے ان کے قدم پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے اور پھر لمحہ بہ لمحہ فصیل پر طرغوت کے لشکر کی تعداد بڑھ رہی تھی کیونکہ فصیل پر چڑھنے والے مسلمان بڑی تیزی کے ساتھ اس سے آ کر مل رہے تھے۔

فصیل کے اوپر جس وقت ہسپانوی مڑ کر طرغوت اور صالح پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اسی وقت خیر الدین بھی حرکت میں آیا اور اندھیرے کی اوٹ میں وہ بھی رسّوں کی سیڑھیوں اور کمندوں کی مدد سے اپنے لشکر کو لے کر فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ اب ہسپانیوں کی حالت دگرگوں ہونے لگی تھی۔ ایک طرف سے طرغوت اور صالح اور دوسری طرف سے خیر الدین اور صنعان فصیل کے دائیں بائیں سے ہو کر چکی کے دو پاٹوں کی طرح ہسپانیوں کو پیسنے لگے تھے۔

طرغوت اور خیر الدین کے لشکروں میں زیادہ تعداد چونکہ ان عربوں کی تھی جو ہسپانیہ سے نکالے گئے تھے لہٰذا وہ جنگ کرتے ہوئے زندگی اور موت کا کھیل کھیل رہے تھے۔ وہ اپنی بھاری خمدار چمکتی تلواروں سے مافوق الفطرت اور ماورائے حقیقت معجزوں کا اظہار کر رہے تھے۔ شاید وہ ہسپانیوں کا قتل عام کرتے ہوئے صدیوں کے اس غبار کو دھو ڈالنا چاہتے تھے جو اس وقت ان پر طاری کیا گیا تھا جب ہسپانیہ پر ان کی عملداری تھی۔ ان کی عبائیں فضاؤں میں لہرا رہی تھیں اور رات کے سناٹے میں ہسپانیوں کے خلاف ان کا قہر و عذاب بڑھتا جا رہا تھا۔

خیر الدین اور طرغوت دونوں اطراف سے ایک قوتِ قاہرہ کی طرح الجیر کے ہسپانیوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اپنی اللہ اکبر کی تکبیروں اور جان کنی طاری کر دینے والے حملوں میں انہوں نے دشمن کے لشکر میں ہر سو فغاں اور ہر سمت آہوں کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ جراحتوں کے عجیب سے نشانات اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے وہ آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ہسپانیوں کو ایک جہاں تک

اور مکمل شکست سے دوچار کرنے کے بعد دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔

ہسپانوی لشکر کا سالار جو تھوڑی دیر قبل تک فتح کی اُمید کے نشے میں حیوان لایعقل ہو رہا تھا گرفتار کر لیا گیا۔

جزیرے پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد خیر الدین اور طرغوت دونوں نے صلاح مشورے کے بعد جنگی قیدیوں سے کام لینا شروع کیا۔ انھوں نے جزیرے کی فصیل گرا دی اور اس کے ملبے سے جزیرے کے ساتھ ساتھ بکھری ہوئی سیاہ چٹانوں کے قریب قریب سمندر کے کچھ حصے کو بھر کر وہاں اپنے لشکر کو گھات میں بٹھانے کی خاطر برج نما محفوظ آڑیں تعمیر کر دی تھیں۔ جزیرے پر خیر الدین نے اپنا پرچم لہرا دیا تھا۔

جزیرہ الجیر کی تسخیر کے ایک ماہ بعد جبکہ خیر الدین اور طرغوت سمندری چٹانوں کے قریب قریب تعمیر کیے گئے برجوں کا معائنہ کر رہے تھے ایک کشتی ساحل پر لگی۔ اس میں پانچ آدمی سوار تھے۔ چار تو ملاح تھے جو چپو سنبھالے ہوئے تھے اور پانچواں شخص جو اپنے چہرے اور لباس سے قدیم ہسپانوی طرز کا جوان لگتا تھا جزیرہ الجیر پر آ اُترا۔ ساحل پر کھڑے چند مسلمان سپاہیوں کے ساتھ اس نے کچھ گفتگو کی پھر وہ اس طرف بڑھنے لگا تھا جس طرف خیر الدین اور طرغوت کھڑے تھے۔

جب وہ ان دونوں کے قریب گیا تو ان دونوں نے کچھ اس قدر تپاک کے ساتھ اس سے معانقہ کیا جیسے وہ ان کا کوئی خوب جاننے والا اور کام کا آدمی ہو۔ معانقے کے بعد خیر الدین نے اس آنے والے ہسپانوی طرز کے جوان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "سلیط! سلیط! کہو تم کہاں سے آ رہے ہو۔ کیا تم کوئی نئی خبر بھی لائے ہو؟"

آنے والا وہ جوان جسے سلیط کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ خیر الدین اور طرغوت کے لشکر کا جاسوس تھا۔ اس نے ایک عقیدت بھری نگاہ طرغوت پر ڈالی پھر اس

نے بڑی انکساری کے ساتھ خیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے آقا! پہلے تو میں آپ دونوں کو جزیرہ الجیر کی فتح پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس عظیم فتح کی خبر ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کو بھی ہو گئی ہے۔ وہ پیچ و تاب کر رہ گیا ہے اور اس نے الجیر کو دوبارہ اپنے قبضے میں کرنے کے لیے ایک لشکر بھی روانہ کر دیا ہے جو چند روز تک الجیر پر حملہ آور ہو گا۔

اس کے علاوہ میں آپ کے لیے ایک نئی اور انوکھی اطلاع لایا ہوں۔ پہلے میں بھی اس پر اعتبار نہ کرتا تھا لیکن ہسپانیہ میں چند لوگوں سے کی صحت کے بارے میں جاننے کے بعد مجھے اس خبر کو سچ ہی تسلیم کرنا پڑا۔"

اس بار طرغوت نے سلیط کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کون سی ایسی خبر ہے جسے تم نئی اور انوکھی شمار کر رہے ہو؟"

سلیط نے کسی پرانے اور ماہر داستان گو کی طرح ابتدا کرتے ہوئے کہا۔ "اٹلی کا ایک ساحلی شہر فندی نام کا ہے۔ وہاں ایک یورپ کی سب سے حسین لڑکی رہتی ہے۔ اس کا نام جولیا گونزاگا ہے اس کا تعلق گونزا خاندان سے ہے اور وہ شہر کے حاکم ارگون کی بہن ہے۔ اطالیہ کے عشق نگار شعرا نے اس کے حسن اور خوب صورتی پر قصیدے لکھ ڈالے ہیں۔ سنتا ہے یورپ کے ہر حکمران نے اسے شادی کی پیش کش کی لیکن اس نے ہر ایسی پیش کش کو ٹھکرا دیا ہے اس کے لیے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب اسے یورپ کے کسی نہ کسی حصے سے شادی کا پیغام نہ ملے لیکن ابھی تک اس نے کسی کو بھی اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی بنائے۔"

طرغوت نے بیچ میں بولتے ہوئے اور کسی قدر برہم ہوتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن اس رنگین داستان گوئی کا ہماری ذات سے کیا تعلق؟"

سلیط نے چونکا دینے والے انداز میں کہا۔ "اے امیر! پہلے میری پوری بات تو سن لیجیے پھر آپ خود ہی سمجھ جائیں گے کہ اس داستان کا آپ کی ذات سے

کیا تعلق ہے؟"

طرغوت نے بے بسی سا ہوتے ہوئے کہا۔ "اچھا کہو اور اپنی بات مکمل کرو۔"

سلیط نے پھر کہنا شروع کیا۔ "الجیریا کی فتح پر فوندی کی اس لڑکی نے کہ جس کا نام جولیا گونزاگا ہے اپنی زندگی کا ایک زبردست فیصلہ کیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے جو بھی جرنیل یا امیر البحر خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی خطے سے ہو وہ اگر خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو جنگی اسیر بنا کر یا ان کے سر کاٹ کر اس کے پاس لائے تو وہ ایسے شخص کے ساتھ شادی کر لے گی۔

سنا ہے فوندی شہر کے اندر اس کا ایک ذاتی محل ہے جس میں وہ اپنے مصاحبوں اور لونڈیوں کی حفاظت میں رہتی ہے۔ ماتھیاس نام کا یورپ کا ایک نامور پہلوان اور بے مثل تیغ زن ہے جو اس جولیا گونزاگا کا ذاتی محافظ ہے۔ میں نے ہسپانیہ میں لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ یورپ کے مختلف حصوں سے ہر روز سینکڑوں لوگ آتے ہیں اور اس کے حسن اور خوب صورتی کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے پہروں اس کے محل کے باہر کھڑے رہتے ہیں۔"

سلیط رکا پھر اس نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے امیر! اب بتائیے کیا اس داستان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے؟"

طرغوت کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ خیر الدین چند ثانیوں تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر اس نے سلیط کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں سے سیدھے اطالیہ روانہ ہو جاؤ۔ اس ساحلی شہر فوندی میں جاؤ اور اس لڑکی سے ملو جس کا نام تم نے جولیا گونزاگا بتایا ہے۔ اس سے متعلق مکمل معلومات فراہم کرو اور اس بات کی تصدیق کرو۔ کیا اس نے کوئی ایسا اعلان کیا ہے جس میں میرا اور طرغوت کا ذکر ہے۔ وہاں یہ بھی دیکھ کر آنا کہ فوندی شہر ساحل سمندر سے کتنی دور ہے۔ وہاں اطالیہ کی کس قدر فوج ہے اور وہاں کون سی قریب ترین اور محفوظ بندرگاہ ہے۔ اب تم جاؤ۔ میں بڑی بے چینی

سے تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔"

سلیط جب وہاں سے چلا گیا تو خیر الدین نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائی! ہسپانیہ کا لشکر عنقریب ہم پر حملہ آور ہو گا۔ ہمیں اس کے لیے مکمل تیاری کرنی چاہیے۔ اگر ہم اس ہسپانوی لشکر کو بھی شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو یہ ملت کی ایک بہترین خدمت اور ایک عمدہ جنگی معرکہ ہو گا۔ اس کے بعد ہم تیونس کی طرف بڑھیں گے اور اسے بھی ہسپانویوں کے تسلط سے آزاد کرانے کی کوشش کریں گے۔

تیونس میں اس وقت اہل ہسپانیہ کا قبضہ ہے اور وہاں ان کا ایک بہت بڑا بحری بیڑا ہے۔ اس وقت تک سلیط بھی لوٹ آئے گا۔ اور اگر جولیا گونزاگا کا قصہ حقیقت پر مبنی ہوا تو ہم اس خوبصورت اور سرکش لڑکی کو بھی ایک عبرت خیز درس دیں گے کہ آئندہ وہ اپنی زندگی کا ایسا تاریک سودا نہ کرے۔ اب مجھے آنے والی جنگ سے متعلق اپنا لائحہ عمل کہو تاکہ ہم کسی مشترکہ فیصلے پر پہنچ سکیں۔"

طرغوت نے چند ثانیوں کے تفکر کے بعد کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ ہم سمندری چٹانوں کو آپس میں ملاتے ہوئے جزیرہ کے جنوب میں سمندر کے اندر ایک دیوار کھڑی کر دیں۔ اس سمت سمندر دور تک کم گہرا اور اتھلا ہے۔ اور ان گنت سمندری چٹانیں بھی ہیں۔ لہٰذا اس طرف دیوار کھڑی کرنا آسان ہے۔ ہمارے پاس جنگی قیدی بھی ہیں جن کی مدد سے یہ دیوار دنوں میں کھڑی ہو سکتی ہے۔ پھر ہم اپنے جہاز اور کشتیاں اس دیوار کے پیچھے کھڑے کر دیں گے اور اپنے لشکر کو ان برجوں کے پیچھے بٹھا دیں گے جو ہم نے سمندر کے اندر تعمیر کر رکھے ہیں۔

دیوار کے پیچھے لشکر کا ایک حصہ چھوٹی کشتیوں میں بھی تیار رکھیں گے جب دشمن یہاں آئے گا اور وہ جزیرے کی فصیل نہ پائے گا تو اسے حیرت ضرور ہو گی لیکن ہسپانوی جوش انتقام میں اندھے ہوں گے لہٰذا وہ اپنے جہاز چھوڑ کر جزیرے پر چڑھ دوڑیں گے۔ پھر ہم ان پر عذاب بن کر نازل ہوں گے۔ برجوں کے پیچھے چھپا

ہوا ہمارا لشکر ان پر اچانک حملہ کر دے گا اور لشکر کا وہ حصہ جو چھوٹی کشتیوں میں دیوار کے پیچھے چھپا ہوگا، کھلے سمندر میں نکل کر دشمن کے جہازوں کو آگ لگا دے گا۔ اس طرح ہم ہسپانویوں پر مکمل طور پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خیر الدین نے طرغوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا: "خدا کی قسم یہ ایک عمدہ ترین جنگی منصوبہ ہے۔ ہم اسی پر عمل کریں گے۔ اور لمحوں کے اندر دشمن کو زیر کر کے رکھ دیں گے۔ طرغوت! طرغوت! مجھے تمہاری رفاقت، تمہاری فکر و اندیشی پر ناز اور فخر ہے۔" پھر وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے شہر کی طرف جا رہے تھے۔

پانچ دن بعد جزیرہ الجیر کے قریب چارلس کا بھیجا ہوا ہسپانیہ کا بیڑا نمودار ہوا اور کھلے سمندر میں وہ کھڑا ہو کر سورج غروب ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ شاید ہسپانوی رات کے وقت جزیرے پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے۔

جب سورج غروب ہو گیا اور رات گہری ہو کر فضاؤں کو کالی سیاہ تاریکی میں ڈبو گئی تو ہسپانوی بیڑا جزیرے کے ساحل پر آ کر لگا۔ انھوں نے دیکھا جزیرہ خالی خالی اور ویران پڑا تھا۔ جزیرے کو اس حالت میں دیکھ کر انھوں نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت جزیرے کو فتح کرنے کے بعد جزیرے سے کوچ کر گئے ہیں۔

جب سارا ہسپانوی لشکر جزیرے پر اتر گیا۔ تو سامنے کی طرف سے خیر الدین دائیں طرف سے طرغوت اور بائیں طرف سے صنعان اپنے لشکروں کے ساتھ نمودار ہوئے اور ارضی و سماوی حقیقتوں کی طرح ہسپانویوں پر وارد ہو گئے تھے۔ وحشی ہسپانویوں پر مسلمان ملاح یوں حملہ آور ہوئے تھے جیسے وہ صدیوں کے دھواں دھول تعصب کو مٹا کر موجوداتِ عالم کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا عزم کر چکے ہوں۔

بے محابا جزیرے پر اتر جانے والے ہسپانوی مسلمانوں کے تیز حملوں میں ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے وہ تیز آندھیوں کے جھکڑوں اور ریت کے بگولوں کی حشر سامانی کا شکار ہو گئے ہوں۔

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کی بحری آوارہ گردی کرنے والے ہسپانوی ان دونوں کی اعلیٰ لشکری قیادت اور عمدہ عسکری بصیرت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ہسپانوی حملہ آوروں کے ساتھ جنگ جب اپنے عروج پر تھی تو سمندر کے اندر کھڑی کی جانے والی دیوار کی اوٹ سے صالح ہلکی پھلکی تیز رفتار جنگی کشتیوں کے ساتھ نکلا اور برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے اپنے ساتھی ملاحوں کے ساتھ ہسپانوی جہازوں کو آگ لگا دی تھی اور اپنی کشتیوں کو لے کر وہ دیوار کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔ اپنے جہازوں کو آگ کی لپیٹ میں دیکھ کر ہسپانوی حملہ آور بوکھلا گئے تھے۔

اسی لمحہ خیر الدین، طرغوت اور صنعان نے اپنے اپنے محاذ پر تیز تکبیر بلند کیں جو اس امر کا اشارہ تھا کہ یکبارگی تیز اور مہلک ترین حملہ کیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔ اللہ اکبر کی صداؤں پر انتقامی آگ میں مسلمان ملاحوں کے چہرے کی رنگت تانبا ہو گئی تھی اور انھوں نے اپنی پوری خشمگیں حالت میں ہسپانویوں کی ساری جنگی رسومات اور عسکری مناسک کو بہ بلا و ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا تھا۔ رات کے ابتدائی ستاروں نے مسکراتے ہوئے دیکھا جزیرہ الجیر میں ہسپانوی اپنی جمعیت کو پوری طرح پراگندہ کرانے کے بعد مسلمانوں کے آگے آگے الٹے پاؤں سمندر کی طرف بھاگ رہے تھے۔

ہسپانوی مسلمانوں کے لیے جو زہر لے کر آئے تھے مسلمانوں نے اس کا تریاق ڈھونڈ لیا تھا۔ ہسپانویوں کی اکثریت مسلمانوں کی چمکتی خمدار تلواروں کا شکار ہو گئی اور جو باقی بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے وہ سمندر میں ڈوب کر مر گئے تھے۔

جنگ کے بعد خیر الدین باربروسہ اپنی تلوار صاف کر رہا تھا کہ ایک جوان

بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور بوکھلاہٹ میں اس نے کہا۔ "میرے آقا! جنگ میں امیر طرغوت زخمی ہو گئے۔ ضنعان، صالح اور کوروش ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرا رہے ہیں۔"

خیر الدین بوکھلاہٹ میں اپنی تلوار نیام میں کرتے ہوئے کہا۔ "تیرے منہ میں خاک، ایسی عظیم فتح کے بعد تو مجھے کیسی جگر دوز خبر سنا رہا ہے۔ بتا طرغوت کے کہاں اور کیسے زخم آئے ہیں۔"

اس جوان نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔ "ایک ہی زخم ہے میرے آقا! وہ بھی خطرناک نہیں ہے۔ جنگ کے دوران شاید امیر طرغوت کو کسی ہسپانوی ملاح نے پہچان لیا تھا لہٰذا اس نے امیر کو اپنا نیزہ دے مارا۔ لوہے کا وہ نیزہ امیر کی ران میں گھس گیا تھا لیکن امیر نے نیزہ مارنے والے کے خلاف بروقت اقدام کیا۔ انہوں نے اپنی ران سے نیزہ کھینچ کر اسی ہسپانوی کو دے مارا جو اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔ امیر نے اس زخم کی پرواہ نہ کی اور معمول کے مطابق جنگ کرتے رہے۔

شاید زیادہ خون بہہ جانے سے ان پر نقاہت طاری ہو گئی ہے۔ گھبرانے کی کوئی ایسی بات نہیں اور نہ ہی مجھے یہ اطلاع کرنے کسی نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ میں خود ہی آپ کو یہ خبر دینے آ گیا ہوں۔ جس وقت میں امیر طرغوت کے پاس سے آیا تھا تو ان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی تھی اور وہ ضنعان سے کہہ رہے تھے میرے زخمی ہونے کی خبر امیر خیر الدین کو نہ کرنا۔ آپ میری ان سے شکایت نہ کریں ورنہ وہ مجھ سے خفا ہوں گے۔" خیر الدین کے چہرے پر اس جوان کی باتوں سے ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس طرف جا رہا تھا جدھر طرغوت تھا۔

خیر الدین جب طرغوت کے پاس آیا تو وہ پتھریلی زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ ضنعان، صالح اور کوروش اس کے اطراف میں کھڑے تھے اور لشکر کے تین طبیب بھی وہاں اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ خیر الدین طرغوت کے سامنے زمین کی ننگی بیٹھ گیا اور بڑی شفقت سے طرغوت کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "اے میرے بھائی! تم کیسے ہو۔ تمہارے زخمی ہونے کی اطلاع میرے لیے دل فگار ہے۔"

طرغوت نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ میں زخمی ہوں۔"

خیر الدین نے ایک شفیق باپ کے سے لہجے میں کہا۔ "پورے لشکر کو علم ہو گیا ہے کہ ان کا امیر طرغوت زخمی ہے۔ پھر مجھے کیسے خبر نہ ہوتی کہ میرا عزیز بھائی زخمی ہے۔ تمہارا اس طرح بیٹھنا اچھا نہیں لیٹ جاؤ۔" پھر خیر الدین نے صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "صالح! صالح! ایک کھاٹ منگواؤ جس پر لٹا کر طرغوت کو قلعے میں لے جانے کا انتظام کرو۔" طرغوت نے فوراً ان کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "کھاٹ نہ منگوانا۔ میں اپنے سپاہیوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتا کہ میں زخمی اور لاچار ہو گیا ہوں۔"

قریب بیٹھے ہوئے طبیبوں میں سے ایک نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ کا پیدل چل کر قلعے میں جانا درست نہیں اس صورت میں زخم سے پھر خون جاری ہو سکتا ہے۔ جو خطرناک اور مہلک صورت حال پیدا کر سکتا ہے۔"

خیر الدین نے طبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم درست کہتے ہو لیکن جس نظریے کے تحت طرغوت کھاٹ پر لیٹ کر نہیں جانا چاہتا وہ بھی درست ہے کہ اس سے لشکر میں بددلی پھیلے گی۔ ٹھہرو، میں خود اسے قلعے میں لے جاؤں گا۔" پھر خیر الدین نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوروش! تم میری بات سنو۔"

خیر الدین کوروش کو ایک طرف لے گیا۔ اس کے کان میں مدھم سی کوئی سرگوشی کی جسے سن کر کوروش کے چہرے پر اطمینان اور خوشی کی لہر بکھر گئی تھی۔ کوروش نے مسکراتے ہوئے ایک بھرپور نگاہ طرغوت پر ڈالی پھر وہ وہاں سے کھسک گیا تھا۔ خیر الدین پھر طرغوت کے قریب آیا اور ضنعان سے کہا۔ "آؤ ہم دونوں طرغوت کی بغلوں میں ہاتھ دے کر اور اسے اٹھا کر قلعے میں لے چلیں۔"

صالح نے آگے بڑھتے ہوئے خیر الدین سے کہا۔ "اے امیر! آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ میں اور ضنعان امیر طرغوت کو اٹھا کر لے چلتے ہیں۔" ضنعان اور صالح نے طرغوت

کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے اٹھایا تھا اور وہ اسے قلعے کی طرف لے چلے تھے۔

خیر الدین نے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دیا اور طبیبوں کے ہمراہ وہ بھی طرغوت کے ساتھ ہو گیا تھا۔ قلعے کے ایک کمرے میں ایک صاف ستھری مسہری پر طرغوت کو لٹا دیا گیا اور خیر الدین، طبیبوں کے علاوہ صنعان اور صالح کے ساتھ وہیں بیٹھ کر طرغوت کا دل بہلانے لگا تھا۔

دوسرے روز دوپہر کے قریب خیر الدین ساحل پر کھڑا بڑے انہماک سے سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے کسی کا انتظار تھا۔ اس کی نظریں چھوٹی سی ایک کشتی پر جمی ہوئی تھیں جو الجزائر کی طرف سے آ رہی تھی۔ خیر الدین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ساحل سے ہٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ قلعے کے اس کمرے میں آیا جس میں طرغوت لیٹا ہوا تھا۔ وہاں صنعان، صالح اور طبیب بیٹھے ہوئے تھے۔ خیر الدین نے صنعان اور صالح دونوں کو لشکر میں جانے کو کہا اور وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے۔ پھر خیر الدین نے طبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم بھی تھک گئے ہو گے جاؤ آرام کرو۔ میں نے ایک طبیب کا انتظام کیا ہے جو طرغوت کی دیکھ بھال کرے گا۔" طبیب بھی اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

خیر الدین دوبارہ ساحل پر آ کھڑا ہوا تھا۔ الجزائر سے آنے والی جس کشتی کو تھوڑی دیر قبل وہ غور سے دیکھ رہا تھا وہ سمندری لہروں پر ہچکولے کھاتی اب قریب آ گئی تھی لیکن اتنی قریب بھی نہیں کہ اس میں بیٹھنے والوں کو پہچانا جا سکے۔ تاہم اس میں چھ کے قریب افراد سوار تھے۔ چار چپو چلا رہے تھے جو شاید ملاح تھے اور دو کشتی کے وسط میں بیٹھے ہوئے تھے جو شاید مسافر ہوں گے۔

خیر الدین کے دیکھتے ہی دیکھتے کشتی اس کے قریب ساحل پر آ کر رکی اور اس میں سے کوروش اور روطہ اترے۔ روطہ نے اپنے آپ کو ایک بالاپوش میں ڈھانپ رکھا تھا اور اس کا صرف چہرہ ننگا تھا۔ خیر الدین نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی سے روطہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں اس جزیرے میں اپنی بہن کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

روطہ فی الفور کوئی جواب نہ دے سکی۔ خیر الدین نے دیکھا روطہ کی آنکھیں سوجی ہوئی اور سرخ تھیں۔ اس کے چہرے پر گہری اداسی اور اندوہ غم تھا۔ خیر الدین نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ روطہ طرغوت کے زخمی ہونے کا سن کر روتی رہی ہے۔ کیونکہ اس کی حسین، خوب صورت اور گہری آنکھوں کی وادی اور گھنی پلکیں اب بھی بھیگی ہوئی تھیں۔ خیر الدین نے سنجیدہ آواز میں کہا۔ "کوروش! تم لشکر میں چلو۔" کوروش چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

خیر الدین نے نہایت شفقت اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ "روطہ! میری بہن! تم میرے ساتھ آؤ۔ اپنی آنکھیں پونچھ لو اور غم نہ کرو کہ طرغوت اب ٹھیک ہے۔ وہ خود اٹھ بیٹھ لیتا ہے۔"

روطہ چپ چاپ خیر الدین کے ساتھ ہو لی۔ راستے میں خیر الدین نے جھکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں نے تمہیں یہاں بلا کر زحمت دینے کی غلطی تو نہیں کی؟" روطہ نے ہچکچاتی اور روتی آواز میں کہا۔ "اے امیر! مجھے یہاں بلا کر آپ نے مجھے عزت بخشی ہے اور مجھ پر احسان کیا ہے کاش ——"

روطہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ خیر الدین اس کمرے کے سامنے رک گیا جس میں طرغوت تھا۔ پھر اس نے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اندر چلی جاؤ میری بہن! طرغوت اسی کمرے میں ہے۔" روطہ نے ایک بار احسان مندی کے جذبے سے خیر الدین کی طرف دیکھا پھر اس کمرے میں داخل ہو گئی تھی۔ اندر طرغوت مسہری پر چت لیٹا چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ روطہ کے قدموں کی چاپ سن کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا چند ثانیوں تک وہ بڑی حیرت اور استعجاب کے عالم میں روطہ کو دیکھتا رہا۔ اس دوران روطہ آگے بڑھ کر اس کی مسہری کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔

طرغوت نے پریشان سی آواز میں روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "روطہ! روطہ! تم یہاں؟ کون تمہیں یہاں لایا ہے۔ کس نے تمہیں میرے زخمی ہونے کی اطلاع

کرکے یہاں بلایا ہے"۔

روطہ نے دلگیر سی آواز میں پوچھا۔ "کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے اگر ایسا ہے تو یہ میری بدقسمتی ہے"۔ طرغوت خاموش رہا اور گہری سوچوں میں ڈوبا کچھ سوچتا رہا۔

روطہ نے مدھم، غمگین اور بکھری بکھری سی آواز میں پوچھا۔ "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے۔ مجھے کورش لینے گیا تھا اور امیر خیرالدین نے مجھے بلایا ہے۔ میں تو بڑی اُمیدیں لے کر آئی تھی۔ کاش میں آپ سے ——— " نہ جانے کیوں روطہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی اور اس کی گردن کسی قدر جھک گئی تھی۔

طرغوت نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا وہ قدیم ایرانی دیوی ناہیتا کے بُت کی طرح خاموش اور ایتھنز کی محافظ دیوی ایتھنہ کے مجسمے کی طرح ملول اور پریشان کھڑی تھی۔ طرغوت نے اسے نرم و ریشمی آواز میں پکارتے ہوئے کہا

"روطہ! روطہ! تم یہ نہ سوچو کہ تمہارا یہاں آنا مجھے ناگوار گزرا ہے لیکن تمہاری ماں کیا سوچتی ہو گی کہ کس رشتے اور کس دستور کے تحت تمہیں الجزائر سے یہاں اس جزیرے میں اکیلے بلایا گیا ہے۔ کیا وہ اسے میری خود غرضی اور نفس پرستی تصور نہ کرے گی۔ آہ! میں ان کی نظروں میں گر جاؤں گا"۔

روطہ نے گردن اُٹھا کر طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ اس قدر ملول نہ ہوں۔ کورش بھائی نے آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع میری ماں کو ہی کی تھی۔ گھر میں اور کسی کو بھی آپ کے زخمی ہونے کا نہیں بتایا گیا۔ ورنہ سعد عثمان اور ایشتار بھی اپنی بچی کو لے کر یہاں پہنچ جاتی۔ یہ میری ماں کا حکم تھا کہ میں آپ کی تیمارداری کو جاؤں۔ وہ آپ کو ایک بیٹے کی طرح جانتی ہیں۔ وہ خود یہاں آنے پر بضد تھیں لیکن میرے منع کرنے پر وہ وہاں رُک گئیں۔ کامندان اسے اپنے گھر لے گئی ہے اسے بھی آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع کر دی گئی تھی۔ آپ بے فکر رہئے

میرے یہاں آنے میں میری مرضی کے علاوہ میری ماں کی رضامندی بھی شامل ہے"۔

روطہ خاموش ہو گئی۔ طرغوت نے پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے زخمی سی آواز میں کہا۔ "روطہ! روطہ! یہ نہ سمجھنا کہ میں پتھر ہوں۔ اور کسی چیز کا اثر قبول نہیں کرتا۔ ہسپانیہ سے ہجرت کرتے وقت جب صحرا میں اپنی بچی عبلہ کے ساتھ تم میرے سامنے آئی تھی۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ سمندر کی ساحلی چٹانوں کے اندر جب تمہارا باپ فوت ہو گیا اور تم بغل میں گٹھڑی دبائے اور اپنی اندھی ماں کا ہاتھ تھامے جب میرے پاس اس غرض سے آئی تھی کہ میں تمہیں واپس ہسپانیہ بھیج دوں اس وقت بھی میرا دل تمہارے لیے رو رہا تھا۔ اس رات تمہاری حالت پر میں نے بہت آنسو بہائے تھے۔ جہاز کے اندر جنگ کے دوران تم نے جب حملہ آور بحری قزاقوں کے سالار کو اپنے کلہاڑے سے ختم کر دیا اور تم نے مجھے مبارکباد دی اس وقت بھی میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ سمندر کے کنارے جب تم مجھے خانہ بدوشوں کے ہاں سے اپنی ماں کے لیے دودھ لے جاتی ہوئی ملی تھی اس وقت بھی میرے پاس تم سے کہنے کو دریاؤں کی لہروں جیسے الفاظ جمع تھے"۔

"سنو روطہ! سنو! غروب آفتاب کے آخری اجالے کے اندر میں نے ہمیشہ تمہاری یادوں کے نغمے سنے ہیں۔ وقت کے ماتھے کے جھومر میں ہمیشہ میں نے ایک ہی نام چمکتا دیکھا ہے اور وہ نام تمہارا ہوا کرتا تھا۔ ستاروں کی سرگوشی میں ہمیشہ میں نے تمہارا نام سنا ہے اور اس نام میں میرے لیے سکون آفرین پیغام، فرحت انگیز صبح کی نوا جیسی صدا اور زندگی کا دلکش نغمہ ہوا کرتا تھا"۔

روطہ کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو لعل بدخشاں کی طرح ٹپک رہے تھے۔ طرغوت نے پھر کہا۔ "روطہ! روطہ سنو! ستاروں کے پیچھے ہی میں ہمیشہ میں نے تمہاری محبت کی راہ گزر کا غبار دیکھا ہے۔ تمہارا نام تمہاری یادیں ہمیشہ میری سانس اور میری رگِ جاں کی طرح میرے قریب رہی ہیں۔ اس کے باوجود میں تم سے کچھ نہ کہہ سکا۔ میں بنیادی طور پر ایک سپاہی ہوں۔

ہر روز موت کی پکار پر لبیک کہہ کر نکلتا ہوں۔ جانے کب موت کی خونی اشتہا یادوں کی تنگ وادی میں مجھے میری زندگی کا آخری پیغام دے دے، میں تمہیں اپنے ساتھ آنسوؤں آہوں، پتھروں اور کانٹوں میں نہیں گھسیٹنا چاہتا۔"

اچانک روطہ نیچے جھکی اور طرغوت کے پاؤں کو لگاتار کئی بوسے دیتے ہوئے اس نے روتی اور سسکتی آواز میں کہا۔ "آپ ایک عظیم انسان ہیں۔ آپ ملت کی بیٹیوں کے محافظ اور ان سمندروں کے اندر مسلم قوم کی بہتری کے لیے لڑی جانے والی جنگوں کی زیبِ داستاں ہیں۔ آپ میرے لیے ایک سعادت، ستارۂ سحر اور نویدِ صبح کا دلکش پیغام ہیں۔ کاش اس چاہت کو میں بیان کر سکتی جو آپ کے لیے میرے دل میں ہے۔ میں اگر ان ہولناک جنگوں میں حصہ نہیں لے سکتی تو میں آپ کے زخموں کا پیوند تو بن سکتی ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اس سپاہی کی رفاقت پر ناز ہوگا جو اپنے خون سے اپنی ملت کی داستانوں کو زیب و زینت بخشنے کا فن جانتا ہے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ ——— " روطہ کو رک جانا پڑا کیونکہ اس کی آواز اس کے آنسوؤں، سسکیوں اور ہچکیوں میں جذب ہو کر رہ گئی تھی۔

طرغوت نے پریشانی میں پوچھا۔ "روطہ! روطہ! تم رو رہی ہو۔"

روطہ نے اپنے آپ کو سنبھالتے اور اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم! یہ تشکر اور خوشی کے آنسو ہیں۔ آپ نے مجھے پاتال سے نکال کر اوجِ ثریا پر پہنچا دیا ہے۔ آپ نے ایک ناچیز ذرّے کو دُرِّ ثمین بنا دیا ہے۔ میں آپ کی احسان مند آپ کی مشکور ہوں۔"

روطہ جب خاموش ہوئی تو اس کمرے میں خیرالدین داخل ہوا۔ وہ بھی آنکھوں سے بہتے آنسو پونچھتا ہوا آیا تھا۔ شاید وہ طرغوت اور روطہ کی گفتگو سن چکا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے آنسوؤں میں ڈوبی مسکراہٹ میں کہا۔ "الحمد للہ! آج تم دونوں کا معاملہ طے ہوا۔ اب میں بہت جلد تم دونوں کی شادی کا انتظام کروں گا۔" روطہ کے چہرے پر سرخی پھیل گئی اور وہ نسوانی حیا میں

ڈوب کر دُہری سی ہو گئی تھی۔ خیرالدین نے روطہ کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم بیٹھ جاؤ کھڑی کیوں ہو میری بہن"
روطہ چپ چاپ اپنا لباس سنبھالتی اور اپنے آپ کو سمیٹتی ہوئی وہاں بیٹھ گئی۔

خیرالدین نے طرغوت کے قریب دوسری نشست پر بیٹھتے ہوئے طرغوت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا

"طرغوت! میرے بھائی! ایک معاملے میں مجھے تمہارے عندیے اور مشورے کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں مالٹا کے مارتے نن گو، پاپائے اعظم کی کشتیوں کے امیر البحر ہسپانوی قزاقوں کے امیر اس جزیرے میں ہونے والی حالیہ جنگ کے ہسپانوی امیر البحر سب کو جو اس وقت ہماری قید میں ہیں ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کے پاس بھیجا جائے۔ اس حالت میں کہ یہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں۔ ان کے گلے میں طوق اور ایسی تختیاں ہوں جن پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں۔ تاکہ اسے احساس ہو کہ ہسپانیہ میں مسلمانوں پر مظالم کی جو داستان شروع کر رکھی ہے ہم ان سمندروں میں اس کے ردِعمل کی ابتدا کر چکے ہیں۔"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہت ہی عمدہ ارادہ ہے بلکہ اس میں میری طرف سے ایک اضافہ بھی کریں۔ جنگ میں گرفتار ہونے والے ان نصرانی سرداروں کے ساتھ چارلس کے نام اپنی طرف سے ایک خط بھی لکھ کر بھیجیں۔ جس میں اس شیطان نما انسان کی خوب اہانت ہو۔ میں جانتا ہوں وہ اپنی پوری بحری قوت کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا۔ ہم پہلے اپنے طور پر اس کے ہر حملے، اس کے ہر حربے کو شکست میں بدلنے کی کوشش کریں گے اور اگر اس نے ہمیں کسی مصیبت، کسی لاچاری سے دوچار کرنے کی کوشش کی تو ہم بھی سلطان سلیمان سے اس کے خلاف مدد طلب کر لیں گے۔ ہمیں امید ہے مسلم قوم کا وہ رجلِ عظیم ہمیں مایوس اور فراموش نہ کرے گا۔ وہ ہماری عزت افزائی کرے گا اور چارلس کے خلاف وہ ضرور حرکت میں آئے گا۔ ویسے مجھے امید ہے

ہمیں مدد لینے کی ایسی کوئی نوبت نہ آئے گی۔"

خیرالدین نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں بیٹھو میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔" خیرالدین اٹھ کر باہر نکل گیا۔ سلطانہ اٹھی، ایک صاف ستھرا انگوچھا پانی میں بھگو کر اس نے نچوڑا پھر وہ اس سے طرغوت کا چہرہ، اس کی ٹانگیں، پاؤں، ہاتھ اور بازو صاف کرنے لگی تھی۔

سلطان سلیمان کے ایوان میں نقیبوں کی پُرزور صدا اور گونجتی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔ وہ سلطان کی ایوان میں آمد کی نوید پکار رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سلطان ایوان میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں اپنا وہی شاہی عصا تھا۔ ایوان میں بیٹھے تمام اراکینِ سلطنت سلطان کی آمد پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور سلطان اپنی شہ نشین پر جب بیٹھ گئے تو ان کے اشارے پر ایوان میں ایک شخص کو پیش کیا گیا۔ وہ سلطان سلیمان کا کوئی مخبر تھا۔ عمر میں تیس برس کے قریب ہوگا اور جسمانی لحاظ سے خوب توانا تھا۔ سلطان نے اس جوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم خیرالدین باربروسا اور طرغوت کے متعلق کیا خبریں لائے ہو؟"

اس مخبر نے اپنے سر کو ذرا سا خم کیا پھر اس کی چھاتی تن گئی اور سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ "سلطانِ محترم! خیرالدین باربروسا اور طرغوت نے سمندروں میں ایک طوفان اور انقلاب کھڑا کر دیا ہے۔ انہوں نے جبل الطارق کے اس پار سیاہ چٹانوں کے اندر ہسپانیہ کے اس بحری بیڑے کو سمندر کے اندر ایک ہولناک شکست دی جو نئی دُنیا سے ہسپانیہ کے لیے مال و زر لے کر آ رہا تھا۔ پھر کھلے سمندر کے اندر جنگ کر کے اس نے پاپائے اعظم کی جنگی کشتیوں پر قبضہ کر لیا جو پاپائے اعظم کے لیے قیمتی سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ اس کے بعد وہ اپنے ازلی دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ وہ قزاق تھے جو مسلمانوں کے اِن کارواں کو لوٹا کرتے تھے جو ہسپانیہ سے افریقہ کی طرف ہجرت کرتے تھے۔ خیرالدین اور طرغوت ابھی

سمندر کے اندر ان بحری قزاقوں کا تعاقب ہی کر رہے تھے کہ مالٹا کے نائٹوں کی جنگی کشتیاں ان کے پیچھے لگ گئیں۔

مالٹا کے نائٹ ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کے حکم پر حرکت میں آئے تھے۔ کیونکہ اس نے انہیں حکم دیا تھا کہ سمندر میں خیرالدین اور طرغوت کا قلع قمع کر دیا جائے لیکن خیرالدین اور طرغوت نے اپنی بہترین جنگی بصیرت اور عسکری مہارت کا ثبوت دیا۔ اُنہوں نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ خیرالدین نے بحری قزاقوں پر حملہ کر کے انہیں زیر کر لیا۔ جب کہ طرغوت مالٹا کے نائٹوں پر ٹوٹ پڑا اور سمندر میں انہیں ہولناک شکست دے کر ان کے کماندار مارتینن کو گرفتار کر لیا۔ یہ وہی مارتینن گو ہے جسے ہم نے روڈس سے نکالا تھا۔"

سلطان سلیمان کے چہرے پر خوشی میں ڈوبی پُرسکون مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ مفتی اعظم کمال پاشا، قاضی سوکولی، ابراہیم اور دیگر اراکینِ سلطنت کے چہروں پر بھی اطمینان اور گہرا سکون تھا۔ اس مخبر نے ذرا رُک کر پھر کہنا شروع کیا۔ "خیرالدین اور طرغوت نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا۔ دُشمن کے چند جہازوں اور کشتیوں پر قبضہ ہو جانے کے بعد ان کی قوت پہلے ہی بڑھ گئی تھی۔ انہوں نے چند روز اور تیاری کی پھر وہ افریقہ کے ساحل پر ہسپانوی جزیرے الجیریہ پر حملہ آور ہوئے۔ رات کی سنسان تاریکی میں لمحوں کے اندر انہوں نے جزیرے کی ہسپانوی فوج کو شکست دی اور اس جزیرے پر قبضہ کر لیا جو کبھی چارلس نے مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اُنہوں نے جزیرے کے قلعے کی فصیلیں گرا دیں اور اس کے ملبے سے انہوں نے سمندر کے اندر اپنے لشکر کی گھات اور آڑ کے لیے ایک دیوار اور سمندری چٹانوں کے ساتھ ساتھ کئی بُرج کھڑے کر دیئے۔

جزیرہ ہاتھ سے نکل جانے پر چارلس تلملا کر رہ گیا اور اس نے ایک بحری بیڑہ خیرالدین اور طرغوت کی سرکوبی اور جزیرہ واپس لینے کی نیت سے بھیجا لیکن ان دونوں شیر دل مجاہدوں نے چارلس کے اس بیڑے کو عبرتناک شکست

دی۔ اس کے سب ملاحوں کو انھوں نے تہ تیغ کر دیا اور جہازوں کو جو سمندر میں لنگر انداز تھے آگ لگا کر راکھ کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔ انھوں نے مارتے نن گو، پاپائے اعظم کی کشتیوں کے امیر البحر، بحری قزاقوں کے سرغنہ، ہسپانوی بیڑے کے سالار اور جزیرہ الجیر کے ہسپانوی کماندار کو زنجیروں میں جکڑ کر اور ان کے گلوں میں آہنی طوق اور ان کے ناموں کی تختیاں لگا کر انھوں نے ہسپانیہ کے بادشاہ چارلس کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

اب دیکھیں چارلس ان کے خلاف کیسی کارروائی کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک بڑا تجربہ کار اور جانفزیہ امیر البحر ہے جس کا نام اندریا دوریا ہے یقیناً چارلس اپنے اسی جرنیل کو خیر الدین باربروسا اور طرغوت کے مقابلے پر روانہ کرے گا۔ وہ دونوں اس وقت جزیرہ الجیر میں اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ان کے ساتھ ان کے دو اور ساتھی بھی ہیں جو ان جیسے ہی دلیر اور جفاکش ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام سنعان ہے۔ اہل یورپ اسے یہودی سمجھتے ہیں جب کہ وہ کٹر مسلمان ہے۔ دوسرے کا نام صالح ہے۔

یہ دونوں خیر الدین اور طرغوت کے ساتھ گہری عقیدت اور ناقابل اعتبار حد تک اعتماد رکھتے ہیں۔ خیر الدین باربروسا البانیہ کا باشندہ ہے۔ طرغوت کا نام اہل یورپ بگاڑ کر اسے دراگت کہتے ہیں۔ یہ اناطولیہ کا رہنے والا ہے اور اس عیلام کا چھوٹا بھائی ہے جو کبھی ہمارے ہراول لشکر کا سپہ سالار تھا۔

مفتی اعظم کمال پاشا نے چونک کر کہا۔ "عیلام کا چھوٹا بھائی!" سلطان سلیمان نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "ہائے حیف! کس موقع پر تم نے عیلام کی یاد دلائی۔ وہ ایک عظیم سالار اور قابل اعتماد کماندار تھا۔ اس نے لمحوں کے اندر ایسی ایسی مہموں کو سر کر دیا تھا جو بظاہر ناممکن لگتی تھیں۔ اگر طرغوت اس کا بھائی ہے تو یقیناً وہ بھی اپنے بھائی عیلام کی طرح جفاکش اور شجاع ہوگا۔ آہ عیلام!" سلطان سلیمان افسردہ سے ہو کر خاموش ہو گئے۔

سکوت اور خاموشی کے اس عالم میں مفتی اعظم کمال پاشا نے سلیمان کو مخاطب کر کے کہا۔ "سلطان محترم! قبل اس کے کہ ہسپانیہ کا بادشاہ چارلس اپنے دیرینہ تعصب کے فسوں کے ساتھ خیر الدین باربروسا اور طرغوت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، آپ ان کی مدد کیجیے۔ انہیں یہ احساس دلایئے کہ بحری جنگ میں وہ اکیلے نہیں، ایک قوم ایک ملت ان کے ساتھ ہے ہم نے ابھی تک زمینی جنگ میں اہل یورپ کو نیچا دکھایا ہے۔ کسی بحری جنگ میں ہم نے آج تک انہیں شکست نہیں دی۔ سمندر میں ان کے بحری بیڑے ناقابل تسخیر سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لیے اہل یورپ نے افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ جزیروں کے علاوہ تیونس پر بھی قبضہ کر رکھا ہے اور ہم سمندر میں بے بس ہو کر ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکے۔ خیر الدین اور طرغوت ہمارے لیے تاریک سمندروں میں جلتی مشعلیں اور اندھیروں میں روشنی کی کرن بن کر اٹھے ہیں۔ انہیں احساس دلایئے کہ قوم کی دعاؤں کا ہر حرف ان سے منسوب ہے تاکہ وہ اپنے ذہنوں میں امید کی روشنی لے کر اپنی بے دھڑک للکاروں کے ساتھ دشمن کا سامنا کر سکیں۔ وہ دونوں اپنے ہاتھوں میں آزادی اور سطوت کی شعلیں اٹھائے نکلے ہیں۔

آیئے اندھیروں میں پھوٹنے والی اس روشنی کو تحفظ دینے کی خاطر ہر گھر میں ان کے نام کے چراغ روشن کریں۔ وہ جوان ارادوں کے مالک اور عظیم سالار ہیں۔ اس موقع پر اگر ہم نے ان کی مدد نہ کی اور چارلس جیسے مجذوب دماغوں کے غضب ناک گروہ ان پر حملہ آور ہو گئے تو قوم کی تاریخ میں یہ ایک المیہ اور حادثہ ہوگا اور قدرت ہمیں کبھی معاف نہ کرے گی۔"

مفتی اعظم کمال پاشا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ اپنی پوری شعلہ بیانی کے ساتھ پرجوش لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"یاد رکھیے سلطان اپنی رعایا کا گڈریا ہوتا ہے۔ اس کے تحفظ میں دی گئی بھیڑیں اگر بھیڑیوں کے غضب ناک گروہ کا شکار ہو جائیں تو اس کے لیے وہ اپنے رب کے حضور اپنی اس کوتاہی کا جواب دہ ہوگا۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ کر اپنا

فرض پورا کر چکا ہوں - اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے -"

سلطان سلیمان کی آنکھوں کے حلقے سمٹ گئے تھے اور وہ غضب ناک حالت میں دکھائی دے رہے تھے - قاضی سوکولی کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ افسردہ و متفکر تھے - ابراہیم پریشان تھا اور دوسرے اراکین گہری سوچوں میں کھوئے ہوئے تھے -

اچانک سلطان سلیمان حرکت میں آئے اور ابراہیم کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا - "ابراہیم ! وقت ضائع کیے بغیر کسی تیز رفتار ملاح کو ایک کشتی کا سالار بنا کر خیرالدین اور طرغوت کی طرف روانہ کرو - میری طرف سے ایک مہر شدہ خط ان دونوں کے نام روانہ کرو - انہیں کہو -

"اے میری قوت کے بازو ! میری قوم کے پرسطوت مجاہدو ! میرے عزیزو ! سلطان سلیمان تمہیں تمہاری بہتری اور مسلم قوم کی فلاح کی خاطر قسطنطنیہ میں بلاتا ہے - انہیں لکھو یورپ کی طوفانی یلغار اور چارلس کے حیوانی انتقام کے سامنے ہم تمہیں تنہا نہ چھوڑیں گے - قسطنطنیہ کی طرف آؤ - ہم تمہیں بہتر طریقے سے مسلح کر کے سمندر میں یورپ کے سامنے دفاع کی ایک مضبوط دیوار اور جارحیت کی ایک تیز تلوار بنا دیں گے -"

سلطان رک کے پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے انہوں نے کہا - "نہیں ابراہیم ! تم میرے ساتھ آؤ - ان کے نام خط کا مضمون میں خود تحریر کراؤں گا -" ابراہیم اٹھ کر سلطان سلیمان کے ساتھ ہو لیا - دوسرے اراکین بھی اٹھ کر ایوان سے باہر جا رہے تھے -

ہسپانیہ کا بادشاہ چارلس غیض و غضب کی حالت میں اپنے تخت پر بیٹھا تھا کہ اس کے سامنے پانچ آدمی پیش کیے گئے - وہ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے - ان کے گلے میں آہنی طوق اور ان کے ناموں کی چوبی تختیاں لٹک رہی تھیں چارلس اپنے ہونٹ کاٹتا اور جنگلی سانڈ کی طرح بربریت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں دیکھتا رہا -

ان میں وہ اس کے اپنے کماندار، ایک بحری قزاقوں کا سرخیل، ایک جزیرہ مالٹا کا مارتے نن گو اور پانچواں پاپائے اعظم کی کشتیوں کا امیرالبحر تھا - اتنے میں چارلس کے دربار کا ایک محافظ آگے بڑھا اور ایک خط اس نے چارلس کو پیش کرتے ہوئے کہا - "جو ملاح زنجیروں میں جکڑے ہوئے صلیب کے ان پاسبانوں کو لے کر آئے ہیں انہوں نے آپ کے نام یہ خط دیا ہے - یہ خط خیرالدین باربروسا اور طرغوت کی طرف سے ہے -"

چارلس نے انتہائی غصے کی حالت میں وہ تہ کیا ہوا کاغذ لے لیا - اسے کھولا پھر وہ خیرالدین اور طرغوت کا خط پڑھ رہا تھا - لکھا تھا -

"شیطان مجسم چارلس کے نام ! اے کذاب ! اسپین کے تخت پر بیٹھتے ہوئے تو نے قسم کھائی تھی کہ تو کسی شخص کو ترک مذہب پر مجبور نہ کرے گا لیکن پاپائے روم کے کہنے پر تو نے یہ سوگند توڑ دی اور ہسپانیہ میں جن مسلمانوں نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کیا تو نے ان کا شکار کرنا شروع کر دیا - اے دم ساز ابلیس ! تیری یہ حیوانی خواہش اب ہم بڑھنے نہ دیں گے - اگر تو نے مسلمانوں پر مظالم جاری رکھے تو تیرا کوئی بھی ساحلی شہر ہماری ترکتاز سے محفوظ نہ رہے گا - ہم تیرے منہ کو لگام کی عادت ڈالیں گے - تجھے خیر و شر میں تفاوت کی تمیز سکھائیں گے اور تجھے صداقتوں کے سمندر اور بدلتے موسم کے دھاروں میں ڈبو دیں گے - اے اجہل و مدہوش انسان ! اپنی خونی اشتہا سے باز آ - اپنے فیصلوں کی عبارتوں میں منصفوں کی رعائتوں کو پیش نظر رکھ - اگر تو نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو ہم تیرے تلخ لہجوں کو تربتوں کے اجل جواب میں بدلیں گے - تیری اندھی سوداگری کو وقت کے خمیر میں گوندھ ڈالیں گے - باز آ اپنے مظالم سے ورنہ تیرے خلاف ہم سیف

وظلم کا جادو کریں گے۔ تم اسپین کی حسینوں کے پیاسے بدنوں کا عادی ہے۔ ساز و نغمہ کا دلدادہ ہے جب کہ ہم تیرے سامنے نمودِ انقلاب اور بے کراں مناظر کا سماں پیش کریں گے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو نہ بدلا تو ہماری تلواریں ہوں گی اور تمہارے نارسا آرزوؤں کو ترستے شہر ہوں گے۔"

خط ختم کرنے کے بعد چارلس کی آنکھوں کی پتلیوں پر خون اتر آیا تھا۔ وہ غصے کے عالم میں لرزہ کانپ رہا تھا۔ جب کہ اس کے سامنے بیٹھے اس کے درباریوں پر ایک خوف اور تجسس ملا جلا سا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ پھر چارلس نے اپنے امیر البحر اندریا دوریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے اندریا! کیا خیرالدین باربروسہ اور درغوت ایسے ہی ناقابلِ تسخیر ہوگئے ہیں کہ وہ بحری قزاقوں کی طرح ہمیں بھی دھمکیاں دینے لگے ہیں۔ کیا وہ ایسے ہی طاقت کا مظہر اور شہکار ہوگئے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے سامنے بے بس سمجھنے لگے ہیں۔ اندریا! انہیں افریقہ کی ہسپانوی بندرگاہوں سے نکال باہر کرو اور ان کی ہستی اور عالم ملا کر ایک کر دو۔ ورنہ یاد رکھو وہ نئی دنیا سے آنے والے ہمارے جہازوں کو لوٹتے رہیں گے۔ افریقہ میں ہمارے مقبوضات خطرے میں رہیں گے اور سمندر کو وہ ہمارے لیے اجنبی بنا دیں گے۔"

اندریا دوریا نے کھڑے ہوتے ہوئے چھاتی تان کر کہا۔ "آپ بے فکر رہیں میں ان کا خاتمہ کر کے سمندر کو ان سے پاک کر دوں گا۔ میں بہت جلد یہاں سے کوچ کروں گا۔" چارلس کے چہرے پر کچھ سکون آیا۔ پھر وہ اٹھ کر زنجیروں میں جکڑے ہوئے جوانوں سے ہمدردی کا اظہار کرنے لگا تھا۔

طرغوت اپنے زخم سے مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔ روط چند یوم اس کے پاس رہ کر واپس الجزائر جا چکی تھی۔ چارلس کی طرف سے متوقع حملے کے

پیش نظر خیرالدین اور طرغوت اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایک روز وہ ساحل پر اپنے جہازوں کے رنگ و روغن کرنے کی نگرانی کر رہے تھے کہ ایک کشتی جزیرہ جیر کے ساحل پر آ کر رکی اور اس میں سے چار ملاح اتر کر ساحل پر آ گئے۔ وہاں کام کرتے جوانوں میں سے ایک سے انہوں نے کوئی گفتگو کی اور وہ جوان انہیں لے کر خیرالدین اور طرغوت کے پاس آ گیا تھا۔ اس جوان نے ملاحوں کا خیرالدین اور طرغوت سے تعارف کرایا۔ پہلے ان سب نے دونوں سے مصافحہ کیا پھر ایک ملاح نے کہا۔

"اے امیرانِ محترم! میں آپ دونوں کے پاس سلطان سلیمان کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔"

طرغوت کے چہرے پر خوشی کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ خیرالدین نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تم سلطان کی طرف سے ہمارے لیے کیسا پیغام لائے ہو؟"

اس ملاح نے اپنے لباس کے اندر سے ایک خط نکالا اور خیرالدین کو تھما دیا۔ خیرالدین نے خط کھول کر دیکھا۔ وہ سلطان سلیمان کا خط تھا۔ پھر خیرالدین اور طرغوت دونوں سلطان کا خط پڑھ رہے تھے۔ خط میں سلطان نے دونوں کو مخاطب کر کے لکھا تھا۔

"میری ملت کے پاسبانو! میری قوم کے عزیز فرزندو! مجھے خبر ہوئی کہ تم دونوں اپنی جان وتن کے بدلے میں ہسپانیہ کے بے بس مسلمانوں کو نکال کر افریقہ لے جاتے رہے۔ تم دونوں نے ہسپانیہ کے بحری بیڑوں، مالٹا کے نائٹوں اور ہسپانوی بحری قزاقوں کو جو عبرت ناک شکستیں دی ہیں بخدا پوری مسلم قوم کو اس پر فخر اور ناز ہے۔ یورپی قوتوں کے سامنے میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرا ریوڑ ہو اور میں تمہارا گڈریا۔ ہر موڑ پر، ہر گھاٹی میں، ہر میدان اور کوہستان میں اپنے رب کا بندۂ عاجز تمہاری خوب حفاظت اور کفالت کروں گا۔ تم اپنی ذات

میں اندازہ نہیں ہو۔ میری طرف آؤ، قسطنطنیہ آؤ، میں تمہیں تمہاری سعی اور محنت کا خوب ثمر دوں گا۔

اس کشمکش دہر میں اور سمندر کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تمہیں میں روشنی بنا کر اتاروں گا۔ تم میرے قرب کے قدموں کے ترجمان ہو۔ میرے لیے برگزیدہ اور درخشیدہ ہو۔

میرا خط ملتے ہی میری طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تم سے اسلام دشمن قوتوں کی تحقیق و تدفین کا کام لوں گا اور اس کا خوب صلہ دوں گا۔ میں سلیمان بھی سلیم بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا۔"

خط پڑھنے کے بعد خیرالدین نے دیکھا طرغوت اپنے آنسو خشک کر رہا تھا۔ خیرالدین نے بھی اپنی پرنم آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! قبل اس کے کہ ہم سلطان سے مدد کی درخواست کرتے انہوں نے خود ہی ہماری حالت جان کر ہمیں طلب کر لیا ہے۔"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! قدرت ہمارے ساتھ ہے اگر وہ اسلام کی خدمت کے لیے ہمارا انتخاب کر چکی ہے۔ تو ہم اپنا فرض خوب نبھائیں گے۔" خیرالدین نے ان ملاحوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ساتھ آؤ۔ وہ دن آرام کرو پھر ہم تمہارے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہوں گے۔" خیرالدین اور طرغوت ان ملاحوں کو قلعے کی طرف لے جا رہے تھے۔

چند روز بعد خیرالدین اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سلطان سلیمانؒ کے پاس قسطنطنیہ جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ انہوں نے وہ راستہ جنگجو کوئی اور ملاح اختیار نہ کر سکتا تھا۔ پہلے انہوں نے شمال کا رخ کیا اور اسپانیہ کے ہسپانوی جزیرہ پہ حملہ کر کے وہاں سے مال غنیمت جمع کیا۔ پھر جنوب مشرق کی جانب انہوں نے جینوا کے غلہ اور اناج لے جانے والے بحری قافلے کو گرفتار کیا اس کے بعد انہوں نے جزیرہ

مالٹا کے گرد ایک چکر کاٹا اور مستولوں سے پلٹے ان کے ملاح چوکیداروں کی طرح دیکھتے رہے کہ مالٹا کے نائٹس کے کیا عزائم ہیں۔ پھر ایک عجیب و غریب کام کا کہ جب وہ جزیرہ مینارکا کے سامنے نمودار ہوئے تو وہ دنگ رہ گئے کیونکہ کھلے سمندر میں ایک بہت بڑا بحری بیڑا ان کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

یہ یورپ کے نامور اور چارلس کے ہر دلعزیز امیر البحر اندریا ڈوریا کا بیڑا تھا جس نے کھلے سمندر میں ان کی راہ روک کر انہیں ایک ہولناک بحری جنگ کی دعوت دے دی تھی۔

سورج اپنے تمام تر جمال آتشی کے ساتھ سمندروں کی مغربی فضاگاہوں کی طرف جھک رہا تھا۔ اپنے اندر تاریخ کے ہزاروں سربستہ راز چھپائے سمندر چشم خفاش چمگادڑ کی طرح دونوں لشکروں کو ایک دوسرے کے سامنے کھڑے دیکھ رہا تھا۔

ہسپانوی بیڑے کا امیر البحر اندریا دوریا اپنے بیڑے کے وسط میں اپنی جنگی کشتی میں کھڑا تھا۔ اس کا نیا جنگی لباس اور کمر پہ بندھا ہوا اس کا چاندی کا کمر بند دور دور تک چمک رہا تھا۔

دوسری طرف خیر الدین باربروسا اپنے لشکر کے آگے اپالو کی طرح ماہر و مشاق بڑی گہری نگاہوں سے دشمن کے بیڑے کو دیکھ رہا تھا اور اس کے بائیں طرف طرغوت اپنی کشتی میں کسی صورت گر کی طرح پرسکون کھڑا تھا۔ تاہم اس کی نظریں دشمن پر جمی ہوئی تھیں اور وہ ان کی قوت کا اندازہ لگا رہا تھا۔

طرغوت اپنی کشتی باربروسہ کے قریب لایا اور دھیمی آواز میں اس نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے میرے امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم فی الفور دشمن پر حملہ آور ہو جائیں۔ میں دشمن کو پہچان چکا ہوں۔ یہ اسپین کا بحری بیڑہ ہے اور چارلس کا امیر البحر اندریا دوریا اس کا کماندار ہے۔ وہ بھی ہم پر حملہ آور ہوتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں اگر ہم خود حملے کی ابتدا کر دیں تو دشمن پہ ہماری دہشت طاری ہو جائے گی اور لمحوں کے اندر ہم اسے ادھیڑ کر رکھ دیں گے۔"

خیر الدین نے طرغوت کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے درست کہا میرے بھائی! دشمن اگر ہچکچا نہ رہا ہوتا تو ہمارا راستہ روکنے کے بجائے فوراً ہم پر یلغار کر دیتا تمہارے اندازے درست ہیں۔ ہمیں فوراً حملہ کر دینا چاہیے۔ تم اپنی جگہ پر چلے جاؤ کہ میں حملے کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔"

طرغوت کی کشتی فوراً حرکت میں آئی اور لشکر کے دوسرے سرے پر آگے جا کر کھڑی ہوئی تھی۔ اب ایک طرح سے ان دونوں نے دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ اچانک باربروسہ نے طرغوت کو نیلی جھنڈی کا اشارہ کیا جو اس امر کی نشاندہی کرتی تھی کہ حملہ کر دیا جائے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ خیر الدین اور طرغوت سمندر کے اندر ایک دوسرے کو پیغام دینے کے لیے جھنڈیوں کا استعمال کر رہے تھے۔ جھنڈی کا اشارہ ہوتے ہی خیر الدین اور طرغوت دونوں نے ایک ساتھ اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دشمن پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ ایسا زوردار اور موت کے رقص جیسا حملہ تھا کہ خیر الدین اور طرغوت نے اپنے سرفروش ملاحوں کے ساتھ اسپینی بیڑے کے اگلے جہازوں کو بکھری ہوئی پتیوں کی طرح سمندر میں منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

اسپینی بیڑے کے لیے خیر الدین اور طرغوت کا یہ زندگی سے کھیل جانے والا حملہ نیا اور عجیب تھا۔ ان کی حالت تیز طوفانوں میں کھڑے برگد کے اس سوکھے درخت جیسی ہو گئی تھی جس کے گر پڑنے کا وقت آ گیا ہو۔ مسلمان مجاہد ہی طیش کے انگاروں

کی طرح اسپینیوں پر نزول کرنے لگے تھے اور انہیں سبز پیڑوں کی ہری اور نازک شاخوں کی طرح کاٹنے لگے تھے۔ سمندر میں یوں لگتا تھا جیسے خیرالدین اور طرغوت نے آندھیوں کے جھکڑ اور طوفانوں کے مہیب سائے کھڑے کر دیئے ہوں۔ اسپینیوں کے لیے وہ ایسا سیلاب ثابت ہو رہے تھے جو پتھروں کو بھی اپنے ساتھ بہا لے جائے۔

چاندی کا کمربند باندھے اندریا ڈوریا اپنی جادو بیانی سے اپنے لشکر کو ابھار اور اکسا کر آگے بڑھنے کی ترغیب دے رہا تھا لیکن اس کا جو بھی لشکری آگے بڑھتا موت کے منہ میں چلا جاتا تھا۔ مسلمان تھوڑی دیر تک تیراندازی کا بھیانک اور مہیب کھیل کھیلتے رہے پھر انہوں نے اپنی بھاری خمدار تلواریں سونت کر دشمن کے جہازوں اور کشتیوں میں کودنا شروع کر دیا تھا۔ سمندر کے اندر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تلواریں اور ڈھالیں ٹکرانے کی آوازیں یوں ابھر ڈوب رہی تھیں۔ جیسے کسی زندان میں آہنی بیڑیوں کی جھنکار۔

خیرالدین اور طرغوت اندریا ڈوریا کے لیے سمندر کے اندر چھپی ہوئی چٹانوں کی طرح خطرناک ثابت ہو رہے تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کو انگاروں سے شعلے بنا دیا تھا اور دشمن کے ہر جنگی جذبے پر اضطراب اور مایوسی طاری کر کے رکھ دی تھی۔

اچانک اندریا ڈوریا کے اگلے جہازوں میں لڑنے والے مسلمانوں سے اپنی جانیں بچانے کی خاطر اپنے پچھلے جہازوں میں کودنے لگے تھے۔ یہ شکست کے واضح آثار تھے جن سے خیرالدین اور طرغوت نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انہوں نے دشمن کے ان جہازوں کو آگ لگا دینے کا حکم دیا جو خالی ہو رہے تھے۔ مسلمان ملاح فوراً حرکت میں آئے اور انہوں نے ان ہسپانوی جہازوں کو آگ لگا دی۔ آگ جب خوب بھڑک اٹھی اور شعلے بلند سے بلند تر ہونے لگے تو اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اپنے اس قدر نقصان کو ہی اندریا ڈوریا نے اپنی شکست جانا اور اپنے بیڑے کو لے کر وہ خیرالدین اور طرغوت کے سامنے سے شمال مغرب کی طرف بھاگ نکلا تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا اس لیے خیرالدین اور طرغوت نے اندریا ڈوریا کا تعاقب نہ کیا تھا۔ بہرحال وہ قسطنطنیہ جانے کے لیے آگے بڑھتے رہے۔ جب وہ یونان کے ساحلوں کے قریب ہوئے تو سمندر میں گھومنے والے ان کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اندریا ڈوریا اپنے لشکر کے ساتھ ان ہی ساحلوں پر پہنچا ہوا ہے۔

خیرالدین اور طرغوت جب اس کی طرف بڑھے تو اندریا ڈوریا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہاں سے بھاگ کر مغرب کی طرف چلا گیا۔ یونان کے ساحلوں کے پاس ہی انہیں ترکی کا ایک بحری بیڑہ ملا جو ان کے استقبال کو آیا ہوا تھا۔ انہوں نے اس بیڑے کا معائنہ کیا اور اس کے ساتھ وہ شمال مشرق کی طرف بڑھنے لگے۔ گیلی پولی کے قریب آ کر انہوں نے اپنے ان جہازوں کو مرمت اور روغن کرایا جو جنگ میں کہیں کہیں سے شکستہ اور ٹوٹ گئے تھے پھر وہ برق رفتاری سے قسطنطنیہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

چھوٹی سی ایک کشتی جس میں پانچ آدمی سوار تھے کھلے سمندر سے اٹلی اور صقلیہ کے درمیان پڑنے والی پانی کی پٹی آبنائے مسینا میں داخل ہوئی تھی۔ اس کشتی میں چار ملاحوں کے ساتھ خیرالدین اور طرغوت کا وہ مخبر سوار تھا جس کا نام سلیط تھا اور جسے یورپ کی حسینہ جولیا گونزاگا کے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کو روانہ کیا گیا تھا۔ کشتی آبنائے مسینا سے گزر کر اٹلی کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

اٹلی کے ساحلی شہر ریجیو میں ایک روز کے لیے سلیط نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کیا پھر آگے بڑھتے ہوئے چترارو نام کی بندرگاہ کے پاس سے گزرنے کے بعد وہ اور شمال کی طرف بڑھے۔ یہاں تک کہ وہ فوندی نام کے شہر میں جا کر لنگر انداز ہوئے۔ یہ شہر بندرگاہ بھی تھا اور یورپ کی حسینہ جولیا گونزاگا اسی شہر میں رہتی تھی۔

سلیط ساحل پر آیا۔ اپنے چاروں ساتھیوں کو اس نے کشتی کے اندر ہی

رہنے دیا۔ وہ عیسائی زائرین کا لباس پہنے ہوئے تھے اور کٹر قسم کے نصرانی لگتے تھے۔ ساحل پر آ کر سلیط نے دیکھا فوندی کا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کے جنوب میں ذرا بلندی پر ایک قلعہ نما عمارت دکھائی دے رہی تھی اور پھر آگے گھنے درختوں کا جنگل شروع ہو جاتا تھا۔

سلیط ساحل پر کھڑے ایک ملاح کے پاس آیا اور اس سے جولیا گونزاگا کے محل کا پتہ پوچھا۔ اس ملاح نے شہر کے جنوب میں بلندی پر کھڑی قلعہ نما عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ محل شہر کے حاکم اراگون کا ہے۔ جولیا گونزاگا اراگون کی بہن ہے اور اسی محل میں اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہے۔" سلیط نے اس ملاح کا شکریہ ادا کیا اور وہ اس محل کی طرف بڑھ گیا جو شہر کے جنوب میں بلندی پر کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔

سلیط جب اس قلعہ نما محل کے پاس آیا تو ایک محافظ نے اس کے قریب ہوتے ہوئے پوچھا۔ "تم کس غرض سے ادھر آئے ہو۔ تم کسی اجنبی دیس کے غیر شناسا لگتے ہو۔ کہاں سے اور کس لیے اس طرف آئے ہو۔"

سلیط نے اپنے گلے میں لٹکتی صلیب کو درست کرتے ہوئے کہا۔ "میرا تعلق مالٹا سے ہے۔ میں وہاں ایک نائٹ کے خدام سے ہوں۔ میرے آقا نے مجھے کچھ معلومات حاصل کرنے کی غرض سے اس طرف روانہ کیا ہے۔ میں جولیا گونزاگا سے ملنا چاہتا ہوں اور سنا ہے وہ اس محل میں رہتی ہے۔"

محافظ نے کہا۔ "تم نے ٹھیک سنا ہے لیکن تم کس سلسلے میں خانم سے ملنا چاہتے ہو۔" سلیط نے کہا۔ "کیا یہ سچ ہے کہ تمہاری خانم نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو شخص مسلمان بحری قزاق خیر الدین بار بروسہ اور طرغوت کے سر لائے گا یا انہیں گرفتار کر کے خانم کے سامنے پیش کرے گا تمہاری خانم اس سے شادی کرے گی۔"

محافظ نے کہا۔ "ہاں یہ بالکل درست ہے تم نے ٹھیک ہی سنا ہے۔ کیا تم بھی قسمت آزمائی کرنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو وہ دونوں ہسپانوی بیڑا اور بحری بیڑوں میں ہیں ان پر قابو پانا اور انہیں اسیر بنانا آسان اور سہل کام نہیں ہے۔"

سلیط نے اس محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم غلط سمجھتے ہو۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میں اپنے آقا کے متعلق تمہاری خانم سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" محافظ بھی کچھ ضدی تھا۔ اس نے پھر پوچھ لیا۔ "کیسی معلومات؟" سلیط نے اس بار خفگی میں کہا۔ "تم میرا وقت برباد کر رہے ہو۔ میں ایک طویل سفر طے کر کے آیا ہوں۔ مجھے جولیا گونزاگا سے ملا دو۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسی سے کہوں گا۔ کسی اور سے یہ باتیں کہنے کی نہیں ہیں۔"

محافظ نے تھوڑی دیر تک خوب گھور کر سلیط کو دیکھا پھر وہ سلیط کو وہیں کھڑا کر کے محل کے اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور سلیط سے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ خانم نے تم سے ملنا قبول کر لیا ہے۔" سلیط خاموشی سے محافظ کے پیچھے اس محل میں داخل ہو گیا تھا۔

محل کے ایک کمرے کے سامنے محافظ رک گیا اور سلیط کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ کمرے کا بھاری چوبی دروازہ کھول کر سلیط جب اندر داخل ہوا تو دنگ رہ گیا۔ وہ کوئی کمرہ نہ تھا بلکہ وہ دروازہ ایک خوبصورت باغ میں کھلتا تھا جس میں بہار کی پوری جوبن تھی۔ باغ کے اطراف میں محافظ کھڑے تھے اور وسط میں کئی لڑکیاں پانی کے حوضوں کے کنارے بیٹھی ہوئی تھیں۔

سلیط جب اس باغ میں تھوڑا سا آگے بڑھا تو حوض کے کنارے سے ایک لڑکی اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔ اس نے دیکھا لڑکی خوب قد آور، حسین اور اس کی جوانی بلور کی طرح شفاف اور خوب صورتی ستاروں کی طرح تابناک تھی۔ قریب آ کر اس لڑکی نے کہا۔ "میں جولیا گونزاگا ہوں۔ میں نے سنا ہے تم میرے نام اپنا آقا کا کوئی پیغام لے کر آئے ہو۔" سلیط نے ایک نظر حوض کنارے بیٹھی اور شور کرتی لڑکیوں کی طرف دیکھا جس پر جولیا نے چونک کر کہا۔ "یہ سب فوندی شہر کی رہنے والی میری ہم جولیاں ہیں اور میرا دل بہلانے کی خاطر میرے پاس آ جاتی ہیں۔"

سلیط نے کہا۔ "میں مالٹا سے آیا ہوں۔ وہاں میں ایک نائٹ کے خدام سے ہوں۔ تم سے منسوب سمندروں میں ایک اعلان سُنا گیا ہے کہ تم اس شخص سے شادی کر لو گی جو مسلمان بحری قزاق خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے سر لے کر آئے یا انہیں زندہ اسیر کر کے تمہارے سامنے پیش کرے۔"

جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم نے ٹھیک سُنا ہے۔ میں اس شخص سے ضرور شادی کروں گی جو ان دونوں بحری قزاقوں کو زیر کرے۔ تم نے ان دونوں مسلمانوں کو بحری قزاق کہہ کر میرا جی خوش کر دیا ہے۔ جو لوگ انہیں صرف مسلمان ملاح کہتے ہیں مجھے اُن سے نفرت ہو جاتی ہے۔ تم کہو کیا کہنے آئے ہو۔"

سلیط نے کہا۔ "میرے آقا کا اعلان ہے کہ وہ ہر صورت میں خیرالدین باربروسہ اور طرغوت پر غلبہ پا لے گا لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم اس سے شادی کر لو گی۔ انہیں خدشہ ہے کہ تم اپنے وعدے سے پھر جاؤ گی۔"

تھوڑی دیر کے لیے جولیا کا رنگ سُرخ ہو گیا لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "میں انجیل مقدس اور تمام نبیوں اور رسولوں کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی۔ اپنے آقا سے جا کر کہنا وہ خیرالدین باربروسہ اور دراگوت کو میرے پاس لے آئے اور ان دونوں کو قتل کرنے سے پہلے میں اس کے ساتھ شادی کر لوں گی۔ اگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ ہو تو پھر میں اپنا ایک لباس تمہیں دیتی ہوں وہ اپنے آقا کو دے دینا۔ میرے اور تمہارے آقا کے درمیان میرا یہ لباس اس عہد کی نشانی بن کر رہے گا کہ اگر وہ باربروسہ اور دراگوت پر قابو پا لے تو میں نے اس سے شادی کر لینی ہے۔"

سلیط نے کچھ سوچا پھر اس نے کہا۔ "ہاں یہ امر قابلِ قبول ہے۔" جولیا کسی متوحش ہرنی اور جنگلی غزال کی طرح بھاگتی ہوئی محل کے اندر گئی جب وہ لوٹی، تو اس کے ہاتھ میں اپنا ایک لباس تھا جو اس نے سلیط کو تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ رکھ لو اور اپنے آقا سے کہنا کہ میں بے چینی سے اس کے ساتھ شادی کرنے کی منتظر رہوں گی۔ اگر اس سے پہلے کسی اور نے باربروسہ اور دراگوت پر قابو پا لیا اور میرے پاس لے آیا تو پھر میرے اور تمہارے آقا کے درمیان طے پانے والا یہ عہد خود بخود ساقط ہو جائے گا۔ اور میرا لباس مجھے لوٹا دیا جائے گا۔"

سلیط نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" پھر سلیط نے ایک بھرپور اور الوداعی نگاہ جولیا پر ڈالی۔ اس باغ سے وہ باہر آیا پھر محل سے نکل کر وہ اپنے ان ساتھیوں کی طرف جا رہا تھا جو فوندی کے ساحل پر کشتی میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اپنے چھوٹے سے بحری بیڑے کے ساتھ خیرالدین اور طرغوت ایک روز قسطنطنیہ کی بندرگاہ میں داخل ہوئے۔ ان کے جہازوں پر ان کے سیاہ پرچم لہرا رہے تھے جب کہ ان کے پیچھے پیچھے وہ کشتیاں تھیں جو انہوں نے جنیوا والوں سے چھینی تھیں۔

سلطان سلیمان اس وقت اپنے اراکین سلطنت کے ساتھ اپنے دیوانِ عام میں بیٹھا ہوا تھا جب خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان سلیمان نے اپنی نشست سے اُٹھ کر اور آگے بڑھ کر ان دونوں کا استقبال کیا۔ سلطان نے پہلے خیرالدین باربروسہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرح مجھے تمہارے متعلق بتایا گیا ہے۔ اس کے مطابق اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تم خیرالدین ہو۔"

خیرالدین نے سلطان سلیمان سے مصافحہ کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا۔ "سلطانِ محترم! میرے ماں باپ نے تو میرا نام خیرالدین ہی رکھا تھا لیکن یورپ کے ملاحوں اور قزاقوں نے مجھے خیرالدین سے بڑھا کر خیرالدین باربروسہ بنا دیا۔" خیرالدین سے ہٹ کر سلطان سلیمان نے طرغوت سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "سُنا ہے یورپ والوں نے تمہیں بھی طرغوت سے دراگوت بنا دیا ہے۔ کیا تمہارے بڑے بھائی کا نام عیلام تھا۔"

طرغوت نے گہری بھاری آواز میں کہا۔ "سلطانِ محترم! میں حیلام کا چھوٹا بھائی ہوں۔ اہلِ یورپ نے مجھے طرغوت سے ولاگرت بنا دیا تو کیا ہوا۔ سمندر میں وہ میرے اور میرے امیر خیرالدین بار بروسہ کے عذاب اور قہر سے بچ نہ سکیں گے۔ سمندر کے اندر ہم ان سے ان قرنوں ان سالوں کا انتقام لیں گے جن میں وہ ہسپانیہ کے اندر جنگلی بھیڑیوں کی طرح منتشر میری قوم پر ظلم اور قہر ڈھاتے رہے۔ جب تک ہمارے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے ہم ہسپانیوں سے اپنا انتقام لیتے رہیں گے۔ یہ ہمارا فرض، ہمارا نصب العین ہے۔"

سلطان سلیمان نے بڑی شفقت سے طرغوت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری گفتگو تمہارے بڑے بھائی حیلام جیسی ہے وہ ایک عمدہ جرنیل اور قابلِ اعتماد سالار تھا۔ اس نے مغربی جنگوں میں کئی بار ناممکن کو لمحوں میں ممکن میں بدل کر رکھ دیا تھا۔ مجھے اس کی ذات، اس کی جرأت اور جنگی مہارت پر فخر تھا۔ کاش وہ کچھ عرصہ اور میرے ساتھ رہتا اور جوانی میں ہی ہم سے کوچ نہ کر جاتا۔"

سلطان سلیمان کے بعد ابراہیم، مفتیٔ اعظم کمال پاشا، لشکر کے قاضی عسکری اور دیگر ارکان باری باری آگے بڑھ کر خیرالدین اور طرغوت سے معانقہ کر رہے تھے۔ خیرالدین اور طرغوت جب سلطان کے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ تو سلطان سلیمان نے کہا۔

"خشکی میں آج تک چارلس ہی نہیں بلکہ یورپ کا کوئی بھی حکمران ہمارے مقابلے میں جم نہیں سکا۔ ہم نے ہر اس طاقت کو نیچا دکھایا ہے ہر اس قوت کو کچلا ہے جس نے ہمارے خلاف سر اٹھانے کی کوشش کی لیکن سمندر میں آج تک ہم کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے اور سلطنت روما کے علاوہ پرتگال، فرانس، اسپین اور وینس کے بحری بیڑے سمندر میں اپنی من مانی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے افریقی ساحل کے ساتھ ساتھ کئی مسلمان علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا اور ہم ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔ اس لیے کہ ہمارے پاس کوئی بحری قوت نہ تھی۔

سنو! تم دونوں تمام یورپی بحری بیڑوں کے راز اور ان کے طریقۂ جنگ سے واقف ہو۔ میں تمہیں ان یورپی بیڑوں کے سامنے لا کھڑا کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم دونوں کو کپتان پاشا کا عہدہ دیتا ہوں۔ میں ایک عمدہ بحری بیڑہ مہیا کروں گا جس کا امیر البحر خیرالدین اور نائب امیر البحر طرغوت ہوگا۔ اسپین کے بادشاہ چارلس نے تم دونوں کے مقابلے میں اپنے امیر البحر اندریا دوریا کو اتارا ہے۔ تم دونوں مل کر سمندر میں اسے ایسا سبق دو کہ آنے والے لوگ دوریا کی ذلت آمیز پسپائی کے ساتھ تمہاری جرأت مندانہ جنگی بصیرت کو سنہری حروف میں لکھیں۔

سلطان سلیمان نے ذرا رک کر کہا۔ "میں قسطنطنیہ کی اسلحہ ساز بھٹیاں تمہاری نگرانی میں کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مضبوط اور پائیدار جنگی جہاز تیار کرنے کے لیے جس قدر تم دونوں چاہو اسی قدر میں تمہیں عمدہ قسم کی پختہ لکڑی، کپڑا، تار کول، سن، پیتل کی توپیں اور تانبے کے اصطرلاب مہیا کروں گا۔ بولو تم دونوں کیا کہتے ہو۔"

خیرالدین نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "ہم آپ کے ہر حکم کا اتباع کریں گے۔ سمندر کے اندر ہر اس دشمن کا سر کچل دیں گے جس کی طرف آپ اشارہ کریں گے لیکن اس کے ساتھ ہماری دو شرطیں بھی ہوں گی۔"

سلطان سلیمان نے بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا شرطیں ہیں تمہاری؟" خیرالدین نے کہا۔ "اوّل یہ کہ بری فوج کے دستے مناسب تربیت کے بغیر جہازوں میں متعین نہ کیے جائیں اور جہازوں کے لیے کچی لکڑی مہیا نہ کی جائے۔ ثانیاً مجھے اور طرغوت کو امیر البحر کے پورے اختیارات دیے جائیں اور مطلق العنانی کے ساتھ ہمیں دشمن پہ اپنی مرضی سے حملہ کرنے اور اس پر ضرب لگانے کی اجازت دی جائے۔"

سلطان سلیمان نے فوراً کہا۔ "مجھے تمہاری دونوں شرائط منظور ہیں۔ تم کل سے ہی بندرگاہ پہ اپنا کام شروع کر سکتے ہو۔ تمہیں ہر شے مہیا کی جائے گی۔"

خیرالدین نے گہرے اطمینان سے کہا۔ "ہمیں آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے۔"

سلطان سلیمان کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔ "تم دونوں کا قیام شاہی مہمان خانے میں ہوگا جب کہ تمہارا لشکر مستقر میں رہے گا۔ ابراہیم تمہاری ہر آسائش اور ضرورت کا خیال رکھے گا۔" سلطان سلیمان دیوانِ عام سے باہر نکل گئے۔ ابراہیم، خیرالدین اور طرغوت کو اپنے ساتھ مہمان خانے کی طرف لے جا رہا تھا۔

دوسرے روز سے خیرالدین اور طرغوت نے بڑی مستعدی اور قوتِ عمل کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ پرانے جہازوں کی مرمت ہونے لگی تھی۔ نئی نئی کشتیاں اور جہاز بننے لگے تھے اور ان کے عرشوں پر نئے سالار مقرر ہونے لگے تھے۔ ترک گدھریوں اور سپاہیوں کو ملاحوں کی رسیوں اور بادبان کے استعمال کے گر سکھائے جانے لگے تھے۔

ایک روز خیرالدین اور طرغوت کام میں مصروف تھے کہ ان کے سامنے سلیط نمودار ہوا۔ وہی سلیط جو یورپ کی حسینہ جولیا گونزاگا کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے گیا تھا۔ خیرالدین اور طرغوت دونوں کام چھوڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جب نزدیک آ کر اس نے دونوں کو سلام کیا تو خیرالدین نے سلام کا جواب دیتے ہی پوچھا۔ "جس کام کے لیے تمہیں بھیجا گیا تھا کیا اس سے متعلق تم کچھ معلومات لائے ہو؟"

سلیط نے کہا۔ "اے امیر! اس لڑکی سے متعلق تفصیل حاصل کرنے میں میں اس کے شہر فونڈی گیا تھا۔ یقیناً وہ ایسی ہی خوب صورت ہے جیسے اطالیہ اور دیگر ممالک کے عشق نگار شعراء نے اس کے متعلق قصیدے لکھے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے وہ انتہائی بُرا تعصب رکھتی ہے اور اس نے واقعی یہ اعلان کر رکھا ہے کہ جو کوئی بھی خیرالدین اور طرغوت کو اسیر بنائے گا۔ یا ان دونوں کے سر لائے گا وہ اس سے شادی کرلے گی۔ اگر کوئی شخص آپ دونوں کو ملاح کہے تو وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ آپ کو بحری قزاق کہہ کر پکارا جائے۔

میں اس کے پاس اس بہانے سے گیا تھا کہ میں مالٹا کا رہنے والا ہوں۔

اور ایک نائٹ کے خدام میں سے ہوں۔ میں نے اسے کہا تھا کہ میرا آقا آپ کے اعلان کے مطابق خیرالدین اور طرغوت دونوں کو اسیر بنا کر آپ کے پاس لانا چاہتا ہے اور اس امر کی ضمانت طلب کرتا ہے کہ ایسا کرنے کے بعد تم اس سے شادی کرلو گی۔

اس نے تمام نبیوں اور رسولوں کی قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے گی۔ اس نے مجھے اپنا ایک لباس دیا ہے اور کہا تھا۔ یہ لباس اپنے آقا کو دینا اور کہنا کہ اگر وہ میری شرط پوری کر دے تو یہ لباس میرے اور اس کے درمیان اس عہد کی نشانی ہوگی کہ میں نے اس سے شادی کرنی ہے۔"

سلیط نے جولیا کا لباس نکال کر خیرالدین کی طرف بڑھایا۔ خیرالدین نے وہ لباس لے لیا اور کھردرے لہجے اور گرم مزاج میں اس نے کہا۔ "میں اس لڑکی سے ہی ابتدا کروں گا۔ مسلمانوں کے خلاف اس کے تعصب کو دور کروں گا۔ اس کے باغی پن اور اس کی سرکشی کو ختم کر کے رکھ دوں گا۔ اس لڑکی کے اعلان کا میں ایسا جواب دوں گا کہ پورا یورپ انگشت بدنداں ہو کر رہ جائے گا اور پھر کبھی اطالوی لڑکی کو مستقبل میں ایسا اعلان کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

سلیط! سلیط! تم اب آرام کرو۔ جب جولیا کے خلاف میں مہم کی ابتدا کروں گا تو تم میرے ساتھ ہوگے۔ میں تم سے کچھ اور معلومات بھی حاصل کرلوں گا۔ اب تم جاؤ اور جا کر آرام کرو۔" سلیط وہاں سے ہٹ گیا۔ خیرالدین اور طرغوت پہلے کی طرح ساحل پر طوفانی انداز میں ہونے والے کام کی نگرانی کرنے لگے تھے۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔ مغربی افق کے لب خوب لال گوں ہو گئے تھے۔ تاریکی آ جانے کو اپنے بساط میں لپیٹتی ہوئی ہر طرف اپنی سیاہ چادر وطیلسان پھیلانے لگی تھی۔ مدینہ شذونہ کے کلیسا کا راہب اپلیس کلیسا کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ پارس وہاں نمودار ہوا اور راہب اپلیس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"اے میرے ہمدرد و مہربان بزرگ! میرے کام کا کیا ہوا؟"

ابلیس نے شرمندگی کے احساس میں کہا۔ "میرے عزیز! میں نے انتہائی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانتی۔ میں نے ہر طرح سے تمہاری تعریف کی۔ تمہاری مہارت اور شرافت کے قصے اسے سنائے لیکن مجھے افسوس ہے وہ تمہارا نام تک سننا پسند نہیں کرتی۔ وہ تمہارے ساتھ شادی پر ہرگز رضامند نہ ہوگی۔"

اپارس نے گہری سرگوشی میں کہا۔ "تو پھر ایک زحمت کیجیے۔ امید ہے میری خاطر آپ انکار نہیں کریں گے۔"

ابلیس نے بھی سرگوشی میں پوچھا۔ "تم کہو میں ہر طرح سے تمہاری مدد کروں گا۔"

اپارس نے پہلے ہاتھ میں پکڑی ہوئی نقدی کی چرمی تھیلی ابلیس کو تھمائی پھر اس نے بڑی عیاری سے کہا۔ "آپ کسی طرح آج رات خولان کو یہاں روک لیں۔ میں اپنے دو آدمی بھیجوں گا جو اسے اٹھا کر میرے پاس لے آئیں گے اور پھر میں اس سے شادی کر لوں گا۔ اگر وہ خوشی سے مان گئی تو بہتر ورنہ میں زبردستی کرنا بھی تو جانتا ہوں۔"

راہب ابلیس نے گہری سوچ کے بعد کہا۔ "تو پھر تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جب اندھیرا خوب گہرا ہو جائے تو اپنے آدمی بھیج دینا۔ ان کے آنے تک میں خولان کو اس کے کمرے میں بٹھا رکھوں گا۔ وہ اسے وہاں سے اٹھا کر لے جائیں گے۔ خولان کے ماں باپ جب مجھ سے اس سے متعلق پوچھیں گے تو میں کہہ دوں گا کہ وہ گھر جانے کے لیے کلیسا سے جا چکی ہے۔ اس طرح میری ذات پر بھی کوئی حرف نہ آئیگا۔"

اپارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بالکل درست کہا۔ میں اب جاتا ہوں اور اپنے آدمی بھیج دوں گا۔" اپارس اٹھ کر چلا گیا۔ ابلیس نے نقدی کی چرمی تھیلی سنبھالتے ہوئے قریب سے گزرنے والی ایک راہبہ کو بلایا۔ جب وہ قریب آئی تو ابلیس نے کہا۔ "اے بیٹی! ذرا خولان کو میرے پاس بھیج دینا۔"

وہ راہبہ چلی گئی۔ ابلیس وہیں بیٹھ کر خولان کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خولان وہاں آئی اور ابلیس کے قریب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "مقدس باپ! کیا آپ نے مجھے طلب کیا ہے؟"

ابلیس نے کہا۔ "اے بیٹی! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ آج گھر نہ جانا۔ اپنے کمرے میں میرا انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں آتا ہوں۔" خولان نے جواب میں کچھ نہ کہا اور چپ چاپ وہ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

خولان نے اپنے کمرے کا قفل باہر سے کھولا پھر وہ اندر جا کر چپ چاپ اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔ وہ بکھری بکھری اور منتشر سی لگ رہی تھی۔ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے اسے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ راہب ابلیس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ دو اور جوان بھی تھے۔ جنہوں نے اندر داخل ہوتے ہی دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔ خولان بیچاری چونکی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ تاہم وہ اپنے بستر کے قریب ہی کھڑی رہی تھی۔

راہب ابلیس نے خولان کی طرف اشارہ کر کے اور ان دونوں اجنبی جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ خولان ہے اسے اپنی مرضی سے اٹھا کر جہاں چاہے لے جاؤ۔ میں اس کی نسبت سے ہونے والے تمہارے سارے گناہ معاف کرتا ہوں۔ میں نے اسے بہت سمجھایا۔ ہر اونچ نیچ دکھائی اور اسے اپارس سے شادی کر لینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن یہ نہ مانی۔ اب اس کے مقدر میں گناہ آلود زندگی لکھ دی گئی ہے۔ اور جو کسی کا اچھا مشورہ نہیں مانتے ان کا حشر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اس کا ہونے والا ہے۔ اسے اٹھاؤ اور اپارس کے پاس لے جاؤ۔ پہلے اسے اس بستر پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ کس کر باندھ دو تاکہ یہ نہ مزاحمت کے قابل رہے نہ ہی شور کر کے معاملے کو بگاڑ سکے۔"

خولان اپنے بستر کے قریب خاموش اور چپ چاپ کھڑی تھی۔ ابلیس کی باتوں کا بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس میں جان ہی نہ رہی ہو اور وہ پتھر کا ایک بت ہر جسے لا کر اس کمرے میں کھڑا کر دیا گیا ہو۔ تاہم غصے اور برہمی کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔

راہب ابلیس کے کہنے پر وہ دونوں جوان آگے بڑھے۔ وہ چاہتے تھے کہ خولان کو جکڑ لیں۔ جب وہ خولان کے قریب گئے تو اچانک خولان کسی طوفانی جھونکے اور برق کے کوندے کی طرح حرکت میں آئی۔ اس نے اپنے بستر کے تکیے تلے ہاتھ ڈال کر ایک تلوار کھینچ لی اور بڑی خونخواری سے حملہ آور ہو کر اس نے ان دونوں جوانوں کی گردنیں باری باری کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

راہب ابلیس خولان کے اس اچانک حملے پر خوفزدہ ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا اور وہ تیز آندھی میں کھڑے کسی کمزور درخت کی طرح لرزنے اور کانپنے لگا تھا۔ اس نے چاہا کہ دروازہ کھول کر بھاگ جائے اور خولان سے اپنی جان بچا لے لیکن جب وہ دروازے کی طرف بھاگنے لگا تو خولان نے اس سے بھی زیادہ پھرتی دکھائی اور وہ اپنی تلوار سونتے اس سے پہلے بند دروازے پر جا کھڑی ہوئی تھی۔

راہب ابلیس ٹھٹھر کر رہ گیا۔ خولان نے اپنی خون آلود تلوار لہراتے ہوئے کہا: "تو ابلیس نہیں ابلیس ہے۔ تو راہب نہیں شیطان ہے۔ سن میں خولان بنت قینطان ایک عرب ماں کی بیٹی ہوں اور اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں۔ میں دیکھ رہی تھی کہ اپارس تمہارے پاس آتا جاتا ہے اور تمہارے لیے نقدی کی تھیلیاں لاتا ہے۔ اس دن کا مقابلہ کرنے کے لیے میں نے ایک عرصے سے اپنی تیاری کر رکھی تھی۔

تو راہب ہو کر ساری راہباؤں کا باپ تھا۔ تو نے باپ ہو کر سنہری سکوں کے عوض اپنی بیٹی کا سودا کیا ہے۔ میں یہاں پُرامن زندگی بسر کرنے کے لیے کلیسا کی پناہ میں آئی تھی لیکن تو نے کلیسا کو بھی میرے لیے جہنم بنا کر رکھ دیا۔ اب میں تجھے کیسے اور کیونکر معاف کر سکتی ہوں؟"

راہب ابلیس نے ہکلاتے ہوئے کہا: "مجھے معاف کر دو خولان بیٹی! مجھ سے غلطی سرزد ہوئی۔ میں گناہ گار ہوں۔ آئندہ میں تمہارا خیال رکھوں گا۔"

خولان نے غضب ناک آواز میں کہا: "یہاں سے چھوٹ جانے کے بعد میں جانتی ہوں تیری حالت زخمی سانپ کی سی ہو گی اور زخمی سانپ انتہائی مہلک اور خطرناک ہوتا ہے۔ پھر بھلا میں تجھے کیونکر معاف کر دوں اور تو اپنے آپ کو گناہگار بھی کہہ چکا ہے۔ سو تجھے تیرے گناہوں کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔"

راہب ابلیس پھر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن خولان نے اسے موقع نہ دیا۔ اس نے اپنی تلوار بلند کی، لہرا کر گرائی اور راہب ابلیس کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ خولان نے اپنی خون آلود تلوار راہب ابلیس کے کپڑوں سے صاف کی، دروازہ کھول کر وہ باہر آئی کمرے کو باہر سے قفل لگایا پھر وہ اپنے گھر کی طرف بھاگ رہی تھی۔

خولان نے اپنے گھر پر دستک دی۔ وہ ہانپ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کے چھوٹے بھائی خبیب نے دروازہ کھولا۔ خولان جب گرتی پڑتی گھر میں داخل ہوئی تو خبیب نے فوراً دروازہ بند کیے اور آگے بھاگ کر خولان کو شانے سے پکڑ کر سہارا دیتے ہوئے ہمدردی اور پیار سے پوچھا۔

"اے میری بہن! تجھے کیا ہوا۔ تو ٹھیک تو ہے۔ تو خوفزدہ کیوں ہے۔ آہ تیرے ہاتھ میں تو خون آلود تلوار ہے۔ گو اسے پونچھا گیا ہے پھر بھی اس پر خون کے دھبے ہیں۔"

خبیب کی گفتگو سن کر ان کا باپ قینطان اور ماں طرسونہ بھی جاگتے ہوئے باہر آ گئے۔ قینطان کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ خولان آگے بڑھی اور اپنے باپ سے لپٹ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ قینطان نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور گہری پدرانہ شفقت میں اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ "خولان! خولان! میری بیٹی! میری بچی! کیا بات ہے۔ تم رو کیوں رہی ہو۔ تم خوفزدہ کیوں ہو۔"

خولان کی حالت دیکھ کر اس کی ماں طرسونہ بُری طرح رونے لگی تھی جبکہ خبیب نے آگے بڑھ کر خولان کے ہاتھ سے تلوار لے لی تھی۔ خولان نے اپنے باپ کی چھاتی سے لپٹے ہی لپٹے آنسوؤں اور ہچکیوں میں وہ ساری داستان کہہ دی تھی جو کلیسا

اسے پیش آئی تھی۔

قینطان فوراً سنبھلا اور خولان کو علیحدہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "خولان! خولان! تم رو نہیں میری بیٹی! میں اب بوڑھا ہوں، تو میری بیٹی ہی نہیں بڑا بیٹا بھی ہے۔ تو خبیب کی بڑی بہن ہی نہیں اس کا بڑا بھائی بھی ہو۔ سنبھلو میری بیٹی! جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ہمیں آنے والے طوفان کے متعلق سوچنا چاہیے۔ راہب کا قتل کوئی معمولی حادثہ نہیں، اندلس کی مذہبی عدالتیں ہمیں ادھیڑ کر رکھ دیں گی اور صرف ایک راہب کے قتل پر وہ ہم سب کو صلیب پر چڑھا دیں گے۔"

سنو! خولان! مجھے غور سے سنو بیٹی! نہیں بڑا بیٹا بن کر غور سے سنو! ہمیں ابھی اور اسی وقت یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ مالقہ میں میرا ایک تاجر دوست ہے ہماری طرح وہ بھی مسلمان ہے۔ ہم اس کے ہاں جا رہیں گے۔ وہ ضرور ہمیں پناہ دے گا۔"

قینطان تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ اپنے خشک ہونٹوں پر اس نے زبان پھیری پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ "خولان! خولان! سنبھلو اور یہاں سے کوچ کی تیاری کرو۔ خبیب! تم اصطبل سے تینوں گھوڑے نکال لاؤ اور اپنی ماں بہن کے ساتھ مل کر کوچ کی تیاری کرو۔ میرے بچو! فکر مند نہ ہو، میرا دل کہتا ہے ہم یہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں ذرا اپنے ہمسائے سے مل آؤں جن لوگوں سے مال کے لین دین کے سلسلے میں جو کچھ ہم نے لینا ہے وہ میں اسے بتا آؤں جیسے بعد وہ ان سے وصول کر لے گا۔"

قینطان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ خبیب بھاگ کر تینوں گھوڑوں کو اصطبل سے لے آیا اور ان پر زینیں کسنے لگا۔ طرسونہ اور خولان دونوں ماں بیٹی نے اپنے گھر کی ساری نقدی، زر و جواہرات، زیورات اور دوسرا قیمتی اثاثہ باندھ کر گھوڑوں کی زینوں سے لٹکا دیا تھا۔ پھر انہوں نے گھر میں پڑی کھانے کی اشیاء ایک گھوڑے کی خرجینوں میں ڈال دیں اور پانی کے تین مشکیزے بھی بھر کر انہوں نے زین کے ہنوں

سے باندھ لیے تھے۔ تھوڑی دیر بعد قینطان بھی لوٹ آیا اور اس نے کہا۔ "جلدی کرو اور یہاں سے کوچ کر جائیں۔ میں ہمسایوں کو سب کچھ سمجھا آیا ہوں۔ ہماری غیر موجودگی میں وہ ہمارے گھر کا خیال رکھیں گے۔"

طرسونہ اور خولان ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو گئیں۔ دوسرے دونوں گھوڑوں پر قینطان اور خبیب بیٹھ گئے تھے۔ گھر سے نکل کر وہ شہر کے اندر اپنے گھوڑوں کو آہستہ آہستہ ہانک رہے تھے لیکن شہر سے باہر نکل کر وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ وہ اس شاہراہ سے ہٹ کر سفر کر رہے تھے۔ جو مدینہ قرطبہ سے مالقہ شہر کی طرف جاتی تھی۔

دوسرے روز عشاء کے قریب بوڑھا قینطان مالقہ میں ایک مکان کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ خولان، طرسونہ اور خبیب اس سے قریب ہی تینوں گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھے نے دروازہ کھولا اور قینطان کو دیکھتے ہی اس سے بغلگیر ہو گیا۔ پھر علیحدہ ہو کر جب اس کی نظر خولان، طرسونہ اور خبیب پر پڑی تو اس نے پریشانی میں پوچھا۔ "تم خیریت سے تو آئے ہو۔"

قینطان نے کہا۔ "یہ میری بیوی، بیٹی اور بیٹا ہیں۔" پھر قینطان نے نہایت رازدارانہ سرگوشی میں مدینہ قرطبہ میں پیش آنے والے حالات اس سے کہہ دیئے۔ اس بوڑھے نے قینطان کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو ادھر میری طرف آ گئے ہو۔"

پھر اس بوڑھے نے طرسونہ، خولان اور خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا نام عدفان ہے۔ قینطان مجھے بھائیوں جیسا ہے۔ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ گھر بھی آپ کا ہے۔" عدفان رکا پھر قینطان سے کہا۔ "قینطان! میرے دوست! یہ گھر بھی تمہارا ہے۔ اس میں رہنا چاہو تو اس کے دروازے کھلے ہیں

لیکن یہاں ایک خطرہ ہے۔"

عدفان رُکا، مُڑ کر پیچھے مکان کے اندرونی حصّے کی طرف دیکھا پھر گھر کا دروازہ بند کر کے اس نے قیتطان کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے "کوئی چھ ماہ گزرے میری بیوی مر گئی ہے۔ تم جانتے ہو میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کی شادی میں نے ایک نصرانی لڑکی سے کر رکھی ہے۔ اس لڑکی کی بہت سی نصرانی سہیلیاں ہیں جو اس سے ملنے آتی رہتی ہیں۔ یہاں اسی گھر میں رہنے سے شاید وہ آپ لوگوں کو مشکوک نہ جانے اور پھر ایسا نہ ہو کر کسی معبد اس راہب کے قتل کا بھید کھل جائے اور تمہاری بیٹی خولان پر مصیبت ٹوٹ پڑے۔ ایسا کرتے ہیں شہر کے جنوب میں میری ایک اور حویلی بھی ہے۔ کبھی وہاں میرے اُونٹ، بکریاں اور گھوڑوں کے ریوڑ بندھا کرتے تھے لیکن بعد کو میں نے یہ ریوڑ بیچ ڈالے اور حویلی کی مرمت کرا کر اسے صاف ستھرا بنا دیا۔

اس میں رہنے کے لیے صاف ستھرے چار کمرے ہیں، باورچی خانہ، طہارت خانہ، اصطبل اور نماز پڑھنے کے لیے ایک طرف پختہ فرش بھی بنا ہوا ہے۔ تم اس حویلی میں رہائش کر لو۔ وہاں محلے میں تم اجنبی بھی ہو گے اور کوئی تم سے سروکار نہ رکھے گا۔ میں اپنے بیٹے اور بہو سے کہہ دوں گا کہ میں نے غرناطہ کے ایک تاجر کی کچھ رقم دینی تھی جس کے عوض میں نے اسے اپنی وہ حویلی دے دی ہے۔ اس طرح تم لوگوں پر کسی کو شک بھی نہ ہو گا۔ اس محلے کے لوگ اگر پوچھیں بھی تو کہہ دینا کہ میں غرناطہ کا رہنے والا ہوں۔ ایک قرض کے بدلے میں یہ حویلی ملی ہے اور اسی میں رہائش کر لی ہے۔"

اندھیرے میں قیتطان نے بڑے احسان مندی کے ساتھ عدفان کا شانہ پکڑ کر دباتے ہوئے کہا "میں تمہارا احسان مند ہوں کہ اس بُرے وقت میں تم میرے کام آ رہے ہو۔ تم فکر نہ کرو میں گھر سے خالی ہاتھ نہیں نکلا۔ اپنا سارا قیمتی اثاثہ لے کر آیا ہوں میں تمہیں حویلی کی قیمت ادا کر دوں گا۔"

عدفان نے بڑی عاجزی و انکساری سے کہا۔ "میں اگر حویلی کی قیمت لوں تو حرام کھاؤں۔ تمہارے بیٹی اور بیٹے کو اپنی بیٹی اور بیٹا جان کر وہ حویلی میں نے تمہیں مفت میں دی۔ اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں اس حویلی میں چھوڑ آؤں۔ میرا بیٹا اور بہو سوئے ہوئے ہیں۔ انہیں تم لوگوں کے آنے کی خبر نہیں۔ میں ابھی جاگ رہا تھا۔ اب میرے ساتھ آؤ۔ ہمیں یہاں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے۔" عدفان نے اپنے مکان کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اور ان سب کو لے وہ شہر کے جنوبی حصّے کی طرف چل دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عدفان ان سب کو لے کر مالقہ کے جنوبی حصّے کی ایک حویلی کے سامنے رکا، اس کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ وہ کافی بڑی حویلی تھی۔ سامنے والے حصّے میں پھل دار پودے لگے ہوئے تھے جن کے اندر نماز پڑھنے کے لیے ایک طرف پختہ اینٹوں کا فرش تھا۔ عدفان نے انہیں حویلی کا اندرونی حصّہ دکھایا۔ سارے کمرے پختہ، صاف ستھرے اور قابلِ رہائش تھے حتیٰ کہ کمروں کا فرش بھی پختہ تھا۔

عدفان نے قیتطان سے کہا۔ "اب یہ حویلی تمہاری ہے۔ اس میں آزادی اور حفاظت سے رہو۔ کسی شئے کی ضرورت ہو تو کہو میں بھجوا دوں گا۔"

قیتطان نے کہا "کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم راستے میں ایک محفوظ جگہ رُک گئے تھے۔ اس نیت کے ساتھ کہ ہم رات کی تاریکی میں مالقہ شہر کے اندر داخل ہوں۔ تاکہ ہمیں کوئی دیکھ نہ سکے۔ پچھلی منزل میں ہم اپنے کھانے کے علاوہ گھوڑوں کو پیٹ بھر کر چارہ بھی کھلا چکے ہیں۔"

عدفان نے کہا۔ "تم لوگ تھکے ہو گے۔ اب آرام کرو۔ میں آتا جاتا رہوں گا جس چیز کی بھی ضرورت ہو مجھے بلا جھجک کہہ دینا۔" عدفان نے قیتطان سے مصافحہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

قیتطان نے حویلی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ گھوڑوں سے سارا سامان اُنھوں نے اتار کر ایک کمرے میں رکھ دیا پھر گھوڑوں کو عقب حویلی کی

پشت کی طرف لے گیا۔ وہاں ایک چھوٹا سا صاف ستھرا اصطبل تھا۔ گھوڑوں کی زینیں اُتار کر اس نے انہیں اصطبل میں باندھ دیا تھا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا قیتطان نے ایک کمرے میں چربی سے جلنے والا چراغ روشن کر رکھا تھا۔ جبکہ خولان نے اسی کمرے کے فرش پر چار بستر لگا دیئے تھے۔ قیتطان نے خولان اور غبیب کو مخاطب کر کے کہا۔

"میرے بچو! آج کی رات اس فرش پر سو کر گذار لو۔ کل سے میں مسہریوں کا انتظام کر لوں گا۔" تھوڑی دیر بعد وہ چاروں اپنے اپنے بستر پر پڑ کر گہری نیند سو رہے تھے۔

جلد ہی خیرالدین اور طرغوت نے اپنی نگرانی میں چوراسی جہازوں کا ایک بیڑہ تیار کر لیا پھر ان دونوں نے سلطان سلیمان سے مشورہ کر کے جنگ کا ایک حیرت انگیز لائحہ عمل تیار کیا پھر ایک روز وہ دونوں سلطان سلیمان کے امیرالبحر اور نائب امیرالبحر کی حیثیت سے اپنے بحری بیڑے پر آلِ عثمان کا سبز پرچم اُڑاتے ہوئے نکلے۔

اب انہوں نے کھلے سمندر میں پاپائے رُوم کے جہازوں، ناپلی، جینوا اور مالٹا کے نائٹوں کی جنگی کشتیوں، پرتگالی جہازوں، سلطنتِ روما، اسپین، وینس اور فرانس کے بحری بیڑوں کی پرواہ کیے بغیر ایک انتہائی خطرناک مہم کا آغاز کیا۔ یورپ پر اپنے حملے کی ابتداء وہ جولیا گون تساگا کو ایک عبرت خیز سبق سکھانے سے کر رہے تھے جس نے ان دونوں کے سر یا اسیری کی صورت میں اپنے بدن کا سودا لگا رکھا تھا۔

پہلے انہوں نے بحیرہ ایجن کی جنگ گاہوں کا جائزہ لیا پھر وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ طوفانی انداز میں اطالیہ داخل اور صقلیہ (سسلی) کے درمیان پڑنے والی خلیج مسینا میں داخل ہوئے۔ یہ وہی راستہ تھا جس راستے سے ان کا مخبر

سلیط جولیا گون تساگا سے ملنے گیا تھا۔ اب وہی سلیط ان کی ان راستوں پر راہنمائی کر رہا تھا۔ یہ ایک انتہائی خطرناک مہم تھی وہ یورپ کے اس حصے میں جا گھسے تھے جہاں وہ کسی بھی وقت کسی یورپی بحری بیڑے کا شکار ہو سکتے تھے۔

خلیج مسینا سے گزر کر انہوں نے اطالیہ کے ساحلی شہر ریجیو پر حملہ کر دیا۔ شہر کی حفاظتی فوجوں کو انہوں نے عبرت خیز شکست دی اور شہر کو بزورِ شمشیر انہوں نے فتح کر لیا۔ یہاں سے انہیں خوب مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر وہ آگے بڑھے اور اطالیہ کے دوسرے بڑے شہر چیترارو پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں ساحل پر اطالوی بحری بیڑے کی اٹھارہ جنگی کشتیاں کھڑی تھیں۔ ایک مختصر سے حملے میں ان کشتیوں کو انہوں نے ڈبو کر رکھ دیا اور اس شہر کو بھی انہوں نے فتح کر لیا۔ یہاں سے بھی اُنہیں بہت کچھ ہاتھ لگا۔

پھر برق رفتاری سے وہ شمال کی طرف اطالیہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اور جولیا گون تساگا کے شہر فوندی پر حملہ کر دیا۔ پہلے طے شدہ فیصلے کے تحت طرغوت شہر کے شمالی حصے اور باربروسہ جنوبی حصے پر حملہ آور ہوا تھا۔ وہاں متعین اطالوی لشکر کو انہوں نے لمحوں کے اندر ختم کر دیا اور شہر کی اُنہوں نے اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔

یورپ کی حسین ترین لڑکی جولیا گون تساگا کو جب خبر ہوئی کہ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے اس کے شہر پر حملہ کر دیا ہے تو وہ ایسی بدحواس ہوئی کہ شب خوابی کے باریک جالی دار لباس میں ہی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے صرف ایک ہی محافظ کو اپنے ساتھ لیا تھا۔ اپنے اس محافظ پر اسے خوب بھروسہ تھا اس لیے کہ وہ خوب تنومند تھا اور تلوار کے فن میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔

لہ بعض یورپی مورخوں کا خیال ہے کہ جولیا اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بالکل برہنہ تھی لیکن عام خیال یہی ہے کہ وہ شب خوابی کے باریک لباس میں تھی۔

اپنے قلعے سے نکل کر جولیا جب اپنے محافظ کے ساتھ جنوبی جنگل میں اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہی تھی تو اچانک اس نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اس نے دیکھا جنگل میں خیرالدین باربروسا اس کی راہ روکے کھڑا تھا اس کے دائیں جانب اوٹ میں اس کے لشکری بھی کھڑے تھے - خیرالدین کے ساتھ سلیط بھی تھا جو جولیا سے مل چکا تھا - جب جولیا جنگل میں سامنے آئی تو اس نے خیرالدین کو بتا دیا کہ یہی جولیا ہے اور خود اوٹ میں ہو گیا تھا -

خیرالدین جب جولیا کی راہ روک کھڑا ہوا تو اس نے کڑک کر پوچھا - "کون ہو تم اور میری راہ کیوں کاٹی ہے" - جولیا نے خیرالدین کے لشکریوں کو نہ دیکھا تھا اس لیے کہ وہ ذرا ہٹ کر اوٹ میں تھے - خیرالدین نے دیکھا جولیا اس قدر باریک لباس پہنے ہوئے تھی کہ اس میں سے اس کا سارا بدن ایک سرخی مائل جھلک کے ساتھ نظر آ رہا تھا - خیرالدین نے اپنی کمر سے بندھا ہوا جولیا کا وہی لباس کھولا جو سلیط نے اسے دیا تھا اور وہ لباس اس نے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھی ہوئی جولیا کے اوپر پھینکتے ہوئے کہا "تمہارا میرے سامنے یوں برہنہ رہنا میرے لیے باعثِ شرم ہے۔ پہلے اس لباس سے اپنے آپ کو ڈھانپو پھر بتاتا ہوں میں کون ہوں اور کیوں تمہاری راہ میں نے کاٹی ہے؟"

جولیا نے ایک بڑی حیرت اور پریشانی میں اپنے لباس کو دیکھا پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے وہ لباس پہن لیا اور غور سے خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اب کہو، تم کون ہو؟"

خیرالدین نے کہا "تمہارا یہ لباس تو میرا ایک مخبر تم سے لے کر گیا تھا اور میں ان دو میں سے ایک ہوں جن کے سر یا اسیری پر تم نے اپنا بدن تک داؤ پر لگا رکھا ہے - ہاں میں ان دونوں میں سے ایک ہوں جن کے متعلق تم نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو کوئی ان دونوں کے سر کاٹ کر لائے گا یا انہیں اسیر کر کے تمہارے سامنے پیش کرے گا تم اس سے شادی کر لو گی - کیسا قصداوتی اعلان ہے - اپنی رسوائی کا کیسا گھٹیا طریقہ ہے -

جولیا کے چہرے پر غصے اور برہمی کے نقوش بکھر گئے اور اس نے

نفرت بھرے لہجے میں پوچھا - "کون ہو خیرالدین باربروسہ یا دراگوت؟"

خیرالدین نے کہا - "میں باربروسہ ہوں -" چند ثانیوں تک جولیا غور سے خیرالدین کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے محافظ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آگے بڑھ کر باربروسہ پر حملہ کرو۔ اگر تم نے اسے زیر کر کے اس کی گردن کاٹ دی تو میں تم سے شادی کر لوں گی اور یہیں کھڑے کھڑے میں اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گی۔"

وہ محافظ اپنے گھوڑے سے اترا اور اپنی تلوار لہراتا ہوا وہ خیرالدین باربروسہ کی طرف بڑھا - خیرالدین نے اپنے دائیں طرف ہاتھ لہرا کر اپنے لشکریوں کو اشارہ کیا کہ کوئی بھی گھات سے باہر نہ آئے پھر وہ اس محافظ سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا - اس محافظ نے فوراً آگے بڑھ کر خیرالدین پر حملہ کر دیا - وہ اس امر پہ بڑا خوش تھا کہ خیرالدین کو موت کے گھاٹ اتار کر وہ جولیا کی دائمی رفاقت کا حق دار ہو جائے گا - جولیا سے شادی کرنے کا نشہ بُری طرح اس پر سوار ہو گیا تھا -

جولیا کے ذاتی محافظ ماتھیاس نے اپنی طرف سے خیرالدین پر ایک خطرناک اور مہلک وار کیا تھا لیکن وہ دنگ رہ گیا، خیرالدین نے اس کے حملے کو بڑی آسانی سے اپنی ڈھال پر روک لیا تھا پھر جنگل میں جولیا اور ماتھیاس کے سامنے کھڑا خیرالدین طوفانی شکل اختیار کر گیا تھا - اس نے ماتھیاس پر جوابی حملہ کر دیا تھا اور اس کی چمکتی ہوئی بھاری تلوار بار بار حملہ آور ہو کر بجلی کے کوندے اور آگ کے شرارے کی طرح حرکت کر رہی تھی -

ماتھیاس جو یورپ کا مانا ہوا تیغ زن تھا اور جس کی جنگی قابلیت اور شجاعت پر جولیا کو ناز تھا وہ اب خیرالدین کے وار بڑی مشکل سے روک رہا تھا اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا اور خیرالدین اسے اپنے اشاروں پر نچا رہا تھا - جولیا پریشان اور مضطرب ہو گئی تھی -

اچانک خیرالدین نے اپنی ڈھال خوب زور سے اپنے آگے آگے اٹھے

پاؤں بھاگتے ماتھیاس کے پہلو میں دے ماری تھی - ماتھیاس لڑکھڑایا - اپنا توازن وہ برقرار نہ رکھ سکا اور زمین پر گر گیا - خیر الدین نے آگے بڑھ کر اپنی تلوار کی نوک اس کی گردن پر رکھتے ہوئے پوچھا "اگر تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو تو میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو میں اپنی تلوار کو پھر حرکت میں لاتا ہوں اور یاد رکھو اگر میری تلوار اٹھ کر تم پر گری تو پھر تمہیں خاک و خون میں ملا جائے گی۔"

ماتھیاس نے تلوار ایک طرف پھینک دی اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا "میں شکست تسلیم کرتا ہوں" - اتنے میں جولیا نیچے آ گری اور ماتھیاس کی پھینکی ہوئی تلوار اٹھا کر ماتھیاس کی گردن کاٹ دی اور خیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا "ایسے شخص کو میں اپنا ذاتی محافظ کیونکر تسلیم کر سکتی ہوں جو اپنی حفاظت کے لیے کچھ نہ کر سکتا ہو" - پھر اس نے خون آلود تلوار پھینک دی اور پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھی - خیر الدین نے چند قدم اس کی طرف آگے بڑھتے ہوئے کہا "کیا تم اب بھی اپنی شادی کی اس رسم پر قائم ہو؟"

جولیا نے کہا "میں تائب ہوتی ہوں اور اپنی شادی کی شرط واپس لیتی ہوں - مجھے تمہارے اور طرغوت کے متعلق اندھیرے میں رکھا گیا تھا تمہاری شجاعت و جرأت کو میں تسلیم کرتی ہوں - تمہارے اور طرغوت کے علاوہ کوئی اور اطالیہ کے ساحلوں تک آنے کی جسارت نہ کر سکتا تھا - اب میرے لیے تمہارا کیا حکم ہے - اگر تم ایک جنگی قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھتے ہوئے مجھے لشکر میں شامل کرنا چاہتے ہو تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں -

تمہارے اور طرغوت کے خلاف لگایا ہوا داؤ میں ہار چکی ہوں - میں نیم برہنہ تھی - کسی بھی میرے ہم وطن نے میری اس عریانی کو نہیں ڈھانپا - حتیٰ کہ تم نے مسلمان ہو کر ایسا کر دیا ہے - یقیناً تمہاری تہذیب ہم سے کہیں بہتر و افضل ہے -"

خیر الدین نے چند ثانیوں تک جولیا کو دیکھا پھر اس نے کہا "تمہارا گھوڑا تمہارے پاس ہے اور تمہارا بدن اب پوری طرح ڈھکا ہوا ہے - جاؤ واپس چلی جاؤ اور

اپنے قلعے میں جا کر آرام کرو - کوئی بھی تم سے تعرض نہ کرے گا۔"

جولیا چند ثانیوں تک بڑی بے بسی اور کرب سے خیر الدین کو دیکھتی رہی پھر وہ وہاں سے گھوڑا موڑ کر واپس اپنے محل کو جا رہی تھی - خیر الدین دائیں طرف مڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف جا رہا تھا -

شام ہو گئی تھی، ڈوبتے سورج کی شفق آسمان کے حاشیوں کو لال گوں کر گئی تھی جاڑا اپنے عروج کی طرف جا رہا تھا - اس لیے سردی بھی خوب ہو گئی تھی - خولان چولہے کے پاس بیٹھی کھانا تیار کر رہی تھی - اس کے پاس قنیطان، طرسونہ اور خبیب بھی اپنے آپ کو گرم رکھنے کی خاطر آگ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے - قنیطان چند ثانیوں تک بڑی شفقت، بڑے پیار سے خولان کو دیکھتا رہا پھر اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "طرغوت نام کا وہ ملاح نہ جانے کہاں چلا گیا - اس نے ہمارے ہاں آنا جانا ہی بند کر دیا تھا اور اب جب کہ ہم مدینہ شذونہ سے مالقہ منتقل ہو گئے ہیں اب تو اس سے ملنے کی کوئی امید ہی نہیں رہی -

خولان بڑے غور اور توجہ کے ساتھ قنیطان کی باتیں سننے لگی تھی - طرغوت کے ذکر پر وہ چونک سی پڑی تھی - قریب ہی پڑی ہوئی لکڑیوں میں سے بوڑھے قنیطان نے ایک نوکیلی لکڑی اٹھائی اور اسے آہستہ آہستہ زمین پر مارتے ہوئے اس نے پھر کہنا شروع کیا -

"آہ طرغوت! تم کہاں ہو؟ یقیناً میں نے تم سے بدمعاملگی کی - کاش میں نے تم سے یہ نہ کہا ہوتا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں - ہم مسلمان ہیں اور کٹر مسلمان ہیں - سورج اور زمین آپس میں مل سکتے ہیں، مشرقین اور مغربین آپس میں یکجا ہو سکتے ہیں لیکن کوئی ہم سے مسلمان ہونے کی سعادت نہیں چھین سکتا - طرسونہ! طرسونہ! آج وہ ملاح مجھے بہت یاد آ رہا ہے - اس کی آمد پر مجھے خوشی اور اس کی باتوں سے مجھے سکون اور اطمینان ملتا تھا - کاش! ہم اس کے کہنے پر افریقہ منتقل

ہو چکے ہوتے۔ کاش! میں نے اس کا کہا مان لیا ہوتا تو آج ہماری حالت یوں نہ ہوتی کہ ہم مدینہ شنقونہ سے اُٹھ کر یہاں مالقہ میں آ گئے ہیں اور اس حویلی میں ایک قیدی کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

قنیطان کی باتوں سے خولان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی تھی اس نے منہ دوسری طرف کر کے اپنے آنسو چھپائے تھے۔ تاہم قنیطان اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ چکا تھا۔

چند ثانیوں تک قنیطان خاموش رہا پھر ہاتھ میں پکڑی ہوئی نوکیلی لکڑی سے اس نے چولہے میں جلتی آگ کو اور زیادہ بھڑکاتے ہوئے کہا۔ "طرسونہ! میں نے سن رکھا ہے کہ طرخوت سیوطہ میں رہتا ہے۔ میں چند یوم تک اس کے پاس جاؤں گا۔ میرے بعد بچوں کا خیال رکھنا۔ میں اس سے کہوں گا کہ کسی طرح ہمیں مالقہ سے نکال کر افریقہ لے جائے۔ یہاں ہم قیدیوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کوئی گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ صرف خبیب مالقہ کے بازار میں سودا لینے جاتا ہے۔ اگر کسی روز کسی جاننے والے نے اسے دیکھ لیا تو مالقہ میں بھی ہمارے لیے طوفان اُٹھ کھڑا ہو گا۔" پھر اس نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے خولان سے پوچھا۔ "خولان! میری بچی! خبیب کہاں ہے؟"

خولان نے سر پر بندھے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "ماں نے اسے بازار بھیجا ہے۔ گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے چربی ختم ہو گئی تھی وہ بازار سے چربی لینے گیا ہے۔ اے میرے باپ! آپ نے اگر طرخوت کے پاس جانا ہو تو جلد جائیے۔ یہاں مالقہ میں بھی ہمارے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ طرخوت مسلم قوم سے محبت رکھنے والا ایک جرأت مند اور بے باک جوان ہے۔ یقیناً وہ ہماری مدد کو مالقہ کا رُخ کرے گا۔"

قنیطان نے محبت بھری نگاہوں سے خولان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں ضرور اس کے پاس جاؤں گا بیٹی! اور مجھے اُمید ہے طرخوت شاید ——

قنیطان کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ خبیب حویلی میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ چند مسلح جوان بھی تھے جن میں سے ایک نے خبیب کا بازو تھام رکھا تھا خبیب کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور چہرے پر زخموں کے داغ تھے۔ اس کے ہاتھ میں چربی بھرا برتن ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ شاید ان مسلح جوانوں کے ساتھ خبیب اُلجھا تھا۔

قنیطان اور طرسونہ گھبراہٹ میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ خولان نے گندھے ہوئے آٹے کا برتن ایک طرف کر دیا اور اُٹھ کر وہ ایک طرف کھڑی ہو گئی تھی۔ قنیطان آگے بڑھا اور اس جوان سے خبیب کا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ "اسے چھوڑ دو۔ مجھ سے بات کرو۔ میں اس کا باپ ہوں اور میرا نام قنیطان ہے۔"

اس مسلح جوان نے خبیب کو چھوڑ دیا۔ قنیطان نے خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اندر جا کر کپڑے بدل کرو بیٹے!" خبیب نے چربی کا برتن چولہے کے پاس رکھ دیا اور خود وہ چپ چاپ اندر چلا گیا تھا۔ قنیطان نے پوچھا۔ "کہو کیا بات ہے۔ تم لوگوں نے میرے بیٹے کو کیوں مارا ہے؟"

اس مسلح جوان نے کہا۔ "ہمارا تعلق مدینہ شنقونہ سے ہے۔ ہم تم لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ تمہارے بیٹے کو ہم نے بازار میں چربی خریدتے دیکھ لیا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا اور گھر کا پتہ پوچھا۔ یہ ہمیں کچھ نہ بتا رہا تھا لہٰذا ہم نے اسے مار کر گھر کا پتہ پوچھا۔ ہم صرف خولان کو لینے آئے ہیں اور کسی کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ کلیسا میں راہب الپیس اور دو جوانوں کو قتل کر کے اِدھر بھاگ آئی ہے۔ مدینہ شنقونہ کی مذہبی عدالت نے اس پر الزام لگایا ہے کہ مرنے والے دو جوانوں کا خولان سے ملنا جلنا تھا۔ اور ان کے اس سے تعلقات تھے۔ راہب الپیس نے اسے اس فعل بد سے منع کیا لیکن یہ نہ مانی۔ ایک روز جب وہ دونوں جوان خولان کے کرے میں اس سے رنگ رلیاں منا رہے تھے تو اوپر سے راہب الپیس آ گیا اور ان دونوں شیطانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جس کے جواب میں خولان نے راہب الپیس کو قتل کر دیا اور مالقہ کی طرف بھاگ آئی۔

مذہبی عدالت کو یہ ساری باتیں مدینہ شذونہ کے ایک رئیس اپارس نے بتائی ہیں۔ کیونکہ اس کا راہب الپیس کے پاس آنا جانا تھا اور راہب اسے خولان کی بدکرداری کے قصے اکثر سنایا کرتا تھا۔ وہ خولان کو اندر ہی اندر سمجھایا کرتا تھا تاکہ کسی راہبہ کی بدنامی نہ ہو۔"

خولان نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور روتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ جھوٹ اور بہتان ہے۔ الپیس راہب نہیں ابلیس تھا اور اپارس بھی اسی جیسا شیطان تھا۔"

اس مسلح جوان نے کہا۔ "جو کچھ تم نے کہنا ہے پادریوں کی عدالت میں کھڑے ہو کر کہنا۔ ہمارا فرض تمہیں مالقہ سے مدینہ شذونہ پہنچانا ہے۔" پھر اس نے اپنے دو ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "خولان کو پکڑ لو اور اسے اپنے ساتھ لے چلو۔ اگر یہ مزاحمت کرتی ہے تو اسے اٹھا لو۔"

قیطان نے خولان کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "تم میری بیٹی کو نہیں لے جا سکتے۔ تم اسے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ میں اسے نہیں جانے دوں گا۔" طرسونہ بھی خولان کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔

دونوں مسلح جوان خولان کو پکڑنے جب آگے بڑھے تو قیطان نے اپنے لباس کے اندر سے خنجر نکال لیا اور گرج کر کہا۔ "دور رہو، میری بیٹی کو ہاتھ نہ لگانا۔"

ان دونوں جوانوں نے پھر مڑ کر اپنے سرخیل کی طرف دیکھا اس نے اپنے سر کا مخصوص اشارہ کیا جس کے جواب میں ان دونوں جوانوں نے تلواریں برسا کر قیطان اور طرسونہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ خولان دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی ان مسلح جوانوں نے اسے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے حویلی سے لے گئے تھے۔

خبیب جب کپڑے بدل کر باہر نکلا تو اس نے دیکھا۔ وہ مسلح سپاہی اس کی بہن خولان کو لے جا چکے تھے۔ اور وہاں اس کی ماں اور باپ کی لاشیں پڑی تھیں۔ خبیب آگے بڑھا اور باری باری دونوں لاشوں سے لپٹ کر وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔ کافی دیر بعد رو کر اپنا غم ہلکا کرنے کے بعد خبیب سنبھلا پھر شاید کوئی فیصلہ کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا چولہے میں آگ بجھ گئی تھی اور اس پر توا اسی طرح پڑا تھا۔ چولہے کے ایک طرف گندھے ہوئے آٹے کا برتن اور دوسری طرف چربی کا برتن پڑا ہوا تھا۔

خبیب نے چربی کے برتن کو پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر مار کر گرا دیا پھر اس نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "اے حیف! کاش میں اس وقت چربی لینے بازار نہ گیا ہوتا۔ نہ میں بازار جاتا، نہ پکڑا جاتا اور نہ ہم پر یہ مصیبت ٹوٹتی۔ آہ! میرے باپ مارے گئے، میری عزیز اور بے گناہ بہن کو وہ پکڑ کر لے گئے۔ پادریوں کی عدالت اسے زندہ نہ چھوڑے گی۔ شاید اب میں اپنی بہن کو کبھی نہ دیکھ سکوں۔"

چند ثانیوں تک خبیب وہاں کھڑا ہو کر سوچتا رہا پھر اس کی چھاتی تن گئی اس کے چہرے پر انتقامی جذبے بکھر گئے۔ شاید اپنے لائحہ عمل اور اپنی بہن خولان کے لیے کچھ کرنے کا اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ پھر خبیب بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ حویلی کے صحن میں گڑھا کھود کر اس نے اپنے ماں باپ کو دفن کر دیا۔ پھر گھر کے اندر سے اس نے نقدی اور سارا قیمتی اثاثہ لے لیا اور رات کی تاریکی اور سخت سردی میں وہ بھاگتا ہوا حویلی کے اصطبل کی طرف جا رہا تھا۔

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے روما الکبریٰ کے مغربی ساحل کو جنوب سے لے کر شمال تک روند کر رکھ دیا تھا۔ جولیا گونزاگا جس کے حسن پر اہلِ یورپ کو فخر تھا اسے انہوں نے اپنا شادی کا اعلان واپس لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ یورپ کے اندر گھس کر اور اطالیہ پر حملہ آور ہو کر خیر الدین اور طرغوت نے ایک طرح سے اہلِ یورپ کے کان پکڑ کر کھینچ لیے تھے۔

خیر الدین اور طرغوت کی اس جرأت و ہمت سے زیادہ شاید ہی کوئی واقعہ یورپ کے شاہی درباروں کو مشتعل کرتا۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت یورپی سمندروں سے بچ کر نہ جا ئیں۔

اس مقصد کے لیے جرمنی، فرانس، اسپین، وینس، مالٹا، اطالیہ اور دیگر یورپی ملکوں کے بحری بیڑے بڑی تیزی سے اطالیہ کے مغربی ساحل کی طرف بڑھے۔ یہ بحری بیڑے مختلف سمتوں سے روما الکبریٰ کے ساحل کی طرف بڑھے۔ ان کا مقصد خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو سمندر میں گھیر کر ختم کر دینا تھا۔

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے اپنی روایتی برق رفتاری سے کام لیا۔ یورپی بیڑے ابھی مختلف سمتوں سے روما الکبریٰ کے مغربی ساحل کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ خیر الدین اور طرغوت واپس لوٹ پڑے۔ اطالیہ اور صقلیہ کے درمیان پڑنے والی خلیج سینا کے اندر سے گزرنے کی بجائے وہ اطالیہ کے ساحل کو چھوڑ کر کھلے سمندر میں جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے صقلیہ کے مغربی ساحل سے دُور دور گزر گئے اور ان کی سرکوبی کے لیے روما الکبریٰ کو جانے والے یورپی بحری بیڑے اپنی اس ناکامی پر شپٹا کر رہ گئے تھے کیونکہ خیر الدین اور طرغوت ان کی گرفت میں آنے کے بجائے بچ کر نکل گئے تھے۔

یورپی امیر البحر دیکھتے رہ گئے تھے جب کہ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے الجزائر یا اپنے بحری مسکن جزیرہ اجیری کی طرف جانے کے بجائے تیونس کا رخ کیا۔ تیونس کی بندرگاہ اور اس کے ارد گرد کا وسیع علاقہ ہسپانوی عملداری میں شامل تھا اور تیونس کی بندرگاہ کی حفاظت کے لیے وہاں چارلس کی طرف سے ہسپانیہ کا ایک بحری بیڑہ بھی مقرر تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ اطالیہ کے ساحل سے نکل کر خیر الدین باربروسہ اور طرغوت تیونس پر ٹوٹ پڑیں گے۔

ان دونوں نے تیونس کی بندرگاہ کا مکمل طور پر گھیراؤ کر لیا تھا۔ خیر الدین باربروسہ شمال مغرب اور طرغوت شمال مشرق کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے پہلے ہی حملہ میں ساحل پر کھڑے بڑے بڑے ہسپانوی جہازوں کو آگ لگا دی اور ان کے محافظوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے جہاز اور کشتیاں

ساحل پر لنگر انداز کیں اور بندرگاہ پر اتر کر انہوں نے وہاں مقیم ہسپانوی فوج پر عام حملہ کر دیا تھا۔

مقامی مسلمان آبادی اور تیونس کے اطراف میں رہنے والے مسلمان جو پہلے ہی ہسپانوی مظالم سے نالاں تھے وہ بھی گروہ در گروہ آ کر ان سے مل گئے تھے۔ وہاں ساری ہسپانوی سپاہ کو قتل کر دیا گیا اور تیونس اور اس کے اطراف میں خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے قبضہ کر لیا۔ تیونس میں الجزائر ہی کی طرح انہوں نے اپنے عمال مقرر کیے اور اسے بھی اپنا ایک بحری اڈا بنا لیا تھا۔

تیونس کی فتح کے دوسرے روز جب خیر الدین اور طرغوت جنگ میں نقصان اٹھانے والے اپنے جہازوں کی مرمت کرا رہے تھے ایک ادھیڑ عمر کا اور سفید ریش بزرگ صورت انسان ان دونوں کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو تم خیر الدین اور طرغوت ہو۔"

خیر الدین نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تم نے سچ کہا میرے محترم! میں خیر الدین ہوں اور یہ میرا عزیز بھائی طرغوت ہے۔"

اس بوڑھے نے کہا۔ "میرا نام حسان ہے۔ کبھی میں تیونس کا حکمران ہوا کرتا تھا۔ اہل ہسپانیہ نے یہ علاقہ مجھ سے ہی چھینا تھا۔ ان دنوں میں شہر کے مشرق کی طرف اپنے صحرائی محل میں رہتا ہوں۔ اہل ہسپانیہ بھی میری عزت اور توقیر کرتے تھے۔ اب جب کہ تم دونوں مسلمان ہو اور تم نے بزورِ شمشیر تیونس کو فتح بھی کر لیا ہے تو کیا تم دونوں یہاں سابق کی طرح میری حاکمیت بحال نہ کرو گے؟"

طرغوت نے غور سے اس بوڑھے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے بزرگ! آپ ان جھمیلوں میں نہ پڑیں۔ آپ کے اب آرام کرنے کے دن ہیں۔ آپ میں اس قدر ہمت نہیں کہ آپ تیونس کی حفاظت کر سکیں اور اس کا نظم و نسق چلا سکیں۔ اگر آپ میں ایک اچھے حاکم کی کوئی رمق ہوتی، اگر آپ میں مسلم قوم سے ذرا بھی ہمدردی ہوتی تو جس طرح اہل ہسپانیہ نے آپ سے تیونس چھین

لیا تھا آپ اندر ہی اندر ان کے خلاف جد و جہد شروع کر دیتے اور تیونس کو ان سے آزاد کرانے کی کوشش کرتے لیکن آپ تو اپنے صحرائی محل میں پڑے داد عیش دیتے رہے اور مسلمان تیونس میں ہسپانوی مظالم تلے تڑپتے رہے۔ آپ یہ کیوں توقع کرتے ہیں کہ کوئی اور آپ کی حاکمیت کو بحال کرے۔ یہ سہل نگار لوگوں کا شیوہ ہے اور ایسے لوگ اچھے حاکم ثابت نہیں ہو سکتے۔

بوڑھے حسان نے خفگی اور ناراضگی میں کہا۔ "تو کیا اب جب کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت ہو گی تو بھی میں کسی کے ماتحت یہاں اپنے صحرائی محل میں ایک گوشہ گیر اور محکوم کی سی زندگی بسر کروں گا۔ کیا یہ میرے لیے عار نہیں ہے کہ یہ صریحاً میری توہین اور میرا وقار مجروح کرنے کا عمل شروع نہیں کیا جا رہا؟"

طرغوت کے بجائے اس بار خیر الدین نے حسان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ "اے بزرگ! آپ انتقام اور گمراہی کی باتیں کر رہے ہیں۔ جب یہاں ہسپانوی حکمران تھے اس وقت تو آپ کو اپنا وقار مجروح ہونے کا کوئی خیال نہ گزرا۔ نہ ہی آپ کو یہاں اپنی حاکمیت اور مسلمانوں کا وقار بحال کرنے کی کوئی جدوجہد کی۔ میں آپ کو چند ماہ کی مہلت دیتا ہوں آپ اپنے آپ کو تیونس کی حفاظت اور حملہ آوروں سے اس کا دفاع کرنے کے قابل ثابت کیجیے تو بخدا میں آپ کو یہاں کا حاکم مقرر کر دوں گا۔ اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ آپ حاکم بن کر صرف داد عیش دیتے رہیں اور کوئی دوسرا فرد تیونس کے ساتھ ساتھ آپ کی بھی حفاظت کرتا رہے تو ایسی منفی سوچوں سے مجھے نفرت ہے۔

یاد رکھیے! ایک سخت حملے کے بعد یہ علاقہ ہم نے ہسپانیوں سے چھینا ہے اور میں جانتا ہوں وہ اسے حاصل کرنے کی خاطر دوبارہ اس پر حملہ آور ہوں گے۔ کیا آپ ان سے تیونس کی حفاظت کر سکیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر ہم آپ کو تیونس کا حکمران بنا دیتے ہیں اور اس کی حفاظت اپنے ذمے لیتے ہیں تو یہاں کے لوگ دو دھڑوں میں بٹ جائیں گے۔ کچھ ہمارے ساتھ اور کچھ آپ کے ہم خیال ہو جائیں گے اور ان حالات میں خانہ جنگی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور میں ایسا نہیں چاہتا۔ آپ آرام کریں ہم آپ کی ہر سہولت و آسائش کا خیال رکھیں گے۔"

بوڑھے اور مکار حسان نے زور زور سے زمین پر پاؤں مارتے ہوئے کہا۔ "تو کیا تم سمجھتے ہو اس وقت یہاں میرا کوئی حامی نہیں ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ تیونس کا حاکم بن سکوں۔ یاد رکھو حق دار کو ضرور ملتا ہے۔" حسان غصے میں زخمی سانپ کی طرح پھنکارتا ہوا واپس چلا گیا تھا۔ خیر الدین باربروسا اور طرغوت پھر اپنے کام میں لگ گئے تھے۔

کچھ روز تک تیونس کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد خیر الدین اور طرغوت ایک روز صبح ہی صبح جب کہ سورج مغربی گھاٹیوں سے طلوع ہو رہا تھا الجزائر میں اپنے بحری بیڑے کے ساتھ داخل ہوئے۔ شہر کے قاضی اور خیر الدین اور طرغوت کے قائم مقام جبریہ بن سہام کے علاوہ الجزائر کے اکابر اور عام لوگوں نے ساحل پر ان کا شاندار استقبال کیا۔

خیر الدین کا بیٹا حسان، طرغوت کا بھتیجا اور عیلام کا بیٹا سعد اور کورڈش کا بیٹا عثمان بھی ساحل پر آ کر ان سے ملے تھے۔ سعد طرغوت سے گلے مل کر کہہ رہا تھا۔ "اے عم! اب میں نے اچھی تلوار سیکھ لی ہے۔ اب میری عمر کے بچے تیغ زنی میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب میں بھی جنگوں میں آپ کے ساتھ جایا کروں گا۔"

طرغوت نے جھک کر سعد کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "میرے بیٹے! تم تھوڑے اور بڑے ہو جاؤ تو میں تمہیں جنگوں میں اپنے ساتھ ضرور لے جایا کروں گا۔"

سعد نے ایڑھیاں اٹھا کر اور اپنا سر طرغوت کے کندھے کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔ "اے عم! دیکھیے اب تو میں آپ کے شانوں تک پہنچ گیا ہوں۔ اب بھی میں جنگوں میں حصہ لینے کے قابل نہیں۔"

طرغوت سعد سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خیر الدین ان کے پاس آیا اور اس نے پیار سے سعد کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "سعد! سعد! میرے بیٹے! تم ادھر جاؤ

حسان اور عثمان کے ساتھ جا کر کھیلو۔ مجھے تمہارے عم سے علیحدگی میں کچھ کہنا ہے۔"

سعد ایک ہونہار اور فرمانبردار بچے کی طرح بھاگتا ہوا اس طرف چلا گیا جدھر حسان اور عثمان کھڑے تھے۔ خیرالدین طرغوت کے قریب ہوا اور غمگین سے لہجے میں اس نے پوچھا۔ "کیا سعد نے روطہ کے متعلق تمہیں کوئی خبر دی ہے؟"

طرغوت نے بے تاب ہو کر پوچھا: "کیا ہوا روطہ کو؟"

خیرالدین نے سنجیدگی میں کہا۔ "روطہ کو تو کچھ نہیں ہوا لیکن حسان نے مجھے بتایا ہے کہ اس بیچاری کی ماں مر گئی ہے۔ حسان کہہ رہا تھا وہ بیچاری چند یوم بیمار رہی اور پھر کوچ کر گئی۔ اس کی بڑی خواہش تھی کہ مرنے سے قبل اپنی بیٹی کی شادی کر جائے لیکن افسوس اسے اس کا موقع نہ ملا۔ میری بیوی کا سعدان روطہ کو اپنے گھر لے آئی ہے۔ حسان کہہ رہا تھا وہ اب ہر وقت مغموم رہتی ہے۔ شاید اس خیال سے کہ وہ اب اکیلی رہ گئی ہے۔ طرغوت! طرغوت! میں چاہتا ہوں کہ آج ہی شام تمہاری اور روطہ کی شادی ہو جائے۔ اب اس معاملہ کو آگے نہ ٹالنا۔ میری بات رکھنا۔ کیونکہ اس سلسلے میں قاضی جریسے بھی میں بات کر چکا ہوں اور پھر اب جبکہ روطہ کی ماں مر گئی ہے وہ تمہاری رفاقت اور ہمدردیوں کی زیادہ حقدار ہے۔ خدا کی قسم! ایسی باسعادت، بہادر اور قوم پرست لڑکیاں میں نے بہت کم دیکھی ہیں۔ وہ تمہیں خوش رکھے گی اور تمہاری زندگی کو خوشگوار بنا دے گی۔ اور پھر تم دونوں ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہو۔"

طرغوت نے گردن جھکاتے ہوئے کہا: "آپ جو جی میں آئے کیجئے۔ میں اعتراض نہ کروں گا۔"

خیرالدین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور طرغوت کا ہاتھ تھام کر اسے گھر کی طرف لے جا رہا تھا۔

خیرالدین اور طرغوت ابھی چند قدم ہی گھر کی طرف بڑھے تھے کہ پیچھے سے کسی نے زور زور سے پکارا: "امیر طرغوت! امیر طرغوت!"

وہ دونوں رک گئے اور مڑ کر دیکھنے لگے۔ طرغوت نے دیکھا خولان کا چھوٹا بھائی خبیب بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ خبیب نے قریب آ کر دونوں سے مصافحہ کیا اور طرغوت سے کہا۔ "میں آپ کو کئی روز سے تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

طرغوت نے حیرت و استعجاب میں پوچھا۔ "پہلے یہ بتاؤ اس وقت تم کہاں سے آ رہے ہو؟"

خبیب نے غمگین لہجے میں کہا۔ "ہسپانیہ سے نکل کر پہلے میں سبوطہ گیا تھا۔ وہاں سے پتہ چلا کہ آپ الجزائر جا چکے ہیں۔ میرے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جن کی تلاش میں آپ مدینہ شذونہ جایا کرتے تھے۔ وہ چھ خاندان ہیں جن میں میرے ماموں بھی شامل ہیں۔ سبوطہ سے جب ہم یہاں پہنچے تو ہمارے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا گیا۔ ایک رات ہم نے خیمے میں بسر کی۔ دوسرے روز یہاں کے ایک نیک دل انسان نے جس کے پاس دو مکان تھے اپنا ایک مکان ماموں کو دینے کی پیشکش کی۔ ماموں نے وہ مکان لے لیا اور زبردستی اس مالک مکان کو اس کی قیمت بھی ادا کر دی۔ حالانکہ وہ قیمت نہ لیتا تھا۔ دوسرے خاندان جو ہمارے ساتھ ہجرت کر کے آئے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے لیے زمین کا ایک ایک ٹکڑا خرید لیا ہے۔ اب وہ بھی وہاں اپنے مکان تعمیر کر لیں گے۔ فی الحال وہ خیموں میں ہیں۔ میں بھی اپنے ماموں کے پاس رہ رہا ہوں۔"

طرغوت نے پریشانی میں پوچھا: "تمہارے ماں باپ اور خولان کہاں ہے؟"

خبیب کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور جواب میں وہ طرغوت کو خولان کے ہاتھوں انہیں اور اس کے دو ساتھی جوانوں کے قتل، مدینہ شذونہ سے بھاگ کر بالقرہ آنے اور وہاں سے خولان کے پکڑے جانے اور اپنے ماں باپ کے مارے جانے کی لرزہ خیز داستان سنا رہا تھا۔

طرغوت چند ثانیوں تک گم صم کھڑا رہا۔ پھر اس نے غمگین آواز میں پوچھا۔ "خولان کو وہ کہاں لے گئے ہیں؟"

اپنے آنسو پونچھتے ہوئے خبیب نے کہا: "اپنے ماں باپ کو دفن کر کے اور گھر کا قیمتی اثاثہ اور نقدی لے کر میں مدینہ شذونہ کی طرف گیا تھا۔ مجھے اُمید تھی کہ وہ میری بہن کو وہیں لے کر جائیں گے اور میں وہاں کسی طریقے سے اسے چھڑانے کی کوشش کروں گا۔ وہ خولان کو واقعی مدینہ شذونہ لے گئے تھے اور جس کلیسا میں وہ راہبہ تھی اسی کلیسا کے اسی کمرے میں اسے بند کر دیا گیا ہے جس میں وہ رہا کرتی تھی۔ اسے وہاں سے چھڑانا مشکل ہے کہ وہاں اس کمرے میں پہرہ لگا دیا گیا ہے۔

میں نے اپنے ماں باپ کے مرنے اور خولان کی گرفتاری کی ساری داستان وہاں اپنے ماموں سے کہہ دی۔ جس محلے میں ہم رہتے تھے اسی محلے میں چند گلیاں چھوڑ کر آگے میرے ماموں کا مکان تھا۔ ماموں نے ان لوگوں سے صلاح مشورہ کیا جو اصل میں مسلمان ہی تھے لیکن بظاہر انہوں نے نصرانیت قبول کر لی تھی۔ اس واقعہ سے وہ ایسے بددل اور دہشت زدہ ہوئے کہ وہ سب ہجرت کر کے میرے ساتھ وہاں سے یہاں آگئے ہیں۔

خولان پر وہ راہبوں کی مذہبی عدالت میں مقدمہ چلائیں گے۔ مدینہ شذونہ میں قیام کے دوران میں نے سُنا تھا کہ وہاں کے حکام نے غرناطہ سے ایک اسقف اور دو راہب پادری منگوائے ہیں جو خولان کے معاملے کی چھان بین کر کے اپنا فیصلہ دیں گے۔ میں جانتا ہوں وہ کیا فیصلہ دیں گے۔

گو خولان نے اپنی عزت بچانے کی خاطر راہب اور اس کے دونوں ساتھیوں کو قتل کیا تھا پھر بھی وہ خولان کے خلاف فیصلہ دیں گے اس لیے کہ قتل ہونے والا راہب ہے اور راہب، راہب ہی کی طرفداری کریں گے۔"

ذرا رُک کر خبیب نے پھر کہنا شروع کیا۔ "وہ خولان کو صلیب پر چڑھا دیں گے۔ کاش ہم اُس وقت ہی اِدھر ہجرت کر تے جب پہلی بار آپ ہمارے ہاں آئے تھے۔ میرے ابّی آپ کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔"

پھر خبیب نے آگے بڑھ کر طرغوت کی عبا پکڑلی اور منت کرنے کے

انداز میں اس نے کہا۔ "خدا کے لیے میری مدد کیجیے، میری بہن کو بچائیے ورنہ وہ اس معصوم کو صلیب پر لٹکا دیں گے۔ اگر وہ مر گئی تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ اس کا کوئی قصور نہیں، وہ بے گناہ ہے۔ ہاں اگر اپنی آبرو بچانا جرم ہے تو پھر وہ سب سے بڑی مجرم ہے۔"

طرغوت نے شفقت سے خبیب کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ "خبیب! خبیب! تم فکر مند نہ ہو۔ اگر ہمارے اندلس پہنچنے تک خولان زندہ ہوئی تو میں اسے صلیب پر نہ چڑھنے دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا اور خولان کو ہم وہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔

میں تھوڑی دیر تیاری کے لیے لوں گا اس کے بعد ہم ابھی یہاں سے ہسپانیہ کی طرف روانہ ہوں گے۔ تم اپنے ماموں کے ہاں جاؤ میں وہیں سے تمہیں لے لوں گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔ اس لیے کہ تم مجھے اپارس کے گھر کی نشاندہی کرو گے اسے بھی میں اس کے انجام تک پہنچاؤں گا۔"

خبیب نے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ کو پتہ ہی نہیں میرے ماموں نے کون سا گھر خریدا ہے۔ پھر آپ کیونکر مجھے وہاں سے لے سکیں گے۔"

طرغوت نے اس بار خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ گھر چلیں میں خبیب کے ساتھ اس کے ماموں کا گھر دیکھنے کے بعد لوٹتا ہوں۔"

خیرالدین طرغوت کے قریب ہوا اور اس کے کان پر منہ رکھتے ہوئے اس نے مدھم سی سرگوشی کی۔ "کیا تم روطہ سے شادی کے بعد کل یہاں سے اندلس کے لیے روانہ نہیں ہو سکتے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

طرغوت نے سنجیدگی میں کہا۔ "شادی اتنی اہم نہیں۔ خولان کی مدد اس سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ پادریوں کی عدالت اسے کسی وقت بھی صلیب پر چڑھا سکتی ہے۔ آپ کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں، میں صرف ایک

کشتی اور چند ملاحوں کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ یہ کام چھپ کر کرنا پڑے گا اور بھاگنے کیلئے کو کرنا ہوگا۔ آپ چلیں میں بھی تھوڑی دیر تک گھر آتا ہوں۔"

خیرالدین کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ طرغوت نے خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلو مجھے اپنا گھر دکھاؤ۔"

خبیب اسے لے کر دائیں طرف کے مکانوں کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دور آگے جا کر خبیب نے ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ مکان لیا ہے میرے ماموں نے۔ آپ اندر آئیں۔ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ ان کا نام وائل بن عوف ہے۔"

طرغوت نے کہا۔ "میں اندر نہیں جاؤں گا۔ نہ ہی میں یہاں بیٹھوں گا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں یہاں سے روانہ ہونا ہے اور اس کے لیے مجھے کچھ تیاری کی بھی ضرورت ہے، میں اب جاتا ہوں تم گھر جاؤ۔"

خبیب نے پہلی بار طرغوت کو بھائی کہہ کر پکارتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی دیر رک جائیں اخی! میں ماموں کو یہاں باہر ہی بلا لیتا ہوں۔ میں انہیں سمجھا دوں گا۔ وہ آپ کا زیادہ وقت نہ لیں گے۔" خبیب بھاگتا ہوا مکان کے اندر چلا گیا۔ طرغوت باہر ہی کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد خبیب باہر آیا اس کے ساتھ اس کا ماموں وائل بن عوف بھی تھا۔ وہ دراز قد اور ڈھلی ہوئی عمر کا عرب تھا۔ بڑی گرم جوشی سے اس نے طرغوت کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں خولان اور خبیب کا ماموں وائل بن عوف ہوں۔ آپ جیسے امیرالبحر سے مل کر میں اپنے لیے ایک سعادت محسوس کر رہا ہوں۔ خدا کرے آپ خولان کو اس جہنم سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وہ میری بہن کی نشانی ہے اگر اسے کچھ ہو گیا تو یہ میری بدبختی کا آغاز ہو گا۔"

طرغوت نے دوبارہ مصافحہ کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں اب جاتا ہوں اور یہاں سے کوچ کی تیاری کرتا ہوں۔ آپ رب کریم سے دعا

کریں وہی خولان کو اس جہنم سے نکالنے والا ہے۔ میں اپنی مقدور بھر کوشش کروں گا کہ وہ سلامتی کے ساتھ یہاں پہنچ جائے۔" طرغوت نے وائل بن عوف سے مصافحہ کیا پھر وہاں سے ہٹ کر وہ اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔

طرغوت جب گھر داخل ہوا تو اس نے دیکھا دروازے کے قریب ہی روطہ اس کی منتظر کھڑی تھی۔ طرغوت کو دیکھتے ہی اس کے ہونٹوں پہ تو شگفتگی اور سحر انگیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ اس نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طرغوت سے کہا۔ "میں آپ کو طیونش کی فتح پر مبارک باد دیتی ہوں۔"

طرغوت نے پرشوق نگاہوں سے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس میں تمہاری دعائیں بھی شامل ہیں۔"

روطہ طرغوت کو سامنے والے کمرے میں لے گئی پھر اس نے اسے ایک نیا لباس نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "آپ اپنا جنگی لباس اتار کر یہ کپڑے پہن لیں۔ یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے سیئے ہیں۔ اتنی دیر تک میں اخی خیرالدین کو بلاتی ہوں وہ کہہ رہے تھے طرغوت آئے تو پھر اکٹھے ہی کھانا کھائیں گے۔"

طرغوت نے سنجیدگی سے روطہ کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے پیار اور ہمدردی میں کہا۔

"روطہ! روطہ! مجھے تمہاری ماں کے مرنے کا دکھ ہے۔" ہنستی کراتی روطہ ایک دم پیلی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور اس کی گردن جھک گئی تھی پھر ساون بھادوں کی جھڑی کے مانند آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کی عبا پر گرنے لگے تھے۔

طرغوت نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بڑی نرمی سے اسے بلاتے ہوئے کہا۔ "روطہ! روطہ! تم اکیلی نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں تمہارا مضبوط سہارا ہوں، میں تمہیں تنہائی اور بے بسی کا شکار نہ ہونے دوں گا۔ اپنے آنسو پونچھ لو۔"

روطہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور سنبھلتے ہوئے اس نے کہا۔ "اب میں آپ ہی کے سہارے تو زندہ ہوں۔ میں جب ہسپانیہ میں تھی تو اکثر سوچا کرتی تھی کہ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کیسے جوان ہوں گے جو اس قدر بے باکی اور جانفشانی سے اپنی قوم کی خدمت کرتے ہیں۔ اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں خیرالدین باربروسہ کی بہن اور امیر طرغوت کی رفیقۂ حیات بن جاؤں گی۔ میں ہمیشہ آپ کی ذات پر، آپ کی رفاقت پر فخر کروں گی۔ آپ کپڑے بدلیں میں ابھی آتی ہوں۔"

طرغوت کپڑے بدلنے لگا۔ روطہ باہر نکلی اور خیرالدین کو بلانے چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد طرغوت جب کپڑے بدل کر نکلا تو روطہ باہر کھڑی تھی۔ طرغوت کو دیکھتے ہی اس نے کہا۔ "آئیے! ساتھ والے کمرے میں سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

روطہ کے ساتھ طرغوت جب اس کمرے میں داخل ہوا تو وہاں خیرالدین، اس کی بیوی اور بچہ، کورولی، ایشتار، سعد اور عثمان کے علاوہ صالح دشعان اور ان دونوں کے اہل خانہ بیٹھے تھے۔

طرغوت کے آتے ہی روطہ، کاسندان، ایشتار اور عزیزہ ان کے سامنے کھانے برتن رکھنے لگیں۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد طرغوت ان کے کہنے پر انہیں خولان کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔

فجر ہونے میں ابھی تھوڑی دیر تھی تاہم سمندری پرندے اپنے رزق کی تلاش شروع کرنے کے لیے جاگ اٹھے تھے اور مختلف بولیاں بولتے ہوئے اپنی موجودگی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ ایسے میں اندھیرے کے اندر ایک کشتی مالقہ کے ساحل پر آ کر رکی اور اس میں سے طرغوت، کورولی اور خبیب اتر کر ساحل پر کھڑے ہو گئے۔ طرغوت کے پاس شامان کی ایک گٹھڑی بھی تھی جو اس نے اپنے دائیں

ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔ ان سب نے ہسپانیہ کے عام مضافاتی نصرانیوں جیسا لباس پہنا ہوا تھا۔

ساحل پر کھڑے ہو کر طرغوت نے چند ثانیے ادھر ادھر دیکھا پھر اس نے کشتی میں بیٹھے دس ملاحوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم کشتی کو ان ہی چٹانوں کے اندر لے جاؤ جہاں سے ہم ہسپانیہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان قافلوں کو اپنے جہازوں اور کشتیوں میں بٹھایا کرتے تھے۔ ہم دو تین یوم تک وہیں تم سے رابطہ قائم کریں گے۔ اب تم جاؤ۔" کشتی کے ملاح چپ چاپ حرکت میں آئے اور چپّو چلا کر کشتی کو وہ جنوب کی طرف لے گئے تھے۔

طرغوت، کورولی اور خبیب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مالقہ شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو سورج طلوع ہو گیا تھا اور ہر طرف زندگی حرکت کرتی دکھائی دینے لگی تھی۔ ایک بھٹیارے کے پاس سے پہلے انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر وہ شہر کے جنوب میں اس طرف گئے جہاں مویشیوں کی منڈی لگا کرتی تھی۔ وہاں سے طرغوت نے تین گھوڑے خریدے اور دوبارہ شہر میں داخل ہونے کے بجائے وہ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ شذونہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

شام کے وقت وہ مدینہ شذونہ کی ایک شرقی سرائے میں داخل ہوئے۔ آسمان پر بادل بنے ہوئے تھے اور بارش کا بھی امکان تھا۔ طرغوت نے گھوڑوں کو اصطبل میں بندھوا کر ان کے چارے کا انتظام کر دیا تھا اور سرائے میں اپنے، کورولی اور خبیب کے لیے وہ ایک کمرہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

سرائے میں بیٹھ کر قہوہ اور شراب پینے والے لوگوں کی گفتگو سے انہیں یہ بھی خبر ہو گئی کہ آنے والی صبح کو خولان بنت قیقطان کو پادریوں کی عدالت میں فیصلے کے لیے پیش کیا جائے گا۔ لوگوں کی گفتگو سے یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ وہ خولان کے حادثے کا فیصلہ سننے کو بے تاب تھے۔ اس لیے کہ یہ ایک راہبہ پر بدکاری کا الزام تھا۔

طرغوت کھانے کے بعد کورولی اور خبیب کو کمرے میں لے گیا اور ان دونوں کو

سرگوشی میں مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا: "سنو! میرے بھائیو! میرے ساتھیو! میرے ذمہ یہاں دو کام ہیں۔ ان میں سے ایک آج کی رات اور دوسرا آنے والی رات کو انجام دوں گا۔ پہلا کام ایاڑس سے نمٹنا ہے اور دوسرا کام خولان کو کسی بھی طرح رہائی دلا کر اپنے ساتھ الجزائر لے جانا ہے۔ آؤ اپنے پہلے کام کی ابتدا کریں۔"

کمرے سے نکل کر وہ اصطبل میں آئے۔ اپنے گھوڑے کھول کر ان پر سوار ہوئے اور سرائے سے باہر نکل گئے تھے۔ اپنا رخ شہر کے مغربی حصے کی طرف کرتے ہوئے طارغوت نے خبیب سے سرگوشی کے انداز میں کہا: "اپنے گھوڑے کو آگے آگے رکھو اور ایاڑس کے گھر تک میری راہنمائی کرو۔" خبیب نے منہ سے کچھ نہ کہا تاہم اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر اس نے آگے کر لیا تھا۔

ایک جگہ خبیب نے اپنے گھوڑے کو روک لیا اور طارغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سرگوشی میں کہا: "اخی! یہ حویلی ایاڑس کی ہے۔" پھر خبیب نے اپنے ہاتھ سے بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یہ دروازہ اسی کی حویلی کا ہے۔"

جواب میں طارغوت نے بھی سرگوشی کرتے ہوئے کہا: "تم دونوں ذرا پیچھے ہٹ کر اندھیرے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر میرا انتظار کرو۔ جب میں ایاڑس کو اس کی حویلی سے لے کر نکلوں تو ذرا فاصلہ رکھ کر میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔"

کوروتی اور خبیب دونوں نے اپنے گھوڑوں کو موڑا اور دور جا کر ایک دیوار کے ساتھ جہاں ایک گھنا درخت بھی تھا اور تاریکی خوب گہری تھی جا کھڑے ہوئے تھے۔ طارغوت گھوڑے سے اترا اور آگے بڑھ کر اس نے حویلی کے دروازے پر دستک دے دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے نے دروازہ کھولا اور حیرت سے اس نے طارغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے؟"

طارغوت نے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے شفقت سے پوچھا: "کیا یہ حویلی ایاڑس کی ہے۔ مجھے اس سے ملنا ہے۔ میں مالقہ سے آیا ہوں۔"

لڑکے نے حویلی کے اندر جاتے ہوئے کہا: "ٹھہریے! میں انہیں خبر کرتا ہوں۔"

طارغوت وہیں کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ چند ہی ثانیوں بعد ایک خوب دراز قد اور کڑیل جوان دروازے پر نمودار ہوا وہ ایاڑس تھا۔ طارغوت کے قریب آ کر اس نے کہا: "میں ایاڑس ہوں تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

طارغوت نے ایاڑس کے اور قریب ہو کر کہا: "میں مالقہ کا ایک نقب زن ہوں۔ میں ایک لڑکی خولان سے متعلق آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت ایک راہب کے قتل کی وجہ سے زیر حراست ہے۔ اس کے لیے میں تنہائی اور رازداری سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس وقت بھی نہیں اور میں بہت جلد یہاں سے لوٹ بھی جانا چاہتا ہوں۔"

ایاڑس نے دلچسپی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ٹھہرو! میں دیوان خانے کا دروازہ کھلواتا ہوں اور وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔"

طارغوت نے کہا: "ٹھہرو! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میرے نقب زن ساتھی شہر کے شرقی حصے میں ایک ویرانے میں بیٹھے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تم میرے نزدیک ہو جاؤ اور یہیں کھڑے کھڑے میری گفتگو سن لو۔"

ایاڑس نے فوراً نزدیک ہوتے ہوئے کہا: "کہو کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

طارغوت نے مدھم آواز میں پوچھا: "کیا تم خولان کو پسند کرتے ہو یا یہ بھی ایک وقتی جنون تھا۔"

ایاڑس نے بڑی سنجیدگی سے کہا: "وہ میری زندگی کی پہلی پسند ہے۔ میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

طارغوت نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا: "خولان اس وقت کلیسا کی قید میں ہے اگر میں اسے وہاں سے نکال کر تمہارے حوالے کر دوں تو پھر؟"

ایاڑس کی آنکھیں چمک اٹھیں احساس نے بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اگر

تم ایسا کر سکو تو تم جو مانگو گے دوں گا لیکن افسوس یہ ایک مشکل کام ہے اور کلیسا کی قید سے اُسے نکالنا آسان نہیں جب کہ اس پر سخت پہرہ ہے۔

طرغوت نے تسلی دینے کے انداز میں کہا۔ "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایک نقب زن ہوں اور خولان کو کلیسا کی قید سے نکال کر تمہارے حوالے کرنا میرے لیے کوئی مشکل امر نہیں لیکن میں صرف یہ تسلی کرنا چاہتا ہوں کہ تم اسے کہاں لے جاؤ گے اگر خولان دوبارہ پکڑی گئی تو تمہارے ساتھ مجھے بھی مصلوب کر دیا جائے گا۔"

اپارس نے کہا۔ "اس کے متعلق تم قطعاً کوئی فکر نہ کرو۔ اگر خولان کو کلیسا سے نکال کر تم میرے حوالے کر دو تو میں اُسے یہاں سے بارسلونا لے جاؤں گا۔ وہاں میرا ماموں ہے اور وہاں ہم دونوں کو کوئی گرفتار نہ کر سکے گا لیکن یہ تو بتاؤ تم میرے لیے یہ کام کیوں کرنا چاہتے ہو۔"

طرغوت نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں ایک پیشہ ور نقب زن ہوں۔ ایسے کام میں معاوضہ پر کرتا ہوں۔ مجھے خبر ہوئی تھی کہ آپ خولان کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کی طرف چلا آیا۔ اگر آپ نے برا محسوس کیا ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔"

اپارس نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ "تم غلط سمجھے ہو۔ میرا مطلب تمہاری دل شکنی نہیں ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں اس کام کا تمہیں معقول معاوضہ دوں گا۔"

طرغوت نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ رضامند ہیں تو پھر آپ کو ابھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ میرے دو آدمی شہر کے مشرق میں ان چٹانوں کے پاس کھڑے ہیں جو مدینہ شذونہ سے مالقہ جانے والی شاہراہ کے دائیں طرف ہیں۔ آپ میرے ان ساتھیوں کے پاس کھڑے رہیں۔ میں آپ کو خولان لا دوں گا اس کے بعد آپ اسے جہاں چاہیں لے جائیں۔"

اپارس نے فوراً پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں

تم یہیں رک کر میرا انتظار کرو۔ میرا چھوٹا بھائی بھی میرا رازداں ہے۔ ہم دونوں مسلح ہو کر اور اپنے گھوڑے لے کر آتے ہیں۔" اپارس حویلی کے اندر چلا گیا۔ طرغوت اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے وہیں کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اپارس حویلی سے نکلا۔ اس کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی بھی تھا جو اپارس کی طرح ہی خوب تنومند اور جوان تھا۔ وہ دونوں یوں مسلح تھے جیسے کسی جنگ میں حصہ لینے کو جا رہے ہوں۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں تھام رکھی تھیں۔ دونوں اپنے گھوڑوں پہ سوار ہوئے اور طرغوت سے کہا۔ "آؤ چلیں۔ ہمارے آگے رہ کر ہماری راہنمائی کرو۔"

طرغوت اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور اسے مہمیز لگا کر اس نے ہانک دیا تھا دونوں بھائیوں کو وہ شہر سے نکل کر مشرق کی طرف لے جا رہا تھا۔ کوروش اور خبیب بھی مناسب فاصلہ رکھ کر ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

اپارس اور اس کے بھائی کو طرغوت جب شہر سے مشرق میں ان چٹانوں کے پاس لے کر گیا جس کا اس نے ذکر کیا تھا تو اپارس نے کسی قدر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "تم تو کہتے تھے چٹانوں کے پاس میرے دو آدمی کھڑے ہیں۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

طرغوت نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ پھر اس نے ڈھال سنبھالتے ہوئے اپنی غضب ناک آواز میں کہا۔ "میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ تم دو بھائی ہو تو کیا۔ میں تم دونوں کو ایک ساتھ ان چٹانوں کے اندر ٹھکانے لگا دوں گا۔"

اپارس نے گرج کر پوچھا۔ "کون ہو تم؟" طرغوت نے غضب ناک آواز میں کہا۔ "میرا نام طرغوت ہے جسے بگاڑ کر تم لوگ دراگوت کہتے ہو۔" اپارس اور اس کے بھائی نے ایک ساتھ حیرت و پریشانی میں کہا۔ "مسلمان قزاق دراگوت۔"

پھر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

طرغوت نے رات کے سناٹے میں قہقہہ لگایا۔ ہولناک قہقہہ جیسے

کوئی درندہ اپنے شکار کو دیکھ کر غرایا ہو۔ پھر اس نے اپارس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "پہلے تو تم بڑے بڑھ چڑھ کر بولتے تھے۔ دراگوت کا نام سن کر تم دونوں کو سانپ کیوں سونگھ گیا ہے؟"

اپارس کے چھوٹے بھائی نے ہمت کر کے کہا: "یہ تمہاری غلط فہمی ہے تم نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے ان چٹانوں کے پاس ہم تمہیں خون میں نہلا کر واپس گھر چلے جائیں گے۔"

طرغوت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "تو پھر پہلے تمہاری ہی باری ہے۔ سنبھلو میں تم پر حملہ آور ہوتا ہوں۔" اپارس اپنے گھوڑے کو ہانک کر فوراً اپنے چھوٹے بھائی کے قریب ہو گیا تھا تاکہ اس کی مدد کر سکے۔ طرغوت آگے بڑھ کر حملہ آور ہوا اور اپارس کے چھوٹے بھائی کو اپنا نشانہ بنایا۔ اتنی دیر تک اپارس نے بھی طرغوت پر حملہ کر دیا تھا۔ طرغوت نے فوراً اپارس کا وار اپنی ڈھال پر لیا اور اس کے چھوٹے بھائی پر اپنی تلوار گرائی جسے اس نے روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا اور طرغوت کی تلوار اس کی گردن کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ رات کے سناٹے میں مرنے والے کی آواز ابھر کر گہری خاموشی میں ڈوب گئی تھی۔

اپارس اپنے گھوڑے پر مبہوت و حیران کھڑا تھا۔ اس کے قریب ہی اس کے بھائی کی لاش زمین پر پڑی تھی اور اس سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ اپارس نے غضب ناک ہوتے ہوئے طرغوت سے کہا: "میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔ اپنے بھائی کا انتقام لوں گا۔"

اپارس آگے بڑھ کر حملہ آور ہونے لگا تھا کہ ایک دم اپنی جگہ پر رک گیا۔ کیونکہ اندھیرے میں جنوب کی طرف سے کورش اور خبیب نمودار ہوئے تھے۔ وہ دونوں چاہتے تھے کہ آگے بڑھ کر اپارس کا کام تمام کر دیں لیکن طرغوت نے ان دونوں کو منع کر دیا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہونے کو کہا۔

کورش اور خبیب دونوں طرغوت کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے۔

طرغوت نے اپارس کو مخاطب کر کے غضب ناک آواز میں کہا: "شیطان کتے! تمہاری شرارتوں کے باعث خولان کلیسائی راہبہ بنی حالانکہ وہ مسلمان ہے۔ صرف تم سے شادی نہ کرنے کی بنا پر اس بچاری کو ایسا کرنا پڑا لیکن تم نے کلیسا میں بھی اسے چین سے رہنے نہ دیا اور راہب ابلیس سے سازش کر کے اسے وہاں سے اٹھوانا چاہا۔ بوزنے کی اولاد ایسا کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی۔ دیکھو میں تجھ پر حملہ آور ہوتا ہوں اگر بچ سکتے ہو تو اپنا آپ بچا لو۔"

طرغوت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپارس پر حملہ آور ہوا۔ اپارس بھی مستعد ہو گیا اس نے طرغوت کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا لیکن وہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ اپارس گھوڑے پر اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر گیا۔

طرغوت بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا اور اپارس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔ اپارس جب اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ڈھال تلوار سنبھال لی تو پھر طرغوت اپنی تلوار لہراتا ہوا آگے بڑھا اور اپارس پر حملہ کر دیا۔ اپارس اپنا دفاع کرتا رہا۔ طرغوت کے حملوں میں لمحہ بہ لمحہ تیزی آتی جا رہی تھی اور وہ اپارس کو اپنے آگے آگے الٹے پاؤں بھگا رہا تھا۔

اچانک اپارس پر اپنی تلوار برسانے کے ساتھ ساتھ طرغوت نے اسے اپنی ڈھال بھی دے ماری جو اس کے دائیں شانے پر لگی۔ ڈھال کی بھرپور ضرب سے اپارس اپنا توازن کھو بیٹھا اور انتہائی بے بسی کی حالت میں وہ پتھریلی زمین پر گر گیا تھا۔ طرغوت نے اپارس کی ران پر اپنے پاؤں کی ایک سخت ٹھوکر ماری جس پر اپارس زمین پر لیٹے ہی لیٹے بُری طرح کراہ اٹھا تھا۔ طرغوت نے نیچے جھک کر اپارس سے اس کی تلوار اور ڈھال چھین کر اسے غیر مسلح کر دیا تھا۔ دوبارہ اپارس کو پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے طرغوت نے غضب ناک آواز میں کہا: "اٹھو!" اپارس اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

طرغوت نے اپنے گھوڑے کی خرجین سے ایک رسی نکالی اور اپارس کے

دونوں ہاتھ اس کی پشت پر باندھ دیئے پھر اس نے اپارس کو اٹھایا اور کوروش کے آگے اس کے گھوڑے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "کوروش! کوروش! تم اسے کر یہاں سے بھی اور اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔ سیدھے ان کھنڈرات کی طرف جاؤ جہاں ہم ہسپانیہ سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے جہازوں میں بٹھایا کرتے تھے وہاں ہماری کشتی ہوگی تم اپارس کے ساتھ کشتی میں ہی میرا انتظار کرو۔ انشاء اللہ کل رات میں اور خبیب بھی خولان کو لے کر وہاں پہنچ جائیں گے پھر اپارس کی قسمت کا فیصلہ خولان ہی کرے گی کیونکہ اس کے گناہوں، اس کے جرائم اور اس کی زیادتیوں کو وہی بہتر طور پر جانتی ہے۔"

کوروش جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طرغوت نے کہا۔

"اب جواب میں کچھ مت کہنا۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ تم فکر مند نہ ہونا۔ مجھے اور خبیب کو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم کسی طریقے سے اور اپنی حفاظت کا اہتمام کرتے ہوئے خولان کو مدینہ شذونہ سے نکال کر لائیں گے۔ اب تم اپارس کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ میں اور خبیب آج کی رات سرائے میں بسر کریں گے اور اگلی رات خولان کی رہائی کا سامان کریں گے۔"

کوروش نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر پہلے طرغوت اور خبیب سے مصافحہ کیا پھر اس نے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی اور اسے اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا دیا تھا جو مدینہ شذونہ سے نکل کر مالقہ کی طرف جاتی تھی۔

طرغوت اور خبیب نے پہلے اپارس کے بھائی کی لاش کو وہاں گڑھا کھود کر دبا دیا پھر انہوں نے ان دونوں بھائیوں کے گھوڑوں کو وہاں سے مار کر بھگا دیا۔ اور دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے سخت سردی اور تیز ہواؤں میں مدینہ شذونہ کی طرف جا رہے تھے۔

طرغوت اور خبیب نے وہ رات سرائے میں بسر کی تھی۔ دوسرے روز سردی زیادہ ہو گئی تھی۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور ہوا تیز ہو گئی تھی۔ شہر کے گلی کوچوں میں خولان کا مقدمہ شروع ہونے کی منادی کی جا رہی تھی اور لوگوں کو کلیسا میں جمع ہونے کی تلقین کی جا رہی تھی۔

طرغوت نے خبیب کو سرائے میں ہی چھوڑا اور خود وہ مقامی نصرانیوں کا سا لباس پہن کر اور گلے میں بھاری صلیب لٹکا کر باہر نکلا۔ سردی سے بچنے کے لیے اس نے ایک بھاری اونی کمبل اوڑھ رکھا تھا جس سے کافی حد تک اس نے اپنا چہرہ بھی چھپا رکھا تھا۔ جب وہ کلیسا میں آیا تو اس نے دیکھا وہاں مقدمے کی کارروائی سننے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ طرغوت بھی اس بھیڑ میں گھس گیا۔ کلیسا کی ایک دیوار کے ساتھ انصاف کرنے والے اسقف اور پادریوں کے لیے ایک شہ نشین بنا دی گئی تھی جس پر بھاری اور نرم قالینیں بچھا دی گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد غرناطہ کا اسقف اور اس کے دو ساتھی پادری شہ نشین پر آ کر بیٹھ گئے اور درمیان میں بیٹھے ہوئے اسقف نے خولان کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ شہ نشین کے قریب کھڑے مسلح جوان مدینہ شذونہ کے حاکم کا اشارہ پا کر حرکت میں آئے اور خولان کو انہوں نے اس کی کوٹھڑی سے نکال کر شہ نشین کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ طرغوت نے قریب ہو کر دیکھا خولان گم سم کھڑی تھی۔ وہ پہلے کی نسبت کمزور بھی ہو گئی تھی۔

اسقف نے خولان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا تمہارا نام خولان اور تمہارے باپ کا نام قیطان ہے؟"

خولان نے منہ سے کچھ کہے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔

اسقف نے پھر پوچھا۔ "تم پر الزام ہے کہ تم کلیسا میں بدکاری کرتی رہی ہو۔ راہب الپیس تمہیں روکتا سمجھاتا رہا لیکن تم باز نہ آئیں۔ مدینہ شذونہ کے کچھ جوان کلیسا میں تم سے ملنے آیا کرتے تھے۔ وقوعہ کے روز بھی دو جوان تمہارے کمرے میں تھے۔ راہب الپیس کو اس کی خبر ہو گئی اور اس نے بدکاری کے لیے آنے والے ان دونوں جوانوں کو قتل کر دیا جس کے جواب میں انتقامی

کارروائی کے طور پر تم نے راہب ابلیس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کیا تمہیں ان واقعات کی صحت سے کوئی اختلاف ہے؟"

خولان نے غضب ناک ہو کر کہا۔ "جن واقعات کا وجود ہی نہ ہو ان کی صحت کے متعلق میں کیا کہوں۔ اصل واقعات یہ ہیں کہ اس شہر کا ایک رئیس جس کا نام اپارس ہے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ وہ بدکردار اور آوارہ جوان تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ رئیس شہر میں اثر و رسوخ کا مالک تھا اور شادی کے سلسلے میں زبردستی بھی کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے شادی پر کلیسا کی خدمت کو ترجیح دی اور اس کلیسا میں راہبہ ہو گئی۔ میرے ذہن میں یہی ایک صورت تھی جس سے میں اس زبردستی کی شادی سے اپنے آپ کو بچا سکتی تھی۔ لہٰذا میں کلیسا کی پناہ میں آ گئی اور اپنے آپ کو کلیسا کے سپرد کر دیا۔

خولان نے ذرا رک کر کہا۔ "لیکن یہ کلیسا بھی مجھے پناہ نہ دے سکا۔ وہ رئیس جس کا نام میں نے اپارس کہا ہے یہاں بھی آنا شروع ہو گیا اور راہب ابلیس سے راہ و رسم پیدا کر لی۔ وہ نقدی کی بڑی تھیلیاں راہب کے لیے لے کر آتا تھا۔ نقدی کی اس بھرمار نے راہب کو ابلیس سے ابلیس بنا دیا اور وہ مجھے اس امر پر اکسانے لگا کہ میں اپارس سے شادی کر لوں لیکن میں مسلسل انکار کرتی رہی اور اس معاملہ میں کئی بار راہب ابلیس سے میری تلخ کلامی بھی ہوئی۔

وقوعہ کے روز رات کے وقت راہب ابلیس دو جوانوں کو اپنے ساتھ لایا وہ دونوں اپارس کے آدمی تھے۔ راہب کے ایما پر وہ دونوں مجھے اٹھا کر اپارس کے ہاں لے جانا چاہتے تھے لیکن میں نے مزاحمت کی۔ میں بدلتے حالات سے پوری طرح باخبر تھی اور اپنے دفاع کی خاطر اپنے بستر کے نیچے تلوار رکھا کرتی تھی۔

جب ان دونوں جوانوں نے مجھے اٹھانا چاہا تو میں نے تلوار نکال کر ان دونوں کے سر قلم کر دیئے۔ اس ساری مصیبت کا سرغنہ چونکہ راہب ابلیس تھا لہٰذا میں نے اس شیطان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے جو اصل اور حقیقت

پر جتنی واقعات تھے وہ آپ سے کہہ دیئے ہیں۔ اب ان کی روشنی میں انصاف کرنا آپ کا کام ہے۔

خولان کے خاموش ہونے پر اسقف نے طنزاً پوچھا۔ "جو کچھ تم نے کہا ہے اسے سچ ثابت کرنے کے لیے تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟" خولان نے سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے مجھ پر جو بدکاری کا جھوٹا الزام لگایا ہے اسے سچ ثابت کرنے کے لیے تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟"

اسقف نے گرج کر کہا۔ "اپنی زبان کو لگام دو تم ہمیں جھوٹا کہہ رہی ہو۔ اوروں پر جھوٹ کا الزام لگانے والا خود جھوٹا ہوتا ہے۔ لہٰذا تم جھوٹی ہو تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

خولان نے غضب ناک ہو کر کہا۔ "بقول تمہارے جس طرح اوروں پر جھوٹ کا الزام لگانے والا خود جھوٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح اوروں پر بدکاری کا الزام لگانے والا خود بدکار ہوتا ہے۔ تم نے مجھ پر بدکاری کا الزام لگایا ہے لہٰذا تم خود بدکار ہو اور ایک بدکار انسان سے میں انصاف کی توقع کیونکر کر سکتی ہوں تم نے کسی تحقیق، کسی ثبوت کے بغیر مجھ پر ایک جھوٹا الزام لگایا ہے۔ میں تمہارے ہر فیصلے سے انحراف کرتی ہوں۔

تم اس صندوقی قوم سے بھی بدتر ہو جس نے حضرت عیسیٰؑ کے سامنے قیامت کا انکار کیا۔ تم حضرت عیسیٰؑ کے حواری یہودہ اسکریوتی سے بھی زیادہ گناہگار ہو جس نے حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرایا تھا تم ان فقیہوں اور کاہنوں سے بھی زیادہ جرائم پیشہ ہو جنہوں نے اپنے حاکم پیلاطس کو مجبور کیا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کا حکم دے۔

خولان نے ذرا رک کر پہلے سے بھی زیادہ غصیلی اور زہریلی آواز میں کہا۔ "تم صرف بدی پھیلانا جانتے ہو۔ تمہیں خبر نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے جسے تم عمانوایل کہہ کر پکارتے ہو۔ یہودیہ، بیت لحم، ناصرہ اور کفرنحوم میں کیا تعلیم دی

تم نہیں جانتے وہ بیتِ عنیاہ ، بیتِ فگے ، گلیل کی جھیل پر، دریائے یردن کے کنارے - صیدا و صور میں اور جبلِ زیتون کی چوٹیوں پر اللہ کا کیا پیغام سناتے رہے - تمہیں اس کا بھی علم نہیں کہ حضرت عیسٰیؑ کے حواری پطرس ، یوحنا ، اندیاس ، فلپس ، لوقا ، متی ، یعقوب ، شمعون اور یہوداہ کیا تعلیم دیتے رہے - اگر تم حضرت عیسٰیؑ کا پیغام جانتے ، اگر تم اُن کے حواریوں کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرتے تو کسی پر یوں بے تحقیق اور بلا سوچے سمجھے بدکاری کا الزام نہ لگاتے - تم خود مجرم ہو اور اس قابل ہو کہ تمہیں مصلوب کیا جائے -

خولاں جب خاموش ہوئی تو اسقف نے غراتے ہوئے پوچھا - "ابھی ابھی تم نے کہا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ جسے تم عمانوایل کہہ کر پکارتے ہو - بتاؤ تمہارا ان کے متعلق کیا عقیدہ ہے -" خولاں نے بلا توقف کہہ دیا "وہ خدا کے رسول تھے بس -"

اسقف نے چبھتے لہجے میں پوچھا - "کیا وہ خدا کے بیٹے نہ تھے -"

خولاں نے کہا - "ہرگز نہیں - عبرانی میں بیٹے کے معنی صلح کار کے ہیں اگر تم نے انجیل پڑھی ہوتی تو تمہیں خبر ہوتی اور تم جانتے کہ وہ خدا کے رسول تھے - کیا متی کی انجیل کے رکوع پانچ اور آیت نو میں یہ نہیں کہا گیا کہ مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے -

کیا تم نے نہیں پڑھا کہ صلیب کے وقت انہوں نے زور زور سے پکارا تھا ایلوہی ایلوہی لما شبقتنی (اے اللہ ! اے اللہ ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) اگر وہ خدا کے بیٹے ہوتے تو اے اللہ کے بجائے اے باپ کہہ کر پکارتے - پس وہ خدا کے مقرب اور راست باز رسول تھے - اس کے علاوہ کچھ نہیں -

اے اسقف ! تم نہایت اسفل انسان ہو تو نے اعلانیہ مجھ پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگایا ہے - جب کہ حضرت عیسٰیؑ نے خبردار کرتے ہوئے کہا ہے -

"اگر تیرا بھائی تیرا گناہ کرے تو جا اور خلوت میں بات چیت کرکے اسے سمجھا - اگر وہ تیری سنے تو تو نے بھائی کو پا لیا -"

یہاں تو ایک گناہ گار کے لیے بھی تنہائی میں بات کرنے کی تلقین کی گئی ہے تو مجھ پر اعلانیہ تہمت باندھ رہا ہے - مجھے تجھ سے کبھی انصاف کی توقع نہیں - یقیناً تو مجھے مصلوب کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے -"

اسقف نے کربناک لہجے میں پوچھا - "میں نے سنا ہے تم پہلے مسلمان تھی بعد کو نصرانی ہوئی ہو کیا یہ سچ ہے -"

خولاں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا - "یہ جھوٹ ہے میں پہلے بھی مسلمان تھی اور اب بھی بحمد اللہ مسلمان ہوں - میں نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا - میں کلیسا کی راہبہ اس لیے بنی تھی کہ میں تم ، اکلیس اور پارس جیسے ابلیسوں سے پناہ حاصل کر سکوں -"

اسقف اپنے پادری ساتھیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور اپنا فیصلہ سناتے ہوئے اس نے کہا - "کل صبح کا سورج طلوع ہوتے ہی اسے مصلوب کر دیا جائے - یہ گمراہ ہے اور ساتھ میں اوروں کو بھی گمراہ کرے گی -"

خولاں نے چلا کر کہا - "میں نے سچ کہا تھا - تم میرا انصاف نہیں کر سکتے - یقیناً مجھے تم سے ایسے ہی جانبدار فیصلے کی توقع تھی - میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا - اب مجھے مصلوب بھی کر دیا جائے تو مجھے کوئی افسوس اور دکھ نہ ہوگا -"

پہریدار خولاں کو اس کی کوٹھڑی کی طرف لے جانے لگے - اسقف اور اس کے ساتھی پادری اُٹھ کر چلے گئے اور لوگوں کی بھیڑ چھٹنے لگی تھی - اچانک طرغوت بھاگ کر سامنے آیا اور جس وقت پہریدار خولاں کو کوٹھڑی میں بند کرنے کو لے جا رہے تھے وہ اس کے سامنے سے گزرا - خولاں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور جواب میں طرغوت نے چہرے سے کمبل ہٹا کر اسے آنکھ سے مطمئن رہنے کا اشارہ کیا تھا -

طرغوت کو وہاں دیکھ کر خولاں کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر ندامت اور خجالت کے انداز میں اس کی گردن جھک گئی اور وہ اپنی کوٹھڑی کے اندر چلی گئی تھی -

اس رات تیز موسلادھار بارش کے باعث سردی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ خولان اپنی کوٹھڑی میں بیٹھی جاگ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ سورج طلوع ہوتے ہی وہ مصلوب کر دی جائے گی۔ اسے اپنے بے بسی کی حالت میں مرنے والے ماں باپ یاد آ رہے تھے۔ اپنا بھائی شبیب یاد آ رہا تھا جس کی خیریت اور زندہ ہونے کی اسے کوئی خبر نہ تھی۔

چند لمحوں تک وہ یونہی بیٹھی اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتی رہی۔ پھر اچانک ہچکیوں اور سسکیوں میں روتے ہوئے اس نے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! آپ کہاں ہیں۔ کاش میں نے آپ کا کہا مانا ہوتا اور اپنے ماں باپ اور بھائی کو لے کر میں آپ کے ساتھ افریقہ روانہ ہو گئی ہوتی۔ کاش میں نے آپ کو اس کوٹھڑی سے یہ کہہ کر نہ نکالا ہوتا کہ دوبارہ کبھی ادھر کا رُخ نہ کریں۔ مجھے مصلوب ہونے کا کوئی غم نہیں۔ کاش میں مرنے سے قبل ایک بار آپ سے بات کر سکتی اور اپنی بے اعتنائی کی معافی مانگ سکتی۔ آہ! میرے اللہ! تو نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا ہے۔"

پھر روتے روتے خولان نے دُعائیہ انداز میں اپنے ہاتھ اُوپر اٹھائے پھر وہ گڑگڑا کر کہہ رہی تھی۔ "اے اللہ! ان مصلوب کرنے والوں کی صلیب سے مجھے نجات دلا۔ تو غفور و رحیم ہے۔ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ میں بے گناہ ہوں مجھے ان شریروں کے شر اور ان زہریلے لوگوں کے زہر سے بچا۔ میرے اللہ!" ——

خولان کہتے کہتے رُک گئی کیونکہ سنسان رات میں اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کوٹھڑی کی چھت پر کوئی چل رہا ہو۔ وہ چونک پڑی اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ پھر ایسے لگا جیسے چھت کو بڑی تیزی کے ساتھ کوئی کھودنے لگا ہو۔ خولان پریشان ہو گئی تھی اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی اور اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! اس اندھیری، طوفانی اور برسات کی رات میں چھت کھودنے والا آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔"

پھر وہ دیوار کے ساتھ کھڑی ہو کر بڑی بے چینی سے چھت کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ باہر ابھی تک موسلادھار بارش ہو رہی تھی اور کوئی بڑی تیزی سے چھت کھود رہا تھا۔ خولان کے دیکھتے ہی دیکھتے کوٹھڑی کے شہتیر کے قریب کسی نے چھت میں خاصا بڑا سوراخ کر دیا اور اس سوراخ سے بارش کا پانی اب کوٹھڑی میں آنا شروع ہو گیا تھا۔ پھر اس سوراخ کے اندر سے کسی نے رسّوں کی سیڑھی نیچے لٹکائی۔ ساتھ ہی خولان نے محسوس کیا کہ کسی نے اپنا سر اس سوراخ کے اندر کیا تھا۔ اس کے بعد خولان کو طرغوت کی آواز سنائی دی۔

"خولان! خولان! رسّوں کی اس سیڑھی کے ذریعے اُوپر آ جاؤ۔ خولان! خولان! کیا تم جاگ رہی ہو؟"

خولان نے رُندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "امیر طرغوت! میں جاگ رہی ہوں۔ آپ یہاں سے چلے جایئے۔ میرا مصلوب ہو جانا اتنا اہم نہیں۔ آپ میری قوم کی قیمتی متاع اور امانت ہیں۔ اگر کسی نے آپ کو دیکھ لیا تو وہ آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ خدا کے لیے آپ یہاں سے بھاگ جایئے۔ میری نسبت میری قوم کو آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔ آج اگر میری وجہ سے آپ پکڑے گئے تو میں دین و دنیا دونوں کی مجرم اور گناہ گار رہوں گی۔"

طرغوت نے ڈانٹ دینے کے انداز میں کہا۔ "خولان! خولان! احمق نہ بنو! یہ وقت بہت قیمتی اور اہم ہے۔ اس وقت بارش ہو رہی ہے اور یہاں سے بھاگ جانے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ جلدی کرو، وقت ضائع نہ کرو، ورنہ مجھے نیچے آنا پڑے گا۔ یاد رکھو میں تمہیں لیے بغیر یہاں سے نہ جاؤں گا۔"

خولان نے ہار مانتے ہوئے کہا۔ "میں آ رہی ہوں۔" پھر وہ رسّوں کی سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر جانے لگی تھی۔

خولان جب شہتیر کے قریب گئی تو طرغوت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُوپر کھینچ لیا۔ چھت کے اُوپر جا کر خولان نے حیرت و پریشانی میں پوچھا۔ "کیا آپ

اکیلے ہی ہیں۔"

طرغوت نے فوراً اس کے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی کی "آہستہ بولو۔ ورنہ پہریداروں کو خبر ہو جائے گی۔ میرے ساتھ تمہارا بھائی غنیب بھی ہے۔ وہ کلیسا سے ذرا ہٹ کر اندھیرے میں دو گھوڑے پکڑے کھڑا ہے۔ تم فی الوقت چھت پر لیٹ جاؤ۔ ورنہ دیکھ لی جاؤ گی۔"

خولان فوراً چھت پر لیٹ گئی۔ ابھی تک موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ خولان کے کپڑے بھیگ گئے تھے اور وہ ٹھنڈ محسوس کرنے لگی تھی۔ خولان نے دیکھا طرغوت نے اپنا جنگی لباس پہنا ہوا تھا اور وہ بارش میں بُری طرح بھیگا ہوا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے طرغوت نے رسّوں کی سیڑھی کھینچی پھر اسے کوٹھڑی کی بیرونی دیوار کے ساتھ نیچے لٹکا دیا تھا۔

دوبارہ طرغوت نے اپنا منہ خولان کے قریب لے جا کر کہا۔ "میرے پیچھے پیچھے آؤ خولان اور یہاں سے بھاگ چلیں۔ یاد رکھو! یہ بارش ہمارے لیے نہایت سودمند ثابت ہو رہی ہے۔ قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے اور وہ ہمیں یہاں سے بھاگ نکلنے کا سنہری موقع فراہم کر رہی ہے۔ خولان نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ فکر نہ کریں، میں آپ کا ساتھ دوں گی۔"

طرغوت جب سیڑھیاں اُترنے لگا تو خولان نے پھر سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا۔ "آپ ان کوٹھڑیوں کی پشت کی طرف اُتر رہے ہیں۔ کیا اس طرف پہریدار نہیں ہیں۔" طرغوت نے کہا۔ "اس طرف بھی پہریدار ہیں لیکن بارش اور سردی کی وجہ سے وہ ذرا آگے ایک چھپر تلے کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں احتیاط کرنا ہو گی۔ میں سیڑھیاں اُترتا ہوں تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

دونوں آگے پیچھے سیڑھیاں اُترنے لگے تھے۔ نیچے جا کر طرغوت نے پھر سرگوشی میں کہا۔ "خولان! خولان! دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہو جاؤ۔ اگر ہم دیکھ لیے گئے تو طوفان کھڑا ہو جائے گا۔ اب ہمیں اس دیوار کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف

بڑھنا ہو گا۔"

طرغوت نے اپنا آہنی خود سر پہ درست کر کے بٹھایا۔ اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں اس نے اپنی تلوار سنبھال لی تھی۔ اس حالت میں وہ دونوں بارش اور سردی میں دیوار اور اندھیرے کی اوٹ میں آگے بڑھنے لگے تھے۔

جب وہ ذرا آگے گئے تو خولان نے دیکھا جس دیوار کے ساتھ ساتھ وہ آگے بڑھ رہے تھے اس کے سامنے ذرا فاصلے پہ ایک چھپر تھا جس کے نیچے دو پہریدار بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہاں آگ کا الاؤ روشن کر رکھا تھا اور سردی بارش کی مار سے بچنے کے لیے وہ وہاں بیٹھے اپنے آپ کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

اچانک آگ کے بلند ہوتے شعلوں کی روشنی میں ان دونوں پہریداروں نے طرغوت اور خولان کو دیکھ لیا۔ انھوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ طرغوت جنگی لباس میں ہے اور پوری طرح مسلح ہے۔ ایک دم آگے بڑھ کر طرغوت پر حملہ کرنے کے بجائے وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو آگاہ کرنے کی خاطر زور زور سے چلّانے لگے "خولان بھاگ گئی۔ خولان بھاگ گئی۔ کوئی اسے اپنے ساتھ بھگائے لیے جا رہا ہے۔"

طرغوت بھی ایک دم حرکت میں آیا۔ اس نے خولان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ساتھ لے کر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ خولان بیچاری بھی پوری رفتار سے بھاگتی ہوئی اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

پہریدار اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے اور شور کرتے ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ دوسری طرف کے پہریدار اس طرف بھاگے تھے جہاں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ شاید اس نیت سے کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر خولان کو آسانی سے پکڑا جا سکے گا۔

طرغوت خولان کو لے کر بھاگتا ہوا کلیسا کے مشرق میں ایک گرے ہوئے ویران اور اندھیرے میں ڈوبے ہوئے مکان کے پاس آیا۔ وہاں غنیب دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑا تھا۔ طرغوت نے فوراً اپنا گھوڑا لے کر اس پہ سوار

ہنستے ہوئے کہا۔ "خولان! خولان! جلدی کرو اپنے بھائی کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ جاؤ۔" خولان فوراً رکاب میں پاؤں جما کر گھوڑے پر بیٹھ گئی اور خبیب نے اس کے پیچھے بیٹھ کر گھوڑے کی باگیں سنبھال لی تھیں۔

طرغوت نے خبیب کو پھر خبردار کرتے ہوئے کہا۔ "خبیب! خبیب! ہمیں اس شاہراہ پر جانا ہے جو مدینہ شذونہ سے نکل کر مالقہ کی طرف جاتی ہے۔ تم گھوڑے کو ہانک دو اور آگے آگے رہو، میں تم دونوں کے پیچھے رہ کر تعاقب کرنے والوں سے تم دونوں کی حفاظت کروں گا۔ خولان! تم بھی میری بات غور سے سنو! اگر ہم کسی وجہ ایک دوسرے سے بچھڑ کر علیحدہ ہوگئے تو مالقہ کے سات میل جنوب میں سمندر میں ابھری ہوئی چٹانوں کے اندر ایک کشتی کھڑی ہوگی۔ وہ میرے ساتھی ہیں اور بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ علیحدہ ہو جانے کی صورت میں تم دونوں بہن بھائی اس طرف چلے جانا، وہ سب خبیب کو جانتے اور پہچانتے ہیں، تمہیں کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی۔

اب گھوڑے کو ہانک دو اور یہاں سے بھاگ چلیں، تعاقب کرنے والے پہرے دار قریب آ رہے ہیں۔ جبھی دو پہرے داروں نے ہمیں دیکھ لیا تھا انھوں نے اس خیال سے پوری کوشش کے ساتھ ہمارا تعاقب نہیں کیا کہ مبادا میں ان پر حملہ کر دوں۔ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے منتظر ہیں کہ وہ آئیں اور اکٹھے تعاقب کریں۔ اب جلدی کرو گھوڑے کو ہانکو اور بھاگ چلیں۔"

خولان نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ "آپ ہمارے ساتھ رہیے گا، اگر کوئی مصیبت آئے تو سب پر اکٹھی آئے۔ آپ کو چھوڑ کر اور آپ کے بغیر یہاں سے بھاگ نکلنے کے متعلق میں سوچ بھی نہیں سکتی۔"

طرغوت کے کہنے پر خبیب نے اپنے گھوڑے کو ہانک دیا تھا۔ طرغوت نے بھی اپنے گھوڑے کو مہمیز لگا کر ان کے پیچھے ڈال دیا تھا۔ شہر سے نکل کر وہ اپنے گھوڑوں کو اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے جو مدینہ شذونہ سے نکل کر مالقہ کی طرف

جاتی تھی۔

شہر سے باہر ابھی انھوں نے کوئی تین میل کی مسافت طے کی تھی کہ انہیں احساس ہوگیا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔ وہ اپنے پیچھے گھوڑوں کی ٹاپوں اور ان کے ہنہنانے اور نتھنے پھڑپھڑانے کی آوازیں سن رہے تھے۔

طرغوت نے فوراً اپنی ڈھال اپنی پشت پر لٹکالی اور خبیب کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "خبیب! خبیب! اپنی ڈھال اپنی پشت پر لٹکالو۔ اس طرح تم دونوں بہن بھائی تعاقب کرنے والوں کے تیروں سے بچ سکو گے۔" خبیب نے فوراً اپنی ڈھال اپنی پشت پر لٹکالی تھی۔ طرغوت پھر حرکت میں آیا۔ گھوڑے کی زین سے بندھا ہوا تیروں سے بھرا ترکش اس نے کھول کر اپنی پشت پر باندھ لیا تھا اور کمان اپنے بائیں کندھے پر ڈال لی تھی۔ وہ تعاقب کرنے والوں کے خطرے کے باعث ہر قسم کی پیش بندی کر رہا تھا۔

دو میل اور آگے جا کر اچانک تعاقب کرنے والے نزدیک آگئے اور انھوں نے تیروں کی ایک تیز بوچھاڑ ماری۔ ایک تیر طرغوت کے بائیں بازو میں پیوست ہو گیا تھا اور کئی تیر اس کی ڈھال اور ترکش سے ٹکرا کر بے جان ہوگئے تھے۔ خولان اور خبیب دونوں طرغوت کی اوٹ میں ہونے کی وجہ سے بچ گئے تھے۔

طرغوت نے فوراً تیر کھینچ کر اپنے بازو سے نکال دیا اور اپنی عبا پھاڑ کر اس نے زخم کو خوب کس کر باندھ دیا تھا تاکہ خون نہ بہے پھر اس نے اپنی کمان سنبھالی اور ترکش سے تیر نکال کر اس نے تعاقب کرنے والوں پر چلا دیے۔ تعاقب کرنے والوں میں دو بار کربناک چیخیں بلند ہوئیں جس کا مطلب تھا کہ ان کے دو ساتھی یا تو ختم ہوگئے ہیں یا بری طرح زخمی ہوئے ہیں۔

ان تیروں کا خاطر خواہ اثر ہوا، تعاقب کرنے والے جان گئے کہ بھاگنے والے ہر طرح سے مسلح ہیں لہٰذا وہ ذرا دور رہ گئے اور اپنے اور طرغوت کے درمیان اس قدر فاصلہ رکھ کر تعاقب کرنے لگے جہاں تک کہ تیر ان تک نہ پہنچ سکیں۔ یہ صورت حال

طرغوت، خولان اور خبیب کے لیے سُود مند تھی اس لیے کہ وہ بھی تعاقب کرنیوالوں کی تیر اندازی کے خطرے سے محفوظ ہو گئے تھے۔

چار پانچ میل اور آگے جا کر طرغوت نے چلاتے ہوئے خبیب سے کہا۔

"خبیب! خبیب! اپنے گھوڑے کو شاہراہ سے اتار کر جنوب مشرق کے رُخ پر آگے بڑھتے رہو تم فکر مند نہ ہو پیچھے سے میں تمہیں بتا تا رہوں گا کہ کس طرف جانا ہے۔" خبیب نے فوراً شاہراہ کو چھوڑ دیا اور گھوڑے کو اس نے جنوب مغرب کے رُخ پر ڈال دیا تھا۔ تعاقب کرنے والے بھی شاہراہ چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لیے تھے لیکن تیروں کی مار سے بچنے کی خاطر وہ درمیانی فاصلے کو قائم رکھے ہوئے تھے۔

فضاؤں میں جس وقت صبح ہونے کے آثار پیدا ہو رہے تھے طرغوت، خولان اور خبیب ان ساحلی چٹانوں کے اندر داخل ہو گئے تھے کہ آس پاس ان کی کشتی ہونی چاہیے تھی۔ ایک بار پھر طرغوت نے پیچھے سے چلاتے ہوئے کہا۔ "خبیب! خبیب! گھوڑے کو روک لو اور دونوں بہن بھائی نیچے اتر جاؤ۔"

خبیب نے فوراً گھوڑے کو روک لیا اور دونوں بہن بھائی نیچے اتر گئے۔

طرغوت نے بھی گھوڑے کو روکا اور نیچے کود کر اس نے دونوں گھوڑوں کو اپنی ڈھال مار کر آگے کی طرف بھگا دیا پھر اس نے خولان اور خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں میرے ساتھ آؤ جلدی کرو تعاقب کرنے والے نزدیک آ رہے ہیں۔"

خولان اور خبیب کو لے کر طرغوت ایک چٹان کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی کمان سنبھال لی۔ کچھ تیر نکال کر اپنے پاس رکھ لیے اور بڑی بے چینی سے وہ تعاقب کرنے والوں کا انتظار کرنے لگا تھا۔

صبح کے آثار اب واضح ہونے لگے تھے۔ مشرق کی طرف سے سفیدی ابھر آئی تھی۔ چٹانیں نمایاں ہونے لگی تھیں۔ پرندے جاگنے لگے تھے اور فضاؤں کے اندر ایک ہلچل اور تحریک کے آثار پیدا ہونے لگے تھے۔ بارش ختم ہو چکی تھی اور موسم اب صاف تھا۔

اچانک طرغوت کو گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ وہ چوکنا ہو گیا اور تیر چلّے پر چڑھا کر اس نے کھینچ لیا تھا۔ تعاقب کرنے والے جب اس چٹان کی سیدھ میں آ کر آگے جانے لگے جس کی اوٹ میں طرغوت، خولان اور خبیب بیٹھے ہوئے تھے تو طرغوت بڑی سرعت کے ساتھ حرکت میں آیا اور یکے بعد دیگرے اس نے کئی تیر ان کی طرف چلا دیئے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کو پانچ آدمی چھ کر رہ گئے تھے اور وہ بُری طرح زخمی ہو کر اپنے گھوڑوں سے نیچے گر گئے تھے۔ باقی پانچ آدمی اور رہ گئے تھے ان میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر واپس بھاگنا چاہا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ طرغوت کی طرف سے ایک اور سنسناتا ہوا تیر آیا تھا اور وہ بھی لڑھک کر گھوڑے سے پتھریلی زمین پر گر گیا تھا۔

تعاقب کرنے والے دس میں سے جو چار بچ گئے تھے وہ فوراً اپنے گھوڑوں سے کود گئے۔ انہوں نے اپنی تلواریں اور تیر کمان سنبھال لیے اور چٹانوں کی اوٹ میں ہو کر وہ اس سمت کا جائزہ لینے لگے جس طرف سے ان پر تیر برسائے گئے تھے۔

مشرق سے سُورج اب جھانکنے لگا تھا اور ہر شے کو روشن اور واضح کر دیا تھا۔ طرغوت نے خولان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "خولان! خولان! تم دونوں بہن بھائی یہیں بیٹھو۔ قبل اس کے کہ یہ تعاقب کرنے والوں میں سے چار بچ جانے والے ہمارے لیے کوئی مصیبت کھڑی کر دیں میں ان سے نمٹ کر انہیں ٹھکانے لگا دینا چاہتا ہوں۔"

طرغوت جب مُڑنے لگا تو اچانک خولان کی نگاہ اس کے زخمی بازو پر پڑی جس پر طرغوت اپنی عبا پھاڑ کر پٹی باندھ دی تھی۔ خولان نے فکر مندی سے پوچھا "آپ تو زخمی ہیں۔ بازو پر آپ نے جو اپنی عبا پھاڑ کر پٹی باندھی ہوئی ہے وہ ساری خون میں بھیگی ہوئی ہے۔ آپ کہاں زخمی ہوئے تھے۔"

طرغوت نے بات کو ٹالنے کی غرض سے پھر سرگوشی میں کہا۔ "مدینہ شذونہ سے باہر تعاقب کرنے والوں نے جب ہم پر تیر اندازی کی تھی تو اس وقت

ہیں زخمی ہو گیا تھا۔ جواب میں ان پر میں نے بھی چند تیر برسائے تھے جس کے جواب میں ان کے دو ساتھی ناکارہ ہو گئے تھے پھر تعاقب کرنے والوں نے ہمارے اور اپنے درمیان فاصلے کو بڑھا لیا تھا تاکہ ان پر تیر اثر نہ کریں۔

خولان نے پہلی بار بڑی ہمدردی اور پیار سے طرغوت کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "لایئے میں زخم پر پٹی درست کر کے باندھتی ہوں۔" طرغوت نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ "نہیں یہ وقت پٹی باندھنے کا نہیں پہلے مجھے ان چاروں سے نمٹ لینے دو۔ ہماری کشتی اب یہاں سے قریب ہی ہے۔ ان چاروں کو ٹھکانے لگا کر میں کشتی میں جا کر اپنے زخم پر پٹی بندھوالوں گا۔ کشتی میں مرہم پٹی کا سارا سامان بھی ہے۔"

طرغوت جس وقت پیچھے ہٹ رہا تھا تو خولان نے روتی آواز میں کہا۔ "خدا کے لیے ٹھہریئے۔ آپ کو تیمارداری اور آرام کی ضرورت ہے۔ آپ ساری رات بارش میں بھیگتے رہے ہیں۔ ان چاروں کو ادھر ہی آنے دیں۔ یہاں ہم تینوں مل کر ان سے بآسانی نمٹ لیں گے۔"

طرغوت نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تم فکر مند نہ ہو۔ میرے بازو کا زخم ایسا نہیں کہ میرے لیے کسی تکلیف یا مصیبت کا باعث بنے۔" خولان بیچاری خاموش رہی۔ بڑی ہمدردی کے ساتھ وہ افسردہ آنکھوں سے صرف طرغوت کو دیکھتی رہ گئی تھی۔ طرغوت نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تیر ترکش میں ڈالے، کمان اپنے کندھے سے لٹکائی اور تلوار کھینچ کر اس نے کمر پر بندھی ہوئی ڈھال بھی سنبھال لی تھی۔ اب وہ چٹانوں کی اوٹ میں رہ کر اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا چھوٹا سا ایک چکر کاٹ کر ان کی پشت کی جانب جا رہا تھا۔

ایک پتھر کی اوٹ سے نکلتے ہوئے طرغوت کی نگاہ اچانک ان پر پڑی۔ وہ پتھروں کی اوٹ میں بیٹھ کر چلتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پشت کی جانب سے بھوکے چیتے کی طرح دبے پاؤں آگے بڑھ کر طرغوت ان پر حملہ آور ہوا اور اپنی تلوار سے اس نے ایک کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

مرنے والے کی چیخ سن کر باقی تینوں بوکھلا کر مڑے اور طرغوت کو اپنے اس قدر قریب دیکھ کر وہ فوراً اپنی تلواریں لہراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کڑکتی آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم۔"

اپنی خون آلود تلوار ان کے سامنے لہراتے ہوئے طرغوت نے کہا۔ "میں ہی مسلمان ملاح ہوں جسے تم لوگ دراگوت کہہ کر پکارتے ہو۔ میں ہی کلیسا سے خولان کو نکال کر لایا ہوں اور برسات کی اس سرد رات میں مدینہ شذونہ سے یہاں تک تم لوگوں نے میرا ہی تعاقب کیا تھا۔"

دراگوت کا نام سن کر ان تینوں کے حواس باختہ ہو گئے تھے۔ پھر بھی ان میں سے ایک نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اگر تم دراگوت ہو تو تم ہمارے لیے زیادہ قیمتی ہو گئے ہو۔ اگر ہم تمہارا سر کاٹ کر لے گئے اور مدینہ شذونہ کے حاکم سے کہا کہ یہ مسلم ملاح دراگوت ہے تو وہ ہمیں انعام دے کر مالا مال کر دے گا۔"

طرغوت نے کھولتی آواز میں کہا۔ "جو انعام میں تم تینوں کو ان چٹانوں کے اندر دینے والا ہوں اس سے جان چھڑا کر مدینہ شذونہ پہنچو گے تو مالا مال ہو گے نا۔ آؤ میں تم تینوں کو ایک ساتھ حملہ آور ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔"

وہ تینوں اپنی تلواروں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے آگے بڑھ کر طرغوت پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے کہ ایک قریبی چٹان پر خولان اور خبیب نمودار ہوئے۔ خبیب نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال رکھی تھی جب کہ خولان کی پشت پر خبیب کا ترکش اور ہاتھ میں اس کی کمان تھی۔

خولان نے تیر چلے پر چڑھایا اور غصیلی آواز میں ان تعاقب کرنے والوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "ٹھہرو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہی خولان بنت قنیطان ہوں۔ میں ایک عرب ماں کی بیٹی ہوں، کیا تم سے انتقام لینے میں میں پیچھے رہ سکتی ہوں۔ اے ابلیسو! میں بھی اسی قوم کی بیٹی ہوں جس قوم کے فرزند عظیم امیر طرغوت ہیں پھر خولان نے تیر چلا دیا جو ان میں سے ایک کے شانے کو چھیدتا ہوا نکل گیا تھا۔

اپنے ساتھی کے گرتے ہی باقی دو بھاگ کھڑے ہوئے۔ خولان نے ان

دونوں پر تیر برسانا چاہیے کہ طرغوت نے اسے روک دیا اور بھاگنے والے دونوں کو اس نے مخاطب کر کے کہا۔ "اب جب کہ تم دونوں نے خود ہی فرار کی راہ اختیار کی ہے تو جاؤ ہم تم سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔ تم اپنے گھوڑے لے لو اور اپنے زخمی ساتھیوں کو بھی تم دونوں اپنے ساتھ لے سکتے ہو۔"

وہ دونوں بھاگتے بھاگتے رک گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر خوفزدہ نگاہوں سے ان تینوں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ طرغوت، خولان اور خبیب کو لے کر مشرق کی طرف بڑھ گیا جب کہ وہ دونوں اپنے زخمی ساتھیوں کو سنبھالنے لگے تھے۔

خولان اور خبیب کو لے کر طرغوت جب ساحل سمندر کی طرف بڑھا۔ تو اچانک ایک بلند چٹان پر بیٹھا ہوا ایک جوان بھاگتا ہوا نیچے اترا اور زور زور سے شور کرنے لگا۔ "امیر طرغوت آگئے۔ وہ اکیلے نہیں وہ اس لڑکی کو بھی ساتھ لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں جس کی تلاش میں وہ گئے تھے۔"

وہ جوان طرغوت کے ملاحوں میں سے تھا اور چٹان پر بیٹھ کر پہرہ دے رہا تھا۔ طرغوت کی آمد پر اب وہ اپنے ساتھیوں کو مطلع کر رہا تھا۔ طرغوت خولان اور خبیب کو لے کر سمندر کے کنارے آیا۔ وہاں ان کی کشتی کنارے پر کھڑی تھی اور کوروش کے علاوہ دوسرے ساتھی ملاح کنارے کی چٹانوں کے اندر بیٹھے تھے اور اپنے آگے انہوں نے آگ روشن کر رکھی تھی۔ طرغوت نے فکرمندی سے خولان اور خبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپارس کو کوروش کے حوالے کیا تھا لیکن وہ ان میں نہیں ہے۔ کہاں گیا وہ؟"

طرغوت جب آگ کے اس الاؤ کے قریب گیا تو کوروش اور اس کے ساتھی ملاح تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ طرغوت نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں پوچھا "اپارس کہاں ہے۔ وہ مجھے کہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ اس کی قسمت کا فیصلہ خولان کرے گی۔"

کوروش نے گردن جھکاتے ہوئے شرمندگی کے احساس میں کہا۔ "افسوس میں اسے بچا نہ سکا۔ میرے گھوڑے پر میرے آگے بیٹھے بیٹھے اس نے اپنے جامہ کے اندر سے خنجر نکال کر اسے اپنے سینے میں گھونپ کر اپنے آپ کو ختم کر دیا تھا۔ میں نے راستے میں ہی اسے ایک گڑھے میں دبا دیا تھا۔"

طرغوت نے کہا۔ "چلو وہ خود ہی اپنے انجام کو چلا گیا۔" پھر طرغوت نے خولان سے سرگوشی کرتے ہوئے کوروش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "خولان! یہ میرا ساتھی کوروش ہے اور دوسرے سب میرے ملاح ہیں۔ یہ مجھے بھائیوں جیسے عزیز ہیں۔"

پھر آگ کے قریب ہو کر طرغوت نے کوروش اور ملاحوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "یہ خبیب کی بہن خولان بنت قیطان ہے۔ اپنی کشتی میں بیٹھ جاؤ اور اس کے رسّے کھول دو کہ یہاں سے کوچ کریں۔ یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

کوروش نے کہا۔ "آپ تینوں پہلے کھانا کھا لیں پھر یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔" طرغوت نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں کھانا کشتی میں ہی کھایا جائے گا۔"

خولان نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اے بھائی کیا آپ کے پاس مرہم پٹی کا سامان ہوگا۔ امیر طرغوت کا بازو زخمی ہے۔ میں ان کا زخم دھو کر پٹی باندھ دوں۔"

کوروش کے بجائے طرغوت نے کہا۔ "پہلے کوچ کریں پھر زخم پر پٹی باندھ لی جائے گی۔" طرغوت کے کہنے پر سب کشتی میں سوار ہوگئے۔ ملاحوں نے بادبان کھول دیئے اور کشتی روانہ ہوگئی تھی۔ خولان نے کوروش سے مرہم پٹی کا سامان لے کر طرغوت کا زخم دھویا پھر وہ بڑے پیار سے مرہم لگا کر اس کے زخم پر پٹی باندھ رہی تھی۔

ایک روز طرغوت اپنے ساتھیوں کے ساتھ الجزائر کے ساحل پر لنگر انداز ہو رہا تھا۔ جب وہ خولان، کوروش اور خبیب کے ساتھ کنارے پر اترا تو ایک طرف سے صالح بھاگتا ہوا آیا اور طرغوت سے لپٹتے ہوئے اس نے کہا۔ "اس کامیاب مہم پر اے امیر! میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔" طرغوت نے پوچھا۔ "امیر خیرالدین کیسے ہیں؟"

صالح نے علیحدہ ہو کر سنجیدگی میں کہا۔ "وہ آدھے لشکر کو لے کر تیونس کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ آج صبح ہی انہوں نے کوچ کیا ہے۔ مخبر یہ خبر لائے تھے کہ چند روز بعد ہسپانیہ کا بادشاہ چارلس ایک بڑے بحری بیڑے کے ساتھ خود تیونس پر حملہ آور ہو گا۔ اس کے متوقع حملے سے نپٹنے کے لیے امیر خیر الدین تیونس روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ کے متعلق وہ کہہ گئے تھے کہ امیر طرغوت جس وقت آئیں انہیں کہیں تیونس پہنچنے والی بات کریں۔"

طرغوت کے چہرے پر عجیب سے جذبے رقص کرنے لگے تھے۔ اس نے صالح سے کہا: "میں یہاں ٹھہر کر کیا کروں گا۔ میں ابھی یہاں سے کوچ کروں گا۔" پھر طرغوت نے غبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "غبیب! غبیب! تم خولان کو اپنے ماموں کے گھر لے جاؤ۔ میں ابھی یہاں سے تیونس روانہ ہو رہا ہوں۔"

طرغوت واپس مڑا اور کشتی میں بیٹھ گیا۔ صالح پھر آگے بڑھ کر طرغوت کے قریب ہوا اور اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! آپ کے بعد امیر خیر الدین کے پاس اس یورپی حسینہ جولیا گونزاگا کا ایک قاصد آیا تھا اور اس نے جولیا کا یہ پیغام دیا تھا کہ وہ امیر خیر الدین سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ جب امیر خیر الدین نے اس شادی سے انکار کر دیا تو قاصد نے کہا: "اگر آپ انکار کرتے ہیں تو آپ کے بعد جولیا گونزاگا امیر طرغوت سے شادی کرنا پسند کرے گی۔"

امیر خیر الدین نے کہا: "میرا بھائی بھی اس سے شادی نہ کرے گا۔ لہٰذا وہ قاصد ناکام لوٹ گیا۔" طرغوت نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا: "امیر خیر الدین نے اسے بالکل ٹھیک جواب دیا تھا۔" پھر صالح پیچھے ہٹ گیا اور طرغوت نے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ ملاحوں نے فوراً بادبان کھول کر کشتی کو متحرک کر دیا تھا۔ خولان بیچاری بڑی بے بسی کی حالت میں کنارے پر کھڑی تھی۔ طرغوت کو الوداع کہنے کے لیے اس کا دایاں ہاتھ فضا میں بلند تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ طرغوت جب نیلے سمندر میں نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو خولان بیچاری سر جھکائے اور اپنے آنسو پونچھتی ہوئی غبیب کے ساتھ اپنے ماموں کے گھر جا رہی تھی۔

خولان الجزائر کے ساحل پر اپنے بھائی غبیب کے ساتھ چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ کوروش نے پیچھے سے اسے پکارا: "خولان! خولان!" غبیب اور خولان دونوں رک گئے اور مڑ کر دیکھنے لگے۔

کوروش تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان دونوں سے نزدیک ہوا اور خولان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "خولان میری بہن! اپنے ماموں کے ہاں جانے سے قبل میرے ساتھ آؤ۔ امیر خیر الدین بار بروسہ کی بیوی کاندان، میری بیوی اشتار، امیر صنعان اور امیر صالح کے گھر والے سب تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گے۔ امیر طرغوت ان سب کو پہلے ہی تمہارے حالات تفصیل سے سنا چکے ہیں۔ وہ سب بڑی بے چینی سے تمہارے منتظر ہوں گے۔ کیا امیر طرغوت نے تمہیں روطہ نام کی کسی لڑکی کے متعلق کچھ بتایا ہے۔"

خولان نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کوروش نے پھر کہا: "پھر میرے ساتھ آؤ روطہ

تمہارے جیسی ہی اندلس سے آئی ہوئی ایک بے بس اور بے سہارا لڑکی ہے۔ وہ تمہاری آمد کے انتظار میں بے تاب ہو رہی ہوگی۔ آؤ میرے ساتھ وہاں تھوڑی دیر رُک کر اور کھانا کھا کر تم خبیب کے ساتھ اپنے ماموں کے گھر چلی آنا۔ خولان مان گئی اور دونوں بہن بھائی کوروش کے ساتھ ہو لیے تھے۔

کوروش جب ان دونوں بہن بھائی کو لے کر حویلی میں داخل ہوا تو سعد اور عثمان اسے دیکھتے ہی بھاگ کر اس سے لپٹ گئے۔ اِتنے میں روطہ بھی جنگلی غزال کی طرح بھاگتی ہوئی وہاں آگئی اور آتے ہی اس نے کوروش سے پوچھا: "اخی کوروش! آپ اکیلے ہیں؟ امیر طرغوت کہاں ہیں؟" کوروش نے کہا۔ "وہ ہمیں یہاں اُتار کر ٹیونس کی طرف چلے گئے ہیں۔"

روطہ بیچاری کہیں ڈوب اور کھو گئی پھر اس نے بڑے دُکھ اور ملال میں پوچھا۔ "وہ یہاں اُترے اور ملے بغیر ہی ٹیونس چلے گئے۔" پھر شاید خولان کی موجودگی کے باعث روطہ نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اور خولان کی طرف اشارہ کر کے اس نے پوچھا۔ "اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ خولان ہے۔" اتنی دیر تک حسن کاسندان، انشتار، صالح کی بیوی خزینہ اور صنعان کی بیوی بھی وہاں آگئے تھے۔

کوروش نے کہا۔ "ہاں یہ خولان ہے۔ امیر طرغوت بڑی مشکل سے اسے ہسپانیہ کے ایک کلیسا سے نکال کر لائے ہیں۔"

روطہ آگے بڑھی اور خولان کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے کہا: "میرا نام روطہ ہے۔ تم میری بہن ہو اور میں تمہیں یہاں خوش آمدید کہتی ہوں۔ تمہاری سختیوں کا دور ختم ہوا۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ آؤ اکٹھی بیٹھ کر کھانا تیار کرتی ہیں اور ایک دوسری سے اپنے ماضی کی داستانیں کہتی ہیں پھر تم دونوں بہن بھائی اپنے ماموں کے ہاں چلے جانا لیکن اس شرط پر کہ دن میں ایک بار ضرور تمہیں یہاں آنا ہوگا۔"

روطہ کی باتوں پر خولان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ روطہ اور کاسندان خولان کو لے کر زنان خانے کی طرف چلی گئیں۔ کوروش، سعد، عثمان، حسن

اور خبیب کے ساتھ دیوان خانے کی طرف جا رہا تھا۔

طرغوت کی کشتی جب ٹیونس کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئی تو خیر الدین اور صنعان ساحل پر اس کے منتظر کھڑے تھے۔ شاید انہوں نے دور سے طرغوت کو آتے دیکھ لیا تھا۔ طرغوت جب ساحل پر اُترا تو خیر الدین اور صنعان باری باری آگے بڑھ کر اس سے بغل گیر ہوئے پھر خیر الدین نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ "کیا تم خولان کی کوئی مدد کر سکے ہو۔"

طرغوت نے کہا۔ "میں اسے مدینہ شذونہ کے کلیسا سے نکال کر الجزائر اس کے ماموں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔ آپ کو چارلس کے حملے کی جو اطلاعات ملی ہیں کیا اُن کے مطابق وہ اسپین سے روانہ ہو گیا ہے؟"

خیر الدین نے کہا۔ "نہیں، وہ ابھی اپنی تیاریوں میں ہے۔ سنا ہے وہ خود ٹیونس پر حملہ آور ہوگا۔ میں یہاں جنگی تیاریاں مکمل کرنے کی خاطر پہلے آگیا ہوں۔ صالح سے میں نے کہہ دیا تھا ٹیونس میں جو بھی حالت ہو وہ الجزائر کو کسی بھی صورت میں نہ چھوڑے۔ اگر چارلس ٹیونس کے بجائے الجزائر پر حملہ آور ہوا تو ہم یہاں سے صالح کی مدد کو پہنچ جائیں گے۔ اُمید ہے چارلس بیک وقت الجزائر اور ٹیونس پر حملہ آور ہونے کی حماقت نہیں کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس افریقی ساحل کو ہم اہلِ ہسپانیہ کا قبرستان بنا دیں گے۔

سنو طرغوت! میرے بھائی! اگر ہم ٹیونس سے چارلس کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم طرابلس پر حملہ آور ہوں گے۔ مسلمانوں کا یہ واحد عظیم شہر ہے جو اس وقت نصرانیوں کے تصرف میں ہے اور اس وقت اس شہر پر مالٹا کے نائٹوں کا قبضہ ہے اور یہ نائٹ ایسے جنگ جو ہیں کہ یورپ میں انہیں مقدس ہی نہیں ناقابلِ تسخیر بھی سمجھا جاتا ہے۔"

پھر خیر الدین نے طرغوت کا ہاتھ تھام لیا اور بڑی شفقت سے اس نے

کہا۔ "تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو بھوک لگی ہو گی۔ آؤ میرے ساتھ" خیرالدین اور صنعان، طرغوت اور اس کے ساتھی ملاحوں کو مستقر کی طرف لے جا رہے تھے۔

اس موقع پر جب کہ چارلس ایک عظیم بحری بیڑہ تیار کر کے ٹیونس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وینس کے حکمرانوں نے اندر ہی اندر ایسی ہی ایک بڑی سازش کی ابتدا کر دی تھی۔ انھوں نے اپنے چند نہایت چالاک و چرب زبان سفیر ایران بھیجے اور انھوں نے ایران کے بادشاہ طہماسپ کو سلطان سلیمان کی مملکت پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے طہماسپ کو سمجھایا کہ سلطان سلیمان اس وقت یورپ کے معاملات درست کرنے میں مصروف ہے۔ لہٰذا وہ اس کی مشرقی سرحدوں پر حملہ کر کے اپنی مملکت کی حدود میں اضافہ کر سکتا ہے۔"

نادان اور ناعاقبت اندیش طہماسپ اس سازش کا شکار ہو گیا اور اس نے عثمانی ترکوں پر حملہ آور ہونے کی حامی بھر لی۔ حالانکہ اس سے قبل اس کے باپ اور ایران کے بادشاہ اسمٰعیل صفوی نے بھی ایسا ہی کیا تھا اور اس نے سلطان سلیمان کے باپ سلطان سلیم بن بایزید پر حملہ کر دیا تھا لیکن سلطان سلیم نے اسمٰعیل صفوی کو ایسی ذلت آمیز شکست دی کہ اس شکست کے بعد اسمٰعیل صفوی کے ہونٹوں پر کسی نے مسکراہٹ نہ دیکھی تھی۔

بہر حال طہماسپ نے سلطنت عثمانیہ پر حملہ کر دیا اور جھیل وان کے قریب بطلیس شہر اور اس کے اطراف میں وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سلطان سلیمان نہیں چاہتا تھا کہ ایرانیوں کے ساتھ اُلجھے۔ وہ مسلمانوں میں اتحاد کا قائل تھا۔ اس لیے اس نے طہماسپ کو ایک تنبیہہ آمیز خط لکھا اور اس خطرناک کام سے باز رہنے کی تاکید کی لیکن ہوس کے اندھے طہماسپ نے اسے سلطان سلیمان کی کمزوری جانا، اور سلطان سلیمان کی مشرقی حدود کو روندتا اور مسلمانوں کا قتل عام کرتا ہوا وہ بغداد کی طرف بڑھا۔ اب سلطان سلیمان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے فوراً ایک لشکر

ابراہیم کو دے کر طہماسپ کی سرکوبی کے لیے بغداد کی طرف روانہ کیا۔

اس مہم میں سلطان نے اپنے خزانچی اسکندر چلپی کو ابراہیم کا نائب مقرر کیا۔ ابراہیم یونانی تھا جب کہ اسکندر چلپی پرانی روایات کا پابند ایک دلیر اور شجاع ترک تھا۔ ان دونوں کی آپس میں گہری رقابت تھی تاہم سلطان نے دونوں کو باہمی اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کی سخت تنبیہہ بھی کر دی تھی۔

ابراہیم نے شروع سے ہی حکم عدولی اور سرکشی کا اظہار کیا۔ سلطان سلیمان نے اسے بغداد کی طرف جا کر شہر کی حفاظت کرنے اور ایرانیوں کا وہاں سے محاصرہ توڑنے کا حکم دیا تھا لیکن ابراہیم نے ان احکام کی خلاف ورزی کی اور بغداد کی طرف جانے کے بجائے اس نے جھیل وان کا رُخ کیا۔ سلطان کو ابراہیم کی اس حماقت کی جب اطلاع ہوئی تو اسے سخت افسوس ہوا۔ بہر حال وہ خاموش رہا اور وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ابراہیم نے عثمانی مملکت میں گھس آنے والے ایرانیوں کو وہاں سے مار بھگایا۔ وہ جھیل وان کے اطراف میں کوہستانوں کے اندر گھس گیا اور وہاں ایرانیوں کا صفایا کرتا ہوا جنوب کی طرف بڑھا پھر بلندی سے میدانوں میں اُتر کر اس نے شاہ طہماسپ کے پایہ تخت تبریز کی طرف یلغار کی۔ ترکوں اور ایرانیوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ طہماسپ کے لشکر کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ابراہیم نے تبریز پر قبضہ کر لیا۔

تبریز فتح کرنے کے بعد اس یونانی نژاد ابراہیم کا دماغ خراب ہو گیا اور اس نے اعلانیہ کہنا شروع کر دیا کہ ایسی فتوحات حاصل کرنا سلطان سلیمان کے بس کی بات نہیں تھی۔ سلطان سلیمان کے مخبر ابراہیم کے ایک ایک پل کی خبریں اسے پہنچا رہے تھے۔

فتح کے نشے میں ایک روز ابراہیم نے لشکر کو احکامات جاری کرتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ سلطان کا لقب استعمال کر ڈالا اور یہ ابراہیم کی طرف سے

حکم عدولی اور سرکشی کی انتہا تھی۔

اس پر مزید یہ کہ جب اسکندر چلپی نے ابراہیم کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی تو ابراہیم نے اسکندر چلپی کو قتل کر ڈالا۔ اس صورتِ حال میں لشکر کے اندر نفرت و انتشار پھیلنے لگا اور ایک خانہ جنگی کا سا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

ان تکلیف حالات میں سلطان نے ایک اور لشکر کے ساتھ ابراہیم طرف کوچ کیا۔ قسطنطنیہ میں رک کر ابراہیم کو ایران پر یلغار کرنے کا حکم دینے سے ان کا مدعا یہ تھا کہ قسطنطنیہ میں بیٹھ کر وہ یورپ پر نظر رکھ سکیں گے اور چارلس جو جنگی تیاریاں کر رہا تھا اس سے آگاہی حاصل کر سکیں لیکن ابراہیم نے سلطان کے سارے مقاصد کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

سلطان کے پہنچنے تک ابراہیم نے لشکر کے ساتھ تبریز سے نکل کر آگے کی طرف کوچ کیا۔ شاید اس کا مدعا بغداد کی طرف جانے کا تھا۔ جہاں طہماسپ نے بغداد کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن ابراہیم کی بدقسمتی کہ وہ برف سے ٹھٹھرتے ہوئے کیچڑ اور دلدل کے ایک وسیع میدان میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ لشکری پہلے ہی اس کی بداعمالیوں اور اسکندر چلپی کے قتل پر بدظن تھے۔ اب اس کیچڑ، برف اور دلدل رکاوٹوں نے انہیں اور ہراساں اور دل برداشتہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی جگہ سلطان سلیمان اپنے لشکر سے آملے۔ انہوں نے اس موقع پر ابراہیم سے کچھ نہ کہا اور اس سے معمول جیسا سلوک رکھا۔ لشکریوں نے اپنے درمیان جب سلطان کا پرچم دیکھا جس پر سات سفید گھوڑوں کی دُمیں آویزاں تھیں تو ان کی ہمت عود کر آئی اور ان میں پہلے جیسا حوصلہ اور جرأت مندی پیدا ہو گئی تھی۔

سلطان اپنے لشکر کو کیچڑ، برف اور دلدل سے نکال کر دجلہ و فرات کے صحرا میں داخل ہوئے۔ پھر انہوں نے بڑی برق رفتاری سے بغداد کی طرف کوچ کیا اور طہماسپ کو ایک ذلت آمیز شکست دے کر ہارون الرشید کے پُرعظمت شہر بغداد کو اپنی امان میں لے لیا تھا۔

جب سلطان سلیمان نے طہماسپ کو بغداد سے مار بھگایا تو درگاہ حضرت غوث الاعظمؒ کے ایک مجاور نے سلطان کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں لکھا تھا "مجھے سلطان میں ایک ایسی صفت نظر آتی ہے۔ جو اسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ملی ہے اور وہ علم و حلم کی آمیزش ہے۔ میری نظر نے آج یہ منظر دیکھا ہے کہ یدِ بیضا نے تلوار کھینچی ہے۔ میں بوستانِ معرفت میں سلطان کو خلیفہ دوراں کی صورت میں دیکھ رہا ہوں"۔

سلطان سلیمان نے چند روز تک بغداد میں قیام کیا۔ اس دوران طہماسپ نے شمال کی طرف پیش قدمی کی اور عثمانی ترکوں کے ہاتھوں فتح ہونے والے اپنے علاقوں پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ سلطان اس ناعاقبت اندیش کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا سلطان نے تبریز پہنچ کر پھر طہماسپ کو شکست دی اور غیض و غضب کے عالم میں سلطان اس طہماسپ کو پہاڑی دروں اور بحیرہ خزر کے میدانوں میں اپنے آگے آگے بھگاتا ہوا دور تک اس کا تعاقب کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سلطان سلیمان نے شاہانِ ایران کے پرانے وطن اردبیل کو فتح کر کے اسے تباہ حال کر دیا۔

طہماسپ کو پے در پے ضربیں لگانے اور عبرت ناک شکستیں دینے کے بعد سلطان سلیمان کو جب یقین ہو گیا کہ طہماسپ ایک طویل عرصہ تک اپنے زخم سینکتا اور زخم چاٹتا رہے گا تو وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ اس موقع پر سلطان سلیمان اگر پورے ایران پر قبضہ کرنا چاہتے تو کوئی ایسی قوت نہ تھی جو مزاحمت کرتی لیکن سلطان سلیمان نے ایسا نہیں کیا اور طہماسپ کو یادگار سبق دینے کے بعد واپس لوٹ گئے۔

قسطنطنیہ پہنچ کر چشم دید لوگوں سے احوال جان کر سلطان نے جب ابراہیم کو مجرم اور اسکندر چلپی کا قاتل پایا تو سلطان نے اس یونانی نژاد ابراہیم کو قتل کر دیا۔

ہسپانیہ کا بادشاہ چارلس چھ سو جہازوں کے عظیم بیڑے کے ساتھ اسپین سے نکلا۔ ان چھ سو جہازوں کے علاوہ باسٹھ تیز رفتار جنگی کشتیاں ہسپانوی امیرالبحر اندریا دوریا کی تحویل میں دی گئی تھیں اور ان کشتیوں کی مدد سے سمندر کے اندر چاروں طرف سے وہ اپنے بحری بیڑے کی حفاظت کر رہا تھا۔

چارلس کے لشکر میں بیس ہزار ہسپانیوں کے علاوہ اس سے کہیں زیادہ جرمن تجربہ کار سپاہی اور پرتگالی رضا کار اور مالٹا کے نائٹ شامل تھے۔ خیرالدین اور طرغوت کو جب اس عظیم بیڑے کے روانہ ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس طوفان کو تھامنے کیلئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ کسی بُرے وقت سے نمٹنے کیلئے اسے انہوں نے اپنی جنگی کشتیاں مغرب میں تبسرتا کی بندرگاہ کے قریب چھپا دیں۔ ان کشتیوں کی توپیں، مستول اور چپوار علیحدہ کر کے انہوں نے ساحل کی ریت میں چھپا دیئے اور کشتیوں کو انہوں نے بندرگاہ کے اتھلے پانی میں ڈبو دیا۔ پھر انہوں نے تیونس کی حفاظت کو آخری شکل دی۔ پانی کی ایک لمبی پٹی جو تیونس کی بندرگاہ کے اندر دور تک چلی گئی تھی اور جسے غلطہ کہا جاتا تھا۔ اس میں شہر کی حفاظت کے لیے صنعان کو مقرر کیا۔ خود باربروسہ اور طرغوت بندرگاہ کے سامنے کھلے سمندر میں ہسپانوی بیڑے کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔ ان دونوں کو علم تھا کہ سلطان سلیمان ایران کے معاملات میں اُلجھے ہوئے ہیں اور جو کچھ انہوں نے کرنا ہے۔ اپنی موجودہ قوت پہ انحصار کر کے ہی عمل میں لانا ہے۔

چارلس اور اندریا دوریا کا لشکر مسلمانوں سے بیس گنا زیادہ تھا۔ اس کے باوجود چوبیس روز تک باربروسہ اور طرغوت نے انہیں کھلے سمندر میں روکے رکھا۔ لیکن اس دوران ایک المیہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تیونس کا سابق حکمران حسان جس سے ہسپانیوں نے تیونس چھینا تھا وہ نا عاقبت اندیش انسان خیرالدین اور طرغوت کے خلاف چارلس کے ساتھ مل گیا۔

خیرالدین اور طرغوت نے ہسپانیہ کی فتح پر جن ہزاروں ہسپانیوں کو قیدی بنا کر مقامی زنداں میں ڈال دیا تھا، حسان نے اس زنداں کے دروازے کھلوا کر نہ صرف ہسپانوی قیدیوں کو آزاد کر دیا بلکہ انہیں مسلح کر کے شہر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان ہزاروں قیدیوں نے مسلح ہو کر ایسا ہی کیا اور شہر پہ انہوں نے قبضہ کر لیا۔ قیدیوں سے نمٹنے کے لیے جب خیرالدین اور طرغوت کھلے سمندر سے شہر کی طرف بڑھے تو چارلس اور اندریا دوریا نے پوری قوت سے چھ سو جنگی جہازوں اور باسٹھ کشتیوں سے ان پہ اپنی پوری قوت سے حملہ کر دیا۔

طرغوت اور خیرالدین واپس مڑ کر پانی کی اس پٹی میں صنعان سے آن ملے تھے، جسے غلطہ کہتے تھے۔ اب وہ ایک طرح سے گھِر گئے تھے۔ ان کے سامنے سے چارلس اور اندریا دوریا ان کے لیے مشکلات پیدا کر رہے تھے اور ان کی پشت سے ہسپانوی قیدی حملہ آور ہو گئے تھے۔

خیرالدین، طرغوت اور صنعان نے اندھیرا ہونے تک دشمن کو کھلے سمندر میں روکے رکھا اور فضاؤں میں تاریکی چھا گئی تو وہ اپنی پوری قوت سے چارلس کے جہازوں پر بائیں طرف حملہ آور ہوئے۔ زندگی اور موت کا کھیل کھیل کر انہوں نے غلطہ سے نکلنے کا راستہ بنایا اور تیونس کو خدا حافظ کہہ کر وہ اپنے لشکر کو بچا کر الجزائر کی طرف بھاگ گئے۔

اپنی زندگی میں خیرالدین اور طرغوت کی یہ پہلی شکست تھی جو حسان کی غداری کے باعث انہیں ہوئی۔ حسان اگر ہسپانیوں سے مل کر ان کے قیدی آزاد کر کے انہیں مسلح نہ کرتا تو خیرالدین اور طرغوت سمندر کے اس حصے میں چارلس اور اندریا دوریا کو یقیناً ایک زبردست شکست دیتے۔ اس جنگ میں خیرالدین اور طرغوت کی چالیس توپیں اور سو کے قریب کشتیاں دشمن کے ہاتھ آ گئی تھیں اور وہ دونوں بھی سرفروشانہ جنگ کرتے ہوئے بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔

دوسرے روز کا سورج جب طلوع ہوا تو خیرالدین اور طرغوت اپنے بچے کھچے زخمی لشکر کے ساتھ تبسرتا کی بندرگاہ پہنچے تو خیرالدین ساحل پہ اترا اس نے دیکھا

طرغوت ابھی تک اپنی جنگی کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔ چند ثانیوں تک وہ ساحل پر کھڑا ہو کر طرغوت کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ وہاں نہ آیا تو خیرالدین خود فکر مند ہو کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ سمجھا شاید طرغوت جنگ میں زیادہ زخمی ہو گیا ہے جو کشتی سے باہر نہیں آ رہا۔ جب وہ طرغوت کی کشتی سے نزدیک ہوا تو اس نے دیکھا صنعان اس کی طرف آ رہا تھا۔

خیرالدین نے بجھی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "صنعان! صنعان! طرغوت اپنی کشتی سے باہر کیوں نہیں آ رہا۔ وہ ساحل پر کیوں نہیں اُترتا۔ کیا وہ زخمی ہے؟"
صنعان نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ "اے امیرِ محترم! خطرے کی کوئی ایسی بات نہیں۔ میں بھی امیر طرغوت سے کشتی سے اتارنے گیا تھا۔ میں نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی بھی کرنا چاہی تھی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا، اپنے زخموں کی مرہم پٹی نہ کراؤں گا۔ اپنی کشتی سے باہر نہ آؤں گا جب تک ٹیونس کی شکست کا انتقام لینے نہیں نکلتے۔ وہ سخت برہم اور غصے کی حالت میں ہیں۔ شاید یہ ٹیونس سے پسپائی کا اثر ہے۔ آپ ان سے ملیں شاید آپ کے ساتھ وہ کوئی لائحہ عمل طے کر لیں۔"

خیرالدین آگے بڑھ کر طرغوت کی کشتی میں داخل ہوا۔ خیرالدین نے دیکھا، اس کشتی کے ملاح پریشان اور افسردہ کھڑے تھے اور ایک کونے میں طرغوت بیٹھا اپنی سوچوں کی گہری لہروں میں کھویا ہوا تھا۔ خیرالدین نے اسے پکارا۔ "طرغوت! طرغوت! میرے بھائی!"

طرغوت خیرالدین کے پکارنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ خیرالدین نے دیکھا۔ بہار خزاں پوش نونہال کی طرح اس کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر خیرالدین کو ایک دھچکا سا لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر طرغوت کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ "آہ میرے بھائی! تو نے یہ کیسی قسم کھالی ہے۔ تیرے ذہن میں اگر کوئی ایسی بات ہے جس پر عمل کر کے ہم ٹیونس کا داغ دھو سکیں، تو کہو بخدا میں ابھی یہاں سے تمہارے ساتھ اس لائحہ عمل کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔" طرغوت علیحدہ ہوا اور سنبھلتے ہوئے اس نے کہا۔

"اسپین کے قریب مینارکا نام کا جزیرہ ہے۔ ٹیونس کی طرف آتے ہوئے چارلس اور اندریا دوریا اسی جزیرے کے پاس سے گزرے تھے۔ وہاں انہوں نے قیام کیا تھا اور وہاں کے لوگوں نے چارلس کو پیش کش کی تھی کہ جب وہ ٹیونس فتح کر کے لوٹے تو اسی راستے آئے وہ اس کی ضیافت کریں گے۔ چارلس نے اہلِ مینارکا کی یہ دعوت قبول کر لی تھی اس لیے کہ تمام جزیروں میں مینارکا چارلس کا پسندیدہ جزیرہ ہے۔ گرما کے موسم میں وہ اکثر اس جزیرے میں آتا ہے اور یہ اس کی مملکت میں شامل ہے۔ اگر ہم اپنی جنگی کشتیوں اور جہازوں پر چارلس کے علم لگا کر مینارکا کی طرف کوچ کریں تو اہلِ مینارکا یہی سمجھیں گے کہ چارلس کے لشکر کا ہراول آ گیا ہے۔ وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گے اور ہماری آؤ بھگت کریں گے اور ہم جزیرے میں اتر کر اس کی حالت ٹیونس سے بھی بدتر کر دیں گے۔

میرا رب جس کی مرضی سے صبح، دوپہر اور شام وجود میں آئے جو ایک باشعور انسان کو اس کے فرائض یاد دلاتے ہیں ہماری راہنمائی کرے گا۔ اسی نے خواب و بیداری کو خلق کیا۔ بادلوں کو نیچے گرنے سے وہی روکتا ہے۔ وہی پانی اور چھولوں کو باقی رکھتا ہے۔ وہی ہماری مدد بھی کرے گا۔ وہ طاقتور و دانا خالق ہے۔ وہ ابدیت کا آقا ہے۔ عبادت کے تمام زمرے اسی کی خاطر ہیں۔ اسی کا نام لے کر اگر ہم اُٹھ کھڑے ہوں تو ہم ٹیونس کی بیگی کے نشان مٹا سکتے ہیں۔

یاد رکھیے خدا انہیں پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے جو اس کی راہ میں دین کے دشمنوں پر نزع کی بے صوت حکایات کی طرح وارد ہو کر ہذیان کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔"

خیرالدین کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے پیار سے طرغوت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! طرغوت! قسم مجھے اپنے

رب عظیم کی جو سانس اور قوت دیتا ہے مجھے تمہاری ضیاء بخش رفاقت پر فخر ہے
میں تمہاری تجویز پر عمل کروں گا۔

یاد رکھو! تیونس کا سقوط میرے حافظے میں ایک میخ کی طرح گڑ گیا ہے۔
چارلس نے تیونس میں آگ اور خون کا طوفان کھڑا کر رکھا ہوگا۔ اس کے سپاہی وہاں ہوس کی آگ بجھا رہے ہوں گے۔ آہ تیونس میں تاریکیاں چھا گئی ہوں گی اور اس کے مکیں چارلس کے شر کا شکار ہو گئے ہوں گے جب کہ شرِ نفس شیطان کے شر سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

چند ثانیے رک کر خیرالدین نے ایک پدرانہ شفقت میں طرغوت کی طرف دیکھا۔ پھر کسی قدر پرسکون لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔ "طرغوت! میرے بھائی! میں تمہاری قسم ٹوٹنے نہ دوں گا۔ میں تمہاری اس تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اب تم کشتی سے نیچے اترو اپنے زخموں کی مرہم کراؤ۔ کھانا کھاؤ اور اپنی تیاری کر کے یہاں سے کوچ کریں۔"

طرغوت نے مسکرا کر خیرالدین کی طرف دیکھا۔ پھر وہ خیرالدین کے ساتھ کشتی سے نیچے اتر گیا۔ اس نے کھانا بھی کھایا اور اپنے زخموں کی مرہم پٹی بھی کرالی۔

خیرالدین اور طرغوت نے جسرنا کی بندرگاہ کے قریب پانی میں جو کشتیاں ڈالی تھیں وہ نکال لیں اور ریت میں دبائی توپیں دوبارہ ان کشتیوں میں لگا دی گئیں۔ پھر وہ دونوں آپس میں صلاح و مشورہ کر کے الجزائر کی طرف کوچ کر رہے تھے۔

اسی وقت تیونس کی طرف سے اندریا دوریا اپنے بحری بیڑے کے ایک حصے کے ساتھ ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے سر پر آنمودار ہوا۔ خیرالدین اور طرغوت نے ایک بار بڑی ذومعنی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر خیرالدین نے اپنا ناشر الصوت منہ سے لگایا اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔
"میرے ساتھیو! میرے ہم سفرو! اندریا دوریا ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں آپہنچا ہے۔ آؤ اپنے رب کو پکاریں جس نے اپنی قوت سے آسمان ظاہر کیا۔ وہی اس سمندر میں ہماری مدد کرے گا۔ آؤ' اللہ اکبر پکاریں اور اس آویزش و پیکار میں دشمن کو ظلمت کی گہرائیوں میں اتار دیں۔ آؤ میرا اور طرغوت کا ساتھ دو اور دشمن کے ناروا جبر کو اس سمندر کی گہرائی میں ڈبو دیں۔"

پھر خیرالدین اور طرغوت کی راہنمائی میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے مسلمان ملاح اندریا دوریا کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔ چند ہی لمحوں کی جنگ کے بعد اندریا دوریا ایک ذلت آمیز شکست کھا کر واپس تیونس کی طرف بھاگ گیا۔

خیرالدین اور طرغوت الجزائر آئے۔ وہاں ان کی شکست کی خبریں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ روطہ اور خولان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ طرغوت زخمی ہوا ہے اور وہ دونوں بھی ساحل پر اس نیت سے کھڑی تھیں کہ جب طرغوت ساحل پر اترے گا تو اس کی عیادت کریں گی۔

الجزائر کے لوگ ایک میلے کی صورت میں خیرالدین اور طرغوت سے ملنے ساحل پر کھڑے تھے لیکن خیرالدین اور طرغوت نے ساحل پر اترنے کے بجائے کمک کے طور پر الجزائر سے لشکر کا ایک حصہ اپنے ساتھ لیا اور وہاں وہ کسی سے ملے بغیر جزیرہ مینارکا کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

* * *

خیرالدین اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جب جزیرہ مینارکا کی بندرگاہ ماہون کے قریب پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے سمجھا کہ وہ چارلس کے لشکر کا ہراول ہیں۔ اس لیے کہ اپنے جہازوں اور کشتیوں پر انہوں نے چارلس کے علم بلند کر رکھے تھے۔

اہلِ مینارکا نے ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اس مقصد کیلئے

خیر الدین اور عروج سے غداری کی تھی۔ اس نے اس قتلِ عام کو رکوانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ ہسپانوی سپاہی ایک مسلمان لڑکی کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ حسان نے اس لڑکی کی سفارش کر کے اسے چھڑانا چاہا لیکن اس لڑکی نے نفرت اور حقارت میں حسان کے منہ پر تھوک دیا اور ہسپانوی سپاہی اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔

خیر الدین اور عروج جس وقت کھلے سمندر میں الجزائر کی طرف جا رہے تھے تو ایک کشتی نے ان کا راستہ روکا۔ اس کشتی میں چھ آدمی سوار تھے اور ایک آدمی کشتی کے اندر کھڑا سفید جھنڈی سے کوئی مخصوص اشارہ دے رہا تھا۔ خیر الدین نے فوراً اپنے بحری بیڑے کو سمندر کے اس حصے میں روک دیا۔ پھر وہ کشتی اس جہاز کے قریب آئی جس میں خیر الدین اور عروج سوار تھے۔ جس شخص نے کشتی کے اندر سفید جھنڈی کا مخصوص اشارہ دیا تھا وہ کشتی سے نکل کر جہاز میں داخل ہوا۔ وہ خیر الدین اور عروج کا جاسوس سلیط تھا۔ جونہی وہ قریب آیا خیر الدین نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔

"کیا تم چارلس اور اندریا دوریا کی طرف سے کوئی خبر لائے ہو"۔

سلیط نے کہا: "اے امیرانِ محترم! میں آپ دونوں کے لیے ایک مدہ اور دل پسند خبر لے کر آیا ہوں۔ چارلس اور اندریا دوریا نے تین روز تک تیونس میں قتلِ عام کیا اور شہر کو لوٹا۔ جو کچھ انہیں تیونس سے مال و زر ملا وہ انہوں نے دس جہازوں میں لاد کر اسپین کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ مال و دولت سے بھرے ان دس جہازوں کے ساتھ دس اور جنگی جہاز اور بیس جنگی کشتیاں ہیں اور ان میں ان کے مسلح لشکر کا ایک حصہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ چارلس اور اندریا دوریا تیونس کی مسلمان اور جوان لڑکیوں سے ایک جہاز بھر کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سسلی کے راستے مینارکا کی طرف روانہ ہو گئے ہیں"۔

اس بار خیر الدین کے بجائے عروج نے غضب آلود لہجے میں کہا۔ مینارکا

جزیرہ مینارکا اور پرتگال کے کچھ جہاز وہاں لنگر انداز تھے۔ خوشی کا اظہار کرنے کے لیے ان جہازوں کی توپیں داغی گئیں لیکن خیر الدین اور عروج نے بندرگاہ پر لنگر انداز ہوتے ہی نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ انہوں نے وہاں کھڑے جہازوں اور کشتیوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر انہوں نے آسیب زدہ بحری بلاؤں کی طرح جزیرہ مینارکا پر حملہ کر دیا تھا۔

تیونس کے قتلِ عام کا انہوں نے خوب انتقام لیا۔ جزیرے کی اکثر آبادی کو انہوں نے تہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ پورا جزیرہ انہوں نے لوٹ لیا اور تین روز تک وہ وہاں زندگی، موت، آگ اور خون کا کھیل کھیلتے رہے تھے۔ جزیرے کی ان گنت جوان لڑکیوں کو انہوں نے ماہون کی بندرگاہ میں جمع کر لیا تھا۔ جزیرے کو لوٹ کر انہوں نے اکثر حصے کو آگ لگا دی اور جس قدر تیونس میں ان کا نقصان ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ انہوں نے مینارکا سے وصول کر لیا تھا۔ پھر ماہون میں جمع کی ہوئی لڑکیوں کو انہوں نے جزیرے کے جہازوں میں لادا اور جزیرے کے بچے کھچے لوگوں کو یہ پیغام دے کر وہاں سے رخصت ہو گئے کہ "جب چارلس یہاں پہنچے تو اسے کہنا کہ جن مسلمان لڑکیوں پر تیونس میں انہوں نے قبضہ کیا ہے۔ وہ لوٹا دیں تو ہم مینارکا کی لڑکیوں کو واپس کر دیں گے۔"

چارلس اور اندریا دوریا نے تین روز کے لیے اپنے سپاہیوں کو اجازت دے دی کہ وہ تیونس کی لوٹ مار کر لیں۔ اس طرح جرمن، ہسپانیہ اور مالٹا کے چیدہ سپاہیوں کو اس مسلم سرزمین میں وحشی پن اور بربریت کا بدترین مظاہرہ کرنے کی آزادی دے دی گئی تھی۔ مسلح سپاہی لوگوں کے گھروں میں گھس گئے اور ان کی عزت و مال سب لوٹ لیا۔ چند مسلمان خاندانوں کے بچے کھچے لوگوں نے تیونس سے بھاگ کر صحراؤں میں پناہ لے لی تھی۔ اکثر عورتوں نے اپنے مکانوں کی چھتوں سے کود کر جان دے دی تھی۔

تیونس کا سابق حکمران حسان جس نے چارلس اور اندریا دوریا سے مل کر

ہیں اب اس حرام الدہر کو خاک، آگ اور خون کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ہم نے جزیرے کو لوٹ کر آگ لگا دی ہے۔ خدا کی قسم اسے ٹیونس سے اٹھائی ہماری بہنوں کو واپس کرنا ہو گا۔ ورنہ ہم میناکا سے نصرانی لڑکیوں کے جو تین جہاز بھر کر لائے ہیں وہ اس کے لیے عبرت خیز درس ثابت ہوں گی۔

سلیطہ نے گردن جھکاتے ہوئے دُکھ سے کہا۔ "چارلس اور اس کے لشکریوں نے بدتمیزی اور بربریت کی انتہا کر دی ہے۔ ان کے ہاتھوں کسی لڑکی کی عزت محفوظ نہیں رہی" خیرالدین نے گہری غصیلی آواز میں پوچھا۔ "تم یہ کہو ٹیونس سے لوٹا ہوا مال و دولت لے جانے والے چارلس کے جہاز سمندر میں کس طرف ہیں میں انہیں بچ کر ہسپانیہ نہ پہنچنے دوں گا"

سلیطہ نے کہا۔ "میں کچھ فاصلہ رکھ کر ان جہازوں کے ساتھ آیا ہوں وہ یہاں سے شمال مشرق کی طرف اب تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہوں گے۔ اگر ہم کوشش کریں تو ان جہازوں کے محافظوں کو تہ تیغ کر کے ان پر قبضہ کر سکتے ہیں"

طرغوت نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے سخت برہمی میں کہا۔ "ہمارے ہاتھوں دشمن کے ان جہازوں کا انجام فنا کے سوا کچھ نہ ہو گا" خیرالدین نے اپنے بحری بیڑے کو شمال مشرق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

کھلے سمندر میں خیرالدین اور طرغوت نے چارلس کے ان جہازوں کو جا لیا تھا جو ٹیونس سے لوٹا ہوا مال و اسباب ہسپانیہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ ٹیونس کے سقوط پر مسلمان پہلے ہی غیظ و غضب کی حالت میں تھے۔ جہازوں کے قریب پہنچتے ہی انہوں نے پہلے طوفانی تیراندازی کی پھر وہ کود کر دشمن کے جہازوں میں سوار ہو گئے اور ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

جب دو تہائی ہسپانوی موت کا شکار ہو گئے تو باقی نے ہتھیار ڈال دیے ہسپانیوں نے اپنے جہازوں کے چپو چلانے کے لیے زنجیروں میں جکڑ کر ان مسلمانوں کو مقرر کیا ہوا تھا جو ٹیونس کی جنگ میں ان کے ہاتھ آئے تھے۔ خیرالدین اور

طرغوت نے ان مسلمانوں کی زنجیریں کھول کر انہیں آزاد کیا اور جنگ میں بچنے والے ہسپانیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر چپو چلانے پر بٹھا دیا تھا۔

سامان سے لدے ہوئے سارے جہازوں پر خیرالدین اور طرغوت نے قبضہ کر لیا اور جب خیرالدین اپنے بیڑے کو کوچ کا حکم دینے والا تھا۔ دو ملاح ایک ہسپانوی قیدی کو پکڑے ہوئے خیرالدین کے پاس لائے اور ایک ملاح نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر محترم! یہ ہسپانوی قیدی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے"

خیرالدین نے اس قیدی سے پوچھا۔ "کہو کیا کہنا چاہتے ہو" اس قیدی نے پُرامید انداز میں خیرالدین سے کہا۔ "اگر میں چارلس اور سامندیا دوریا سے متعلق کوئی ایسا انکشاف کروں جو آپ کے لیے فائدہ بخش ہو تو کیا آپ مجھے رہا کر دیں گے" خیرالدین نے غور سے اس قیدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ انکشاف چارلس کے خلاف ہمارے لیے سود مند ہوا تو تمہاری رہائی یقینی ہے"

اس قیدی نے کہا "تو پھر سنیں، چارلس ٹیونس میں سابق والی حسان کی حاکمیت کو بحال کرنے اور اس کی حفاظت کے لیے ٹیونس میں ایک ہسپانوی لشکر چھوڑنے کے بعد جزیرہ میناکا کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت وہ سسلی اور سارڈینیا کے درمیانی حصے میں ہو گا۔ جب کہ اس کا ہراول اس سے بیس میل آگے ہے۔ سمندر کے اس حصے میں جہاں اس وقت آپ کھڑے ہیں چارلس کا ہراول اس کی نسبت آپ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر ——"

وہ قیدی اپنی بات بھی پوری نہ کرنے پایا تھا کہ طرغوت نے بولتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہارا مطلب سمجھ گئے ہیں جو کچھ تم نے کہا ہے اگر یہ سچ ہوا تو ہم تمہیں تمہاری آزادی کی ضمانت دیتے ہیں"

خیرالدین اور طرغوت نے ایک دوسرے کی طرف ذومعنی نگاہوں سے دیکھا۔ پھر اس نے اپنے ان دونوں ملاحوں سے کہا۔ "اس قیدی پر کڑی نظر رکھو۔ اس کی فراہم کی ہوئی خبر اگر غلط ہوئی تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ پھر خیرالدین نے اپنے

پر اُترے تو اسے میرا یہ خط دے دینا۔ تاکہ اسے احساس ہو کہ کس طرح ہم نے اس کی فتح کو شکست میں بدل دیا ہے۔"

اس قیدی نے خیرالدین سے خط لے لیا پھر دو ملاح اسے اس کشتی کی طرف لے جا رہے تھے جس میں بیٹھ کر اس نے جزیرہ مینارکا کی طرف روانہ ہونا تھا۔ خود خیرالدین اور طرغوت نے واپس الجزائر جانے کے بجائے اسپین کا رُخ کیا اور جنوبی حصے کی بندرگاہوں، شہروں اور بستیوں پر یلغار کر کے انہوں نے لوٹ مار، قتل و غارت اور آگ و خون کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ شاید یہ اس قتل و غارت اور لوٹ مار کا انتقام تھا جو چارلس اور اس کے لشکر نے طیونش میں کی تھی۔

ہسپانیہ کی جنوبی بندرگاہوں سے کچھ جنگی جہاز بھی ان کے ہاتھ لگ گئے۔ اب ان کا بحری بیڑہ پہلے سے بھی زیادہ بڑا اور طاقتور ہو گیا تھا۔

جزیرہ مینارکا ہسپانیہ کے ساحلی شہر بارسلونا سے تھوڑی ہی دور تھا۔ چارلس اور اندریا ڈوریا جب اس جزیرے پر اُترے تو وہ سخت پریشان ہوئے۔ اس لیے کہ سمندر میں کوئی جہاز اور ساحل پر کوئی بھی فرد ان کے استقبال کو موجود نہ تھا۔ ان کے لیے سب سے زیادہ پریشانی اور حیرت کی بات یہ تھی کہ ان کے ہراول لشکر کو ان سے پہلے جزیرہ مینارکا کی بندرگاہ ماہون پہنچنا تھا لیکن ان کا ہراول وہاں نہ تھا۔ اپنے لشکر کے اندر چارلس اور اندریا ڈوریا ابھی ششدر اور تعجب میں ہی کھڑے تھے کہ وہ قیدی جسے خیرالدین اور طرغوت نے خط دے کر روانہ کیا تھا ان دونوں کے قریب گیا اور بڑی انکساری و عاجزی کے ساتھ اس نے چارلس کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے مالک! میں اس لشکر میں شامل تھا جو مال و دولت سے بھرے جہازوں کو لے کر تیونش سے بارسلونا کی طرف روانہ ہوا تھا۔ خیرالدین باربروسہ اور درغوت نے حملہ آور ہو کر ان سب جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ پھر انہوں نے شمال کی طرف کوچ کیا

بحری بیڑے کو جنوب کے بجائے شمال کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ مال سے بھرے ہوئے اور دوسرے ہسپانوی جنگی جہاز بھی اس کے ساتھ تھے اور اس کی قوت میں اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ رہا ہونے والے تیونش کے قیدیوں نے ہسپانوی جہازوں کو سنبھال لیا تھا۔

اس ہسپانوی قیدی کی فراہم کردہ اطلاع درست ہی ثابت ہوئی تھی۔ خیرالدین اور طرغوت نے جزیرہ مینارکا سے تھوڑی دور ہی چارلس اور اندریا ڈوریا کے ہراول کو جا لیا تھا۔ قبل اس کے کہ چارلس کا ہراول لشکر سنبھلتا، خیرالدین اور طرغوت نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ گو اس ہراول کے پاس ایسی کشتیاں بھی تھیں جن میں توپیں نصب تھیں، اس کے باوجود وہ مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے۔ پہلے ہی حملے میں طرغوت نے اپنے بحری کلہاڑے سے حملہ آور ہو کر ہراول کے کمانڈر کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔

اپنے کمانڈر کے مرنے پر چارلس کا ہراول بددل ہو گیا اور اس پر مزید یہ کہ جب خیرالدین اور طرغوت نے اپنے طوفانی حملوں میں اور زیادہ سختی پیدا کر لی تو وہ اور زیادہ خوفزدہ اور ہراساں ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کی کشمکش اور یلغار کے بعد خیرالدین اور طرغوت نے چارلس کے سارے ہراول کا صفایا کر دیا اور ان کے جہازوں اور کشتیوں کو انہوں نے اپنے بحری بیڑے میں داخل کر لیا تھا۔

چارلس کے ہراول پر قابو پانے کے بعد خیرالدین نے طرغوت سے مل کر اور اس سے صلاح مشورہ کر کے چارلس کے نام ایک خط لکھا اور خط کے آخر میں اس نے صرف اپنا نام لکھنے کے بجائے طرغوت کا نام بھی لکھ دیا تھا۔ پھر خیرالدین نے اس ہسپانوی قیدی کو طلب کیا جس نے چارلس کے ہراول کی اطلاع دی تھی۔

جب اس قیدی کو خیرالدین کے سامنے لایا گیا تو خیرالدین نے اسے چارلس کے نام لکھا ہوا خط تھماتے ہوئے کہا۔ "یہ خط چارلس کو دینا۔ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ تمہارے لیے میں نے ایک کشتی کا انتظام کیا ہے۔ اس کشتی میں پانچ اور ہسپانوی قیدی بھی ہیں تم ان کے ساتھ جزیرہ مینارکا چلے جاؤ اور جب چارلس مینارکا کے ساحل

اور ہمارے ہراول لشکر پر بھی قبضہ کر لیا - جب کہ ان دونوں مہموں سے قبل ہی وہ جزیرہ مینارکا پر حملہ آور ہو کر اور یہاں کی ہر کام کی چیز لوٹ کر اپنے پیچھے شہروں اور بستیوں کو آگ لگا گئے تھے - انہوں نے مجھے آپ کے نام ایک خط دیا تھا اور اس شرط پر مجھے اور میرے چند ساتھیوں کو ایک کشتی دے کر رہا کر دیا تھا کہ میں ان موذیوں کا وہ خط آپ تک پہنچا دوں ۔

اس قیدی نے خط نکال کر چارلس کو تھما دیا اور خود ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا - جزیرہ مینارکا کی تباہی، اپنے ہراول کی شکست اور مال سے بھرے اپنے جہازوں کے چھن جانے پر چارلس اور امیر البحر اندریا دوریا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں - تاہم اس نے خط لے لیا اور کھول کر پڑھنے لگا -

اے آوارہ گرد قزاق! تو نے کیا سمجھ کر تیونس پر حملہ کیا تھا - ہم جاگ رہے ہیں، اونگھ نہیں رہے ہیں - خدا کی قسم اگر حسان ہمارے ساتھ غداری نہ کرتا تو ہم تیونس ہی میں تمہیں تمہاری زندگی کا سب سے بڑا اور بدترین سبق دیتے - پھر بھی دیکھو ہم نے تم سے تیونس کا کیا خوب انتقام لیا - ہم نے مینارکا کو ویران کر دیا - تیونس سے ہاتھ آنے والے مال و زر کو لے کر ہسپانیہ جانے والے تمہارے جہازوں پر قبضہ کر لیا اور کھلے سمندر میں تمہارے ہراول کو عبرت خیز شکست دے کر اس پر قابو پا لیا -

اے نابکار! تم نے تیونس سے مسلمان لڑکیوں کا ایک جہاز بھرا، ہم نے مینارکا سے نصرانی لڑکیوں کے تین جہاز بھر لیے ہیں - مسلمان لڑکیوں کو تیونس پہنچا دو - ہم نصرانی لڑکیوں کو مینارکا روانہ کر دیں گے -

اے غلیظ انسان! دیکھ تم میں اور ہم میں کس قدر دوری اور بعد ہے - تم اور تمہارے سنگ صفت ساتھیوں نے مسلمان لڑکیوں کو بے آبرو کر دیا لیکن قسم ہے مجھے اپنے رب العزت کی کسی نصرانی لڑکی کو بے آبرو کرنا تو ایک طرف ہم نے یا ہمارے کسی ساتھی نے ان پر غلط نگاہ تک نہیں ڈالی -

اے حرام الدہر انسان! کیا ہم نے تمہاری فتح کو ایک عظیم شکست میں نہیں بدل دیا - کیا ہم نے تمہارے سیاہ سینے میں اُبال کھاتی نفرت کی آگ اور گھٹیا خواہشوں کے طوفان کو ٹھنڈا نہیں کر دیا - ہم نے تیرے جُبّے کی سُنہری زنجیروں اور تیرے لباس کی اطلسی ڈوریوں کو کاٹ کر رکھ دیا ہے -

اے ہسپانیہ کے آوارہ گرد بادشاہ! ان نیلے پانیوں کے اندر ہم آزادی کا تڑپتا جذبہ اور وقت کی گونج ہیں - تو نے ان سمندروں میں ہماری محنت، ہمت اور قربانی دیکھ لی - اب بھی اگر تو باز نہ آیا اور کسی بھی مسلم سرزمین میں اگر تو نے مناقشے اور نزع کا غبار اور جھگڑے و قضیے کی دھول اُڑانے کی کوشش کی تو سن اے لومڑی نما انسان! ہم متحرک شمشیروں کی ہلالی نوک کی طرح بلند ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے - ایک فعال ردعمل کے ساتھ ہم تیرے جسم پر زہر میں بجھے ہوئے اخترے کی خراشیں لگائیں گے - تجھے تیری ہی بربریت کے چھینٹوں سے بھگو دیں گے اور تیری حالت رومۃ الکبریٰ کے حماموں کے کھنڈرات جیسی کر دیں گے - مسلم سرزمین پر حملے تیرے لیے تفریح اوقات ہیں - ان سے باز رہ ورنہ عنقریب تو سورج کی سرخ آگ اور ہیبت ناک شعلوں کا سامنا کر رہا ہوگا - اس خط کے بعد جلد ہی تو ہسپانیہ سے متعلق ایک بُری خبر سنے گا -

چارلس چند ثانیوں تک خط کے آخر میں لکھے خیر الدین اور طرغوت کے ناموں کو غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے قریب کھڑے اپنے امیر البحر اندریا دوریا کی طرف دیکھتے ہوئے گرجتی کڑکتی آواز میں پوچھا -

" تم نے پڑھا ان کا خط کیا وہ دونوں سمندر میں ایسی فعال قوت اور آنائی کی ایسی نمودار تحریک ہو گئے ہیں کہ وہ ایک بادشاہ کو دھمکیاں دینے لگے ہیں اور وہ بھی ہسپانیہ جیسی عظیم مملکت کے بادشاہ کو - ویسے ایک لحاظ سے وہ سچے ہیں - انہوں نے تیونس میں ہماری فتح کا انتقام ہمارے ہراول عزیز جزیرے مینارکا کو تباہ و برباد کر کے لے لیا اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ جو مال و دولت ہمیں تیونس سے حاصل ہوا وہ بھی انہوں نے چھین لیا بلکہ جو کچھ انہوں نے مینارکا سے لوٹا وہ انہیں نفع

میں رہا۔ ٹیونش میں جو اس کے جہاز اور کشتیاں اس سے چھن گئے تھے اس کی کمی اس نے ہمارے ہراول لشکر کے علاوہ ہمارے مال سے بھرے اور ان کی حفاظت کرنے والے جہازوں اور جنیارکا کی بندرگاہ پر کھڑے ہمارے اور پرتگال کے جنگی جہازوں پہ قبضہ کر کے پوری کر لی۔

اندریا دوریا! ہماری نسبت وہ دونوں نفع میں رہے۔ اس جنگ میں فتح ان کی رہی ہماری نہیں۔ ہم نے ٹیونش سے جوان مسلمان لڑکیوں کا ایک جہاز بھرا جبکہ وہ جنیارکا سے تین جہاز بھر کر لے گئے۔ مسلمان لڑکیوں کو واپس کر دو تاکہ جنیارکا کی لڑکیوں کے واپس آنے کی امید ہو۔ ان سمندروں کے اندر خیر الدین باربروسہ اور درگوت کا سدِباب کرو ورنہ یہی سمجھو کہ خشکی میں ہم سلطان سلیمان بن سلیم اور سمندروں میں خیر الدین باربروسہ اور درگوت کے سامنے بے بس اور لاچار ہیں۔"

اندریا دوریا نے چارلس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ بے فکر رہیں۔ عنقریب ان دونوں ملاحوں کو میں دس تار والے سن کے رسّے سے باندھ دیا کروں گا۔ یہ دونوں ایک وقتی گرد و غبار اور شور و غوغا ہیں جنہیں ہم جب چاہیں گے موسموں کی تبدیلی، زمین کی زرخیزی و بنجرپن اور بارش کی کمی کثرت کی طرح بدل کر رکھ دیں گے ——" اندریا دوریا کہتے کہتے رک گیا کیونکہ ساحل پہ ہسپانیہ کی طرف سے آکر ایک کشتی رکی تھی۔ اس میں سے چند ملاح نکلے اور اس طرف بھاگے جہاں چارلس اور اندریا دوریا کھڑے تھے وہ سب گھبرائے ہوئے اور خوفزدہ تھے۔

چارلس کے قریب آکر ان میں سے ایک بوڑھے ملاح نے منت کرنے کے انداز میں کہا۔ "اے ہسپانیہ کے عظیم بادشاہ! ہم آپ کی رعایا ہیں۔ ہم جنوبی ہسپانیہ کے ماہی گیر ہیں۔ ہمیں مسلمانوں نے امیر البحر خیر الدین باربروسا اور درگوت نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ ان دونوں نے ہسپانیہ کی ساری جنوبی بندرگاہوں کو لوٹ لیا ہے۔ ہر شہر میں انہوں نے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا۔ انہوں نے صرف ساحلی شہروں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے ملک میں اندر تک گھس گئے ہیں اور سینکڑوں شہروں

اور بستیوں کو انہوں نے لوٹا اور آگ لگا کر ویران و خاکستر کر دیا ہے۔ انہوں نے ہمیں گرفتار کر لیا تھا۔ پھر یہ خبر دینے کے لیے آپ کی طرف روانہ کر دیا۔

چارلس نے گرجتے اور چلاتے ہوئے کہا۔ "اندریا دوریا! اب تو حد ہو گئی۔ کیا اس سے بھی بڑی بے عزتی کا کوئی معاملہ ہو گا کہ خیر الدین باربروسہ اور درگوت ہسپانیہ کے اندر گھس گئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے گھر میں گھس کر ہمارے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔ کیا وہ ایسے ہی ناقابلِ تسخیر ہوتے جا رہے ہیں کہ وہ ہمارے گھروں میں گھس کر ہماری تقدیروں کا تعین کریں اور ہم ان دونوں کی گوشمالی نہ کر سکیں۔

اندریا دوریا! قبل اس کے وہ دونوں ہسپانیہ کے آنگنوں میں درد، گلیوں میں تاریکی اور گھروں میں گھور کا سا مایوس کن اندھیرا پھیلائیں ان کے خلاف حرکت میں آجاؤ۔ ان کے اجسام کو استخوانِ زمانہ کی طرح کھینچ دو اور ان کی حقیقتوں پر خرافات کی تہ چڑھا دو۔ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یہاں سے ابھی کوچ کر جاؤ۔"

اندریا دوریا، خیر الدین اور طرغوت کے خلاف غصے میں بل کھاتا ہوا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جنوبی ہسپانیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سمندر کے اندر چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں مچھیروں کی طرح گھومنے والے خیر الدین اور طرغوت کے جاسوس انہیں ہر تبدیلی کی خبر دے رہے تھے۔

اندریا دوریا جب جنوبی ہسپانیہ کے قریب گیا تو خیر الدین اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اس کے سامنے آگئے اور ایک ہولناک جنگ کے بعد انہوں نے اندریا دوریا کو ذلت آمیز شکست دی۔ اندریا دوریا اپنے کئی جہاز پیچھے چھوڑ کر جنیارکا کی طرف بھاگ گیا۔ خیر الدین نے ان جہازوں پر قبضہ کر لیا۔

اسی دوران خیر الدین اور طرغوت کے جاسوس خبر لائے کہ ایک ہسپانوی بحری بیڑہ نئی دنیا سے طلائی خزانے لے کر آ رہا ہے۔ وہ دونوں فوراً حرکت میں آئے اور جبل الطارق سے آگے جا کر انہوں نے چارلس کے اس بیڑے کو بھی ہولناک شکست دی اور اس بیڑے کے جہازوں اور طلائی خزانوں کو اپنی تحویل میں

لینے کے بعد خیرالدین اور طرغوت الجزائر کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ ان کا بحری بیڑہ اب پہلے سے بڑا اور زیادہ طاقتور ہو گیا تھا۔

اندریا دوریا جب شکست کھا کر مینارکا پہنچا تو چارلس کو اس کی شکست کا سخت صدمہ ہوا۔ بجائے اس کے چارلس خیرالدین اور طرغوت کی سرکوبی کو خود نکلتا وہ شکست پر شکست اور شرمندگی پر شرمندگی کا بوجھ اٹھائے اپنے بچے کھچے بحری بیڑے کے ساتھ اپنی بندرگاہ بارسلونا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خیرالدین اور طرغوت فاتح کی حیثیت میں الجزائر پہنچے۔ ساحل پر قاضی جریرین ہمام اور شہر کے اکابر نے ان کا زبردست استقبال کیا۔ یہاں پہنچ کر ان دونوں کو خبر ہوئی کہ چارلس نے ان مسلمان لڑکیوں کو لوٹا دیا ہے جو وہ تیونس سے اٹھا کر لے گیا تھا۔ انہوں نے بھی اسی وقت نصرانی لڑکیوں کے تین جہاز مینارکا کی طرف روانہ کر دیئے۔

کافی دیر تک وہ اپنے جہازوں سے قیمتی سامان اور زر و جواہرات اتار کر قلعے میں منتقل کرنے میں مصروف رہے۔ اپنے لشکریوں میں انہوں نے پہلے ہی جبل الطارق کے قریب مال غنیمت کا ایک بڑا حصہ بانٹ دیا تھا۔ اپنے گھروں کو جانے کے لیے جس وقت وہ اپنے قلعے کے دروازے سے نکل رہے تھے تو اچانک خیرالدین ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ سامنے سے وہی حسین یورپی لڑکی جولیا گون تساگا آ رہی تھی جو اس سے قبل خیرالدین کو شادی کا پیغام بھجوا چکی تھی۔

خیرالدین نے اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں طرغوت سے کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! سامنے دیکھو وہ جولیا گون تساگا آ رہی ہے۔ جو ایک بار ہم دونوں کو شادی کا پیغام بھی دے چکی ہے۔"

طرغوت نے احتجاج کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں سے آپ کا کیا مطلب۔ شادی کا پیغام تو اس نے صرف آپ کو دیا تھا۔ میں اس کے

دائرہ عمل سے باہر ہوں۔"

خیرالدین نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔ "تم اس کے دائرہ عمل کے بیچوں بیچ ہو۔ اس کے قاصد نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں اس سے شادی نہیں کر سکتا تو وہ طرغوت سے شادی کرنا پسند کرے گی۔ لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ لیکن یہ عورت بھی عجیب ہے کبھی ہمارے سر مانگتی ہے، کبھی شادی کا پیغام دیتی ہے۔ اب دیکھیں کیا کرنے آئی ہے۔"

خیرالدین خاموش ہو گیا۔ کیونکہ جولیا گون تساگا اب ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ خیرالدین رک گیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم میرا اور طرغوت کا سر کاٹنے آئی ہو؟"

جولیا کی گردن جھک گئی اور اس نے شرمندگی کے احساس میں کہا۔ "وہ جولیا مر چکی ہے۔ آپ دونوں کے اخلاق نے مجھے وحشی سے انسان بنایا ہے۔ جس طرح آپ دونوں فاتح کی حیثیت سے میرے شہر میں داخل ہوئے تھے آپ مجھ سے انتقام لے سکتے تھے لیکن آپ نے میری برہنگی کو ڈھانپ کر مجھے عزت دی اور عورت کی توقیر و عظمت میں اضافہ کیا۔ جس طرح آپ نے فونڈی کو فتح کیا تھا اس طرح کوئی یورپی جرنیل میرے شہر کو فتح کر کے وہاں داخل ہوتا تو وہ آپ جیسا اخلاقی مظاہرہ کرنے کے بجائے مجھے بے آبرو کر دیتا۔ میں آپ لوگوں کے اخلاق اور ضبط و تحمل کو سلام کرتی ہوں۔"

جولیا فونڈی کی پھر بڑی بے چارگی سے اس نے خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں گے؟"

خیرالدین نے طرغوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اس جوان کو جانتی ہو یہ کون ہے؟"

جولیا نے نفی میں سر ہلا کر اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں میں

نہیں جانتی یہ جوان کون ہے۔"

خیرالدین نے طرغوت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بھائی، میرا دوست طرغوت ہے۔"

جولیا چونکی اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے کہا: "میں آپ کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔ خیرالدین باربروسہ کے بعد یورپی ایوانوں میں جس شخص کی سب سے زیادہ دہشت ہے وہ دراگوت ہی ہے۔"

پھر جولیا نے خیرالدین سے کہا۔ "میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اس کے لیے دراگوت کی شرکت لازمی ہے۔"

خیرالدین نے کہا: "تو پھر کہو۔"

جولیا فدا لڑکی پھر اس نے کہا۔ "میں نے آپ کو شادی کا پیغام بھیجا تھا۔"

خیرالدین نے ہنسی میں ٹالتے ہوئے کہا: "تم دیکھتی ہو میں عمر میں چالیس سے اُوپر جا چکا ہوں، میرا بیٹا جوان ہوتا جارہا ہے۔ اب میں شادی کرتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ میں نے پہلے ہی دو شادیاں کر رکھی ہیں، ایک کاسندان سے جو میری بیوی ہے، دوسری سمندر سے جو دشمن کے خلاف میرا ٹھکانہ، میری گھات اور کمین گاہ ہے۔"

جُولیا سر جھکائے چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی پھر اس نے بڑے ضبط اور برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: "اگر میں یہ کہوں کہ آپ اگر شادی نہیں کرنا چاہتے تو میری شادی دراگوت کے ساتھ کرا دیں پھر آپ کا کیا جواب ہوگا۔"

خیرالدین نے دوٹوک الفاظ میں کہا۔ "یہ شادی بھی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ طرغوت کے لیے پہلے ہی ایک لڑکی کا انتخاب ہوچکا ہے اور چند روز تک اس کی شادی بھی ہو جائے گی۔"

جُولیا کچھ دیر سر جھکائے سوچتی رہی۔ پھر اس نے بکھرے لہجے اور ڈوبتی آواز میں کہا۔ "مجھے تم دونوں کی طرف سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ میں اب زندگی بھر شادی نہ کروں گی۔ تم دونوں کا انتظار کروں گی اور اسی انتظار کی لذت میں اپنی بقیہ زندگی گزاروں گی۔" جولیا مُڑی اور ساحل کی طرف جانے لگی۔ طرغوت نے اُسے مخاطب کرکے کہا: "کیا تم یہاں رکو گی نہیں؟"

جُولیا نے مُڑ کر طرغوت کی طرف دیکھا۔ اس کی حسین آنکھوں میں آنسو تھے جنہیں اس نے پونچھتے ہوئے کہا۔ "واپس جانے میں ہی میری بہتری ہے۔ ساحل پر میری کشتی اور ملاح کھڑے ہیں وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" جولیا ساحل کی طرف چلی گئی جب کہ خیرالدین اور طرغوت چُپ چاپ اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

جب اس حویلی میں داخل ہوئے جس میں کوروش اور طرغوت رہتے تھے۔ تو انہوں نے دیکھا وہاں سب جمع تھے۔ کوروش، صنعان اور صالح پہلے ہی گھر پہنچ چکے تھے اور شاید وہ انہیں چارلس کے خلاف اپنی فتوحات کی داستان سب کو سنا چکے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی سب ان کے گرد جمع ہوگئے۔ پہلے وہ حسان، سعد اور عثمان سے مصافحہ کرتے ہوئے ملے۔ جب کہ روطہ، کاسندان کوروش، صالح، صنعان اور ان کے اہلِ خانہ ان کے اردگرد کھڑے ہوگئے تھے۔ پھر خیرالدین نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کاسندان! روطہ کو ابھی اور اسی وقت اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ۔ ابھی اس کی شادی طرغوت سے ہوگی۔"

روطہ بیچاری شرما کر کاسندان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ خیرالدین نے اس بار صنعان کو مخاطب کرکے کہا: "صنعان! میرے بھائی! تم ابھی جاؤ اور قاضی حریر کو بلا لاؤ۔ انہیں کہو وہ یہاں آئیں کہ طرغوت کا نکاح اُن کے ہاتھوں ہوگا۔ شادی کی اس رسم سے فارغ ہو کر ہی ہم سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔"

کاسندان روطہ کو لے کر چلی گئی۔ صنعان بھی مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ اسی روز شام سے پہلے طرغوت اور روطہ کی شادی ہوگئی اور مغرب کی نماز

کے بعد وہ سب ایک ہی خاندان کی طرح اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

ایک روز ایک بڑے بادبان والی ایک کشتی الجزائر کے ساحل پر آکر رُکی اور اس میں سے ایک آدمی نکل کر ساحل پر آ کھڑا ہوا۔ وہ کوئی پختہ عمر خوب جنگی تجربہ رکھنے والا ملاح لگتا تھا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی نشانات تھے اور جسمانی ساخت میں بھی وہ خوب توانا لگتا تھا۔ ساحل پر کھڑے ہو کر اس نے ادھر اُدھر دیکھا جب کہ اس کے دوسرے ساتھی کشتی کے اندر بیٹھ کر ہی اس کا انتظار کرنے لگے تھے۔

چہرے سے جلاد لگنے والے اس ملاح نے ساحل پر کھڑے خیرالدین اور طرغوت کے جنگی جہازوں اور ان کی صفائی کرتے ملاحوں پر نگاہ ڈالی۔ اس کے چہرے پر اطمینان کی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ جلادی چہرے والا اجنبی ایک جہاز کے پاس آ کر رکا اور وہاں کھڑے ایک ملاح سے اس نے کہا۔ "میں قسطنطنیہ سے آیا ہوں، مجھے سلطان سلیمان بن سلیم نے بھیجا ہے۔ میرے پاس امیر خیرالدین اور امیر طرغوت کے لیے ایک پیغام ہے۔ میں ان دونوں امیروں سے کہاں مل سکتا ہوں؟"

اس ملاح نے کہا۔ "ہمارے دونوں امیر عام ملاحوں کی طرح جہازوں کی صفائی اور درستگی کا کام کرتے ہیں۔ ابھی ابھی وہ کام سے فارغ ہوئے ہیں اور اب دیکھو وہ سامنے ریت پر بیٹھ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ اگر تم ان دونوں کو پہچانتے ہو تو جاؤ انہیں وہاں جا کر مل لو اگر نہیں تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

سلطان سلیمان کے اس قاصد نے ساحل کی ریت پر بیٹھتے ہوئے کہا "میں ان دونوں کو پہچانتا ہوں۔ وہ کھانا کھا لیں تو میں اُن سے ملتا ہوں۔ کم از کم ایک سپاہی کو آرام سے کھانا کھانے کی تو مہلت ملنی چاہیے۔ خدا کی قسم! خوش قسمت ہے الجزائر کا یہ ساحل جہاں ان دونوں امیروں کے جہاز اور کشتیاں لنگر انداز ہوتی ہیں۔ خوش بخت ہیں وہ ملاح جنہیں ان کے ساتھ اپنے رب کی راہ میں جہاد کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے امیر جو اپنے لشکریوں کے ساتھ ریت پر بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ ان

کی توقیر ان کے لشکر میں بڑھتی ہے اور ان کی جنگی قوت مضبوط ہوتی ہے۔"

سلطان سلیمان کے اس قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے اس ملاح نے کہا۔

"تمہاری باتوں میں ملت پرستی اور قومی بھلائی کی خوشبو ہے۔ تم جیسے قاصد بھی قابلِ فخر ہوتے ہیں۔"

وہ قاصد وہاں بیٹھ کر انتظار کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ خیرالدین اور طرغوت کھانا کھا چکے ہیں تو وہ اُٹھ کر اُن کی طرف بڑھا۔ قریب جا کر اس نے سب کو سلام کیا۔ پھر اس نے خیرالدین اور طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی عاجزی اور انکساری میں کہا۔ "اے امیرانِ محترم! سلطان سلیمان نے ایک پیغام دے کر مجھے آپ دونوں کی طرف روانہ کیا ہے۔ سلطان نے آپ دونوں کو اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ طلب کیا ہے۔"

خیرالدین نے بڑی تیزی سے پوچھا۔ "کیا سلطان ایران کی مہم سے لوٹ آئے ہیں؟" قاصد نے کہا۔ "انہوں نے ایران کے طہماسپ کو خوب عبرت خیز درس دیا ہے۔ اب وہ عثمانی ترکوں کی سلطنت کو غلط نگاہ سے دیکھنا بھی گناہ کبیرہ سمجھے گا۔ سلطان سلیمان نے اس سے اس کا دارالحکومت تک چھین لیا تھا اور جس حاکم سے اس کا دارالحکومت چھن جائے وہ کیسا عیب دار ہو جاتا ہے۔"

اس بار طرغوت نے اس قاصد کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو سلطان نے ہمیں ہمارے بحری بیڑے سمیت قسطنطنیہ کیوں طلب کیا ہے؟"

قاصد نے کہا۔ "شاید تیونس کے سلسلے میں۔ ایران سے واپس آ کر سلطان کو تیونس میں جب مسلمانوں کے خون بہنے کی خبر ملی تو انہوں نے دو دن تک کھانا نہیں کھایا۔ بعض لوگوں کو ان کی بیوی خرم سے یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ تیونس میں مسلمانوں کے بہنے والے خون پر سلطان سلیمان اکثر چھپ چھپ کر روتے رہے ہیں۔"

سلطان کی حالت کا سن کر دکھ اور غم میں خیرالدین اور طرغوت دونوں کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ قاصد نے کہا۔ "میرے پاس آپ دونوں کے نام سلطان

کا ایک مہر شدہ خط بھی ہے۔ پھر اس نے اپنے لباس کے اندر سے خط نکالا اور خیر الدین کو تھما دیا۔ ان دونوں نے خط پڑھا۔ پھر خیر الدین نے وہ خط اپنی جیب میں ڈالا اور دائیں طرف کھڑے عثمان، صالح اور کوردوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوچ کی تیاری کرو۔ میں اور طرغوت ابھی اپنا جنگی لباس پہن کر آتے ہیں۔ اس قاصد اور اس کے ساتھ آنے والوں کو کھانا بھی کھلاؤ۔ ہم آج ہی قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوں گے۔" خیر الدین نے طرغوت کا ہاتھ تھاما اور گھر کی طرف چل پڑا۔

طرغوت اپنے گھر داخل ہوا۔ روطہ اسے دیکھتے ہی پھول کی طرح خوشی میں کھل اٹھی۔ وہ اس کی طرف بھاگی لگتا تھا وہ اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ گھر کے صحن میں ایک طرف حسان، سعد اور عثمان تیغ زنی کی مشق کر رہے تھے۔ طرغوت کے قریب آ کر روطہ نے گہری مسکراہٹ میں کہا۔ "یقیناً آپ کہیں گے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھا آئے ہیں۔"

طرغوت نے سنجیدگی میں کہا۔ "میں کھانا بھی کھا آیا ہوں اور اپنے لشکر کے ساتھ آج اور ابھی یہاں سے کوچ بھی کر رہا ہوں۔"

روطہ کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہو گئی اور پیار سے طرغوت کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کس طرف کوچ کر رہے ہیں؟"

طرغوت نے کہا۔ "سلطان سلیمان نے ہمیں طلب کیا ہے۔ شاید تیونس کے سقوط کے متعلق وہ خیر الدین اور مجھ سے باز پرس کریں گے۔"

روطہ بجھ سی گئی اور طرغوت اپنا جنگی لباس پہننے لگا تھا۔ اچانک روطہ چونکی اور آگے بڑھ کر وہ خود طرغوت کو اس کا جنگی لباس پہنانے لگی تھی۔ جب طرغوت تیار ہو گیا تو روطہ نے کہا۔ "میرے آقا! میں ایک مجاہد کی بیوی ہوں اور اپنے شوہر کو مسکرا کر رخصت کرنے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں امیر طرغوت کی بیوی ہوں۔ لیکن میرے آقا! آپ کے یہاں سے کوچ کرنے سے

قبل میں آپ سے خولان کے متعلق بات کرنا چاہتی تھی۔"

طرغوت نے چونک کر پوچھا۔ "تم خولان سے متعلق کیا گفتگو کرنا چاہتی ہو؟"

روطہ نے دبے دبے لہجے میں کہا۔ "آپ جانتے ہیں وہ آپ کو پسند کرتی ہے۔"

طرغوت نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "پھر؟"

روطہ نے دکھ کے احساس میں کہا۔ "امی خیر الدین نے میری اور آپ کی شادی ایسی جلدی میں کر دی کہ مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا ورنہ میں خولان سے متعلق ان سے بات کرتی تاکہ جس روز میرا نکاح ہوا تھا اسی روز خولان کی شادی بھی آپ سے ہو جاتی۔"

طرغوت نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ "یہ تم کہہ رہی ہو؟"

روطہ نے ویسی ہی سنجیدگی میں کہا۔ "ہاں یہ میں کہہ رہی ہوں۔ آپ کی وہ بیوی کہہ رہی ہے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ مجھے خولان کی حالت کا سخت صدمہ ہے۔ پہلے وہ بیچاری سارا سارا دن میرے پاس آ کر بیٹھتی تھی لیکن جب سے میری آپ سے شادی ہو گئی ہے۔ اس نے ادھر کا رخ کرنا ہی بند کر دیا ہے۔ میں اکثر دیکھتی ہوں وہ اب کھوئی کھوئی اور خاموش رہنے لگی ہے۔ کوئی اسے تسلی دینے والا نہیں۔ نہ ماں ہے نہ باپ، ایک چھوٹا بھائی ہے وہ بیچارہ اب ایک مقامی تاجر کے ساتھ شراکتی کاروبار کرتا ہے اور اس کے پاس اتنی فرصت ہی نہیں کہ بہن کے زخموں کا اندمال بن سکے۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ خولان سے بھی شادی کر لیں۔ وہ ہمارے ساتھ خوش رہے گی۔"

طرغوت نے گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر روطہ سے اس نے کہا۔ "تم اسے لے کر ساحل پر آؤ۔ میں خود اس سے بات کرتا ہوں۔" روطہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

طرغوت بھی اپنے ہتھیار اٹھائے باہر نکلا۔ گھر کے سامنے والے میدان میں خیرالدین، عثمان، صالح اور کورتش تیار کھڑے تھے شاید وہ اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ طرغوت ان میں جا ملا اور سب ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ ساحل پر آئے تو ان کا بحری بیڑہ کوچ کے لیے تیار کھڑا تھا۔ ایک طرف مچھیروں کی ایک کشتی کی اوٹ میں روطہ اور خولان کھڑی تھیں۔ خیرالدین کی نگاہ بھی ان پر پڑ گئی تھی اس نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "طرغوت ! میرے بھائی ! وہ بائیں طرف ماہی گیروں کی ایک کشتی کی اوٹ میں روطہ اور خولان کھڑی ہیں۔ شاید وہ تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ جاؤ ان سے مل لو۔"

طرغوت چپ چاپ علیحدہ ہو کر بائیں طرف چلا گیا۔ جب وہ مچھیروں کی اس کشتی کے پاس آیا تو اس نے دیکھا۔ وہاں روطہ خولان کا ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔ طرغوت نے غور سے خولان کی طرف دیکھا۔ خولان کے سرخ آلو چہ ہونٹوں پر خوش آمدید کہنے والی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ طرغوت خولان کے قریب آیا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے ایسے انداز میں سرگوشی کی جسے روطہ بھی سن سکے۔

"خولان ! خولان ! جس مہم پر میں جا رہا ہوں، اس سے لوٹ کر میں روطہ کی طرح تمہیں بھی اپنے گھر لے جاؤں گا۔ وہاں تم میری بیوی اور روطہ کی بہن کی حیثیت سے رہو گی۔"

خولان کے چہرے پر حیا کے باعث ڈھیروں دھنک رنگ بکھر گئے تھے اور وہ پیچھے ہٹ کر روطہ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ طرغوت ان دونوں کو اللہ حافظ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

روطہ اور خولان دونوں اس کشتی کی اوٹ میں اس وقت تک کھڑی رہیں جب تک طرغوت کا بحری بیڑہ وہاں سے کوچ کر کے سمندر میں ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ پھر روطہ خولان کا ہاتھ تھامے اپنے گھر لے جا رہی تھی۔

یورپی جاسوسوں کو اندھیرے اور دھوکے میں رکھنے کے لیے خیرالدین اور طرغوت نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ وہ میجورکہ کے جزیرے پر حملہ آور ہونے کو جا رہے ہیں اور اپنی اس افواہ کو پختگی بخشنے کے لیے انہوں نے جزیرہ سارڈینیا پر چند ہلکے پھلکے حملے بھی کیے پھر وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

جب وہ قسطنطنیہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا ساحل پر کوئی ان کے استقبال کو نہ آیا تھا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے نخلستانوں میں کام کرنے والے مالیوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے آنے کی خبر ہو گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد چند ایسے جوان حاضر ہوئے جن کے عماموں میں کلغیاں لگی ہوئی تھیں۔ وہ جوان خیرالدین اور طرغوت کو ایک داروغہ کے پاس لے گئے جس کے پاس ایک وزنی عصا تھا۔

اس داروغہ نے بڑی عاجزی و انکساری اور بڑی ارجمندی کے ساتھ جھک کر دونوں کو سلام کیا پھر وہ داروغہ ان کے آگے چلنے لگا اور انہیں لے کر دیوان خاص کی طرف روانہ ہو گیا۔ خیرالدین اور طرغوت نے دیکھا۔ جس چھت دار راہداری پر وہ جا رہے تھے اس کے دونوں جانب مسلح ترک محافظ مجسموں کی طرح خاموش اور ساکن کھڑے تھے۔ خیرالدین اور طرغوت کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ سلطان ان دونوں کو سقوطِ تیونس کی سزا دے گا۔ شاید ان دونوں نے اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کر لیا تھا۔

خیرالدین نے غور سے طرغوت کی طرف دیکھا۔ طرغوت کی گردن جھکی ہوئی تھی اس مجرم کی طرح جسے جلاد کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ اس کے کندھے سے اس کا بحری کلہاڑا لٹک رہا تھا۔ وہی بحری کلہاڑا جسے چلانے کا فن وہ خوب جانتا تھا۔ طرغوت کی حالت دیکھ کر خیرالدین پگھل کر رہ گیا۔ درد اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ "طرغوت ! طرغوت ! میرے بھائی ! میرے دوست ! مخلوقش کے لیے

ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر اور کوتاہی نہ کی تھی پھر بھی حالات اگر ہمارے خلاف ہو اور ہمارے رب کو ہماری یہ کاوش پسند نہ آئی ہو تو میں اپنے آپ کو اپنے رب کے فیصلوں کے سپرد کرتا ہوں وہی بہتر منصف ہے۔"

طرغوت نے گردن گھما کر خیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ خیر الدین میرے دوست! میرے بھائی! "السلطان ظلّ اللہ فی الارض (سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے) اگر سلطان یہ سمجھتے ہیں کہ تیونس کا سقوط ہماری غلطیوں کے باعث ہوا ہے تو میں ان کے سامنے تسلیم و رضا میں اپنی گردن خم کرتا ہوں اس اگر وہ جرم میں اگر میری گردن بھی کٹ گئی تو واللہ تاسف نہ کروں گا۔ کاش تیونس کا سابق حکمران ہم سے غداری نہ کرتا تو ہم چارلس اسا خدیا وہ دریا کو تیونس کے ساحل پر ایسی دیتے کہ پورا یورپ یاد رکھتا ——— طرغوت کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ ان کے سامنے دیوان خاص آ گیا تھا۔

وہ داروغہ ان دونوں کو لے کر دیوان خاص میں داخل ہوا۔ ان دونوں نے دیکھا دیوان خاص عمائدینِ سلطنت سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سامنے سلطان سلیمان اپنی نشست پر بیٹھے تھے اور ان کے ہاتھ میں اپنا شاہی عصا تھا۔ دائیں طرف مفتیِ اعظم کمال پاشا، لشکر کے قاضی سرکولی اور ابراہیم کی جگہ اب وہاں لطفی پاشا بیٹھا ہوا تھا۔ شاید ابراہیم کی موت کے بعد اس کا تقرر ہوا تھا۔ خیر الدین اور طرغوت مجرموں کی طرح گردنیں جھکائے سلطان سلیمان کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔

دیوانِ خاص میں خاموشی طاری تھی۔ خیر الدین اور طرغوت اس انتظار میں تھے کہ ابھی ان پر فردِ جرم عائد کر کے انہیں سزا سنا دی جائے گی لیکن دیوان خاص میں بدستور خاموشی قائم رہی۔

اچانک خیر الدین اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان سلیمان نے مدھم آواز میں پکارا۔ "بیلر بے، نائب بیلر بے" خیر الدین اور طرغوت دونوں نے چونک کر سلطان سلیمان کی طرف دیکھا۔ پھر خیر الدین نے ہمت کر کے پوچھا۔ "سلطانِ محترم!

"کیا ہم دونوں سے کچھ ارشاد ہوا۔" سلطان سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں میں تم دونوں سے مخاطب ہوں۔ خدا میرے بحری بیلر بے (امیر البحر) اور نائب بیلر بے کو عافیت میں رکھے۔ میں تم دونوں کو پاشا کا خطاب دیتا ہوں۔ میرے لطفی پاشا، مفتیِ اعظم کمال پاشا اور قاضی لشکر سرکولی کے بعد تم دونوں کی حیثیت سب سے بلند اور بالاتر ہوگی۔ اس میں شک نہیں چارلس نے تیونس کو فتح کر کے وہاں میری قوم کا خون بہایا۔ اگر تم تیونس کے سقوط کے بعد شکست تسلیم کر کے بیٹھ جاتے تو میرے ہاں تمہاری حیثیت مختلف ہوتی لیکن تم دونوں نے کیا خوب معرکہ مارا اور اپنی جد و جہد اور محنت سے تیونس کی فتح کو اپنی عظیم فتح میں بدل دیا۔ میرے پاس تم دونوں کے سارے احوال پہنچتے رہے ہیں۔ تم دونوں نے چارلس کے جزیرے میناکا سے تیونس کا کیسا عمدہ خون بہا وصول کیا۔

تم نے جنوبی ہسپانیہ کے شہروں اور قصبوں کو روند کر چارلس کے منہ پر طمانچہ مارا اور نئی دنیا سے آنے والے جہازوں پر قبضہ کر کے اس کی معیشت پر ضرب لگائی۔ تم نے اس کے ہراول بحری بیڑے کو روندا اور تیونس سے لوٹا ہوا مال لے کر اسپین جانے والے اس کے جہازوں پر گرفت کر لی۔ خدا کی قسم تم نے چارلس کو شکست نہیں اسے عبرت خیز درس دیا ہے۔

تھوڑی دیر قبل خیر الدین اور طرغوت کے ذہنوں میں ہلچل پیدا کرتے ہوئے وہم اور وسوسے دھل گئے تھے۔ اب ان کے چہروں پر مایوسی کے بجائے مسکراہٹیں تھیں۔ دیوانِ خاص کی اس بھورے سبز اور قرمزی رنگ کی عمارت میں جلتے عنبر دانوں اور بند آتش دانوں میں جلتے صندل میں اب ان کے لیے پیار اور محبت کی خوشبو تھی۔ فرش پر بچھے زرتار اطلسی اور ریشمی زربفت کے رنگ اب ان کے لیے جاذبِ نظر تھے۔

سلطان سلیمان کی آواز پھر ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی۔ "دونوں اپنی جھکی ہوئی گردنیں سیدھی کرو اور اپنی چھاتیاں تان کر کھڑے ہو۔ تم دونوں ایک

فاتح کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو۔"

خیرالدین اور طرغوت نے اپنی گردنیں سیدھی کر لیں اور دونوں اپنی چھاتیاں تان کر کھڑے ہو گئے تھے۔ سلطان سلیمان پھر کہہ رہے تھے۔ "یاد رکھو! تیونس کا خون رائیگاں نہیں جائیگا۔ مجھے خبر ہے وہاں میری ماؤں اور بہنوں پر کیا بیتی مجھے خبر ہے۔ تیونس کے چوراستوں پر صلیبیں نصب کر کے میری قوم کے افراد کو مصلوب کیا گیا۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے نیلے ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔ مجھے سب خبر ہے۔ یہ سب واقعات میرے دل پر کندہ ہیں۔ تیونس پر جو کچھ بیتی اس کا ہمیں اپنے رب کے سامنے جواب دینا ہوگا۔"

سلطان سلیمان کی آواز بھرا گئی چند لمحوں تک وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی خاطر خاموش ہوئے پھر دوبارہ غضب کی حالت میں کہہ رہے تھے "تیونس ہی نہیں۔ کوہستانِ ارمن سے کوہستان اطلس تک۔ منجمد ہائے کارپے تک۔ یمن سے کریمیا اور بغداد سے سیوطہ تک اس ساری سرزمین کے لیے ہم اپنے رب کے حضور جواب دہ ہیں۔ اس ربِ عظیم نے اس سرزمین کی حفاظت کے لیے ہمارا انتخاب کیا اور وہی ہم سے اس کا حساب بھی وصول کرے گا۔"

سلطان سلیمان فوراً گرج کر بلند آواز میں بولے۔ "اے حاضرینِ خاص و عام! سن رکھو۔ میں سلیمان بن سلیم کریمیا کے ساحل، دجلہ و فرات کے دوآبے، نیل کی طرب گاہوں، افریقہ کے صحرائی خیمہ نشینوں، ڈینیوب کی سرزمین، بحیرہ یونان کے خاموش سمندر میں حرکت کرتی ماہی گیروں کی کشتیوں، تسالتے اور کو[illegible]کے بنجر جزائر اور ان سرزمینوں میں بسنے والے مہذب لوگوں، جنگلی باشندوں، وحشی سواروں، اپنے عصا کے سہارے چلتے سفید پوش عابدوں، مجبوروں، بیماروں اور بچوں پر جھکی عورتوں، گزشتہ عظمت کے محافظوں، گوشہ گیروں اور عزلت نشینوں سب کی حفاظت و کفالت کروں گا۔"

ذرا وقفے کے بعد سلطان سلیمان نے بے پناہ غضب کے عالم میں کہا۔ "چارلس نے جنگ کے لیے ہماری سرزمین کا انتخاب کر کے غلطی کی ہے۔ کیا اس بدی کے مجسمے کو خبر

نہیں کہ ہماری وسیع سلطنت میں بیس قسم کی اقوام بستی ہیں۔ کیا اس احمق کو علم نہیں دنیا بھر کے مقدس شہر مکہ، مدینہ، بصرہ، بغداد، یروشلم، سمرنا، اسکندریہ، دمشق، بروصہ، ایتھنز، فلپی، بلغراد، اسلاوہ، کارتھیج، میمفس، تانز، نینوہ، بابل اور پالمیرا ہماری وسیع سلطنت میں شامل ہیں۔ کیا اسے کسی کیمیا گر نے خبر نہیں کی کہ دریائے نیل، دجلہ، فرات، یردن، اورنشیز، انکرلیس، تنائس، بورستھنز، ڈینیوب، ہرلس، النہر اور دریائے ندب کے کناروں پر ہمارے سرکش اور جراءت مند جنگجو اپنے بیچ پا گھوڑوں کو دوڑاتے ہیں۔

اس عقل کے اندھے اور ضمیر کے کور چشم انسان کو کاش کوئی دانا بتاتا کہ بحیرہ روم کی ساری کھاڑیوں کے علاوہ کوہستانِ اطلس، کوہ قاف، یوکسائن، ہرتھاس، اراراٹ اولمپس، پلمیرس، توریت کا مقدس پہاڑ طور، انجیل کا مقدس پہاڑ کارمل کوہستانِ سیرذیں، کوہستان کاربتھین پر ہمارے گھوڑوں کی دموں والے پرچم لہراتے ہیں۔

وہ اپنے آپ کو یورپ کا محافظ سمجھتا ہے۔ بحیرہ روم کو وہ اپنی ملکیت اور مقدس سلطنت روما کا اپنے آپ کو وہ پاسبان تصور کرتا ہے۔ ہم اس کی اس حفاظت، اس کی ساری پاسبانی اور ملکیت کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں اور اپنے جہازوں کے لہراتے بادبانوں کے سائے تلے روند ڈالیں گے۔ ہم اپنے انتقام اور تیونس کے قصاص کی ابتدا اسی سے ہی کریں گے کہ چارلس اپنے آپ کو رومتہ الکبریٰ کی اس سرزمین کا محافظ سمجھتا ہے۔"

سلطان نے ابراہیم کی جگہ وزارت اور سپہ سالار کے عہدے پر کام کرنے والے لطفی پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "لطفی پاشا! خیرالدین اور طرغوت کی رہائش کا عمدہ انتظام کیا جائے۔ انہیں کھانے کو وہی دیا جائے جو ہم ہیں۔ ان کی ایسی ہی توقیر کی جائے جیسی ہماری کی جاتی ہے۔ یہ دونوں انقلابی اور طوفانی جوان ہیں۔ قوموں میں ایسے صف شکن اور سرفروش فرزند بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ دشمنوں کے خلاف جرأت و شجاعت کے جو ہیچ قوم کے یہ دونوں فرزند

ہی ہموار ہے جیسے سمندری آبنائے کے اس پار اولونا کی چھوٹی سی ماہی گیروں کی بندرگاہ کے پیچھے پہاڑ ابھرتے ہیں۔ ان ہی پہاڑوں کے اس طرف سے سلطان سلیمان نے یورش کی اور موسم گرما کے ابتدائی ایام میں سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اولونا کی بندرگاہ میں داخل ہو گئے تھے۔ غیض و غضب کی حالت میں سلطان نے اپنے پہلے ہی ہلے میں اولونا میں مقیم اٹلی کے لشکر کو شکست فاش دے کر وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

ان ہی ایام میں خیر الدین اور طرغوت کے جہاز اس آبنائے میں داخل ہوئے اور چوڑے چپٹے والی بڑی بڑی کشتیوں کو انہوں نے اولونا پہنچا دیا۔ چوڑے چپٹے والی ان کشتیوں میں لطفی پاشا اور اس کا لشکر سوار تھا۔ یوں لطفی پاشا اپنا لشکر لے کر سلطان سلیمان کے ساتھ جا ملا تھا۔

سلطان سلیمان اور لطفی پاشا بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ رومتہ الکبری کے ایڑی نما جنوبی حصے میں پھیل گئے تھے۔ انہوں نے ہموار اور دلدل جیسی زمینوں کو روند ڈالا اور اوترانتو، اولونا کے بعد برنڈیسی کے سارے علاقے فتح کر لیے تھے پھر وہ اٹلی کے اندر کی طرف کوہستانوں کے اندر طوفانی یلغار کرتے ہوئے نیپلز شہر کی طرف بڑھے تھے۔

دوسری طرف خیر الدین اور طرغوت نے کاسترو کی بندرگاہ پر حملہ کیا۔ انہوں نے وہاں کھڑے اٹلی کے جنگی جہازوں کو آگ لگا کر سمندر میں ڈبو دیا اور کاسترو کی بندرگاہ پر انہوں نے بزور شمشیر قبضہ کر لیا تھا۔ بندرگاہ پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے بعد خیر الدین اور طرغوت خشکی پر اپنے ملاحوں کے ساتھ شمال کی طرف بڑھے اور دور دور تک یلغار کر کے اپنی تلوار کے زور سے انہوں نے وسیع علاقہ فتح کر لیا تھا۔

اسی دوران سلطان سلیمان کے مخبر یہ خبریں لائے کہ ہسپانیہ، وینس، فرانس، رومتہ الکبری کے بحری بیڑے اور لشکر جزیرہ کورفو میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ جزیرہ اس آبنائے کی کلید سمجھا جاتا تھا جس سے گزر کر خیر الدین اور طرغوت اٹلی پر حملہ آور ہوئے تھے اور یہ جزیرہ وینس کے قبضے میں تھا۔ سلطان سلیمان لطفی پاشا کے ساتھ

بو رہے ہیں یہ بیج جب پودوں کی شکل اختیار کریں گے تو ان کے خوشے آنے والی نسلیں توڑیں گی۔ لطفی پاشا! ہمارے سارے وسائل ان دونوں جوانوں کے لیے وقف کر دو۔"

"خیر الدین اور طرغوت! تم دونوں بھی سنو! میں تم دونوں کو چند روز کا وقفہ دیتا ہوں۔ اس دوران اپنے بحری بیڑے میں جہازوں کا اضافہ کر کے اسے خوب مضبوط بنا لو۔ اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ ہمارا ہدف رومتہ الکبری کی سرزمین ہوگی۔ اب تم دونوں لطفی پاشا کے ساتھ جاؤ۔ آج کا دن آرام کرو پھر اپنے کام میں لگ جاؤ۔"

سلطان سلیمان اٹھ کر چلے گئے۔ خیر الدین اور طرغوت پہلے مفتی اعظم قاضی سوکولی اور دوسرے عمائدینِ سلطنت سے ملے پھر وہ لطفی پاشا کے ساتھ دیوانِ خاص سے باہر نکل گئے تھے۔

✱

۱۵۳۷ء میں سلطان نے اپنے سوار دستوں کے ساتھ بحیرہ اڈریاٹک کے دہانے پر آبنائے اوترانتو کا رخ کیا جب کہ خیر الدین اور طرغوت ایک سو چالیس جنگی جہازوں کے ساتھ اٹلی یعنی رومتہ الکبری کے ساحل کی طرف بڑھے تھے۔

لطفی پاشا بھی ان دونوں کے ساتھ تھا اور ہراول لشکر کے وہ جنگی دستے جو کبھی طرغوت کے بڑے بھائی میلام کی سپہ سالاری میں جنگ کیا کرتے تھے۔ وہ اب لطفی پاشا کے تحت تھے اور انہیں بھی خیر الدین اور طرغوت نے اپنے جہازوں میں سوار کر رکھا تھا۔ پورا یورپ اس یلغار پر دنگ رہ گیا تھا۔

سلطان سلیمان اپنے سواروں کے ساتھ رومتہ الکبری کے علاقے اوترانتو کی طرف بڑھ رہے تھے جب کہ خیر الدین، طرغوت اور لطفی پاشا خلیج مسینا کا رخ کر کے اٹلی کے جنوبی ساحل کی طرف بڑھے تھے۔

اٹلی کے جنوبی حصے کی شکل ایک جوتے کی سی ہے۔ اس کی ایڑی ایسی

فوراً جنوب کی طرف پلٹے اور کاسترو کی بندرگاہ کے شمال میں وہ خیرالدین اور طرغوت کے ساتھ جا ملے تھے پھر انہوں نے اٹلی کو چھوڑ کر جزیرہ کورفو کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہاں جمع ہونے والے یورپ کے متحدہ لشکر سے نمٹا جا سکے۔

یورپ نے متحدہ بیڑے آبنائے اوٹرانٹو میں پھیل گئے تھے۔ جب کہ یورپی ممالک سے آنے والے لشکروں، رضاکاروں اور نائٹوں کو انہوں نے جزیرہ کورفو میں اتار دیا تھا۔ ان لشکروں نے جزیرے کے سنگین قلعے سان آنجیلو کو اپنا مسکن بنا کر مسلمانوں سے مقابلے کی تیاری مکمل کر لی تھی۔ اصل میں اہل یورپ کا یہ ارادہ تھا کہ سلطان سلیمان اور اس کے سپہ سالاروں اور امیر البحروں کی واپسی کے راستے مسدود کر کے انہیں شکست دے کر اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا جائے۔

اہل یورپ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کے واپس جانے کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں لیکن اسلام کے فرزندوں نے سر پر کفن باندھ کر ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن بنا کر رکھ دیا تھا۔

خیرالدین اور طرغوت نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یورپ کے متحدہ بحری بیڑہ پر ایک زوردار اور جان لیوا حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا کر انہوں نے سلطان سلیمان اور لطفی پاشا کو ان کے عساکر کے ساتھ کورفو کے خوبصورت جزیرے کے برہنہ اور نیلم کی طرح چمکنے والے ساحل پر اتار دیا تھا۔

جزیرے پر اترتے ہی سلطان سلیمان اور لطفی پاشا نے اپنے لشکر کے ساتھ جزیرے میں یورپ کے متحدہ لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ یورپی لشکر نے ساحل کے قریب ہی جم کر سلطان کے لشکر کو واپس سمندر کی طرف دھکیلنا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ سلطان جوشِ انتقام اور فرطِ غیض و غضب میں یورپی لشکروں کو شکست پر شکست دیتے ہوئے پیچھے دھکیل کر لے گئے تھے۔ یہاں تک کہ یہ متحدہ لشکر سلطان سلیمان کے حملوں کی تاب نہ لا کر سان آنجیلو کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔

یورپ میں سان آنجیلو کا قلعہ بھی روڈس کے قلعے کی طرح مضبوط ترین اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ سلطان سلیمان سے پے درپے شکستیں کھانے اور سان آنجیلو میں محصور ہو جانے کے بعد یورپ کے اس متحدہ لشکر کے کمانداروں نے اپنے ان بحری بیڑوں سے امداد طلب کی جو جزیرہ کورفو کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ ابھی یہ بحری بیڑے سان آنجیلو میں محصور اپنے یورپی عساکر کی مدد کرنے کے لیے تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ خیرالدین اور طرغوت نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا تھا۔

ایک خوفناک بحری جنگ کے بعد یورپ کے سارے بحری بیڑوں کو عبرت خیز شکست ہوئی اور وہ جزیرہ کورفو کے اردگرد سے اپنے اپنے ملکوں کو بھاگ گئے تھے۔ دوسری طرف سلطان سلیمان نے پورے جزیرے کورفو کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ اپنی پیتل کی توپوں سے انہوں نے قلعہ سان آنجیلو کی فصیلوں کو ملبے میں تبدیل کر دیا اور وہاں محصور یورپی عساکر کو انہوں نے تہ تیغ کر کے پورے یورپ میں صفِ ماتم بچھا دی تھی۔ چارلس اور اہل یورپ کو سلطان نے ٹیونس کے مظالم کا کیا خوب صلہ دیا تھا۔

پھر جزیرہ کورفو میں ہی سلطان کو خبر ملی کہ چارلس کے بھائی فرڈی نینڈ نے مسلمانوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کے لیے ان کی سلطنت کے یورپی علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔ یہ حملہ چارلس کے ایما پر ہوا تھا۔ اسے خدشہ تھا سلطان سلیمان جزیرہ کورفو کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ اٹلی کا رخ کرے گا۔ لہٰذا اس نے اپنے بھائی فرڈی نینڈ کو سلطان کے یورپی مقبوضات پر حملہ کرنے کا پیغام بھجوا دیا تھا۔

فرڈی نینڈ نے فوراً اس پر عمل کیا۔ اس نے یورپ کے دو بہترین جرنیلوں کا انتخاب کیا۔ ایک کا نام جان کاٹ اور دوسرے کا نام لوزروان تھا۔ یہ دونوں جرنیل ایک جرار لشکر کے ساتھ سلطنتِ عثمانیہ کے یورپی علاقوں کی طرف بڑھے تھے۔

بارش اور طوفان کی پرواہ کیے بغیر سلطان سلیمان نے جزیرہ کورفو سے

کوچ کیا۔ باربروسہ اور طرغوت نے نصف میل لمبی آبی تنگنائے پر کشتیوں کا ایک مضبوط اور متحرک سا پُل بنا دیا تھا۔ جس کے ذریعے سلطان سلیمان کے لشکری۔ تمام توپیں، گھوڑے، مال اسباب اور قیدیوں کے جتھے کے جتھے خشکی پر اتار دیئے تھے۔

سلطان سلیمان نے یورپی قیدیوں کو رہا کر کے کاسترو کی بندرگاہ کی طرف بھجوا دیا۔ لطفی پاشا کو اس نے قسطنطنیہ روانہ کر دیا۔ خود وہ طوفان کی طرح اپنے یورپی مقبوضات کی طرف بڑھا تھا۔

چارلس کے بھائی فرڈی ننڈ کے دونوں جرنیل جان کاٹ اور توزبعان اپنے جرار لشکر کو لے کر دریائے دراوے کے کنارے کنارے مسلمان علاقوں کی طرف بڑھے دریائے دراوے آگے جا کر دریائے ڈینیوب میں جا ملتا تھا۔

اس لشکر میں کارنتھیا، جرمنی، سکسنی، تھورنجیا، فرینکونیا، آسٹریا اور بوہیمیا کے سوار اور پیادے شامل تھے۔ اس لشکر کو خبر تھی کہ سلطان سلیمان جزیرہ کورفو میں یورپ کے لشکروں کے ساتھ اُلجھے ہوئے ہیں لہٰذا وہ بے فکر ہو کر آگے بڑھے اور سلطنت عثمانیہ میں داخل ہو کر وہ کافی حد تک الیزک شہر تک جا پہنچے۔ یہاں دریائے دراوے پر ایک پل تھا جو بوداسے بلغراد جانے والی شاہراہ پر واقع تھا۔

بظاہر اس فوج کو روکنے والا کوئی نہ تھا لہٰذا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا ان کا ارادہ تھا کہ وہ الیزک کو فتح کرنے کے بعد آگے بڑھیں گے اور بودا و بلغراد پر

قبضہ کرنے کے بعد دریائے ڈینیوب کے کنارے کنارے دور تک عثمانی سلطنت میں گھس کر تباہی اور بربادی کا طوفان کھڑا کر دیں گے۔

البیرک شہر میں جو ترک لشکر موجود تھا اس نے محصور ہو کر بڑی جانفشانی سے فرڈیننڈ کے اس یورپی لشکر کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے انہیں اپنے ساتھ الجھائے رکھا اور آگے بڑھنے کا موقع نہ دیا۔ انہیں یقین تھا کہ سلطان کے مخبر انہیں ان حملہ آوروں کے متعلق ضرور خبر کریں گے اور سلطان سلیمان ایک لمحہ تک ضائع کیے بغیر ان کی مدد کو پہنچ جائیں گے وہ اپنے سلطان کی فرض شناسی اور اس کے مزاج سے خوب آشنا تھے۔ اسی لیے وہ اس محاصرے کو طول دیے رہے تھے۔

ابھی یہ محاصرہ جاری ہی تھا کہ سلطان سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے مشرق، شمال اور جنوب تین اطراف سے دشمن کا محاصرہ کر لیا اور آتے ہی انہوں نے جنگ شروع کر دی۔ اہلِ شہر اور ان کی حفاظت کو متعین ترک لشکر کو جب خبر ہوئی کہ ان کے ہر دلعزیز سلطان نے دم لیے اور آرام کیے بغیر آتے ہی دشمن سے جنگ شروع کر دی ہے تو ایک جذبے اور ایک عقیدت میں ان کے جسموں کو آگ سی لگ گئی تھی اور وہ شہر کے دروازے کھول کر سلطان کے لشکر میں آ شامل ہوتے تھے۔

سلطان سلیمان قضا کا قہر بن کر دشمن پر جا گرے تھے۔ وہ ان پر ایسی ہی قہرمانیت کے ساتھ نازل ہوئے تھے جیسے سومیری، عکاری، عاد و ثمود، بابلی، نینوی اور بازنطینی سلطنتوں پر خدائے ذوالجلال کا عذاب نازل ہوا تھا۔ سلطان سلیمان نے اپنے تیز حملوں اور جان لیوا یلغار سے ان پر کتابِ اموات کے سارے اوراق کھول کر رکھ دیتے تھے اور دشمن کے لیے انہوں نے ان کی پوری کائنات ایک نقطہ پر سمیٹ کر رکھ دی تھی۔ جلد ہی یورپی لشکر نے تابِ مقاومت نہ لاتے ہوئے پہلے پسپائی شروع کی اور پھر جلد ہی یہ پسپائی ہولناک اور مہیب فرار میں تبدیل ہو گئی تھی۔

فرڈی ننڈ کا ایک جرنیل لوزرون جنگ کے دوران سلطان سلیمان کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اب دوسرا جرنیل جان کاٹ اکیلا ہی پسپائی اور فرار اختیار کر رہا تھا۔

اس علاقے کے اطراف میں چھپے ہوئے سلطان کے جاسوسوں نے بھی انتہائی سود مند کام کیا۔ ان کا اصل مدعا تو یہ تھا کہ اطراف میں نگاہ رکھیں کہ کوئی اور لشکر مغرب کی طرف سے اس یورپی لشکر کی مدد کو آئے تو اس کی اطلاع سلطان کو کریں۔ لیکن ان جان فروشوں اور فرض شناسوں نے جب دیکھا کہ یورپی لشکر ان کے سلطان کے آگے آگے فرار کر رہا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ چار چار چھ چھ گھوڑوں کی گاڑیاں بھی ہیں جو سامانِ خورد و نوش اور جنگی ہتھیاروں سے بھری ہوئی ہیں تو انہوں نے بڑے بڑے درخت کاٹ کر پسپائی کے راستوں کو کافی حد تک مسدود کر دیا تھا۔

اس کا فائدہ یہ ہوا کہ فرڈی ننڈ کے گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں سمیت خود تو ان رکاوٹوں کو عبور کر گئے لیکن اپنا توپ خانہ اور گھوڑا گاڑیاں جن میں خوراک اور جنگی ہتھیار لدے تھے اپنے پیچھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سلطان سلیمان نے ان گاڑیوں اور توپ خانے پر ہی قبضہ کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد دشمن کا تعاقب جاری رکھا۔ اب اس بھاگنے اور راہِ فرار اختیار کرنے والی افواج کا رُخ مغرب کی طرف والپو کے قلعے کی طرف تھا۔ جس کے راستے میں تنگ کوہستانی دَرّے تھے اور بھاگنے والوں کو امید تھی کہ وہ ان دَرّوں میں رُک کر مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں گے لیکن ان کی بدقسمتی کہ سلطان سلیمان نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور ان تنگ دَرّوں کے اندر جا کر انہوں نے یورپ والوں کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔ اس تعاقب میں مسلمانوں نے ان علاقوں کو بھی تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا جنہوں نے یورپی لشکر کے کوچ میں اس کی مدد اور تعاون کیا تھا۔

اس جنگ اور پھر ہولناک تعاقب میں صرف زندہ بچنے والا جرنیل جان کاٹ ہی بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا لیکن یورپ کے اس نامور اور قابلِ اعتبار جرنیل کی بدقسمتی کہ جب وہ زخموں سے چُور فرڈی ننڈ کے پاس

پہنچا تو فرڈی ننڈ نے اسے شکست اور بزدلی کے الزام دیتے ہوئے زنداں میں ڈال دیا اور یوں بے وفا فرڈی ننڈ نے اس جرنیل کو یورپی لشکر کی سپہ سالاری کرنے کا خوب صلہ دیا تھا۔

یہ ایک عبرت ناک شکست اور ہولناک درس تھا جو سلطان سلیمان نے یورپ والوں کو دیا تھا۔ ڈانیوب کے میدانوں میں سلطان نے دشمن کی ساری سپاہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس عظیم فتح کے بعد سلطان سلیمان ایک فاتح کی حیثیت سے قسطنطنیہ کا رخ کر رہے تھے۔

دوسری طرف سلطان سلیمان کی جزیرہ کورفو سے فرڈی ننڈ کے لشکر کی طرف کوچ کر جانے کے بعد خیر الدین اور طرغوت آزاد اور اپنی مرضی کے مالک تھے۔ سلطان کے جانے کے بعد انہوں نے ایسا کارنامہ انجام دیا جس نے پورے یورپ میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

ایڈریاٹک کے دہانے میں جزیرہ کورفو سے یونانی جزائر کا سلسلہ شروع ہوتا تھا اور ایک وسیع نیم دائرے کی صورت میں ان جزائر کا سلسلہ جزیرہ روڈس تک جا پہنچتا تھا۔ جہاں سے عثمانی ترکوں کی سلطنت کا ساحل نظر آتا تھا۔ یہ جزیرے نیلگوں سمندر میں پہاڑوں کی چوٹیوں کے انداز میں بلند تھے۔ گویا ارد گرد کی دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔

ان جزیروں کے ناموں سے بھی شاعری ٹپکتی تھی اور ان حسین جزیروں نے کئی لافانی نغموں کو جنم دیا تھا۔ ان جزیروں میں متے لانی بھی ایک جزیرہ تھا اور اسی جزیرے میں خیر الدین باربروسہ پیدا ہوا تھا اس لیے وہ ان جزیروں سے خوب آگاہ تھا اور ان ساحلی راستوں سے وہ پوری طرح واقفیت رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سمندر میں یہ جزیرے اس کے اور طرغوت کے راستے میں دیواریں ہیں۔ اس کے علاوہ وینس کے ملاح ان جزیروں سے توانا لوگوں کو پکڑ کر لے جاتے تھے

اور انہیں غلام بنا کر بیچ دیتے تھے اور خوب نفع کماتے تھے۔

خیر الدین اور طرغوت ان جزیروں میں اہل وینس کی منفعت کو ختم کر دینا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے ایک انتہائی خطرناک راستہ اختیار کیا اور یہ پُرخطر فیصلہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور نہ کر سکتا تھا۔

موسم خزاں میں وہ ان جزیروں کے اندر سے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ طوفان کی طرح گزرے پہلے انہوں نے خلیج کارنتھ کے محافظ جزیرے ثالونیا کا رخ کیا اور اس پر حملہ کر کے اسے تہس نہس کر ڈالا۔ پھر وہ دونوں اپنے بحری بیڑے کے ساتھ تیانتے کے پہاڑی جزیرے کے قریب سے گزرے اور جزیرہ اے جینا پر حملہ آور ہونے کے لیے انہوں نے بڑی تیزی سے جزیرہ ماتاپان کے گرد ایک چکر کاٹا۔

ایک زبردست حملے کے بعد خیر الدین اور طرغوت نے جزیرہ اے جی نا پر بھی قبضہ کر لیا پھر تو ان دونوں نے اپنی طوفانی ترکتاز اور فتوحات کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ اپنے بحری بیڑے کے بادبان لہراتے ہوئے اس مجمع جزائر میں گھس گئے۔ اس طرح ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں جست و خیز کرتے ہوئے انہوں نے بارہ جزیروں پر قبضہ کر لیا اور تیرہ جزیروں کو انہوں نے تاراج کر کے رکھ دیا۔

ان فتوحات میں انہوں نے سولہ ہزار قیدی گرفتار کیے اور جو مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا اس کا کوئی اندازہ ہی نہ تھا۔ اس کے علاوہ انہیں چار لاکھ اشرفیاں نقد ہاتھ لگی تھیں۔ اس مہم میں خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے یونان کے قریب قریب اکثر و بیشتر بحری اڈوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اب سلطان سلیمان کو اس بات کی ضرورت نہ رہی تھی کہ وہ بحیرہ یونان کی حفاظت کریں کیونکہ ان دونوں نے بحیرہ یونان کو سلطنتِ عثمان کی ایک جھیل بنا کر رکھ دیا تھا۔ ایک صدی بعد تک بھی کسی یورپی بحری بیڑے کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اس سمندر میں داخل ہو۔

ان پچیس جزیروں کو زیر کرنے کے بعد وہ دونوں طوفان کی طرح کریٹ کی جانب بڑھے اور سب سے بڑے جزیرے پر حملہ آور ہوئے اور اس کے ایک وسیع حصے کو روندنے اور مالِ غنیمت سمیٹنے کے بعد وہ دو یونانی بندرگاہوں نوپلیا اور مالوسیا پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں سے بھی انہیں بہت کچھ ہاتھ لگا۔ پھر وہ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کسی یورپی بحری بیڑے کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ آگے بڑھ کر ان دونوں کا مقابلہ کرے اور وہ دونوں سمندر میں اپنی من مانی کرتے رہے۔

قسطنطنیہ پہنچ کر خیرالدین اور طرغوت نے سلطان سلیمان کی خدمت میں دو سو ایسے قیدی پیش کیے جو سرخ لباس پہنے ہوئے تھے اور اپنے سروں پر زر و سیم کے انبار اٹھائے ہوئے تھے۔ اتنے ہی قیدی انہوں نے اور سلطان کی خدمت میں پیش کیے۔ جن کے کاندھوں پر سونے چاندی کی تھیلیاں تھیں۔ ایسے ہی دو سو قیدی اور حاضر خدمت کیے جو اعلیٰ کپڑوں کے تھان اٹھائے تھے۔ اس کے علاوہ جو زر و جواہرات اور نقدی انہوں نے سلطان سلیمان کی خدمت میں پیش کی اس کا کوئی حساب کوئی شمار ہی نہ تھا۔

سلطان سلیمان پر ان دونوں کی کارگزاری کا ایسا اثر تھا کہ فرطِ جوش میں انہوں نے ان کی پیشانیاں چوم لی تھیں۔ یقیناً ان دونوں نے سلطان سلیمان کے بیلر بے اور نائب بیلر بے ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔

سلطان سلیمان کے ہاتھوں ویانا کے دروازوں میں ایک عظیم فوج کی تباہی اور اس سے قبل سلطان سلیمان ہی کے ہاتھوں جزیرہ رودس میں سان آنجلو کے قلعے میں محصور یورپی لشکر کی صفائی اور پھر خیرالدین اور طرغوت نے جب بحیرہ یونان کے پچیس جزائر کو بزورِ شمشیر فتح کرنے کے بعد بحیرہ یونان کو سلطنت عثمانیہ کی ایک جھیل میں تبدیل کرنے کے بعد جزیرہ کریٹ اور یونان کی بندرگاہ نوپلیا اور مالوسیا پر یلغار کرکے پورے یورپ کو ہلا کر اور اس میں وحشت پھیلا کر رکھ دی تھی۔

یورپ کا ہر ایک ملک اب یہ نے لگا تھا کہ شاید ترکوں کا اگلا قدم اب ان ہی کا ملک ہو۔ ماسکو سے لے کر سسلی اور انگلستان سے لے کر یونان تک ہر ملک پر لرزہ طاری ہو کر رہ گیا۔ آج تک خشکی اور سمندر دونوں میں یورپ کی ایسی حالت کسی نے نہ کی تھی جیسی سلطان سلیمان، خیرالدین باربروسا اور طرغوت کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ ہر کوئی اپنے ملک کو بچانے کی فکر میں تھا۔

چارلس جو اپنے آپ کو اٹلی کا محافظ بھی سمجھتا تھا اس نے نیپلز کے دفاع کو مضبوط بنانا شروع کر دیا۔ وینس کی حکومت نے مایوسی کے اس دور میں تمام تجارت پیشہ لوگوں کے سارے اثاثوں پر نصف قیمت کے برابر محصول عاید کرکے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

ان حالات میں پاپائے روم پال سوم نے یورپ کو بچانے کے لیے بھی جہاد کا اعلان کر دیا اور اس جہاد کی ابتدا کرنے کے لیے پال سوم نے ایک مقدس انجمن طلب کی۔ اس انجمن میں اسپین، فرانس، اٹلی، وینس، جرمنی، ہنگری، جنیوا، مالٹا، کریٹ اور پرتگال کے حکمرانوں نے حصہ لیا۔

طویل مباحثوں کے بعد یہ طے پایا کہ سارے ملک مل کر ایک بہت بڑا اور عظیم الشان بحری بیڑہ تیار کریں۔ پہلے اس بحری بیڑے کے ذریعے خیرالدین باربروسا اور طرغوت کو شکست دے کر ان دونوں کا خاتمہ کیا جائے تاکہ سمندر میں سلطان سلیمان کی برتری ختم ہو جائے اور پھر سمندر اور خشکی دونوں جانب سے عثمانی سلطنت پر یلغار کرکے ترکوں کو منگولیا کے ان ہی علاقوں کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے جہاں وہ اس سے قبل تاتاریوں کے ساتھ رہتے تھے۔

اس انجمن میں شیخ چلیوں کے سے عجیب خیالی منصوبے بھی بنائے گئے اور کوئی عملی کام شروع کرنے سے قبل ہی انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں کی خیالی تقسیم شروع کر دی تھی۔ وینس کے حکمران نے درہ دانیال تک کا وہ سارا علاقہ لینے کی خواہش ظاہر کی جو کبھی انتہائی عروج کے زمانے میں وینس کے قبضے میں ہوا کرتا تھا۔

مقدس سلطنت روما کے حکمران نے قدیم روحِ جہانگیری کی ساری عظمت بحال کرنے اور قسطنطنیہ واپس لینے کی خواہش کی۔ اس نے کہا کہ ترکوں کو درہ دانیال اور باسفورس کے اس پار ایشیا میں دھکیل دیا جائے گا۔

چند ماہ کی تیاری میں ہی ان یورپی ممالک نے اپنے سارے وسائل جمع کر کے اس قدر بڑا بحری بیڑہ تیار کیا جو سلطان سلیمان کی ساری بحری قوت سے پانچ گنا بڑا تھا۔ اس متحدہ بیڑے کا امیر البحر چارلس کے بحری سردار اندریا دوریا کو بنایا گیا تھا۔

اس بحری بیڑے میں بیک وقت سات پرچم لہرا رہے تھے۔ ایک جھنڈے کے پرچم پر سلطنتِ روما کا عقاب تھا۔ دوسرے جھنڈے پر پاپائے روم کی سات کنجیاں، تیسرے پر وینس کے سان مارکو کا شیر ببر، چوتھے جھنڈے پر جنیوا کا قلعہ پانچویں جھنڈے پر مالٹا کی صلیب، چھٹے جھنڈے پر ہسپانیہ کی ڈھال اور ساتویں جھنڈے پر پرتگال کا تاج تھا۔ اس کے علاوہ فرانس کے بحری بیڑے کو محفوظ دستوں کے طور پر علیحدہ رکھا گیا تھا تاکہ کسی ناگہانی ضرورت کے وقت اسے استعمال کیا جا سکے۔

یہ متحدہ بیڑہ اس جزیرہ کورفو کی طرف بڑھا جہاں اس سے قبل سلطان سلیمان نے خشکی پر اور خیر الدین و طرغوت نے سمندر میں اہل یورپ کو عبرت خیز شکست دی تھی۔ اس متحدہ بیڑے کا مقصد یہ تھا کہ کورفو کے اس جزیرے میں اپنی قوت بحال کر کے پہلے ان بچیس جزائر کو واپس لیا جائے جن پر خیر الدین بار بروسہ اور طرغوت نے قبضہ کر لیا تھا۔

سلطان سلیمان کو اس بحری بیڑے کے کوچ کی جب خبریں پہنچیں تو انہوں نے فوراً خیر الدین بار بروسہ اور طرغوت کو حکم دیا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کو لے کر آگے بڑھیں اور جزیرہ کورفو کے آس پاس ہی دشمن کو روک دیں۔

خیر الدین اور طرغوت اس قدر تیزی سے حرکت میں آئے کہ یورپی بحری بیڑے سے قبل ہی وہ اپنے بحری بیڑے کو لے کر جزیرہ کورفو کے ارد گرد کھلے سمندر میں پہنچ

گئے تھے۔ اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ ایک طرف کھلے سمندر میں اندریا دوریا کا بحری بیڑہ تھا جو خیر الدین اور طرغوت کے بحری بیڑے سے پانچ گنا بڑا تھا۔ دوسری طرف کھلے سمندر میں خیر الدین اور طرغوت کا بحری بیڑہ تھا اور ان دونوں کے درمیان بیچ در بیچ ایک میل لمبی خلیج تھی جس کا نام ارتا تھا۔

متحدہ یورپی بیڑے کا امیر البحر اندریا دوریا چاہتا تھا کہ خیر الدین اور طرغوت تنگ اور بل کھاتی ہوئی خلیج ارتا کو عبور کر کے اس کی طرف بڑھیں۔ دوسری طرف خیر الدین بار بروسہ اور طرغوت چاہتے تھے کہ اندریا دوریا اپنے بیڑے کے ساتھ خلیج ارتا کو عبور کر کے ان کے سامنے آئے لیکن دونوں طرف سے کوئی بھی ایسی خطرناک پیش قدمی کرنے کو تیار نہ تھا۔ پورا دن اسی کشمکش و پیچ میں گزر گیا حتیٰ کہ رات ہو گئی اور دونوں لشکر محتاط ہو کر اور مستعد ہو گئے تاکہ رات کے وقت وہ ایک دوسرے پر شب خون نہ مار سکیں۔

عشاء کی نماز کے بعد طرغوت اپنی جنگی کشتی کو خیر الدین کی کشتی کے پاس لایا۔ اور اپنی کشتی سے نکل کر اس نے خیر الدین کی کشتی میں چڑھ کر خیر الدین کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ”اے امیر! ہم کب تک خلیج ارتا میں دشمن کے ادھر آنے کا انتظار کرتے رہیں گے۔ اگر ہم اسی طرح پڑے رہے تو دشمن ہر روز اپنی قوت میں اضافہ کرتا رہے گا جب کہ ہمارے ملاحوں پر سستی اور کاہلی چھاتی رہے گی۔ اور پھر بحیرہ قلزم سے لے کر بحیرہ مارمورا اور کوہستان ارارات سے کوہستان اطلس تک پوری مسلم قوم کی نگاہیں اس وقت ہم پر لگی ہوئی ہیں اگر ہم نے اس مہم میں دشمن کو اپنی گرفت میں لے کر اسے شکست سے دوچار نہ کیا تو پوری مسلم قوم کو ہم سے مایوسی ہو گی بلکہ سلطان سلیمان پر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم سلطنت عثمانیہ کے سمندروں کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آئیے! اپنے رب کا نام لے کر خلیج ارتا کو عبور کر کے اس پار کے کھلے سمندر میں اپنے دشمن دل پر اپنے رب کا عذاب بن کر نازل ہوں۔ مجھے امید ہے ہم یورپ کے اس متحدہ لشکر کو شکست دے کر یورپ کی بحری قوت کو آندھی اور طوفان میں اڑتے

ٹکڑوں اور خاک و خاشاک کی طرح منتشر کر کے رکھ دیں گے۔"

خیر الدین باربروسہ نے طرغوت کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار اور شفقت میں کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! تم جانتے ہو خلیج اترانتو کے اس پار دشمن کھلے سمندر میں ہمارا منتظر ہے اور اس کی جاسوس کشتیاں خلیج اترانتو پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں جونہی ہم نے اس تنگ خلیج کو عبور کرنے کی کوشش کی دشمن ہم پر ٹوٹ پڑے گا اور ہماری حالت اس ریچھ سے مختلف نہ ہوگی جس کا مالک اس کے دونوں گھٹنے باندھ کر اسے مارنے پر تل گیا ہو۔ اگر تمہارے ذہن میں کوئی ایسا طریقہ ہو جس پر عمل کر کے ہم بحفاظت خلیج اترانتو کو عبور کر کے اس طرف کے کھلے سمندر میں پہنچ جائیں تو کہو۔ بخدا میں جان کی بازی لگا کر بھی اس پر عمل کر گزروں گا۔"

طرغوت نے کہا۔ "میرے ذہن میں ایک ایسی ترکیب ہے جس پر اگر ہم عمل کریں تو ہم حفاظت کے ساتھ خلیج اترانتو سے گزر کر اس طرف کے کھلے سمندر میں اندریا دوریا کے بحری بیڑے کا سامنا کر سکتے ہیں۔"

خیر الدین باربروسہ نے کہا۔ "تو پھر کہو۔ ہم بسم اللہ کریں اور اندریا دوریا پر ثابت کر دیں کہ اس دور میں بھی معجزات کا ظہور ہو سکتا ہے۔"

طرغوت نے کہا۔ "خلیج اترانتو زیادہ سے زیادہ ایک میل لمبی ہے۔ اس کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ کھلے سمندر تک درمیانی بلندی کے پہاڑ ہیں اور ان پہاڑوں کے اوپر انسانی گزرگاہ کے لیے راستے بنے ہوئے ہیں۔ آج مغرب کی نماز کے بعد میں اُن کو ایک بار دیکھ چکا ہوں اور یہ راستے کوہستانوں کے اوپر ہی اوپر خلیج کے کنارے کنارے اس کھلے سمندر کی طرف چلے گئے ہیں جہاں اس وقت اندریا دوریا کا بحری بیڑہ کھڑا ہے۔ اگر ہم اپنے لشکر سے چند ایسے دستے مقرر کریں جو اپنے ساتھ چھوٹی اور ہلکی منجنیقیں اٹھائے ان کوہستانوں کے اوپر ہی اوپر مغرب کی طرف اس وقت آگے بڑھیں۔ جب ہم خلیج اترانتو کو عبور کرنے کے لیے یہاں سے کوچ کریں۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو کوہستانوں کے اوپر منجنیقیں لے کر آگے بڑھنے کی

ہم مجھے سونپ دیں اور آپ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ خلیج عبور کرنے کی کوشش کریں۔ دشمن کو اگر خبر ہو بھی گئی کہ ہم خلیج اترانتو عبور کر رہے ہیں اور اس نے تنگ خلیج اترانتو میں اگر ہماری راہ روکنے اور ہمارے لیے مصائب کھڑے کرنے کی کوشش کی تو میں کوہستانوں کے اوپر سے منجنیقوں کے ذریعے ان پر ایسی سنگ باری کروں گا کہ وہ ہمارا راستہ چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

خیر الدین باربروسہ نے آگے جھک کر طرغوت کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! خدا کی قسم اس تنگ درمیانی خلیج کو عبور کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ میرے بھائی! میں تیرے خلوص، تیری دانش مندی اور تیری جرأت مندی کو سلام کرتا ہوں لیکن کوہستانوں کے اوپر منجنیقیں لے کر تم نہیں جاؤ گے۔ یہ کام صالح یا کوروش میں سے کسی ایک کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ میرے بھائی! تم میرے ساتھ بحری بیڑے میں رہو گے۔ تمہارے بغیر میں ادھورا ہوں۔ اگر اس طریقے سے ہم بحفاظت خلیج اترانتو کے اس پار چلے گئے تو ہم انشاءاللہ یورپ کے اس متحدہ بحری بیڑے کے لیے ایسا بحری طوفان ثابت ہوں گے جو کشتیوں کو الٹ دیتا ہے اور بادبانوں کو اڑا دیتا ہے۔ خلیج کے اس کنارے پر جہاں اس وقت اندریا دوریا اپنے بیڑے کے ساتھ ہمارا منتظر ہے وہاں پریویزا نام کا شہر ہے۔ یہ وہی پریویزا شہر ہے جہاں سے رومی جرنیل مارک انتھونی اور مصر کی حسین ملکہ قلوپطرہ کا وہ جنگی بیڑہ روانہ ہوا تھا جس نے ایکٹیم کے مقام پر اپنے حریف سے شکست کھائی تھی۔ آج کی رات، اے میرے بھائی آج ہی آدھی رات کو ہم اس طریقہ کار پر عمل کر کے خلیج اترانتو کو عبور کریں گے۔ آؤ اس مسئلہ پر حسان، صالح اور کوروش سے گفتگو کریں۔" طرغوت اپنی کشتی میں چلا گیا پھر دونوں نے اپنی کشتیوں کے ملاحوں کو کشتیاں شمال کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا تھا۔

✦

رات آدھی جا چکی تھی۔ سحاب سے صاف آسمان پر تارے چمکتے نگ

ریتوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ پھر مشرق کی جبیں پر چاند طلوع ہوا اور اس کی ہر کرن کی سفید آنکھیں زلفوں کی گھنی چھاؤں جیسے اندھیرے کو کاٹتی ہوئی سمندر اور چٹانوں کو چاندنی چاندنی کر گئی تھیں۔ سمندر کی سیاہی مائل جھلک نمایاں ہو گئی تھی اور مشرق و مغرب کی طرف گاہیں سرما کی اس یخ بستہ چاندنی میں ڈوب گئی تھیں۔

خیرالدین باربروسہ اور طرغوت خلیج ارتا کو عبور کر رہے تھے۔ وہ دونوں اپنے بحری بیڑے کے آگے آگے تھے۔ جب کہ صنعان وسط میں اور صالح کو لشکر کے آخری حصے کی حفاظت کے لیے سب سے پیچھے رکھا گیا تھا۔

خلیج ارتا کے دائیں کنارے موجود میانی اونچائی کا کوہستانی سلسلہ تھا اس پر کوروش چند دستوں اور منجنیقوں کے ساتھ اپنے لشکر کے پہلو بہ پہلو آگے بڑھ رہا تھا۔ بحری بیڑے کے سب سے آگے دو بڑے بڑے جنگی جہاز تھے جن میں سے ایک میں خیرالدین اور طرغوت سوار تھے۔

ان دونوں جہازوں کے اگلے حصے میں کئی ملاح بھاری، موٹی اور لمبی لمبی ڈھالیں لیے کھڑے تھے تاکہ سامنے سے اگر اچانک دشمن آ کر تیر اندازی شروع کرے تو ان ڈھالوں کی وجہ سے لشکر کا پچھلا حصہ محفوظ رہ سکے۔ ملاح بڑی تیزی سے چپو چلا رہے تھے اور بحری بیڑہ پانی کو کھنگالتا ہوا بڑی تیزی سے خلیج ارتا کو عبور کرتا جا رہا تھا۔

خیرالدین اور طرغوت اپنے بیڑے کے ساتھ جس وقت خلیج کے دہانے کے قریب پہنچے تو وینس کے بحری بیڑے نے ان پر حملہ کر دیا۔ یہ علاقہ چونکہ اہلِ وینس کا تھا۔ لہٰذا وہ مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ سرگرم عمل ہو گئے تھے لیکن وینس کے ان حملہ آوروں کو جلد ہی اپنی اس حماقت کا احساس ہو گیا جب کوہستانوں کے اوپر کوروش کی سرکردگی میں آگے بڑھنے والے دستے رک گئے۔ انھوں نے منجنیقیں جمائیں اور ان میں پتھر بھر کر ان سے وینس کے بحری بیڑے پر سنگ باری کی تو سمندر کی پُر سکوت اور ہموار نیلی سطح پر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔

کوروش نے اس تیزی اور تسلسل کے ساتھ سنگ باری کرائی تھی کہ اہلِ

وینس کے کچھ جہاز ٹوٹ کر خزاں زدہ پتوں کی طرح سمندر کی سطح پر بکھر گئے تھے۔ وینس کا بحری بیڑہ ایک الجھن میں پڑ گیا تھا اور اس کا امیر البحر جو اندریا دوریا کے ایک نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا، چلا چلا کر اپنے بیڑے کو واپس پھر جانے کا حکم دے رہا تھا۔

خیرالدین نے کوروش کی طرف جلتے ہوئے پُوں کا تیر چلا کر منجنیقوں سے سنگ باری بند کرا دی اور پھر اس وقت واپس جانے والے وینس کے بحری بیڑے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ جب خیرالدین اور طرغوت نے ان کا تعاقب کر کے ان پر توپوں کے گولے اور تیر برسانا شروع کیے۔ اس تعاقب میں خیرالدین اور طرغوت نے اپنے لشکر کے ساتھ خلیج ارتا کو عبور کر لیا اور وینس کے حملہ آور بیڑے کا تقریباً آدھا حصہ انھوں نے برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

وینس کے جنگی جہازوں کی درگت دیکھ کر اندریا دوریا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

خیرالدین اور طرغوت اپنے بیڑے کے ساتھ خلیج ارتا سے نکل کر پری ویزا کی بندرگاہ پر ہٹے۔ کوروش بھی وہاں ان سے آ ملا تھا۔ پری ویزا شہر کے سامنے بھی سمندر قدرے تنگ ہی تھا۔ اس لیے کہ یہاں ایک طرف دائیں جانب تو پری ویزا کا شہر اور بائیں طرف سمندر کے اندر شرقاً غرباً سیاہ چٹانوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ میل لمبائی میں ہو گا اور اس کے بعد کھلا سمندر شروع ہو جاتا تھا اور اندریا دوریا پری ویزا شہر سے ہٹ کر اب اسی کھلے سمندر کے اندر چلا گیا تھا رات کا باقی حصہ خیرالدین اور طرغوت نے پری ویزا شہر سے ہٹ کر گزارا۔

جب مشرق کی طرف سے ستاروں کے گھنگھرو سجائے آسمان پر سورج طلوع ہوا تو خیرالدین اور طرغوت نے آپس میں کوئی مشورہ کیا پھر برق رفتاری سے آگے بڑھ کر انھوں نے قلعہ بند شہر پری ویزا پر حملہ کر دیا۔ اندریا دوریا کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ کھلے سمندر سے اس تنگ سمندری پٹی میں آ کر پری ویزا شہر کی حفاظت کرے۔

ایک خوفناک جنگ کے بعد خیرالدین اور طرغوت نے پری ویزا شہر کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے انہیں بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ اپنے

بحری بیڑے کو انہوں نے پری ویزا شہر کی بندرگاہ پر کھڑا کیا اور شہر کے مغرب میں خشکی کی وہ پٹی جو کھلے سمندر تک جاتی تھی اس پر انہوں نے منجنیقیں نصب کر دیں اس احتیاط کے تحت کہ اگر اندریا دوریا چانک آگے بڑھ کر شب خون مارنا چاہے۔ تو اس کی کوششوں کو ناکام بنایا جا سکے۔

دو روز تک خیرالدین اور طرغوت اپنے جنگی بیڑے کے ساتھ پری ویزا کی بندرگاہ پر جمے رہے جب کہ اندریا دوریا ان کے سامنے بحیرہ اڈریاٹک کے کھلے سمندر میں پڑا تھا۔ دراصل اندریا دوریا چاہتا تھا کہ خیرالدین اور طرغوت اڈریاٹک کے کھلے سمندر میں اس کے سامنے آئیں اور وہ انہیں اپنے پیچھے پیچھے سمندر میں کچھ اور آگے لے جا کر اور وہاں چاروں طرف سے انہیں گھیر کر ان کا خاتمہ کر دے۔

پری ویزا کی بندرگاہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر بحیرہ اڈریاٹک میں سانتا ماورا نام کا ایک جزیرہ ہے۔ چارلس کے امیرالبحر اندریا دوریا نے اپنے لشکر کے چار حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے تحت رکھا۔ دوسرا مالٹا کے سینٹ جان کے نائٹوں کے گرینڈ ماسٹر کے نائب کو دیا۔ تیسرا حصہ سلطنت روما کے امیرالبحر کورنیرو کے کماندار میں اور چوتھے حصے پر اس نے وینس کے امیرالبحر گری مانی کو کماندار بنایا تھا۔

آدھے لشکر کے ساتھ اندریا دوریا مالٹا کے گرینڈ ماسٹر کے نائب کے ہمراہ پری ویزا کے نزدیک رہا جب کہ آدھے لشکر کو جو کورنیرو اور گری مانی کی کمانداری میں تھا اندریا دوریا نے جزیرہ سانتا ماورا میں چھپا دیا تھا۔

اس کا لائحہ عمل یہ تھا کہ خیرالدین باربروسا اور طرغوت جونہی بحیرہ اڈریاٹک کے کھلے سمندر میں آئیں وہ ان سے جنگ شروع کر دے گا جب کہ کورنیرو اور گری مانی حکم ملنے پر لشکر کے دوسرے آدھے حصے کے ساتھ جزیرہ سانتا ماورا سے نکل کر خیرالدین اور طرغوت پر ان کی پشت پر حملہ کر دے گا۔ اس طرح وہ دھوکے میں رکھ کر کھلے سمندر میں خیرالدین اور طرغوت کو بے بس کرنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف خیرالدین اور طرغوت کے جاسوس بھی کشتیوں کی طرح کھلے سمندر

میں دشمنوں کے ہمراہ ہیں کہ ان کے ایک ایک لمحہ کی خبریں خیرالدین اور طرغوت تک پہنچا رہے تھے۔ اندریا دوریا کے اس سارے لائحہ عمل کی خبریں بھی انہوں نے اپنے امیروں تک پہنچا دی تھیں۔

ان حالات میں دوسرے روز جب کہ خیرالدین اور طرغوت ساحل پر جلتے ہوئے آگ کے ایک الاؤ کے پاس کھڑے تھے انہوں نے صنعان، صالح اور کردوش کو وہاں طلب کیا۔ جب وہ پانچوں آگ کے الاؤ کے پاس جمع ہوئے تو خیرالدین نے کہا۔ "میرے ساتھیو! آنے والی صبح میں دشمن کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا ہوں۔ اندریا دوریا نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ اس نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ جب کہ دوسرے حصے کو اس نے جزیرہ سانتا ماورا میں چھپا دیا ہے تاکہ جنگ کے وقت وہ حصہ جزیرے سے نکل کر ہماری پشت پر حملہ آور ہو اور ہماری شکست کو یقینی بنا دے۔ اس جنگ کے لیے مجھے تم سب کے مشورے کی ضرورت ہے۔"

صنعان نے بڑی عقیدت مندی سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں پہلے امیر طرغوت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں"۔

طرغوت نے خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہمیں بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں بانٹ لینا چاہیے۔ کل صبح ہمیں بحیرہ اڈریاٹک میں داخل ہونا چاہیے۔ آپ اندریا دوریا پر حملہ آور ہوں جب کہ میں جزیرہ سانتا ماورا کی طرف نکل جاؤں گا۔ میں دائیں ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا جزیرہ سانتا ماورا کی طرف جاؤں گا۔ اس کنارے پر نرسل، جھاڑیاں اور گھاس کی بہتات ہے۔ آپ سے علیحدہ ہونے سے قبل میں اپنے چند آدمیوں کو بھیج کر سمندری ساحل کے ان نرسلوں، جھاڑیوں اور گھاس کو آگ لگوا دوں گا۔ اس آگ سے ساحل کے ساتھ ساتھ دھواں پھیل جائے گا۔ اسی دھوئیں کی آڑ میں اپنے بیڑے کو لے کر میں سانتا ماورا کی طرف بڑھوں گا اور دشمن کو غفلت کی حالت میں جا لوں گا"۔

خیرالدین نے آگے بڑھ کر طرغوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم! میرے

نزدیک یورپ کے ان سات جنگی بیڑوں سے نمٹنے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ طرغوت! میرے بھائی! اگر جزیرہ ساناماورا میں تم نے دشمن کو غفلت کی حالت میں جا لیا تو ربِ عظیم کی قسم ان کی حالت ایسی ہی ہو گی جیسے تیز طوفان میں موسمِ خزاں کے اُڑتے پتے۔

خیرالدین ذرا رکا پھر صنعان، صالح اور کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "تم میں سے کسی کے پاس اگر اس کے علاوہ کوئی ایسی تجویز ہو جس پر عمل پیرا ہو کر ہم دشمن پر قابو پا سکیں تو کہو۔"

صنعان نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ "بخدا جو کچھ امیر طرغوت نے کہا ہے۔ اس سے بہتر ہمارے پاس نہیں ہے۔ اس تجویز پر ہی عمل کر کے ہم یورپ کے سات بیڑوں کو سمندر کے اندر اپنے سامنے سرنگوں کر کے رکھ دیں گے۔"

خیرالدین نے پھر طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! کم از کم کشتیوں میں کچھ جوان علیحدہ کر کے انہیں خلیج ارتا کے مشرقی دہانے پر مقرر کر دو تاکہ وہ وہاں پہرہ دیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اندریا دوریا کے لشکر کا کوئی حصہ چکر کاٹ کر خلیج ارتا میں نمودار ہو اور پھر ہماری پشت سے ہم پر حملہ کر دے۔ اس خدشے سے نمٹنے کے لیے وہ جوان وہاں پہرہ دیں گے اور اگر خطرے کی کوئی بات ہوئی تو وہ فوراً ہمیں اطلاع کر دیں گے۔ اس طرح وقت پر ہم اس خطرے کی بیخ کنی کر لیں گے۔ اب لوگ اپنی تیاری کرو۔ کل صبح ہم اپنے لائحہ عمل کی ابتدا کریں گے۔" صنعان، صالح اور کوروش چلے گئے۔ خیرالدین اور طرغوت بھی اپنے جہازوں کی طرف جا رہے تھے۔

دوسرے روز فضاؤں میں ہر طرف گہری دھند پھیلی ہوئی تھی اور ہر چیز دھندلی اور دھواں دھواں ہو کر رہ گئی تھی۔ پری ویزا کے ساحل پر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد خیرالدین اور طرغوت ساحل پر چلتے ہوئے آگ کے اس الاؤ کے پاس آئے جو ان دونوں کے خیموں کے سامنے جل رہا تھا۔ طرغوت نے الاؤ کے آسمان کی طرف

اٹھتے ہوئے شعلوں پر ہاتھ پھیلا کر اپنے آپ کو گرم کرتے ہوئے کہا۔

"امیر خیرالدین! یہ صبح بتاتی ہے کہ قدرت اس مہم میں پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی یہ دھند ہمارے لیے انتہائی سود مند ہو گی۔ میں نے اپنے چند جوانوں کو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ دُور دُور تک پھیلی ہوئی خشک گھاس، نرسل اور جھاڑیوں کو آگ لگانے کے لیے یہاں سے روانہ کر دیا ہے۔ ایک تو پہلے ہی چاروں طرف گہری دھند نے ہر چیز کو اپنے دامن میں چھپا رکھا ہے اور اس پر ساحل کے ساتھ ساتھ دھوئیں کا اضافہ ہمارے لیے بے حد سود مند ثابت ہو گا اور اس گہر اور دھوئیں کی آڑ میں جزیرہ ساناماورا میں اندریا دوریا کے آدھے لشکر کو میں جا لوں گا۔ اور اس کو جزیرہ ساناماورا سے بھاگ نکلنے پر مجبور کر کے اس پر ثابت کر دوں گا کہ خشکی پر تو سلطان سلیمان نے انہیں خوک کی طرح مار مار کر پے در پے شکستیں دی ہیں اب ہم سمندروں میں بھی ان پر اپنی فوقیت برقرار رکھنے کا فن جانتے ہیں۔ میرا خیال میں اب صبح کا کھانا کھا کر ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ میرا دل کہتا ہے ہم اندریا دوریا اور اس کے بحری امیر البحر ساتھیوں کو اس کھلے سمندر میں عبرت ناک شکست دیں گے۔"

خیرالدین نے کہا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ چاروں طرف پھیلی ہوئی یہ سمندری کہر اور دھند ہمارے لیے سود مند ثابت ہو گی۔ اس میں جب دھوئیں کا اضافہ ہو گا تو اندریا دوریا یقیناً تمہیں جزیرہ ساناماورا کی طرف جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے گا۔ طرغوت! میرے بھائی! کیا پچھلی شام تم نے خلیج ارتا کے مشرقی دہانے کی حفاظت کے لیے اپنے دستے روانہ کر دیے تھے؟"

طرغوت نے کہا۔ "میں نے آپ کے کہنے کے فوراً بعد چند دستے پانچ کشتیوں میں خوراک اور دیگر ضروری سامان کے ساتھ خلیج ارتا کے مشرقی دہانے کی طرف روانہ کر دیے تھے۔"

خیرالدین باربروسہ نے آگ کے الاؤ سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "آؤ میرے

بھائی! ہم بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں پھر اپنے رب کا نام لے کر ایڈریاٹک کے کھلے سمندر میں آتریں۔ ہمارا اب اندریا دوریا اور اس کے حواریوں کے مقابلے میں ہماری مدد کرے گا۔" دونوں آگ کے الاؤ سے ہٹ کر خیموں کی طرف جا رہے تھے۔

اپنے بحری بیڑے کا چھوٹا سا ایک حصہ خیرالدین اور طرغوت نے پری ویزا شہر کی حفاظت پر چھوڑا کیونکہ یہاں اُن کا وہ مالِ غنیمت تھا جو انہیں پری ویزا سے حاصل ہوا تھا اور جسے انہوں نے ابھی اپنے لشکر میں تقسیم کرنا تھا۔ پھر انہوں نے پری ویزا کی بندرگاہ سے ایڈریاٹک کے کھلے سمندر کی طرف کوچ کیا تھا۔

طرغوت کے روانہ کیے ہوئے لشکریوں نے پہلے ہی سمندری ساحل کے ساتھ ساتھ دُور دُور تک خشک گھاس، رسّی اور جھاڑیوں کو آگ لگا دی تھی اور اب دھوئیں کے بادل ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔

خیرالدین نے اپنے بیڑے کو آگے آگے رکھا ہوا تھا اس کے ساتھ صنعان تھا۔ طرغوت نے اپنے بیڑے کو خیرالدین کے پیچھے اوٹ میں رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ صالح تھا۔ ایڈریاٹک کے کھلے سمندر میں دونوں اکٹھے داخل ہوئے پھر یہاں سے طرغوت اپنے بیڑے کے ساتھ دائیں طرف مڑ گیا تھا اور ساحل کے ساتھ ساتھ کہر، دُھند اور دھوئیں کی آڑ میں اس نے بڑی تیزی سے جزیرہ سانتا ماورا کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ خیرالدین باربروسہ کا رُخ اب کھلے سمندر میں اندریا دوریا کے جنگی بیڑے کی طرف تھا۔ اس نے اپنی رفتار بھی پہلے سے سُست کر لی تھی۔ اس نیت سے کہ جب تک وہ اندریا دوریا پر حملہ آور ہو اس وقت تک طرغوت کو جزیرہ سانتا ماورا پہنچ کر رومۃ الکبریٰ اور وینس کے بحری بیڑوں پر ضرب لگانے کا موقع مل جائے۔

سمندر میں آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے شیر دل خیرالدین باربروسہ یورپ کے متحدہ امیر البحر اندریا دوریا کے جنگی بیڑے کی طرف بڑھا تھا۔ قریب جا کر خیرالدین نے یک دم اپنی رفتار تیز کر دی اور طوفان کی طرح وہ اندریا دوریا پر حملہ آور ہوا۔

اہلِ یورپ کو اپنے بیڑے کی برتری اور قوت پر گھمان تھا اس لیے وہ بڑے بے دھڑک ہو کر جنگ کی ابتدا کر رہے تھے اور پھر اُن کو یہ اطمینان بھی تھا کہ کھلے سمندر میں اگر وہ خیرالدین اور طرغوت کے مقابلے میں پسپا ہو گئے تو جزیرہ سانتا ماورا میں ان کے بحری بیڑے کا دوسرا نصف پڑا ہوا ہے اور جب وہ ان کی مدد کو آئے گا تو خیرالدین اور طرغوت کی حالت قابلِ دید ہو گی۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی دل جمعی تھی کہ فرانس کا بحری بیڑہ جسے محفوظ دستوں کے طور پہ استعمال کیا جا رہا تھا۔ وہ بھی یہیں کہیں ہو گا اور ضرورت کے وقت خیرالدین اور طرغوت پر حملہ کرے گا۔ انہیں خبر نہ تھی خیرالدین باربروسہ اکیلا ہی ان کے مقابلے پر آیا ہے اور طرغوت دُھند اور دھوئیں کی آڑ میں جزیرہ سانتا ماورا کی طرف نکل چکا ہے۔

سمندر کی ہموار نیلی سطح پر اور یخ بستہ سردی میں خیرالدین باربروسہ تازہ لہو کا وارث بن کر دشمن پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا پہلا حملہ ہی ایسا سخت اور جان لیوا تھا کہ اہلِ یورپ کی سوچوں کو اس نے بھڑکتے شعلوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

خیرالدین باربروسہ کے پاس چند ایسے بڑے بڑے جہاز تھے جن کے اگلے حصوں پر سٹیل کے مضبوط چھرے چڑھے ہوئے تھے۔ خیرالدین باربروسہ نے اپنے ان جہازوں کو چپوؤں کے ذریعے پوری رفتار سے حرکت میں لاتے ہوئے دشمن کے بحری بیڑے سے ٹکرا دیا تھا۔

اس اچانک ٹکراؤ میں اندریا دوریا کے کئی جہاز ٹوٹ کر سمندر میں ڈوب گئے تھے اور کئی چھوٹی کشتیاں بڑے بڑے جہازوں کے بیچ میں آ جانے کے باعث ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں۔ اس ٹکراؤ سے اندریا دوریا کے بحری بیڑے کے اگلے حصے میں بدنظمی اور بے ترتیبی پھیل گئی تھی اور پھر جب خیرالدین باربروسہ اپنے زرہ پوش ملاحوں کے ساتھ اپنے جہازوں سے نکل کر دشمن کے جہازوں میں کودتے ہوئے اُن

کا قتلِ عام شروع کیا تو اندریا دوریا کے لشکر میں بھگدڑ اور کھلبلی مچ گئی تھی۔

اندریا دوریا اپنے جنگی بیڑے کے وسط میں جنگ کی اس ابتدا کا نظارہ کر رہا تھا جب کہ خیر الدین باربروسہ اپنے ملاحوں کے آگے آگے اندریا دوریا کے ایک جہاز سے دوسرے جہاز اور ایک کشتی سے دوسری کشتی میں کودتا ہوا یورپی ملاحوں پر قہر اور عذاب بن کر نازل ہوتا جا رہا تھا۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر اندریا دوریا نے اپنے کئی جہاز اندھا دھند آگے بڑھائے لیکن اس کی ہر ترکیب ناکام ہوئی۔ خیر الدین باربروسہ اہلِ یورپ کے حواس پر ایک لافانی دیوتا بن کر حاوی ہو گیا تھا اور ان کی ساری بہادری کو اس نے ناامیدی و مایوسی کے دھارے میں اور ان کے سارے جوش و ولولے کو خواب و یاس انگیز حالت میں بدل رکھ دیا تھا۔

تھوڑی دیر کی اور ہولناک جنگ کے بعد اندریا دوریا پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور اس نے اپنے بیڑے کو پسپائی کا حکم دے دیا تھا۔ اب وہ خیر الدین کے عذاب سے بچنے کی خاطر جزیرہ سانتا ماورا کی طرف بھاگ رہا تھا۔ جب کہ خیر الدین باربروسا اس کا سایہ اور ہمزاد بن کر اس کا تعاقب کر رہا تھا اور اس کے بحری بیڑے کو مارتا کاٹتا جا رہا تھا۔

احترامِ سحر کی خاطر طیورِ بے آشیانہ ساکنانِ گم کردہ راہ کی طرح چاروں طرف پھیلی ہوئی دھند میں اپنے رب کی حمد اور توصیف کرتے ہوئے خشکی سے اڑ کر سمندر کے نیلے دامن پر پرواز کرنے لگے تھے۔ طرغوت دھند اور دھوئیں کی آڑ میں کسی تیز و تند پہاڑی چشمے کی سی سرعت کے ساتھ جزیرہ سانتا ماورا کی طرف بڑھا تھا۔ وہاں رودِ الکبری کا امیر البحر کوریزو اور وینس کا امیر البحر گری مانی اس انتظار میں تھے کہ اندریا دوریا کی طرف سے انہیں کوئی حکم ملے اور وہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لائیں لیکن اچانک کسی افسانوی شخصیت کی طرح طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ دھند کی پھیلی چادر کے اندر سے نمودار ہوا۔

طرغوت نے راستے میں ہی ایک پیش بینی یہ کی تھی کہ اس نے اپنے جہازوں اور کشتیوں سے اپنے علم اتار کر اندریا دوریا کے پرچم لہرا دیے تھے۔ کوریزو اور گری مانی یہ سمجھے کہ شاید اندریا دوریا خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانے کے بعد اپنی حالت مضبوط اور درست کرنے کے لیے ان کی طرف آیا ہے اس لیے انہوں نے کوئی اثر نہ لیا تھا۔

لیکن قریب آ کر جب ایک روحانی کیف، ایک وجدانی لذت میں طرغوت جب ان پر حملہ آور ہوا تو اس نے دشمن کے ملاحوں کو نوشیوں کے گرد و غبار اور ریگستان میں اٹھتے گرداوڑ کی طرح اڑا کر رکھ دیا تھا۔

مسلمان طرح آندھیوں کے جھکڑ بن کر حملہ آور ہوئے تھے اور دشمن کی ہستی اور عدم کو ایک کر کے رکھ دیا تھا۔ کوریزو اور گری مانی کو علم ہو گیا تھا کہ طرغوت ان پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنے بحری بیڑوں کو سنبھال کر طرغوت کے سامنے جم جانے کی سعی کی تھی لیکن ان کی ہر دلیل و وضاحت، ہر کوشش و کاوش اور ہر شرح و بسط کو مسلمانوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

اپنے چار سو کے بحری گلماٹے کی مدد سے طرغوت نے دشمن کے کئی سرکردہ کمانداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ حیات بعد الموت کی بقا کے لیے لڑنے والے مسلمانوں نے دشمن کو اپنے سامنے اپنے تیز حملوں سے مجبور اور بے بس کر کے انہیں لوہے کی مچھلیں نڈھال کر کے رکھ دی تھیں۔

دشمن کے وسط میں جنگ کرتے ہوئے طرغوت نے اپنے ملاحوں کو جنہوں نے دشمنوں کے جہازوں اور کشتیوں کے اندر گھس کر طلسماتی انداز میں زندگی موت کا انتہائی مہلک کھیل شروع کر رکھا تھا مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے جان نثار ساتھیو! اس دشمن جیسے ان گنت باؤلے کتے آغازِ اوّل سے اللہ کے عَلم پر بھونکتے آئے ہیں اور

والو اجنگ رجیم وملعون ابلیس کی طرح وسوسے ڈالتے رہے ہیں۔ اللہ اکبر پکار کر اپنے رب کو یاد کرو اور آؤ ان دشمنوں کا بوجھ اپنی قوت کے شانوں سے اتار پھینکیں۔ ایک بار ایک جان ہو کر اس حملے کو آخری حملہ سمجھ کر دشمن پر ٹوٹ پڑو اور ان کی حالت دگرگوں کر دو۔ کیا قرنہا قرن سے اللہ کے بندے شیاطین سے ایسا ہی سلوک نہیں کرتے آئے۔ اس دشمن کو یک چشم آدرث کی طرح مار مار کر انہیں انسانی تمدن کی روشنی سے روشناس کر دو۔ آؤ، میرے ساتھیو! آؤ ساتا مادرا کے اس اجنبی ساحل پر اللہ اکبر کا نعرہ ماریں اور دشمن کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اس پر گومگو کی حالت طاری کر دیں۔"

طرغوت کے ان الفاظ کا ایسا طلسماتی اثر ہوا کہ مسلمان مجاہدین دھوئیں سے شعلہ اور خاک سے جوالا مکھی بن کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور دشمن کے اندر اپنے جان لیوا حملوں اور اللہ اکبر کی بلند تکبیروں سے ایک خوف، ایک کپکپی اور کھلبلی طاری کر دی تھی۔

روحۃ الکبریٰ کے امیر البحر کوریند اور وینس کے امیر البحر گری مانی کو ایسی ذلت آمیز شکست ہوئی کہ وہ اپنے پیچھے اپنے ان گنت آگ لگے جہاز اور جزیرہ ساتا مادرا میں اپنے قیمتی خوراک اور سامان جنگ کے ذخیرے چھوڑ کر اپنے بچے کھچے بحری بیڑے کے ساتھ شمال مغرب کی طرف بھاگ گئے تھے۔

کھلے سمندر کے اندر طرغوت نے تھوڑی دور تک دشمن پر وحشیانہ تیر اندازی کر کے اس کا تعاقب کیا پھر وہ فوراً پلٹا۔ اپنے بحری بیڑے کے جہازوں اور کشتیوں سے اندریا دوریا کے پرچم اتار کر اپنے علم لہرا دیئے اور پھر وہ خیر الدین باربروسہ سے جنگ کرنے والے اندریا دوریا اور مالٹا کے گرینڈ ماسٹر کے نائب کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ سمندر کے اندر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اس نے دیکھا ایک بحری بیڑہ بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا جس کے جہازوں پر اندریا دوریا کے پرچم لہرا رہے تھے۔ طرغوت سمجھ گیا کہ یہ اندریا دوریا اور مالٹا کے امیر البحر کا لشکر ہے جو خیر الدین باربروسہ اور صنعان کے ہاتھوں شکست اٹھا کر جزیرہ ساتا مادرا کی طرف اپنے بیڑے کے دوسرے حصے سے ملنے کی خاطر آ رہا ہے۔

طرغوت نے فوراً صالح کو بھی متنبہ کر دیا اور انہوں نے اپنے جہازوں کی رفتار پہلے کی نسبت تیز کر دی تھی۔ مسلمان ملاح اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے بڑی تیزی سے چپو چلا کر اپنے جہازوں کو بڑی سرعت کے ساتھ آگے بڑھانے لگے تھے۔

بحیرہ اڈریاٹک کے اس کھلے سمندر میں طرغوت نے بھی باربروسہ جیسا طریقہ استعمال کیا۔ اس نے اپنے چوڑے پیندے والے ان جہازوں کو آگے رکھا جن کے سامنے والے حصے پر پیتل کے مضبوط اور موٹے پترے چڑھے ہوئے تھے۔ پھر طرغوت اور صالح نے ان جہازوں کو اندریا دوریا اور مالٹا کے امیر البحر کے جہازوں سے ٹکرا کر انہیں اپنے سامنے رک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

اب اندریا دوریا اور مالٹا کے امیر البحر کے جنگی بیڑے کی حالت ابتر ہو گئی تھی۔ ان کے سامنے سے طرغوت اور صالح بے رحم بحری طوفان کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے تھے جبکہ ان کی پشت سے خیر الدین باربروسہ اور صنعان نے تیز اور گرم پرواز شاہینوں کی طرح ان پر جھپٹنا شروع کر دیا تھا۔

اس دو طرفہ عذاب سے بچنے کی خاطر اندریا دوریا اپنے بحری بیڑے کو وہاں سے نکال کر دائیں جانب فرار ہو گیا۔ خیر الدین اور طرغوت نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے اس کے ملاحوں کو قتل اور جہازوں کو آگ لگا کر ان کی تعداد کم کی پھر وہ مڑ کر جزیرہ ساتا مادرا میں آئے۔ یہاں ان کے ہاتھوں دشمن کی خوراک نقدی اور جنگی ہتھیاروں کے بڑے بڑے ذخیرے لگے جنہیں اپنے جہازوں پر لاد کر وہ پری ویزا کی بندرگاہ کا رخ کر رہے تھے۔

ایک کشتی سے دوسری کشتی، ایک جہاز سے دوسرے جہاز اور ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے یہ خبر اڑتے ہوئے پورے یورپ اور ایشیا میں پھیل گئی تھی کہ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے پری ویزا کی جنگ میں پورے یورپ کی بحری قوت کو ہولناک اور عبرت خیز شکست دی ہے۔

خیرالدین باربروسہ اور طرغوت پری ویزا کی بندرگاہ آئے۔ یہاں انہوں نے سارا مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کیا اور اس کے چھ حصے کیے۔ تین حصے اپنے لشکر میں تقسیم کرنے کے لیے، چوتھا سلطان سلیمان کے لیے، پانچواں الجزائر اور چھٹا اپنی جنگی تیاریوں پر خرچ کرنے کے لیے۔

پہلے انہوں نے اپنے لشکر میں مالِ غنیمت تقسیم کیا پھر خیرالدین نے ایک کشتی میں ان مجاہدین کے حصے کا مالِ غنیمت علیحدہ کیا جو خلیج ارتا کے دہانے پر پہرہ دینے کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ کشتی خیرالدین نے طرغوت کے حوالے کی تاکہ وہ خود جاکر ان مجاہدوں میں ان کے حصے کا مالِ غنیمت انصاف سے تقسیم کر آئے۔ طرغوت چند ملاحوں کے ساتھ اس کشتی میں خلیج ارتا کے مشرقی دہانے کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

بدقسمتی سے طرغوت جب مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی خاطر خلیج ارتا کے مشرقی دہانے پر آیا تو وہاں دشمن کے پندرہ جہاز اور کچھ جنگی کشتیاں کھڑی تھیں انہوں نے طرغوت کو گھیر لیا۔

طرغوت اس بحری بیڑے کو جان گیا کہ وہ سمندر کے اندر بائیں طرف سے ایک لمبا چکر کاٹ کر وہاں پہنچا ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ وہ مسلمان ملاح جو خلیج ارتا کے اس مشرقی دہانے پر پہرہ دے رہے تھے انہیں ان حملہ آوروں نے قیدی بنا رکھا تھا۔ اس موقع پر دشمن سے جنگ خودکشی کے مترادف تھی۔ لہذا طرغوت پر انہوں نے بآسانی قابو پا لیا۔

اس یورپی بحری بیڑے کا کمانڈر اندریا دوریا کا بھتیجا جیوانیتو دوریا

تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ اس نے مسلمانوں کے امیرالبحر طرغوت کو گرفتار کر لیا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ تو بادلِ نخواستہ مسلمانوں کی پشت سے حملہ آور ہونے کو آیا تھا لیکن جب اسے پتہ چلا کہ اس نے طرغوت کو گرفتار کر لیا ہے تو اس نے اسے اپنی بہت بڑی فتح جانا اور وہ مسلمان قیدیوں کو لے کر خیرالدین کے عذاب سے بچنے کی خاطر پناہ لینے کے لیے مالٹا کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

طرغوت کو انہوں نے ایک اطالوی کشتی کے چپو چلانے کے لیے لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑ دیا تھا۔ جیوانیتو دوریا طرغوت کے پاس آیا اور طنزاً کہا۔ "یورپ کے لوگ تمہیں بحری بدمعاش کہہ کر پکارتے ہیں۔ کیا ہم نے تم پر قابو پا کر ایک عظیم معرکہ نہیں مارا؟"

طرغوت نے زہریلے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میں مسلح ہوتا اور تمہارے ان پندرہ جہازوں کے مقابلے میں میرے پاس صرف دو جہاز بھی ہوتے تو میں خلیج ارتا کے دہانے پر یقیناً بحری بدمعاش ہو کر ہی تم پر وارد ہوتا۔ اور موت کو تمہارا مقدر بناتا۔"

جیوانیتو نے کہا۔ "تمہارے بدلے میں ہم خیرالدین سے ایسے مطالبات کریں گے جن سے ہماری اس بحری شکست کے نقصانات کی کسی حد تک تلافی ہو جائے گی۔"

طرغوت نے کہا۔ "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے مجھ پر قابو پا لیا ہے تو میری زنجیریں کھولو اور میرے مقابلے پر آؤ۔ جنگ کے کسی بھی فن میں تم مجھے اگر مات کر گئے تو میں سلطان سلیمان کے نائب امیرالبحر کی حیثیت سے کنارہ کش ہو کر گوشہ گیری اختیار کر لوں گا۔"

غصے اور خجالت میں جیوانیتو دوریا نے پوری قوت سے آٹھ دس کوڑے طرغوت کی پیٹھ پر دے مارے۔ طرغوت کا لباس پھٹ گیا اور اس کی پیٹھ زخمی ہو گئی لیکن اس نے کمال ضبط و صبر کا اظہار کرتے ہوئے جیوانیتو دوریا سے کہا۔ "اگر

میرے رب نے کبھی مجھے موقع فراہم کیا تو میں تم سے ان کوڑوں کا بڑا بھیانک انتقام لوں گا۔"

جووانیتو نے غصے کے عالم میں طرغوت کو تین چار کوڑے اور مارے ساتھ ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو خلیج ارتا کے اس مشرقی دھانے سے مالٹا کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

طرغوت اب اس بحری بیڑے کی اطالوی کشتی کے چپو چلا رہا تھا جو اسے لے کر بڑی تیزی سے مالٹا کی طرف جا رہا تھا۔

پری ویزا کے ساحل پر آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا خیرالدین باربروسہ بڑی بے چینی سے طرغوت کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا وہ فکر مند تھا کہ طرغوت نے اس قدر دیر کیوں لگائی ہے۔ اس کے پاس صنعان، صالح اور کورروش بھی الاؤ کے گرد کھڑے تھے اور آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے شعلوں پر انھوں نے اپنے ہاتھ پھیلا رکھے تھے۔

خیرالدین گم سم سی حالت میں کھڑا تھا۔ وہ کسی مجسمے کی طرح سوچ کے شعلوں میں کھویا ہوا تھا اور اس کے منجمد ہونٹ اس کے ذہن میں اٹھتی پریشانی کی غمازی کر رہے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور مغربی افق پر چاند سنہری ہلال کی صورت میں چمک رہا تھا۔ ہوا کے تیز جھونکے سمندر کے خیالات کو اتھل پتھل کر رہے تھے۔ اور رقص کرتی لہریں ساحل سے ٹکرا کر بے جان ہو رہی تھیں۔

خیرالدین باربروسہ طرغوت سے متعلق اپنے قریب کھڑے صنعان، صالح

اور کوروش سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بائیں طرف خلیج ارتا کی جانب سمندر کی تنگ پٹی کے اندر آدھی رات کے جگنوؤں کی طرح خیر الدین کو ایک روشنی دکھائی دی۔ خیر الدین کے منجمد ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کر گئی اور اپنے سامنے کھڑے صنعان کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

"صنعان! صنعان! طرغوت آ رہا ہے۔ وہ دیکھو خلیج ارتا کی طرف دکھائی دینے والی روشنی یقیناً اسی کی کشتی کی ہے۔ وہ آئے تو پھر آگ کے اسی الاؤ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔"

صنعان، صالح اور کوروش بھی بڑی بے چینی سے اس روشنی کی طرف دیکھنے لگے تھے جو خلیج ارتا کی طرف سے پری ویزا شہر کی طرف آ رہی تھی۔

جب وہ روشنی نزدیک آئی تو خیر الدین آگ کے جلتے الاؤ سے ہٹ کر سمندر کے کنارے آ کھڑا ہوا تھا۔ صنعان، صالح اور کوروش اس کے ساتھ تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کشتی انہیں صاف دکھائی دینے لگی۔ پھر وہ کشتی ان کے سامنے کنارے پر آ لگی۔ خیر الدین باربروسہ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا کیونکہ اس کشتی میں طرغوت نہ تھا۔ بلکہ اس کشتی میں آنے والے وہ ملاح تھے جنہیں طرغوت نے خلیج ارتا کے مشرقی دھانے کی حفاظت کے لیے روانہ کیا تھا۔

اس کشتی سے پانچوں ملاح نیچے اترے پھر ان میں سے ایک خیر الدین باربروسہ کے نزدیک ہوا اور کانپتی لرزتی آواز میں اس نے کہا۔ "اے امیر محترم! ہم امیر طرغوت کے متعلق ایک بُری خبر لائے ہیں۔ یورپی امیر البحر اندریا دوریا کا بھتیجا جوانیتو دوریا امیر طرغوت کو گرفتار کر کے ماٹا کی طرف لے گیا ہے۔"

خیر الدین نے اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے جاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم کیسی بُری خبر سنا رہے ہو۔"

اس ملاح نے کہا۔ "اندریا دوریا نے اپنے بھتیجے جوانیتو کو ایک بحری بیڑے کے ساتھ خلیج ارتا کی طرف روانہ کیا تھا کہ وہ جنگ کی صورت میں خلیج ارتا سے نکل کر

پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو لیکن جوانیتو جنگ سے جی چراتا ہوا آہستہ آہستہ خلیج ارتا کی طرف بڑھا۔ راستے میں ہی اسے اپنے بحری بیڑے کی شکست کی خبر مل گئی لیکن وہ رسم پوری کرنے کی خاطر خلیج ارتا کے دھانے پر آیا۔ اس کی نظر ہم پر پڑی اور ہمیں گھیر کر اس نے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد آج جب امیر طرغوت مال غنیمت تقسیم کرنے کی خاطر وہاں پہنچے تو انہیں بھی جوانیتو دوریا نے اپنے جنگی جہازوں اور کشتیوں سے گھیر لیا اور انہیں گرفتار کر کے وہ ماٹا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہم کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ اس نے امیر طرغوت کو زنجیروں میں جکڑا ان سے چپو چلوائے اور کوڑے سے انہیں مارا۔

اس ملاح نے ذرا رک کر اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "سمندر میں کافی آگے جا کر اس نے ہم پانچوں کو تو آپ کی طرف روانہ کر دیا اور امیر طرغوت کے علاوہ ہمارے دوسرے ساتھیوں کو بھی لے کر وہ ماٹا کی طرف چلا گیا ہے۔ وہ اب امیر طرغوت کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

اس نے ہمیں آپ کے نام پیغام دیا تھا کہ اگر آپ پری ویزا شہر خالی کر دیں اور اس جنگ میں ہونے والے اندریا دوریا کے نقصانات کی تلافی کرنے کے علاوہ دس لاکھ سنہری سکے نقد ادا کریں تو امیر طرغوت کو رہا کیا جا سکتا ہے۔"

غصے اور غضب کی حالت میں خیر الدین نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کھولتے لہجے میں اس نے کہا۔ "جوانیتو بکتا ہے۔ میرے بھائی کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ استعمال نہیں کر سکتے۔ ان اخلاقی اور روحانی طور پر روبہ انحطاط لوگوں کو میں عبرت خیز درس دوں گا۔ میں ان کے ان قلعوں اور شہروں کو نیست و نابود کرتا چلا جاؤں گا جن کے اندر وہ طرغوت کو محبوس کر کے رکھیں گے۔ میں طرغوت کو رہا کراؤں گا اور جو بھی یورپی جرنیل میرے سامنے آیا میں اس ملعون و مذموم کو جنگلی سور جان کر زمین پر پٹخ دوں گا۔"

خیر الدین باربروسہ چند ثانیوں تک قدیم زبانوں کے کسی حرف شناس کی طرح خاموش رہا۔ دل کی صداؤں اور سوچوں کے بوجھ تلے وہ کسی اسرار آمیز کھوج اور

کشمکش میں غرق رہا اور اس کا وہ ہاتھ جس میں اس نے تلوار تھام رکھی تھی برہمی اور غصّے کی حالت میں کانپ لرز رہا تھا۔

اچانک خیرالدین بار بروسہ کسی نتیجے پر پہنچ گیا اور صنعان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "صنعان! صنعان! میں ابھی یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ اگر لشکری کھانا کھا چکے ہوں تو انہیں جہازوں میں سوار کر دو۔ میں بڑی عجلت میں یہاں سے کوچ کروں گا۔"

خیرالدین کو غصّے کی حالت میں دیکھ کر صنعان نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔ "اے امیر! آپ بھی تو کچھ کھا لیں۔ امیر عروج کے انتظار میں آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ میں، صالح اور کوروش تو کھانا کھا چکے ہیں۔"

خیرالدین نے خفگی میں کہا۔ "عروج اس وقت کسی زنداں کی سرد کوٹھڑی میں پڑا ہوگا۔ ایسے میں کیونکر نوالہ میرے حلق سے نیچے جا سکے گا۔ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک عروج کی رہائی کا کوئی سامان نہیں کر لیتا۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں اپنے ذہن میں جو لائحہ عمل تیار کر چکا ہوں اسے عملی صورت دینے کے لیے میں تاخیر نہیں کرنا چاہتا۔" خیرالدین سب کو لے کر اپنے جہازوں کی طرف جا رہا تھا۔

✷

اپنے پورے بحری بیڑے کے ساتھ خیرالدین بار بروسہ پری ویزا کی بندرگاہ سے کوچ کر گیا۔ وہ سخت غضب کی حالت میں تھا۔ اس کا رُخ شمال مغرب کی طرف تھا۔ اس کے لشکری جان گئے تھے کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

خیرالدین بار بروسہ اور عروج کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اندریا دوریا اطالوی ساحل پر کاشترو کی بندرگاہ پر جا رکا تھا۔ یہاں ٹھہر کر اس نے یورپی حکمرانوں سے کمک کے لیے درخواست کی تھی۔ اس کے علاوہ وہ فرانسیسی بیڑے کا انتظار کرنے لگا جسے محفوظ دستوں کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔

اندریا دوریا خیرالدین بار بروسہ اور عروج سے اپنی شکست کا بدلہ لیے بغیر چارلس کا سامنا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے پھر جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی لیکن خیرالدین بار بروسہ نے اس کے سارے عزائم کو راکھ بنا کر رکھ دیا۔ اندریا دوریا کے گمان میں بھی نہ تھا کہ خیرالدین کاشترو کی بندرگاہ تک بھی آ سکتا ہے۔ اس لیے وہ یہاں غفلت کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔

آدھی رات کے قریب خیرالدین بار بروسہ نے اندریا دوریا کے بحری بیڑے پر شب خون مارا۔ اندریا دوریا نے سنبھل کر اپنی پوری ذہانت سے مقابلہ کیا لیکن بار بروسہ نے ایسی یک جہتی اور تنظیم کے ساتھ حملہ کیا تھا کہ اس نے اندریا دوریا کی ساری دانائی و فراست اور آثار و افکار کو منجمد کر کے رکھ دیا تھا۔

اُونٹ کی طرح مستقل مزاج عرب جنگ میں دشمن کے مساوی ہو رہے تھے۔ پیدائشی جنگجو اور بہادر تُرک پردۂ خفا سے ظاہر ہونے والی عجیب سی قوتِ حیات و نمود کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلواروں کا کھیل کھیل رہے تھے اور سیاہ فام افریقی بربر دشمن کے عقل و شعور پر حاوی ہو کر جرأت و شجاعت کے نئے شوق اور انوکھی حدیثیں تحریر کر رہے تھے۔

رات کے سرد سناٹے میں خیرالدین بار بروسہ اپنے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں مشعل گھماتا ہوا اس تیندوے کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا۔ جو رات کی تاریکی اور گھنے جنگل میں پہاڑی بکریوں میں جا گھسا ہو۔

اپنے رب کی رضا جوئی میں مسلمان طلاطم بہ لمحہ تیز ہوتی اور چڑھتی دھوپ کی مانند دشمن پر سوار ہوتے جا رہے تھے اور ان کے سامنے دشمن کے جہازوں اور کشتیوں کے اندر محبوس چیخیں اور کربناک آہیں بلند ہو رہی تھیں۔

ایک عبرت خیز شکست اٹھانے اور اپنے آدھے بیڑے کو ضائع کرانے کے بعد اندریا دوریا اپنے بیڑے کے ایک حصّے کے ساتھ مغرب کی طرف فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن خیرالدین بار بروسہ اپنا مطلب حاصل کر چکا تھا۔ اس نے نہ صرف یورپی

بحری بیڑوں کو دوبارہ شکست دے کر اس کے کافی جہازوں پر قبضہ کر لیا تھا بلکہ اس
نے اس جنگ میں وینس کے امیر البحر گری مانی، روڈس الکبریٰ کے امیر البحر کورینڈو اور
مالٹا کے امیر البحر مارتے نن گو کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

جب صبح ہوئی تو خیر الدین باربروسہ نے اپنے لشکر کے ساتھ اس اطالوی ساحل
پر قیام سمندر کے کنارے کنارے خیموں کا ایک شہر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ خیر الدین باربروسہ
نے اپنے اپنے لشکر کے کھانے کا انتظام کیا۔ جنگی قیدیوں کو بھی اس نے ایسا ہی کھانا دیا
جیسا اس نے خود کھایا۔ پھر وہ صنعان، صالح اور کورڈش کے ساتھ اپنے خیمے میں
آیا اور یورپ کے وہ تین امیر البحر جو جنگ میں گرفتار کیے گئے تھے انہیں اس نے
طلب کیا۔ تھوڑی دیر بعد مارتے نن گو، کورینڈو اور گری مانی کو اس کے سامنے
پیش کیا گیا۔

وہ تینوں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور جب انہیں خیر الدین باربروسہ
کے سامنے پیش کیا گیا تو چند ثانیوں تک وہ انہیں ایسی سختی اور قہرمانیت سے دیکھتا
رہا جیسے وہ ابھی اُٹھ کر کسی غضب ناک شاہین کی طرح جھپٹے گا اور انہیں زمین بوس
کر کے رکھ دے گا۔

اچانک خیر الدین باربروسہ نے اپنی پُرعتاب آواز میں بولتے ہوئے کہا: "صنعان!
اس ملاح کو طلب کیا جائے جو جوانیتو کے ہاتھوں میرے بھائی طرغوت کے گرفتار ہونے
کی خبر لے کر آیا تھا۔"

صنعان کے اشارے پر ایک سپاہی بھاگتا ہوا اس ملاح کو بلانے چلا گیا تھا۔ خیر الدین
چند ثانیوں تک ان تینوں کو غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے وینس کے امیر البحر گری مانی کو مخاطب
کر کے کہا۔

"اے پیلی رنگت اور بوجھل آنکھوں والے بھیڑیے! تو نے کیا سمجھ کر اس جنگ
میں حصہ لیا۔ تُو اس وقت کہاں تھا جب میں نے مشرقی بحیرہ روم میں پچیس جزیروں
کو تسخیر کرنے کے علاوہ یونان کی بندرگاہ، نو لیا اور مالولیا کو اپنا ہدف بنایا تھا۔ تُو صرف

زربفت کی پوشاکیں، کمخواب کے ملبوسات پہننا جانتا ہے اور اپنے طُرّے کی کلاہ کو
بلند رکھنا جانتا ہے۔ تو احمق ہے۔" اب خیر الدین نے روڈس الکبریٰ کے امیر البحر کو مخاطب
کر کے کہا۔ "تو اس وقت کہاں تھا جب میں اور طرغوت نے سینٹ ڈول سیل کا سفر طے کر
کے تمہارے ملک میں داخل ہوئے اور جنوب کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ تُو اس وقت
کہاں تھا جب یورپ کی حسین ترین لڑکی جو لیا گونزاگا کو ہم نے جا لیا تھا۔ وہ ہم
سے خوفزدہ ہو کر اپنے ستر کا خیال کیے بغیر جاگ کھڑی ہوئی اور میں نے اس پر اسی کا
لباس ڈال کر اسے عزت کا وقار بخشا۔ تیری نگاہوں میں کیسی بے بسی اور تیرا ذہن کیا
افسردہ ہے۔ تجھے جنگ سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے تو جاہل ہے۔"

پھر خیر الدین نے مارتے نن گو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اے کوہستانی چیل!
تو کب تک اپنی جھوٹی انا کی خاطر جنگ کرتا رہے گا۔ تیرا گرینڈ ماسٹر کب تک تجھے تیرے
سن و سال کا خیال کیے بغیر جنگ کے شعلوں میں گیلی لکڑی کی طرح سلگنے کو جھونکتا رہے
گا۔ کیا تجھے میرے محترم سلطان نے روڈس سے بے عزت کر کے نہ نکالا تھا کہ تجھے تیرے
بھائی طرغوت نے کھلے سمندر میں شکست دے کر تمہیں زنجیر میں جکڑ نہ دیا تھا۔ پھر تو
کس آس پہ جنگ کا رُخ کرتا ہے۔ تو اب جنگ کے خیمہ و خرگاہ کے اصول بھول
گیا ہے۔ تو اب قاقم کی ٹوپی سر پر رکھ یا زیادہ اور گھنے پیچ کا عمامہ باندھ اس میں
سُرخاب کے پَر لگا اور گوشہ گیر ہو جا۔ تو اب مجرب بکریوں کا گوشت کھا کر اپنی
زندگی گزار دے۔ مالٹا والوں کے لیے تو اب ظلمت میں تو ثابت نہیں ہو سکتا
ہے کہ تو اب گھبرو اور ثمربار نہیں رہا۔"

اتنے دیر تک وہ ملاح بھی آ گیا جسے خیر الدین باربروسہ نے طلب کیا تھا۔
خیر الدین نے صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "صالح! میرے دوست! مالٹا کے
قیدیوں میں سے کم از کم تیس کو دو کشتیوں میں سوار کر کے مالٹا کی طرف روانہ کر دو۔
انہیں کہو۔ مالٹا میں جو وانیتو دو دیا کو جا کر یہ پیغام دیں کہ ہم نے جنگ میں مارتے نن گو
کورینڈو اور گری مانی کو گرفتار کر لیا ہے۔ اگر وہ طرغوت کو رہا کر دیں تو ہم ان تینوں

کو آزاد کر دیں گے۔

انہیں کہو کہ میں مالٹا کے جنوب میں دس میل کے فاصلے پر اپنے بحری بیڑے کے ساتھ لنگر انداز ہو کر انتظار کروں گا۔ جب طرغوت رہا ہو کر وہاں میرے پاس پہنچ گیا تو میں ان تینوں کو بھی رہا کر دوں گا اور اگر انہوں نے طرغوت پر ظلم کیا۔ اس پر سختی کی یا اسے رہا کرنے سے انکار کیا تو قسم ہے مجھے اپنے رب عظیم کی میں مالٹا پر حملہ آور ہوں گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ، پتھر سے پتھر بجا کر رکھ دوں گا۔"

صالح اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا خیرالدین کے اس خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔ خیرالدین باربروسہ اب اس ملاح کو مخاطب کرتے ہوئے۔

"اے میرے عزیز! ان تینوں کو میرے جہاز میں ایسے ہی زنجیروں میں جکڑ کر باندھ دو جیسے میرے بھائی طرغوت کو جوانیتو نے اطالوی کشتی میں باندھا تھا اور ان پر ایسے ہی کوڑے برساؤ جیسے طرغوت کو مارے گئے تھے۔ اس کام میں صنعان اور کوروش بھی تمہاری مدد کریں گے۔"

صنعان اور کوروش اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس ملاح کے ساتھ وہ یورپ کے ان تینوں امراء البحر کو لے کر باہر نکل گئے تھے۔ خیرالدین باربروسہ نے اس اطالوی ساحل اور کاسترو کی بندرگاہ سے مالٹا کی طرف کوچ کر جانے کا حکم دے دیا تھا۔

آس پاس کے سارے جزیروں اور یورپی ممالک میں یہ خبر تیز و تند آندھی کی طرح پھیل گئی تھی کہ طرغوت کو اندریا دوریا کے بھتیجے جوانیتو دوریا نے گرفتار کر لیا ہے۔ جب وہ کشتی جس کے اندر طرغوت کو لوہے کی بھاری زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ مالٹا کے ساحل پر لگی تو لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو طرغوت کو دیکھنے وہاں جمع ہو گیا تھا۔

جوانیتو نے سخت حفاظتی پہرے میں طرغوت کو کشتی سے اتارا۔ مالٹا کے مرد اور عورتیں سلطان سلیمان کے اس نائب جیالے کو دیکھنے بُری طرح اُمڈ آئے تھے۔ جس وقت طرغوت کو بندرگاہ سے مالٹا کے حفاظتی قلعے کی طرف لے جایا جا رہا تھا اور جوانیتو اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ لادلیت نام کا ایک مالٹا کا نائٹ طرغوت کے قریب آیا۔ یہ نائٹ ایک بار جنگ میں قیدی ہو کر طرغوت کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس وقت جب سسلی کے ساحل کے قریب طرغوت نے مالٹا کے بحری بیڑے کو عبرت ناک شکست دے کر ان کے امیر البحر بارتے نن گو کو گرفتار کر لیا تھا۔ طرغوت نے اس نائٹ کو بیماری کے باعث رہا کر دیا تھا۔

وہ نائٹ طرغوت کے سامنے آیا اور بڑے احترام اور بڑی عقیدت مندی سے اس نے اطالوی میں طرغوت کو مخاطب کر کے کہا۔ "سینور دراگوت! اسانزا دے گوریرا (جناب دراگوت! جنگ میں تو یہی کچھ ہوتا ہے)"

طرغوت اس نائٹ کو پہچان گیا اور شناسا لہجے میں اس نے کہا۔ "ای مانتحادے فورتونا" (کبھی ایک کی قسمت اور کبھی دوسرے کی)

جوانیتو نے طرغوت کو قلعے کے ایک مضبوط کمرے میں بند کر دیا اور چند قابلِ اعتبار لوگوں کو اس نے اندریا دوریا کی طرف روانہ کر دیا تھا کہ طرغوت کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے اس سے احکامات حاصل کیے جائیں۔ طرغوت کے ساتھ جو دوسرے مسلمان ملاح قید ہوئے تھے انہیں بھی اسی قلعے کے اندر بند کر دیا گیا تھا۔

ایک روز جوانیتو مالٹا کے ساحل پر کھڑا تھا کہ ایک کشتی بندرگاہ کی طرف آتی دکھائی دی۔ جوانیتو کا خیال تھا کہ وہ لوگ واپس لوٹ آئے ہیں جنہیں اس نے اندریا دوریا کی طرف طرغوت سے متعلق احکامات لینے کو روانہ کیا تھا۔ لیکن وہ کشتی جب ساحل پر آ کر رکی تو اس میں جوانیتو کے آدمیوں کے بجائے حسین جولیا گونزاگا اپنے ملاحوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

جولیا ساحل پر اتری اور سیدھی اس طرف آئی جہاں جوانیتو کھڑا تھا اس نے جوانیتو کو ہی مخاطب کر کے کہا۔ "مجھے اندریا دوریا کے بھتیجے جوانیتو سے ملنا ہے۔ میں نے سنا ہے وہ ان دنوں مالٹا میں ٹھہرا ہوا ہے۔"

جوانیتو نے جولیا کے حسن اور اس کی طلسماتی شخصیت کو حیرت اور اچنبھے

پی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں ہی اندریا دوریا کا بھتیجا جوانیتو دوریا ہوں۔ کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

جولیانے ذرا نزدیک ہوتے ہوئے کہا: "میں فونڈی کی جولیا گونزاگا ہوں۔ تمہیں یقیناً خبر ہوگی۔ میں نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو خیر الدین باربروسہ کو زندہ یا مردہ میرے سامنے پیش کرے میں اس سے شادی کر لوں گی۔"

جوانیتو نے ایک غلط نگاہ جولیا پر ڈالی اور بدنیتی کے اظہار میں اس نے کہا۔ "میں نے طرغوت کو گرفتار کیا ہے۔ کیا اب تم میرے ساتھ شادی کر لوگی۔ اگر ایسا ہو گیا تو میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں گا جسے تم جیسی حسین اور سحر خیز بیوی ملی۔"

جولیانے جوانیتو کو ٹالنے کی خاطر کہا: "میرا دعویٰ صرف ایک کے لیے نہیں بلکہ میری شرط یہ تھی کہ میں اس سے شادی کروں گی جو خیر الدین باربروسہ اور طرغوت دونوں کو میرے سامنے پیش کرے گا۔"

جوانیتو نے پُر امید ہو کر پوچھا۔ "اگر میں خیر الدین باربروسہ کو بھی گرفتار کر لوں پھر؟"

جولیانے کہا۔ "تب میں تم سے شادی کروں گی اور مجھے تمہاری رفاقت پر فخر ہوگا۔"

جوانیتو نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ "تم پھر مطمئن رہو تمہاری خاطر ایک روز میں یہ کام بھی کر گزروں گا۔"

جولیانے پُر امید نگاہوں سے جوانیتو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا طرغوت کو تم میرے حوالے کر دو گے تاکہ میں اپنی خواہش کے مطابق اس سے سلوک کروں اور پھر خیر الدین باربروسہ کے آنے کا انتظار کروں تاکہ تم مجھ سے شادی کرنے کے حق دار بن سکو۔"

جوانیتو نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میں نے طرغوت کے متعلق احکامات حاصل کرنے کے لیے اپنے کچھ آدمی اندریا دوریا کی طرف روانہ کر رکھے ہیں۔ دیکھیں وہ اس کے متعلق کیا احکامات جاری کرتا ہے۔"

جولیانے اداس لہجے میں کہا۔ "اگر اندریا دوریا نے طرغوت کو قتل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے تو وعدہ کرو تم طرغوت کو اس وقت تک قتل نہ کرو گے جب تک میں خود جا کر اندریا دوریا سے بات نہیں کر لیتی۔"

جوانیتو نے بڑی فراخ دلی سے کہا۔ "ہاں! میں اس امر کا تمہارے ساتھ ضرور وعدہ کرتا ہوں۔"

جولیانے اس بار بشاشت آمیز مسکراہٹ اور اپنے قاتل لہجے میں کہا: "کیا ایسا ممکن ہے کہ میں ابھی اور اسی وقت طرغوت کو دیکھ سکوں۔"

جوانیتو نے جولیا کی ہمدردیاں اور اس کی رغبت حاصل کرنے کی خاطر فوراً کہا: "کیوں نہیں! تم میرے ساتھ آؤ۔ میں ابھی طرغوت سے تمہیں ملاتا ہوں۔ اسے میں نے قلعے کے ایک کمرے میں قید کر رکھا ہے۔" جوانیتو اور اس کے دو ساتھی جولیا کو لے کر مالٹا کے اس قلعے کی طرف چل دیئے تھے جس کے ایک ٹھنڈے کمرے میں طرغوت بند تھا۔

جوانیتو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جب ان کمروں سے نزدیک پہنچا جن میں طرغوت اور دوسرے مسلمان ملاح بند تھے تو مالٹا کا وہی نائٹ جس کا نام لاودیت تھا اور جس نے ساحل پر طرغوت سے گفتگو کی تھی پیچھے سے بھاگتا ہوا آیا اور اس نے جوانیتو کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے مالک! ساحل پر ایک کشتی آکر رکی ہے۔ اس میں ہمارے نائٹ سوار ہیں اور وہ ایک انتہائی بُری خبر لے کر آئے ہیں۔ وہ ساحل پر ہی کھڑے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جوانیتو کو خیر الدین باربروسہ کا وہ پیغام دے کر ہی شہر میں داخل ہوں گے جو خیر الدین باربروسہ نے انہیں دے کر اس طرف روانہ کیا ہے۔"

جوانیتو نے پوچھا۔ "تم نے پوچھا نہیں خیر الدین باربروسہ انہیں کہاں ملا اور وہ اس کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟"

لاودیت نے کہا: "ان کی ضد ہے کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہیں جوانیتو سے ہی کہیں گے کیونکہ اگر اس معاملہ میں دیر ہوئی تو نہ جوانیتو بچے گا اور نہ ہی مالٹا کی خیر ہوگی۔"

جوانیتو نے فوراً اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم جولیا کو طرغوت

کی کوٹھڑی کی طرف لے جاؤ۔ میں ساحل پر جاتا ہوں اور ان آنے والوں سے بات کرتا ہوں۔"

لاوولیت کے ساتھ جو دانیتو جاگتا ہوا واپس جا رہا تھا جب کہ اس کے دونوں ساتھی جولیا کو طرغوت کی طرف لے جا رہے تھے۔

جولیا کو لے کر جو دانیتو کے دونوں ساتھی اس کوٹھڑی کے آہنی دروازے پر رکے ہوئے جس کے اندر طرغوت بند تھا۔ لوہے کی موٹی سلاخوں کے دروازے میں سے جولیا نے دیکھا طرغوت کمرے کے ننگے اور ٹھنڈے فرش پر پڑے ہوئے بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ جولیا نے جو دانیتو کے دونوں ساتھیوں کی طرف قہرمانہ انداز میں دیکھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "تم دونوں جاؤ۔ میں اس مسلمان بحری قزاق سے بات کر کے خود ہی آجاؤں گی۔"

ان میں سے ایک نے جولیا سے کچھ کہنا چاہا پر جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا، تم دونوں اب یہاں سے جاؤ۔ مجھے اب تمہاری ضرورت نہیں ہے۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد وہاں سے چلے گئے۔

ان کی گفتگو سن کر طرغوت اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور آنکھیں ملنے کے بعد جب اس نے دروازے پر کھڑی ہوئی جولیا کو دیکھا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت میں اس نے پوچھا۔ "تم یہاں؟"

جولیا نے منت کرنے کے انداز میں کہا۔ "ذرا دروازے کے قریب آکر میری بات سنئے۔" طرغوت چپ چاپ دروازے پر کھڑی جولیا کی طرف بڑھا۔ جولیا نے دیکھا طرغوت کے پاؤں میں ایک بھاری زنجیر پڑی ہوئی تھی اور اس زنجیر کا دوسرا سرا پتھروں کی دیوار کے اندر نصب تھا۔

طرغوت اپنے پاؤں سے بندھی زنجیروں کو گھسیٹتا ہوا جولیا کی طرف بڑھا۔ اس کی حالت دیکھ کر دکھ اور افسوس میں جولیا کی گردن جھک گئی تھی۔ لوہے کی ان مضبوط سلاخوں سے بنے دروازے پر آکر طرغوت نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے

پوچھا۔ "کہو؟"

جولیا کی گردن جھکی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا جب کہ آنسوؤں سے اس کی آنکھیں بھر گئی تھیں۔ طرغوت نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہاری آنکھوں میں آنسو؟" جولیا نے اپنی گردن اوپر اٹھائی پھر اس نے اپنی بھیگی پلکیں صاف کیں اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے نہایت آزردگی اور تاسف میں کہا۔ "کاش میں آپ کو زنداں کی اس کوٹھڑی میں اس حالت میں نہ دیکھتی۔" پھر جولیا نے اپنے لباس کے اندر سے ایک ریتی نکالی اور طرغوت کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے بڑی ہمدردی اور پیار سے کہا۔ "اسے اپنے پاس رکھ لیں۔ اس سے آپ اپنی زنجیریں اور اس آہنی دروازے کو کاٹ کر یہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں اس وقت تک جزیرہ مالٹا میں ہی رکی رہوں گی۔ جب تک آپ حفاظت کے ساتھ یہاں سے الجزائر کی طرف کوچ نہیں کر جاتے۔

اگر آج کی رات آپ ان زنجیروں اور دروازے کو کاٹنے میں کامیاب ہو گئے تو بندرگاہ سے ایک میل دور طرف ساحل پر آجائیں۔ وہاں میں اپنی کشتی میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میرے ساتھ میرے کچھ ملاح بھی ہیں۔ آپ کو الجزائر اتار کر میں اپنے گھر چلی جاؤں گی۔ جونہی مجھے آپ کی گرفتاری کی اطلاع ملی میں فوراً اپنی کشتی میں اپنے ملاحوں کے ساتھ آپ کی طرف روانہ ہو گئی۔"

طرغوت نے جولیا سے ریتی لے لی اور غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "تمہاری اس ہمدردی، اس تعاون کا شکریہ لیکن اس احسان کی مجھے کیا قیمت ادا کرنا ہوگی؟"

جولیا نے خفگی کے انداز میں طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس قدر گھٹیا اور رذیل سمجھتے ہیں کہ اس احسان کی میں آپ سے قیمت لوں گی۔ اس دنیا میں خیرالدین اور آپ مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ میں نے زندگی میں سب سے زیادہ نفرت آپ دونوں سے کی پھر میرے دل میں آپ دونوں کے لیے

بی سب سے بڑھ کر چاہت پیدا ہوئی ۔ میں نے آپ دونوں کے انتظار میں زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے ۔ اگر آپ دونوں میں سے کسی ایک سے بھی میری شادی ہو جاتی تو میرے لیے بہت بڑی سعادت تھی لیکن زندگی بھر آپ دونوں کا انتظار ہی میرے لیے خوش بختی اور خوش کن خیالات کی علامت ہوگی ۔"

طرغوت نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "اب تم جاؤ ۔ شام ہونے والی ہے اور اندھیرا ہوتے ہی میں اس رسی سے اپنا کام شروع کر دوں گا ۔" جولیا نے چاہت اور امید بھری ایک نگاہ طرغوت پر ڈالی پھر وہ وہاں سے ہٹ کر باہر جانے لگی تھی ۔

جوانیتو مالٹا کے نائٹ لاوریٹ کے ساتھ جب ساحل پر آیا تو اس نے دیکھا مالٹا کے نائٹ جنہیں خیرالدین نے اس کی طرف روانہ کیا تھا ساحل پر کھڑے تھے اور ان کی دونوں کشتیاں کنارے سے باندھ دی گئی تھیں ۔ جوانیتو نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا ۔ "میں جوانیتو ہوں ۔ تم میرے لیے خیرالدین کا کیا پیغام لائے ہو ۔ اس سے تمہاری کیسے اور کیوں ملاقات ہوئی ۔"

ان میں سے ایک نائٹ نے جوانیتو سے ذرا قریب ہوتے ہوئے کہا ۔

"اندریا دوریا کا شروکی بندرگاہ پر لنگر انداز تھا کہ ایک رات خیرالدین باربروسہ وہاں نمودار ہوا اور اپنے بیڑے کے ساتھ اس نے ہم پر شب خون مارا ۔ رات کے گھپ اندھیرے میں اس نے ہمیں شکست فاش دی اور ہمارا آدھا بحری بیڑہ اس نے تباہ کر کے رکھ دیا ۔ اندریا دوریا اپنی جان بچا کر بچے کھچے بیڑے کے ساتھ بھاگ گیا ۔ جب کہ خیرالدین نے ونیس، روحتہ الکبریٰ اور مالٹا کے امیر البحر گری مانی ۔ گوڈیرو اور مارتے نن گو کو گرفتار کر لیا ۔

اس نے ان تینوں کو زنجیروں میں جکڑ کر اپنے جہاز کے جنگلے پر بٹھا دیا اور ان کی پیٹھوں پر اس نے کوڑے برسائے ۔ پھر اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو تمہارے نام ایک پیغام دے کر بھیجا ۔ اس نے کہا تھا "اگر ورلاگوت کو رہا کر دیا جائے تو پھر گوڈیرو گری مانی اور مارتے نن گو کو چھوڑ دے گا ۔ وہ بھاگ کے ساتھ ہی اس طرف آیا ہے ۔"

وہ نائٹ سانس لینے کو رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا ۔ "باربروسہ مالٹا کے جنوب میں دس میل کے فاصلے پر لنگر انداز ہوگا ۔ اس کا کہنا تھا جب طرغوت اس کے پاس پہنچے گا تو وہ ان تینوں کو رہا کر دے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی کہا تھا ۔" اگر ورلاگوت کو رہا نہ کیا گیا یا اسے مظالم کا شکار بنانے کی کوشش کی گئی تو وہ مالٹا پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا ۔"

میرا ذاتی خیال ہے کہ ورلاگوت کو فوراً اس کے ساتھیوں سمیت رہا کر کے خیرالدین کی طرف روانہ کر دیا جائے گا ۔ اس کام میں تاخیر نہ کی جائے ۔ ورنہ خیرالدین باربروسہ مالٹا پر حملہ کر دے گا پھر خداوند کو معلوم کہ مالٹا کی کیا حالت ہوگی ہم میں سے کوئی مسلمانوں کے انتقام سے بچ نہ سکے گا اور کوئی بھی یورپی ملک خیرالدین باربروسہ کے خلاف ہماری مدد کرنے کے لیے سمندر میں نہ اترے گا ۔"

جوانیتو چند لمحوں تک وہاں کھڑا ہو کر سوچتا رہا پھر وہ مڑ کر قلعے کے اس حصے کی طرف جا رہا تھا جہاں طرغوت بند تھا ۔

طرغوت کی کوٹھڑی سے تھوڑی دور ہی جوانیتو کو جولیا ملی اور اس نے سنجیدہ لہجے میں اس سے پوچھا ۔ "کیا تم طرغوت سے مل چکی ہو ۔"

جولیا نے تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ۔ "میں تو اس سے مل چکی ہوں پر تم اب کہاں جا رہے ہو ۔"

جوانیتو نے بددلی سے کہا ۔ "طرغوت اور ان کے ساتھیوں کی رہائی کا وقت آ گیا ہے ۔ خیرالدین باربروسہ نے ایک بحری جنگ میں ونیس، روحتہ الکبریٰ اور مالٹا کے امیر البحر کو گرفتار کر لیا ہے اور ان تینوں کے بدلے اس نے طرغوت کو طلب کیا ہے بصورت دیگر وہ مالٹا پر حملہ کر دے گا کیونکہ اس کا لشکر مالٹا سے جنوب میں صرف دس میل کے فاصلے پر لنگر انداز ہے ۔"

جولیا بھی واپس مُڑی اور اس کے ساتھ ہولی۔ جوانیتو نے اپنے ساتھ ساتھ چلنے والے نائٹ لاوِلیت کو کہا کہ وہ زنداں کے داروغہ کو بُلا لائے خود وہ جولیا کے ساتھ آگے بڑھ گیا جب کہ نائٹ لاوِلیت دائیں طرف چلا گیا تھا۔

جوانیتو اور جولیا طرغوت کی کوٹھڑی کے قریب ہی رُک کر انتظار کرنے لگے تھوڑی ہی دیر بعد لاوِلیت زنداں کے داروغہ کو لے کر آ گیا۔ جوانیتو نے داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "پہلے طرغوت کی کوٹھڑی کھولو اور اسے زنجیروں سے آزاد کرو اس کے بعد اس کے سارے ساتھیوں کو بھی رہا کر دو۔"

داروغہ نے ایک احتجاج کے سے انداز میں طرغوت کی طرف دیکھا۔ جوانیتو نے سنجیدگی سے داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اپنے پورے ہوش و حواس میں ہوں تم وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔"

داروغہ ان تینوں کے ساتھ طرغوت کی کوٹھڑی پہ آیا۔ انہیں دیکھ کر طرغوت بھی دروازے کے قریب آ گیا تھا۔ داروغہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور وہ زنجیر اس نے کھول دی جو طرغوت کے پاؤں سے بندھی ہوئی تھی پھر داروغہ باہر نکل گیا تھا۔ طرغوت دروازہ کھول کر باہر آیا اور جوانیتو سے پوچھا۔ "تم نے میرے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے کیا تمہارے پاس اندلیا دوریا کے احکامات آ گئے ہیں۔"

جوانیتو نے شرمندگی کے احساس میں کہا۔ "تمہیں تمہارے ساتھیوں کے ساتھ رہا کیا جا رہا ہے۔ مالٹا سے دس میل جنوب میں خیرالدین باربروسہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ لنگر انداز ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ اس نے ایک بحری جنگ میں وینس، رومۃ الکبریٰ اور مالٹا کے امیر البحر کو گرفتار کر لیا ہے اور ان کے بدلے میں اس نے تم لوگوں کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔

طرغوت نے کھلی فضا میں آ کر ایک لمبا اور خوشگوار سانس لیا۔ پھر اس نے بڑی کڑی نگاہوں سے جوانیتو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں اشتباہ دیا تھا کہ میری گرفتاری تم لوگوں کے لیے وبالِ جان بن جائے گی۔ سنو جوانیتو! میں اپنے

سارے ساتھیوں، پانچوں کشتیوں اور ان کے اندر سارے سامان اور ہتھیاروں کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی کم ہوئی تو میں مالٹا چھوڑنے سے انکار کر دوں گا۔"

جوانیتو نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ "تم فکر نہ کرو، تمہاری ہر چیز تمہیں ملے گی۔" تھوڑی دیر بعد دوسرے مسلمان قیدی بھی وہاں آ گئے۔ جوانیتو نے لاوِلیت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ان سب کو لے کر ساحل پہ جاؤ، میں ان کی کشتیاں اور دیگر سامان وہاں پہنچانے کے انتظامات کرتا ہوں۔"

لاوِلیت طرغوت اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ساحل کی طرف چل پڑا جولیا بھی ان کے ساتھ ہولی۔ جوانیتو نے فوراً اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم کہاں جا رہی ہو، کیا تم یہاں نہیں رکو گی۔ میں تمہیں مالٹا میں قیام کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں تمہاری حیثیت ایک معزز مہمان کی سی ہو گی۔"

جولیا نے بد دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "جس مقصد کے تحت میں فونڈی سے مالٹا آئی تھی حالات بالکل اس کے برعکس کروٹ بدل گئے ہیں اب میں یہاں رُک کر کیا کروں گی۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی یہاں سے کوچ کر کے فونڈی روانہ ہو جاؤں گی۔"

جوانیتو نے تعجب سے کہا۔ "ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے دشمن ہیں۔" جولیا نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں۔" پھر وہ جوانیتو کو نظر انداز کرتی ہوئی طرغوت کے ساتھ چلی گئی تھی۔

سورج غروب ہو گیا تھا۔ فضاؤں میں تاریکی چھا گئی تھی۔ طرغوت اور اس کے ساتھی اور اس کے ساتھ جولیا بھی ساحل پہ کھڑے تھے کہ مالٹا کے ساحل پر کھڑے مالٹا کے بحری بیڑے کے اندر سے وہ پانچ کشتیاں نمودار ہوئیں جو طرغوت اور اس کے ساتھیوں کی تھیں۔ ان کشتیوں میں سے ایک میں جوانیتو تھا۔ طرغوت کے قریب کشتیاں چلانے والے ملاحوں نے کشتیاں روک دیں اور سب نیچے اتر گئے۔

جو وانیتو طرغوت کے پاس آیا اور شرمندگی کے احساس میں اس نے کہا "تم اپنی کشتیاں اور سامان دیکھ سکتے ہو۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ کوئی چیز رہ نہ جائے۔"

طرغوت نے پہلے کشتیوں کا معائنہ کیا پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو کشتیوں میں بیٹھنے کا حکم دیا اور مالٹا سے وہ کوچ کر گیا تھا۔ جولیا بھی اپنی کشتی میں بیٹھ کر ان کے ساتھ ہولی تھی۔

طرغوت جنوب کی طرف اپنے بحری بیڑے کے ساتھ لنگر انداز خیر الدین باربروسہ کی طرف جانے کے بجائے سمندر کے اندر اِدھر اُدھر چکر کاٹتا رہا۔ جولیا اس سے علیحدہ ہو کر اپنے شہر فونڈی کی طرف روانہ ہونے والی تھی لیکن طرغوت کو سمندر میں اِدھر اُدھر بھٹکتے دیکھ کر وہ شک میں پڑ گئی اور یہ جاننے کے لیے طرغوت کے ساتھ ہی رہی کہ دیکھے اس کا اگلا قدم کس سمت اٹھتا ہے۔

عشاء کے بعد طرغوت نے اپنی کشتیوں کو مالٹا کے جنوب میں کھلے سمندر کے اندر ابھری چھوٹی سیاہ چٹانوں کے پاس لنگر انداز ہونے کا حکم دے دیا۔ پھر طرغوت اپنی کشتی جولیا کے قریب لایا اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے کہا "میں تمہارا مشکور ہوں تم نے مالٹا کے زندان سے مجھے رہا کرانے کی کوشش کی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے تمہارا زیر بارِ احسان نہیں ہونا پڑا اور خیر الدین نے میری رہائی کا سامان کر دیا۔ اب تم یہاں سے اپنے شہر فونڈی کی طرف روانہ ہو جاؤ۔"

چاندنی رات میں حسین جولیا نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "اور اب آپ کہاں جائیں گے۔ آپ کا اِدھر اُدھر بھٹکنا اور سیدھا خیر الدین باربروسہ کی طرف نہ جانا مجھے شک و شبہ میں ڈالتا ہے۔"

طرغوت نے غیض و غضب کی حالت میں کہا "میں اکیلا نہ جاؤں گا کسی اور کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گا۔ دشمن مجھے طعنہ دیں گے کہ طرغوت کو اندریا دوریا کے بھتیجے

جووانیتو دوریا نے گرفتار کر لیا۔ گو میں نہتا اور اکیلا تھا اور مجھے گرفتار کرنا آسان تھا۔ میری جگہ خیر الدین باربروسہ یا کوئی اور ہوتا تو وہ بھی اپنی گرفتاری سے بچنے کے لیے کچھ نہ کر سکتا۔ پر میں گرفتاری کا یہ داغ دھو کر خیر الدین کے پاس جاؤں گا۔"

جولیا نے فکر مندی اور پریشانی میں کہا "میرا دل کہتا ہے آپ مالٹا سے جووانیتو دوریا کو اٹھالے جانا چاہتے ہیں۔" طرغوت نے جولیا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "تمہاری سوچیں درست ہیں۔ میں جووانیتو کو لیے بغیر نہ جاؤں گا۔ میں اپنی اس ایک کشتی اور کچھ ملاحوں کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ باقی کشتیاں یہیں لنگر انداز رہیں گی۔ میں مالٹا کے سنسان ساحل پر لنگر انداز ہوں گا اور اس قلعے میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا جس میں جووانیتو رہتا ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے کیونکہ اسیری کے دوران ایک روز مجھے اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔"

جولیا نے کہا "تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ اگر کسی نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کسی مصیبت میں پھنس گئے تو میں کہوں گی میں نے فونڈی جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے اس لیے یہ مجھے واپس چھوڑنے آئے ہیں۔"

طرغوت نے کہا "مجھے تم سے اتفاق نہیں۔ یورپ میں جہاں تمہارے حسن کے چرچے ہیں وہاں یہ بھی مشہور ہے کہ جولیا اس سے شادی کرے گی جو اس کے لیے خیر الدین اور طرغوت کو گرفتار کر کے لائے۔ تمہارا میرے ساتھ مالٹا جانا لوگوں کو اس شک و شبہ میں ڈال دے گا کہ تم در پردہ خیر الدین اور طرغوت سے ملی ہوئی ہو۔ اس طرح تمہاری کوئی وقعت نہ رہے گی۔ بلکہ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ تمہیں میرے ساتھ ہی آج مالٹا سے کوچ نہ کرنا چاہیے تھا۔ یاد رکھو جذبات کے فیصلے اکثر بے بنیاد ہو کر رہ جاتے ہیں۔"

جولیا نے منت کرنے کے انداز میں کہا "تو پھر مجھے اس بات کی اجازت دیجیے کہ میں یہاں رک کر ہی آپ کا انتظار کروں اور جب آپ واپس آئیں تو مجھے اطمینان ہو کہ مالٹا سے آپ بحفاظت لوٹ آئے ہیں، پھر میں آپ کو وداع کروں گی۔

آپ خیرالدین کی طرف چلے جائیے' میں فندی روانہ ہو جاؤں گی۔"

طرغوت نے کہا۔ "ہاں تم یہاں ضرور رُک سکتی ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ جب میں جوہانیتو کو لے کر آؤں تو تم اس کا سامنا نہ کرنا۔ ورنہ جہاں تمہارے اَن گنت شیدائی ہیں وہاں تمہارے اتنے ہی دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تمہاری بنی ہوئی ساکھ جاتی رہے۔"

جولیا نے ہمدردی اور اطمینان سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں میں جوہانیتو کے سامنے نہ آؤں گی۔ میں آپ کی مشکور ہوں کہ آپ میری شخصیت کی وجہ سے بنی ہوئی میری توقیر کا احترام کرتے ہیں۔" جولیا جب خاموش ہوئی تو طرغوت نے اپنے ساتھیوں کو وہاں رُک کر انتظار کرنے کو کہا۔ پھر اس کے اشارے پر ملاحوں نے اس کی کشتی کو حرکت میں لا کر اسے شمال کی طرف بڑھانا شروع کر دیا تھا۔

امن و تہذیب' بہار و خزاں' بارش و خشک سالی' افزائش و قحط اور فتح و شکست کا راز داں سمندر خاموش تھا۔ ہوا پُرسکون تھی اور سمندر میں اٹھنے والی چھوٹی چھوٹی لہریں شاداں و تاباں تخلیق کے زمزمے گاتیں ساحلوں کی طرف بھاگ رہی تھیں۔ نور کے ضیاء اور بصیرتِ کائنات کا محرم و ہمراز چاند زمین پر رنگینیوں کے حالے بنائے مسکرا رہا تھا۔ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی طرغوت کی کشتی مالٹا کے چھریلے اور ویران ساحل سے آ لگی۔ پھر طرغوت نے اپنے آپ کو پوری طرح مسلح کیا اور کمند لے کر وہ کشتی سے مالٹا کے ساحل پر اُتر گیا تھا۔

طرغوت چھپتا چھپاتا' چٹانوں' درختوں اور مکانوں کی اوٹ لیتا ہوا اس قلعے کی دیوار کے پاس آیا جس کے اندر جوہانیتو کا قیام تھا۔ دیوار کی اوٹ اور اندھیرے میں کھڑے ہو کر اس نے چند ثانیوں تک حالات کا جائزہ لیا۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھا اور قلعے کی دیوار پر کمند پھینک کر بڑی تیزی سے اُوپر چڑھ رہا تھا۔

قلعے کی دیوار کے اُوپر جا کر طرغوت دیوار پر پیٹ کے بل لیٹ گیا اور کمند

کو لپیٹ کر اس نے دیوار کے اُوپر رکھ دیا تھا۔ پھر اس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے حالات کا جائزہ لیا۔ ہر طرف سکوت اور ہر سمت خاموشی تھی برجوں کے اندر پہریدار گو جاگ رہے تھے لیکن برج اس سے دُور تھے۔ اپنا اطمینان کر لینے کے بعد طرغوت نے کمند دیوار کے دوسری طرف پھینک کر اسے قلعے کے اندرونی حصے میں گرا دیا تھا۔ پھر وہ تیزی سے نیچے اُتر کر مکانوں اور درختوں کے سائے کی اوٹ میں دبے دبے قدموں سے آگے بڑھنے لگا تھا۔ اپنی تلوار کھینچ کر اس نے مضبوطی سے تھام لی تھی۔

ایک حویلی کی دیوار پھاند کر طرغوت اندر داخل ہوا۔ وہاں بھی ایک درخت تلے کھڑے ہو کر اس نے اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالی۔ حویلی میں کوئی پہریدار نہ تھا۔ اندازہ جوہانیتو کے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اس کمرے میں داخل ہوا۔ اندر جوہانیتو گہری اور غفلت کی نیند سویا ہوا تھا۔

طرغوت نے اس کے اُوپر سے لحاف اُٹھایا اور اس کی پسلی میں اپنی تلوار کی نوک چبھوتے ہوئے اس نے اپنی بھیانک اور غصیلی آواز میں کہا۔ "اٹھو! اتنی گہری نیند نہیں سوتے' کیا تمہیں خبر نہیں تم نے کسی سے دشمنی اور عداوت کی طرح ڈال رکھی ہے۔"

جوہانیتو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور طرغوت کو اپنے اوپر تلوار سونتے کھڑے دیکھ کر اس نے انتہائی بوکھلاہٹ اور بدحواسی میں پوچھا "کون ہو تم؟"

طرغوت نے اپنی تلوار کی نوک ذرا اور چبھوئی اور اپنے چہرے سے اس نے نقاب ہٹاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا باپ طرغوت تمہیں لینے آیا ہوں"۔

جوہانیتو کا رنگ پیلا ہو گیا تھا اور وہ جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ طرغوت نے ایک زوردار آہنی مُکّا جوہانیتو کی گردن پر دے مارا۔ جوہانیتو پر غشی طاری ہو گئی اور وہ اپنے بستر پہ بے سُدھ ہو گیا۔

طرغوت نے بستر کی ایک چادر کو درمیان سے پھاڑ کر دو حصے بنائے۔

ایک حصے کو خوب بل دے کر اس سے جوانیتو کے ہاتھ اس نے اس کی پشت پر باندھ دیے جب کہ چادر کا دوسرا حصہ طرغوت نے اس کے منہ پر کس کر باندھ دیا تھا تاکہ وہ شور نہ کرنے پائے۔ پھر دو چادریں اور اس نے اکٹھی جوڑیں اور جوانیتو کو ان چادروں میں ڈال کر طرغوت نے اسے اپنی کمر پر باندھ لیا تھا پھر وہ جن راستوں سے ہوتا ہوا اس حویلی میں داخل ہوا ان ہی راستوں سے ہوتا ہوا فصیل کے پاس آکھڑا ہوا تھا۔ اس کی کمند اندھیرے میں اسی طرح دیوار کے ساتھ لٹک رہی تھی۔

طرغوت نے مضبوطی سے اپنی کمند کے رسے کو تھام لیا پھر وہ اسی پھرتی اور مہارت کے ساتھ کمند کے ذریعے دیوار پر چڑھ رہا تھا جس طرح وہ بڑے بڑے جہازوں کے بلند اور اونچے اونچے مستولوں پر چڑھ جایا کرتا تھا۔

دیوار کے اوپر جا کر طرغوت جوانیتو کو کمر پر باندھے دیوار پر بیٹھ گیا۔ کمند کو کھینچ کر اس نے اسے دیوار کے دوسری سمت پھینک کر نیچے گرا دیا۔ پھر وہ بڑی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ جوانیتو کو لے کر مالقا کے قلعے کی فصیل سے نیچے اتر کر ساحل کی طرف جا رہا تھا۔

طرغوت جوانیتو کو اٹھائے جب اس جگہ آیا جہاں وہ اپنی کشتی کھڑی کر کے گیا تھا۔ تو اس نے چاندنی رات میں دیکھا وہاں دو کشتیاں کھڑی تھیں۔ طرغوت پہچان گیا کہ کشتی جولیا کی تھی۔ اس نے یہ بھی دیکھا جولیا ایک پتھر پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ طرغوت کو دیکھتے ہی جولیا اٹھ کر اس کی طرف بھاگی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "کیا آپ جوانیتو کو اٹھا لائے ہیں؟"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہ میری پشت پر جوانیتو ہی بندھا ہوا ہے لیکن تم یہاں کیسے آگئی ہو؟"

جولیا نے بڑی سادگی اور وارفتگی میں کہا۔ "وہاں سمندر کے اندر چٹانوں کے پاس آپ کا انتظار میرے لیے دشوار اور ناقابل برداشت تھا۔ میں

اس احتیاط کے ساتھ ادھر چلی آئی کہ اگر آپ پر کوئی مصیبت آئی تو میں آپ کی امداد کر سکوں گی۔ یہ جوانیتو حرکت نہیں کر رہا۔ کیا یہ بے ہوش ہے؟"

طرغوت نے کہا۔ "میں نے تو اس کی گردن پر صرف ایک ہی مکا مارا تھا اور اس کے بعد یہ ہوش میں ہی نہیں آیا۔" طرغوت آگے بڑھا اور جوانیتو کو اس نے اپنی کشتی میں ڈال دیا۔ پھر وہ جولیا کے پاس آیا اور بڑے نرم لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے اسے کہا۔ "جولیا! جولیا! قبل اس کے جوانیتو ہوش میں آئے اور تمہیں میرے ساتھ دیکھے تم یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔"

جولیا نے زخمی لہجے اور سسکتی آواز میں پوچھا۔ "کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں کبھی کبھی آپ کو دیکھنے کے لیے الجزائر آجایا کروں؟"

طرغوت نے ہمدردی اور نرمی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس کی اجازت ہے۔"

چند ثانیوں تک جولیا بڑے اداس انداز میں طرغوت کو دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے جنہیں اس نے پونچھ لیا پھر وہ اپنی کشتی میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہو گئی۔

طرغوت بھی اپنی کشتی میں بیٹھ گیا۔ اس نے اس گٹھڑی کو کھولا جس میں جوانیتو بندھا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے کپڑا بھی اس نے کھول دیا پھر وہ بھی وہاں سے کوچ کر رہا تھا۔

سمندر کسی کیمیاگر کی طرح خاموش تھا۔ آسمان پر ستارے اپنی اپنی منزلوں کو رواں تھے۔ طرغوت پانچ کشتیوں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے جربہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

جوانیتو ہوش میں آچکا تھا اور وہ ایک کونے میں بیٹھا نیم حقارت اور نیم پریشانی میں طرغوت کو دیکھے جا رہا تھا۔ طرغوت اٹھا اور آگے بڑھ کر اس

نے جوانیتو کی پشت پر بندھے ہاتھ کھول دیے۔

جوانیتو فوراً طرغوت سے لپٹ گیا اور زور لگا کر اسے پیچھے دھکیل کر سمندر میں گرانے کی کوشش کرنے لگا تاکہ پانی میں طرغوت پر قابو پا کر اپنی رہائی کا سامان کر سکے لیکن طرغوت نے زور لگا کر اسے روک دیا پھر اس نے پلک جھپکنے میں اپنی کمر کے گرد لپٹے جوانیتو کے بازو ڈھیلے کیے اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اوپر اٹھا کر بری طرح کشتی میں پٹخ دیا۔

طرغوت کے ساتھی مستعد ہو گئے تھے اور انھوں نے تلواریں سونت لی تھیں لیکن طرغوت نے جب جوانیتو کو اٹھا کر پٹخ دیا تو وہ پُرسکون ہو کر بیٹھ گئے۔ جوانیتو اٹھ کر بیٹھ گیا اور خجالت میں اپنی کھچڑی داڑھی میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ طرغوت نے قہر آلود نگاہوں سے جوانیتو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے امن و صداقت کے دشمن! اس طرح چھین جھپٹ کا ہنگامہ کھڑا کر کے تو مجھ پر قابو نہیں پا سکتا۔ مجھ میں ایسی ہمت ہے کہ تیری ساری الجھنوں و تقاضوں اور تیری ہر کوشش، تیرے ہر جتن کو موت و محرومی کا شکار کر دوں۔

یاد رکھو! ابھی میں نے تیری اس فتنہ پردازی کو نظر انداز کر دیا ہے ورنہ میں تجھے مار مار کر تیرے نشوونما پر نزع کا وقت طاری کرتا اور تیرے جسم کی قید سے تیری روح کو کھینچ نکالتا ——"

طرغوت کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ سمندر میں اسے اپنے سامنے کوئی بیڑا نظر آیا تھا۔ پھر ناقرالصوت پر کسی عرب کی کھنکتی گونجتی آواز سمندری فضاؤں میں ابھری ...تم آنے والے کون ہو؟"

طرغوت جان گیا کہ یہ اس کے اپنے لشکری ہیں جو اپنے بحری بیڑے کے ارد گرد شاہینوں کی طرح منڈلا کر اس کی حفاظت ... رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے بلند آواز میں کہا۔ "میں طرغوت ہوں۔"

جواب میں اس عرب کی آواز پھر سنائی دی اور اس نے کہا۔ "اے امیر محترم!

اہلاً وسہلاً ہمیں آپ ہی کا انتظار تھا۔ امیر خیرالدین باربروسہ بڑی بے چینی سے اپنے جہاز میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

پھر آن کی آن میں سمندر کے سینے پر کئی کشتیاں نمودار ہوئیں اور انھوں نے طرغوت کو اپنے جلو میں لے کر آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

خیرالدین کے جہاز کے پاس جا کر طرغوت کی کشتی رک گئی۔ طرغوت نے آگے بڑھ کر جوانیتو کو پاؤں کی ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ "اٹھو! میرے امیر کے جہاز میں چلو۔" جوانیتو اٹھ کھڑا ہوا لیکن اسی وقت خیرالدین اپنے جہاز سے اتر کر کشتی میں آیا اور طرغوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائی! تیری گرفتاری نے مجھے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ تم نے دیر کیوں لگائی تمہیں تو بہت پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔" طرغوت نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اے امیر! جوانیتو نے مجھے سرِ شام ہی رہا کر دیا تھا لیکن میں عشاء کے بعد تک سمندر میں ادھر ادھر بھٹکتا رہا۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو کھلے سمندر میں چٹانوں کے پاس روک دیا اور خود میں واپس جزیرہ مالٹا گیا اور وہاں جوانیتو پر میں نے شب خون مارا اور اسے اس کے قلعے سے نکال کر اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔" فرطِ مسرت میں خیرالدین نے دوبارہ طرغوت کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"اے میرے بھائی! میں نے تو اپنے لشکر کے ساتھ امدیا پر شب خون مار کر گری مانی، کوریزو اور مارتے نن کو گرفتار کر لیا تھا لیکن تم اکیلے نے دشمن کے گھر میں شب خون مارا اور جوانیتو کو اٹھا لائے ہو۔ خدا کی قسم تم نے مجھ سے بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ ذرا مجھے بتاؤ تو سہی وہ بداعمال جوانیتو کہاں ہے؟"

طرغوت نے جوانیتو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ جوانیتو ہے۔"

خیرالدین آگے بڑھا۔ چند ثانیوں تک وہ جوانیتو کو ایسے انداز میں دیکھتا رہا جیسے کوئی بھوکا تیندوا جنگل میں تنہا اور بے بس کھڑی بکری کی طرف دیکھتا۔ پھر اس نے اپنی گرجتی، گونجتی آواز میں کہا۔ "اے بدبخت انسان! کیا کبھی دانائے علم و فن بھی

مصلح اعلاق نے تجھے یہ نہ بتایا تھا کہ طرغوت کے ساتھ ایسی حیلہ جوئی تمہیں کس قدر گراں ثابت ہوگی۔ کیا تجھے خبر نہ تھی کہ طرغوت ایک ایسا امیر ہے جو خشکی میں اپنے دشمنوں کو ڈھیلے ڈھالے تختہ کی طرح ہانک دیتا ہے اور سمندر میں وہ اپنے عدو کے پاؤں میں امیدوں کے سراب باندھ کر انہیں غرق آب کر دیتا ہے۔"

خیرالدین رکا پھر دوبارہ اس نے گرجتے ہوئے کہا۔ "اسے میرے جہاز میں لے چلو"۔ چند ملاح جوا نیتو کو پکڑ کر خیرالدین کے جہاز کی طرف لے گئے۔ خیرالدین بھی طرغوت کا ہاتھ تھام کر جوا نیتو کے پیچھے پیچھے اپنے جہاز کی طرف جا رہا تھا۔

اپنے جہاز میں آ کر خیرالدین نے ایک ملاح سے مشعل لانے کو کہا۔ اتنے میں صنعان اور کوروش طرغوت سے بغلگیر ہو کر ملنے لگے تھے۔ جب وہ ملاح مشعل لے آیا تو خیرالدین نے اس سے مشعل لے لی اور طرغوت کی پشت پر آیا۔ اس نے دیکھا پشت کی طرف سے طرغوت کی قمیض جوا نیتو کے کوڑوں کی ضربوں سے پھٹی ہوئی تھی۔

خیرالدین پر جنون طاری ہو گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر طرغوت کی قمیض ہٹائی اور طرغوت کی پیٹھ پر ضربوں کے نشانات دیکھ کر اس پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ پیچھے ہٹا اور صنعان کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "صنعان! صنعان! جوا نیتو کو جہاز چلانے کی جگہ زنجیروں میں جکڑ کر باندھ دو کہ میں اسے بتاؤں، خیرالدین کے بھائی پر کوڑے برسانے کی کیسی بھیانک سزا ملتی ہے"۔

صنعان نے جوا نیتو کو زنجیروں میں جکڑ کر باندھ دیا۔ خیرالدین باربروسہ نے کوڑا سنبھالا اور جوا نیتو کی پیٹھ پر برسانا شروع کر دیا۔ دس کوڑے کھانے کے بعد جوا نیتو پر غشی طاری ہو گئی اور خیرالدین نے اسے چھوڑ دیا۔

اپنے وعدے کے مطابق خیرالدین نے گری مالی، کوریزو اور مارتے نن گو کو ایک کشتی میں بٹھا کر مالٹا کی طرف روانہ کر دیا۔ تاہم جوا نیتو کو اس نے اپنے پاس ہی روک لیا۔ پھر وہ اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ الجزائر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

الجزائر کے ساحل پر لنگر انداز ہونے کے بعد خیرالدین اور طرغوت جب اپنے جہازوں سے اُترے تو قاضی جریہ کی سربراہی میں الجزائر کے عمائدین کا ایک بڑا گروہ ان کے استقبال اور ان کی فتوحات پر انہیں مبارک باد دینے کے لیے کنارے پر کھڑا تھا۔

لوگوں کے اس ہجوم سے خیرالدین کا بیٹا حسن بھاگتا ہوا نکلا۔ اپنے باپ سے گلے ملنے کے بعد اس نے اس کے کان میں کچھ کہا پھر وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور شرارت آمیز نگاہوں سے طرغوت کی طرف دیکھنے لگا۔

خیرالدین مسکراتا ہوا طرغوت کے قریب آیا اور اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "طرغوت! میرے بھائی! تمہیں مبارک ہو روطہ کے ہاں لڑکا ہوا ہے"۔

طرغوت کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ "آپ کو کیسے خبر ہوئی؟"

خیرالدین نے کہا۔ "حسن ابھی ابھی میرے کان میں یہی خبر سنا رہا تھا"۔

طرغوت نے مسکراتے ہوئے حسن کی طرف دیکھا اور وہ بھاگ کر طرغوت سے لپٹ گیا تھا۔ صنعان، صالح اور کوروش بھی یہ خبر سن چکے تھے اور خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اتنے میں سعد اور عثمان بھی وہاں آ گئے اور وہ بھی سب سے ملنے لگے تھے۔

قاضی جریہ اور شہر کے دوسرے عمائدین سے ملنے کے بعد جب وہ اپنے گھروں کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا جس حویلی میں طرغوت رہتا تھا اس کے دروازے پر خیرالدین کی بیوی کاسندان کھڑی تھی۔

طرغوت نے قریب جا کر اسے سلام کیا۔ کاسندان نے بڑی شفقت سے سلام کے جواب کے علاوہ اسے بچے کی مبارک باد بھی دی پھر اس نے خیرالدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ ذرا میرے ساتھ گھر آئیے"۔

خیرالدین نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔ "پہلے مجھے طرغوت کے بچے کو تو

دیکھ لینے دو۔"

کاسدان نے کہا "پہلے آپ میرے ساتھ آئیں پھر میں خود آپ کو لے کر یہاں آتی ہوں"۔ خیر الدین چپ چاپ کاسدان کے ساتھ چلا گیا۔

طرغوت جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تو حسین خولان صحن میں روطہ کے بچے کو اٹھائے کھڑی تھی۔ خولان نے میٹھی میٹھی نگاہوں سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کا بچہ ہے"۔ طرغوت نے آگے بڑھ کر بچے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ خولان نے پھر کہا۔ "آئیے اندر روطہ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہی ہے"۔

خولان کے ساتھ طرغوت اندر آیا۔ روطہ جو بستر پر لیٹی ہوئی تھی آنکھوں ہی آنکھوں میں اس نے طرغوت کو خوش آمدید کہا۔ طرغوت جب روطہ کے پاس بیٹھ گیا تو روطہ نے کہا۔ "خولان کے ماموں سے بات کر کے میں اسے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر لے آئی ہوں۔ میں تو چاہتی تھی کہ آپ کی آمد کے دو تین روز بعد آپ کی اور خولان کی شادی ہو جائے لیکن کاسدان مصر ہے کہ یہ شادی آپ کی آمد کے روز ہی ہوگی"۔

اپنی شادی کا سن کر خولان باہر جانے لگی۔ روطہ نے اسے پکارتے ہوئے کہا۔ "ادھر میرے پاس آکر بیٹھو خولان! اب تم اس گھر کی ایک فرد ہو"۔

بعد ازاں خولان روطہ اور طرغوت کے پاس آکر بیٹھ گئی اور تینوں گھریلو معاملات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خیر الدین، قاضی جبریہ، خولان کا ماموں اور بھائی خولان کی دونوں ماموں زاد بہنیں اور کاسدان حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ خولان کی ماموں زاد بہنیں دف اور طنبورہ بجاتی ہوئی شادی بیاہ کے گیت گا رہی تھیں۔ خولان بچاری طرغوت کا سامنا نہ کر پا رہی تھی۔ اس نے روطہ کے بچے کو روطہ کے پاس لٹا دیا اور کمرے سے نکل کر اس نے دوسرے کمرے میں جانے کی کوشش کی لیکن کاسدان نے سختی سے کہا۔ "خولان! میری بہن واپس آؤ"۔ خولان کو واپس آنا پڑا پھر سب کی موجودگی میں طرغوت اور خولان کا نکاح ہو گیا تھا۔

طرغوت اور خولان کی شادی کے دو ماہ بعد ایک بھاری رقم تاوان میں وصول کرنے کے بعد خیر الدین نے جوانیتو کو رہا کر دیا تھا۔ پھر پری ویزا کی جنگ میں ہاتھ آنے والے مالِ غنیمت کا حصہ سلطان سلیمان کو پہنچانے کے لیے انھوں نے قسطنطنیہ کی طرف کوچ کیا تھا۔

انھوں نے الجزائر میں اپنے لشکر کا سالار ایک ترک جرنیل حسن آغا کو مقرر کیا جب کہ انتظامی امور کی باگ ڈور قاضی جبریہ کے ہاتھ میں تھی۔

قسطنطنیہ میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ سلطان سلیمان نے ان دونوں کو اس قدر اہمیت دی کہ اس نے خود گیلی پولی کی بندرگاہ پر آکر ان کا استقبال کیا۔ جب انھوں نے مالِ غنیمت کے ڈھیر قسطنطنیہ میں اتارنے کے بعد جنگ پری ویزا کی پوری تفصیلات سنائیں تو قسطنطنیہ کے گلی کوچوں میں ان دونوں کے نام کے گیت گائے

جانے لگے تھے۔

پری ویزا کی بدترین شکست نے اسپین کے بادشاہ چارلس کی ذات پر بُرا اثر کیا تھا۔ یورپ میں وہ ایک جابر اور طاقتور ترین بادشاہ جانا جاتا تھا۔ بیک وقت اسپین اور جرمنی کا وہ شہنشاہ تھا۔ انگلستان، فرانس، اٹلی، پرتگال، وینس کی بڑی بڑی حکومتیں تک اس سے خائف تھیں۔ عسکری قوت کے لحاظ سے بھی وہ سب پر حاوی تھا۔ اس لیے کہ اسپین اور جرمنی کے علاوہ ویانا اور اس کے گرد و نواح وسیع علاقوں کے وسائل بھی اس کے پاس تھے جہاں اس کا چھوٹا بھائی فرڈی نینڈ حکومت کرتا تھا۔

چارلس نے اس داغ کو دھونے کی خاطر اندر ہی اندر جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہونے دی۔ اس نے اپنے وسائل کے علاوہ نئی دنیا سے اس کے لیے زر و جواہرات اور سونے کے ڈھیر آ رہے تھے۔ اس لیے جنگی تیاری میں اسے زیادہ دیر نہ لگی۔

اس نے بڑے بڑے بحری جہاز تیار کرائے جن کے چاروں اطراف پیتل کی بھاری توپیں نصب کی گئی تھیں۔ تیونس پہلے ہی اس کے قبضے میں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ الجزائر بھی خیرالدین باربروسہ اور طرغوت سے چھین کر اس پر قبضہ کرے کیونکہ الجزائر اسپین سے نزدیک ترین تھا اور وہاں سے کسی وقت بھی اٹھ کر خیرالدین باربروسہ اور طرغوت اس کی سلطنت کے لیے خطرہ بن سکتے تھے۔ وہ سمندروں میں خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کا طلسمی اثر توڑنا چاہتا تھا۔ اس بار اس نے الوا کے رہنے والے ایک خون خوار ڈیوک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا جس نے ہالینڈ میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں۔

چارلس کو بظاہر ایسا لگ رہا تھا کہ حالات اس کے حق میں جا رہے ہوں۔ کیونکہ اسی دوران میں جان زاپولیا اچانک مر گیا جسے سلطان سلیمان نے ہنگری کا حاکم بنا رکھا تھا۔ جان زاپولیا نے اپنے پیچھے چند ماہ کا ایک بچہ اور اپنی نوجوان بیوی چھوڑی تھی جس کا نام ازابیلا تھا اور جو پولینڈ کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔

چارلس نے عثمانی سلطنت سے پہلی چھیڑ چھاڑ یوں شروع کی کہ اس نے فوراً اپنے بھائی اور ویانا کے حاکم فرڈی نینڈ کو جرمنوں اور ہسپانیوں پر مشتمل ایک لشکر اپنی طرف سے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ سلطان سلیمان کی سلطنت کے یورپی حصوں پر حملہ کر دے۔

فرڈی نینڈ کے پاس خاصی قوت ہو گئی تھی اس نے اپنے اور چارلس کے لشکر کو ساتھ لیا اور اسلامی سلطنت پر اس نے حملہ کر دیا تھا۔ فرڈی نینڈ آندھی جھپٹ کرتا ہوا آگے بڑھا اور ہنگری کی سلطنت میں آگے بڑھتا ہوا وہ بودا شہر تک چلا آیا۔ بودا ہنگری کا دارالحکومت تھا اور یہیں جان زاپولیا کی جوان اور حسین بیوی ازابیلا رہتی تھی۔

فرڈی نینڈ کا ارادہ تھا کہ بودا کو فتح کر کے وہ زبردستی ازابیلا سے شادی کر لے گا۔ اس طرح ہنگری کا مالک بن کر وہ ایک وسیع سلطنت کا بادشاہ بن کر بیٹھ جائے گا۔ بودا کی حفاظت کے لیے سلطان سلیمان نے ایک ترک لشکر مقرر کر رکھا تھا۔ اس لشکر نے بودا شہر میں محصور ہو کر فرڈی نینڈ کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔

سلطان سلیمان کو جب حالات کی خبر ہوئی تو انہوں نے خیرالدین اور طرغوت کو ان کے بیڑے سمیت قسطنطنیہ میں چھوڑا اور خود وہ اپنے لشکر کے ساتھ برق رفتاری سے بودا شہر کی طرف بڑھے۔ اس بار وہ سخت غصے و غضب کی حالت میں تھے۔ اس لیے کہ وہ فرڈی نینڈ کی ان روز روز کی شورشوں اور یلغار سے تنگ آ چکے تھے۔ انھوں نے آتے ہی بودا شہر سے باہر فرڈی نینڈ کو شکست دی اور اس کے لشکر کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا۔

فرڈی نینڈ اپنے چند معتمد ساتھیوں کے ساتھ جرمنی کی طرف بھاگ گیا۔ اس کا باقی سارا لشکر سلطان نے جنگ میں کاٹ دیا تھا۔ ان جنگوں میں سلطان پہلے نہایت بُردباری، تحمل اور نرمی سے کام لیتے تھے لیکن اس بار انھوں نے ایک فاتح کا سا مظاہرہ

کیا۔ انہوں نے جرمنی تک فرڈی نینڈ کا تعاقب کیا اور راستے میں پڑنے والے تمام قلعوں، جنگی ہیت کے شہروں کو انہوں نے آگ لگا دی تھی۔ یورپ کا جو بھی ہتھیار بند شخص سامنے آیا تہِ تیغ کر دیا گیا۔ ہوا سے جرمنی تک سلطان نے سارے علاقے کا صفایا کر کے فرڈی نینڈ کو اس قابل کر دیا تھا کہ دوبارہ اسلامی سلطنت کی طرف بُری نگاہ سے دیکھ تک نہ سکے۔

سلطان سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ واپس آئے اور بودا شہر سے باہر خیمہ زن ہوئے۔ پھر انہوں نے جان زاپولیا کی بیوی ازابیلا کو اپنے بچے سمیت حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب ازابیلا سلطان کے سامنے آئی تو سلطان نے اس کے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا یہ بچہ تمہارا ہے۔"

جواب میں ازابیلا نے اپنی چھاتیوں کے بند کھول دیئے اور بچے کو دودھ پلانے لگی۔ سلطان سلیمان نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ لشکر کے قاضی سوکلی اٹھے اور ازابیلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اے خاتون! ہر تہذیب اپنے تمدن کی چوٹی ہوتی ہے۔ تہذیب کے لیے شہر، دیہات، صحرا اور کوہستان کی کوئی قید نہیں ہے۔ تہذیب معاشرے کی اجتماعی تخلیقات اور اقدار کا نچوڑ ہوتی ہے۔ گو تم نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ تمہاری تہذیب کا خاصہ ہے پھر بھی اے خاتون! اپنی چھاتیوں کو ڈھانپ کر ہم اپنی شریعت اپنی تہذیب کی رو سے تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے۔"

ازابیلا نے شرمندگی کی حالت میں اپنی چھاتیاں ڈھانپ لیں۔ سلطان نے ازابیلا کو مشرقی ہنگری کے ایک قلعے میں منتقل کر دیا۔ ساتھ ہی سلطان نے اوپر کاغذ پر طلائی حروف میں لکھا ہوا عہد نامہ بھی ازابیلا کو دیا جس میں تحریر تھا۔

" ترک بادشاہ اپنے ایمان اور اپنی تلوار کی قسم کھا کر یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب ازابیلا کا بچہ جوان ہو جائے گا تو وہ ہنگری کا بادشاہ بنا دیا جائے گا۔"

سلطان سلیمان ہنگری کے مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ خیر الدین اور طرغوت

اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اسپین کے بادشاہ چارلس کے لیے بہترین موقع تھا کہ وہ الجزائر پر حملہ آور ہو کر افریقہ میں اپنی بالادستی قائم کرے۔

الجزائر میں خیر الدین باربروسا اور طرغوت کا مستقل اڈہ تھا اور اسپین سے الجزائر اس قدر قریب تھا کہ خیر الدین اور طرغوت جب چاہیں ہسپانیہ کی مشرقی اور جنوبی سرحدوں کو آسانی کے ساتھ اپنی ترکتاز کا نشانہ بنا سکتے تھے۔

چارلس کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ الجزائر پر قبضہ کر کے اسپین کو خیر الدین، طرغوت اور ان دونوں کے ساتھیوں سے محفوظ کر دے۔ اس دوران میں ایسے اتفاق ہوئے کہ چارلس نے فوراً الجزائر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

اوّلاً سمندر کے اندر گھومنے والے مسلمان ملاحوں نے اپنے آپ کو باربروسا اور طرغوت کے لشکری ظاہر کر کے اور اپنے جہازوں پر اسلام کا ہرا جھنڈا لہرا کر جبل الطارق پر حملہ کر کے اس کے ایک حصے کو تاراج کر ڈالا۔

ثانیاً مسلمان ماہی گیروں کے ایک ایسے ہی گروہ نے اسپین کے قریب بیلیارک کے جزیروں کے قریب ہسپانوی بحری کاروان پر چھاپہ مار کر اسے لوٹ لیا۔

ثالثاً چند ہی روز بعد پرتگیزوں کی چند بادبانی کشتیاں سمندر میں سفر کر رہی تھیں کہ ان کے سامنے ایک کشتی نمودار ہوئی۔ اس کشتی میں صرف پانچ مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان مسلمانوں میں سے ایک نے ان ساری پرتگیزی کشتیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہمارے ساتھ چلو۔ تمہیں ہمارے امیر خیر الدین باربروسا اور طرغوت نے طلب کیا ہے۔" ان دونوں امیروں کی سمندر میں ایسی دہشت تھی کہ وہ سب پرتگیزی کشتیاں کسی مزاحمت کے بغیر ان کے ساتھ ہو لیں۔

ان حادثات و واقعات نے چارلس کو برافروختہ کر دیا اور پھر میدان اس کے سامنے خالی پڑا تھا۔ سلطان سلیمان بودا شہر میں تھے۔ خیر الدین اور طرغوت قسطنطنیہ میں تھے۔ الجزائر میں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی نامور جرنیل نہ تھا لہٰذا الجزائر

پر قبضہ کرنے کی غرض سے اس نے اسپین سے کوچ کیا۔

اس بار اس کی بحری قوت اس قدر زیادہ تھی کہ آج تک یورپ کے کسی بھی ملک سے اس قدر بڑے بحری بیڑے نے کوچ نہ کیا تھا۔ اس بیڑے میں آٹھ سو جنگی جہازوں کے علاوہ ان گنت ہلکی پھلکی اور توپیں لگی ہوئی تیز رفتار جنگی کشتیاں تھیں۔ اس کے علاوہ چار سو بڑے بڑے قلعہ نما جہاز تھے جنہیں مسافر بردار جہازوں کے طور پر استعمال کیا گیا تھا اور ان جہازوں میں ہسپانیہ، جرمنی، اٹلی، پرتگال اور روس کے لشکر سوار تھے۔

پے در پے خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے باعث فرانس نے اس جنگ میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا تاہم اس کے ساتھ میں اس بحری بیڑے میں صقلیہ اور مالٹا کے جنگی جہاز اور نائٹ بھی شامل ہو گئے تھے اس کے علاوہ اس لشکر میں چارلس کا داماد، سلطنتِ روما کے تین سو امراء اور ان گنت سرداروں اور نائٹ کی بیویاں اور لشکر کی خدمت کو کچھ اور لڑکیاں بھی شامل تھیں۔

✦

اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اسپین کا بادشاہ چارلس افریقہ میں راس ماتافو کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ یہ ایک پہاڑی قصبہ تھا جس سے قریب ہی الجزائر شہر تھا۔ یہاں ایک طوفان چارلس کے بحری بیڑے کی تاک لگائے بیٹھا تھا۔ راس ماتافو کے اردگرد کی پہاڑیوں میں عرب اور بربر آباد تھے۔

یہ وہی عرب تھے جنہیں اندلس سے جلاوطن کیا گیا تھا۔ وہ اہلِ ہسپانیہ سے سخت متنفر تھے اور یہ نفرت ان کی تلوار کی تیز زہریلی دھار میں رچی ہوتی تھی۔ ساحل پر اتر کر چارلس نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس اور دوسرا حصہ اندریا دوریا کی کمان میں رکھا، تیسرا حصہ چارلس نے اپنے جرنیل ہرنت بیچے کے تحت اور چوتھا حصہ ہالینڈ کے خونخوار ڈیوک کی سرکردگی میں کر دیا۔ چارلس کا

جیانٹلپ پہلی بار مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ لے رہا تھا۔

سرما اپنے زوروں پر تھا۔ مغرب سے تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنا شروع ہو گئے تھے۔ چارلس نے اپنے بیڑے کو اس اتھلی خلیج میں لنگر انداز کیا تھا جو راس ماتافو کے قریب تھا۔ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ ساحل پر اترا تو ان پر ایک اور طوفان ٹوٹ پڑا۔ عرب اور بربر افریقہ کے سیاہ ساحل کی چٹانوں کے پیچھے سے غیض و غضب اور اشتعال کی حالت میں تاک لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک یہ عرب اور بربر راس ماتافو کی سمت سے آندھی اور طوفان کی طرح پہاڑوں سے اترے اور چارلس کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔

ان عربوں اور بربروں کی کمان الجزائر کے قاضی جریہ کر رہے تھے۔ گو وہ بوڑھے تھے لیکن اس جذبے اور وجد میں وہ دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے کہ عربوں پر انہوں نے ایک نئے شوق اور بربروں پر نئی جستجو کی سی کیفیت طاری کر دی تھی۔

چارلس جب ان عربوں اور بربروں سے نمٹنے کے لیے ان کو چٹانوں کی طرف بڑھا جن سے اتر کر وہ اس پر حملہ آور ہوئے تھے، تو اچانک حسان آغا الجزائر شہر کے دروازے کھول کر اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور چارلس کی پشت پر ٹوٹ پڑا۔ اس طرح اس نے چارلس کو عربوں اور بربروں کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔

اسی طرح جب چارلس نے اپنے لشکر کے ساتھ حسان آغا کا تعاقب کر کے الجزائر شہر کی طرف جانا چاہا تو قاضی جریہ نے عربوں اور بربروں کے ساتھ اس کی پشت پر حملہ کر کے حسان آغا کا تعاقب کرنے سے روک دیا تھا۔ حملوں اور تعاقب کا یہ سلسلہ چند روز تک جاری رہا۔

اس طریقہ جنگ سے تنگ آ کر چارلس نے راس ماتافو اور الجزائر کے درمیان خندقیں کھودنا شروع کر دیں۔ عربوں اور بربروں نے تابڑ توڑ حملے کر کے خندقوں کی اس کھدائی میں مزاحمت شروع کر دی۔

چارلس نے خندقوں کی کھدائی تو جاری رکھی لیکن عربوں اور بربروں سے نمٹنے

کے لیے اس نے اٹلی اور مالٹا کے جنگ جو نائٹوں کا ایک لشکر تیار کیا اور ان عربوں اور بربروں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ یہ نائٹ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے اور بڑے منظم طریقے سے اس ماتافو کی طرف بڑھے تاکہ عربوں اور بربروں سے نمٹ کر اپنے لشکر کو ان کے آئے دن کے حملوں سے محفوظ کر دیں۔

عرب اور بربر بھی ان نائٹوں کی تاک میں تھے۔ کسی مزاحمت اور روک کے بغیر انہوں نے بلا جھجک نائٹوں کو آگے بڑھنے دیا۔ جب یہ نائٹ فتح کی امید میں مست ایک پہاڑ کے اوپر آئے تو اچانک عرب اور بربر اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو گئے۔ پہاڑ کے اوپر گھمسان کا رن پڑا۔ اٹلی اور مالٹا کے نائٹوں کو یہ وہم تھا کہ عرب اور بربر ان کے سامنے زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکیں گے۔ وہ انہیں شکست دے کر اور ان کا تعاقب کر کے ان کا قتلِ عام کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے اور اس ماتافو پر قبضہ کر کے چارلس سے داد تحسین حاصل کریں گے۔

اس دوران بارش بھی شروع ہو گئی اور تیز ہواؤں کے جھکڑ بھی چل نکلے تھے حسان آغا نے طرفداری اور چابکدستی سے ینی چریوں کا ایک دستہ بھی ان عربوں اور بربروں کی مدد کو روانہ کر دیا تھا۔ اب ان کوہستانوں پر تین قوتیں نائٹوں کے مقابلے میں یکجا ہو گئی تھیں۔ ایک ینی چری جو تیز بارش اور آندھی میں بھی تیر اپنے ہدف پر چلانے کا فن جانتے تھے۔ دوسرے عرب جو بدترین حالات میں تلوار کے فن سے معجزات کا ظہور کرنے میں ماہر تھے۔ تیسرے بربر جو انتہائی ناموافق صورتِ حال میں بھی اونٹ کی طرح مستقل مزاج رہنے میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ ان تینوں قوتوں نے تین اطراف سے اٹلی اور مالٹا کے نائٹوں پر حملہ کر دیا تھا۔

نائٹوں نے انتہائی کوشش کی کہ وہ اس جنگ میں غالب رہیں لیکن ان کی ہر کوشش نامراد گئی۔ تیز بارش اور سرد طوفانی آندھی میں ینی چریوں، عربوں اور بربروں نے جان لیوا حملے کر کے ان کا قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔

ان کوہستانوں کے اندر اٹلی اور مالٹا کے نائٹ مسلمانوں کے انتہائی خوفناک

اور مہلک حملوں کا سامنا کرتے ہوئے اپنا سارا جنگی تجربہ اور اپنی جرأت و جسارت بھول گئے تھے۔ مسلمانوں نے ایک ایک نائٹ کو تعاقب کر کے قتل کر ڈالا اور بعد میں آنے والے دور میں برسوں تک وہ کوہستان جہاں جنگ ہوئی تھی، نائٹوں کا قبرستان مشہور رہا۔

نائٹوں کے اس قتلِ عام سے چارلس آگ بگولہ ہو گیا اور غصے کی حالت میں اس نے قسم کھائی کہ وہ اس ماتافو اور الجزائر کو تباہ کیے بغیر اسپین واپس نہ جائے گا۔ اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ پہلے اس ماتافو اور پھر الجزائر کو برباد کر کے زمین بوس کر دے گا۔ اس مقصد کے لیے اس نے وسیع پیمانے پر جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی۔

اسی دوران مغرب کی طرف سے تیز طوفانوں کے جھکڑ چل نکلے تھے۔ انہی جھکڑوں میں صقلیہ سے پچیس جہاز چارلس کے لیے کمک اور خوراک لے کر آئے۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ خبر بھی دی کہ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت اپنے درجنوں[۱۵۰] جہازوں کے ساتھ قسطنطنیہ سے کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور انہیں قسطنطنیہ چھوڑے کئی روز ہو چکے ہیں۔

اندریا دوریا جو خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کی جرأت اور ان کے طریقۂ جنگ سے خوب واقف تھا خوفزدہ ہو گیا اور اس نے چارلس کو مشورہ دیا کہ فوراً افریقہ کے اس ساحل سے کوچ کر کے اسپین روانہ ہو جانا چاہیے اگر خیر الدین باربروسہ اور طرغوت آ پہنچے تو ہماری حالت بدترین ہو کر رہ جائے گی۔

چارلس کے بیٹے فلپ، اس کے داماد اور ہالینڈ کے ڈیوک نے اندریا دوریا کے اس فیصلے کو جلد بازی پر محمول کیا اور چارلس کو اکسایا کہ وہ افریقہ کے ساحل پر جما رہے۔ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت اگر ادھر آ گئے تو وہ الجزائر پر قبضہ کرنے کے علاوہ ان دونوں کو عبرت خیز شکست دے کر بحیرہ روم میں ان کا طلسم ختم کر دیں گے۔ اس کے بعد سلطان سلیمان کو یورپ کی سرزمین سے نکال باہر کرنا ان کے لیے اتنا دشوار نہ رہے گا۔

چارلس واقعی ان کے مشورہ پر عمل کرنے کی حماقت کر بیٹھا۔ اپنی جنگی

تیاریاں مکمل کرنے کے بعد دو ایک بار اس نے راس ماتافو یا الجزائر پر قبضہ کر لینے کے لیے تیز طوفانی حملے کیے لیکن قاضی جربیہ اور حسان آغا کی سرکردگی میں عربوں، ترکوں اور بربروں نے اس کے حملوں کو بری طرح سے ناکام بنا دیا تھا۔

پھر ایک روز مغربی سمندری جھگڑوں کے علاوہ چارلس پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ وہی قیامت جس کا انتظار اندریا دوریا بڑی بے چینی اور خوف و ہراس میں کر رہا تھا۔

ایک صبح جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا مشرق اور شمال کی طرف سے خیر الدین باربروسہ اور طرغوت ان کے بحری بیڑے کو گھیرے کھڑے تھے، ابھی تک انہوں نے اپنے حملوں کی ابتدا نہ کی تھی۔ اندریا دوریا کھلے سمندر میں خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ چارلس کے بیٹے فلپ اس کے داماد اور ہالینڈ کے ڈیوک پر کوئی اثر نہ ہوا اس لیے کہ ان کا واسطہ خیر الدین اور طرغوت سے پہلے کبھی نہ پڑا تھا۔

الجزائر کے لوگوں اور راس ماتافو کے قبائلی عربوں اور بربروں کو جب خبر ہوئی کہ ان کے امیر خیر الدین باربروسہ اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ پہنچ گئے ہیں تو وہ اپنے گھروں سے گلی کوچوں میں نکل آئے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے

چارلس فی الوقت الجزائر اور راس ماتافو کو فراموش کر بیٹھا۔ اس نے اپنی ساری توجہ اب خیر الدین اور طرغوت کو شکست دینے پر مبذول کر لی تھی۔ اس نے اپنے بیٹے فلپ اور داماد کو اپنے ساتھ ساحل پر رکھا جب کہ اندریا دوریا اور ہالینڈ کے ڈیوک کو اس نے خیر الدین اور طرغوت کو مار بھگانے پر مامور کیا۔

خیر الدین ساحل کے ساتھ ساتھ لشکر کے آدھے حصے کے ساتھ ان کے مشرق میں تھا جب کہ لشکر کے دوسرے آدھے حصے کے ساتھ شمال میں کھلے سمندر میں طرغوت تھا۔

اندریا دوریا بادل نخواستہ خیر الدین کی طرف بڑھا وہ جانتا تھا کہ خیر الدین کو وہ زیر نہ کر سکے گا اور اس جنگ کا انجام کیا ہو گا تاہم وہ چارلس کے احکامات کا اتباع ضرور کر رہا تھا۔

ہالینڈ کا ڈیوک جس کا واسطہ اس سے قبل کبھی جنگ میں خیر الدین اور طرغوت سے نہ پڑا تھا۔ جنگلی سانڈ کی طرح بنکارتا ہوا طرغوت کی طرف بڑھا تھا۔ اس کی کمان میں طرغوت کی نسبت دگنا بحری بیڑہ تھا اور وہ اس قدر شجاعت اور استقلال کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ ایک قلعہ نما جہاز میں اپنے بیڑے کے آگے آگے شمال کی طرف بڑھا۔

دوسری طرف طرغوت بھی حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اسے یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ ہالینڈ کا ڈیوک حملہ آور بیڑے کی پیشوائی کر رہا ہے۔ طرغوت نے اپنے چھوٹے چھوٹے ان جہازوں کو آگے رکھا جن سے وہ دشمن کے جہازوں سے ٹکرا کر روکنے کا کام لیتا تھا۔ ایسے ہی ایک جہاز میں وہ خود بھی سوار تھا۔

جب دونوں بیڑے ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا آغاز ہوا تو ہالینڈ کا ڈیوک للکار للکار کر اپنے لشکریوں کو مسلمانوں کا قتل عام کرنے کی ترغیب دینے لگا تھا۔ جب کہ طرغوت نے بڑی خاموشی، نہایت رازداری سے جنگ کی ابتدا کی تھی۔

مسلمان ملاح اپنی ڈھالیں اور تلواریں سونتے اپنے جہازوں سے دشمن کے جہازوں میں کود کر اپنی تلواروں کے طلسمات سے زندگی موت کا کھیل شروع کر چکے تھے طرغوت اپنے جہاز کو اس جہاز کے قریب لایا جس میں ہالینڈ کا خونی اور خونخوار ڈیوک سوار تھا اور اپنے ساتھی ملاحوں کے ساتھ وہ اس کے جہاز میں کود گیا تھا۔

طرغوت کے بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں اپنا جارحانہ [illegible] بحری کلہاڑا تھا اور وہ اس جہاز کے اندر اپنے سامنے آنے والے یورپی ملاحوں کو کاٹتا ہوا عرشے پر بنے اس چبوترے کے پاس جا پہنچا جس پر کھڑا ہو کر ہالینڈ کا ڈیوک [illegible] سے اپنے لشکریوں کو جنگ کی ہدایات جاری کر رہا تھا۔ طرغوت اس کے قریب آیا ڈیوک نے بھی اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھا کیونکہ وہ اس کے کئی آدمیوں کو کاٹ کر اس تک پہنچا تھا۔ اس کے کلہاڑے سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا اور اس کے چہرے پر عجیب

سا جنگی جلال تھا۔

ہالینڈ کے ڈیوک نے اپنی تلوار لہرائی۔ ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کی اور طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا: "کون ہو تم تاکہ تمہارے مرنے سے قبل مجھے علم ہو کہ میرے ہاتھوں کون مارا گیا۔ کاش میرا مقابلہ مسلمانوں کے نائب امیر اور خیرالدین کے دست راست دراگوت سے ہوتا تو اس جہاز میں اس پر میں واضح کرتا کہ جنگ کیسے کی جاتی ہے اور دشمن پر تلوار کی ضرب کس طرح لگائی جاتی ہے۔"

طرغوت نے غیض و غضب کی حالت میں کہا۔ "اے غلیظ انسان! میرا ہی نام طرغوت ہے جسے بگاڑ کر تم لوگ دراگوت پکارتے ہو۔ آگے بڑھ کر مجھ پر وار کر، میں تجھے پہلے حملہ آور ہونے کا موقع دیتا ہوں۔ جب میرا یہ چار منہ کا کلہاڑا تم پر برسے گا تو اپنی طوفانی ضرب سے میں تمہاری ساری شیخی، ساری شجاعت کو دھو ڈالوں گا۔ پھر تجھے جوابی حملہ کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ آگے بڑھ اور مجھ پر حملہ آور ہو، میں اپنا انجام اپنے رب واحد و ذوالجلال کے سپرد کرتا ہوں۔ تو اپنا انجام اپنے ہاتھ میں لے اور آگے بڑھ۔"

ہالینڈ کے ڈیوک نے آگے بڑھ کر طرغوت پر اپنی تلوار کا ایک خطرناک وار کیا جسے بڑی خوبصورتی کے ساتھ طرغوت نے اپنی ڈھال پر روکا اور اپنا کلہاڑا لہرا کر اس نے جوابی حملہ کیا۔ ڈیوک نے بھی کلہاڑے کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا۔ پر طرغوت کی ضرب ایسی طاقتور تھی کہ ڈیوک کی ڈھال کو طرغوت کا کلہاڑا چیرتا ہوا بیکار کر گیا۔ ڈیوک اپنی ڈھال کو بیکار ہوتے دیکھ کر ابھی کشش و پنج میں ہی تھا کہ طرغوت نے اس پر دوسرا وار کر دیا۔ ڈیوک نے یہ وار بھی روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا اور طرغوت کا کلہاڑا ڈیوک کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔ جہاز کے اندر ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور ڈیوک کی لاش عرشے پر گر گئی۔

طرغوت پیچھے ہٹا اور اپنے ملاحوں کے ساتھ مل کر دشمنوں کا صفایا کرنے لگا تھا۔ ایک لہر سے دوسری لہر، ایک کشتی سے دوسری کشتی اور ایک جہاز سے دوسرے جہاز میں یہ

یہ خبر پھیلتی چلی گئی تھی کہ ہالینڈ کا ڈیوک طرغوت کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور جلد ہی تھوڑی دیر بعد مسلمانوں نے اپنے تیز حملوں اور طوفانی تکبیروں سے دشمن کو اپنے آگے آگے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

چارلس کا مقصد یہ تھا کہ ہالینڈ کے ڈیوک اور اندریا دوریا کے ساتھ خیرالدین اور طرغوت کو مصروف رکھنے کے بعد وہ اپنے بیٹے اسد اماد کے ساتھ حملہ کر کے الجزائر شہر پر قبضہ کر لے گا۔ الجزائر پر قبضہ کرنا اب اس کی ضد ہو گیا تھا کیونکہ یہیں سے اٹھ کر تو خیرالدین اور طرغوت یورپی علاقوں پر حملہ آور ہوتے تھے لیکن چارلس کو اپنے ارادوں میں ناکامی ہوئی۔

طرغوت نے ہالینڈ کے ڈیوک کو پچھاڑ کر رکھ دیا۔ خیرالدین بار بروسہ نے سمندر کے اندر ہی اندریا دوریا کو شکست دے کر اپنے آگے آگے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب کہ بربر اور عرب قبائل نے قاضی جریبہ کی سرکردگی میں اس علاقے کی طرف سے اور حسان آغا نے اپنے لشکر کے ساتھ الجزائر کی طرف سے حملہ آور ہو کر چارلس کو بے بس و مجبور بنا کر رکھ دیا تھا۔

مہربان و بیدار قدرت خیرالدین بار بروسہ اور طرغوت کی پوری طرح مددگار رہی تھی۔ جس وقت ان دونوں نے مل کر ہالینڈ کے ڈیوک اور اندریا دوریا کو شکست دی اسی وقت مغرب کی طرف سے سمندر میں طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چل نکلے اور بارش تیز ہونے لگی۔

ایک طرف سے قدرت اپنے طوفانی عناصر کے ساتھ نازل ہوئی تھی، تو دوسری طرف خیرالدین بار بروسہ اور طرغوت ہولناک آندھی بن کر خلیج ماتا فو کے اچھلتے پانی میں کھڑے چارلس کے بحری بیڑے کے جنگی اور مسافر بردار جہازوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اسی طوفانی اتھل پتھل میں حسان آغا اور بربر و عرب قبائل مل کر ساحل پر نصب چارلس کے خیموں میں گھس آئے اور اپنی تلواروں سے انہوں نے طلسمات کا سماں باندھ کر چارلس کے لشکر کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ چارلس اپنے لشکر کے ساتھ

ساحل سے بھاگ کر اپنے جہازوں پر سوار ہوا اور اس نے فوراً الجزائر سے پسپائی کا حکم دے دیا تھا۔

قدرت کے بحری عناصر چارلس کے خلاف کام کر رہے تھے۔ سمندر میں طوفان اپنے زوروں پر آ گیا تھا۔ تیز شوریدہ سر ہوائیں سمندر کے اندر بڑی بڑی لہروں کو جنم دے کر نیلے پانی کو سرسام زدہ کرنے لگی تھیں۔

خیر الدین اور طرغوت نے خلیج ماتافو کے اتھلے پانی میں کھڑے چارلس کے جہازوں پر حملہ آور ہو کر اس کے آدھے بیڑے کا صفایا کر دیا تھا۔

جنگ کی کارگزاری دکھانے کے لیے وہ روما الکبریٰ کے جن تین سو معزز اور برگزیدہ لوگوں کو لایا تھا وہ سب کے سب اس جنگ میں مارے گئے۔ لشکر میں جو کمانڈروں کی بیویاں اور لشکریوں کی دیکھ بھال کرنے کو جو لڑکیاں تھیں وہ گھوڑیوں کی طرح بدک اٹھی تھیں لیکن ان کی خوش قسمتی کہ خیر الدین اور طرغوت نے عورتوں پر ہاتھ اٹھانے سے اپنے سپاہیوں کو سختی سے منع کر دیا تھا۔

اس طوفانی اور سرفروشانہ حملے میں خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے چارلس کے آٹھ ہزار بہترین جنگجو سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ چارلس اپنے اس نقصان پر بے حد حساس ہو گیا تھا۔ اپنے فرار میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اس نے اپنے اعلیٰ نسل کے ان گنت گھوڑوں کو اپنے جہازوں سے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ اپنے گھوڑوں کو اس طرح ہلاک ہوتے دیکھ کر سواروں کا دل بھر آیا تھا۔

اٹلی اور مالٹا کے نائٹ جو اپنے جنگی تجربے پر ہمیشہ ناز کیا کرتے تھے خیر الدین اور طرغوت سے جان بچانے کی خاطر فرار کرتے ہوئے سب سے آگے تھے۔

چارلس نے آندھی طوفان اور سمندر میں اٹھتی سرکش موجوں کے اندر راہِ فرار اختیار کی تھی۔ خیر الدین اور طرغوت نے عقل مندی کا ثبوت دیا اور انہوں نے طوفان اور سرسام زدہ سمندر میں ان کا تعاقب نہ کیا اور اپنے لشکر کو انہوں نے الجزائر کی ساحلی پٹی کے ساتھ ساتھ لنگر انداز کر کے جہازوں اور کشتیوں کے کنارے پر کھونٹے گاڑ کر باندھ دیا تاکہ طوفان انہیں نقصان نہ پہنچائے۔ چارلس کے بحری بیڑے کو جس قدر نقصان خیر الدین باربروسہ اور طرغوت نے پہنچایا تھا اس سے کہیں زیادہ نقصان اسے سمندری طوفان نے پہنچایا تھا۔

چارلس بڑی مشکل سے اپنے مسافر بردار جہازوں کے ساتھ بوجئے یا کی بندرگاہ تک پہنچ سکا۔ اس کے ساتھ صرف ایک جنگی جہاز رہ گیا تھا جو بوجئے یا کی بندرگاہ کے قریب جا کر ڈوب گیا۔ دیگر جہازوں میں سے اکثر سمندری طوفان کے باعث ڈوب گئے تھے یا واپس الجزائر کے ساحل پر جا لگے تھے جن پر خیر الدین اور طرغوت نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ایک بدترین شکست تھی جس کا سامنا چارلس کو کرنا پڑا تھا۔

خیر الدین باربروسہ اور طرغوت جب اپنے بحری بیڑے کے ساتھ الجزائر کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے تو الجزائر کے مردوں اور عورتوں کا ایک ہجوم تھا جو انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے ساحل پر جمع ہو گیا تھا۔ روطہ، خولان، کاسندان، حسان اور سعد اس جہاز میں چڑھ آئے تھے جس میں خیر الدین اور طرغوت سوار تھے۔ روطہ اپنے بچے کو بھی اٹھائے ہوئے تھی۔

طرغوت نے آگے بڑھ کر اپنے بچے کو پیار کیا اور ابھی وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خولان نے پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں سب کی طرف سے آپ اور ساتھی خیر الدین کو اس عظیم فتح پر مبارکباد دیتی ہوں۔" طرغوت ایک شوق اور مسکراہٹ میں خولان کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ پھر وہ سب جہاز سے اتر کر قلعے کی طرف جا رہے تھے۔

کچھ عرصہ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت الجزائر میں پُرسکون زندگی بسر کرتے رہے۔ اس دوران طرغوت کے تین بچے ہو گئے تھے۔ ایک بیٹا خولان سے اور ایک بیٹا اور بیٹی روطہ سے۔ اب ان دونوں کا مدعا یہ تھا کہ تیونس اور طرابلس پر حملہ کر کے وہاں سے ہسپانیوں اور مالٹا کے نائٹس کو نکال باہر کریں اور ان دونوں جگہوں

ہیں مسلمانوں کی عملداری بحال کریں لیکن ۱۵۴۳ء کے موسم بہار میں جب سلطان سلیمانؒ نے خیر الدین اور طرغوت کو قسطنطنیہ طلب کیا تو انہوں نے اچانک اپنا فیصلہ بدل لیا اور دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے سلطان سلیمان سے التماس کی کہ وہ ترکی بحری بیڑے کو فرانس لے جانا چاہتے ہیں۔

ان دونوں کا مقصد یہ تھا کہ فرانس میں قیام کر کے اہلِ یورپ کی قوت پر ایسی ضربیں لگائیں کہ آئندہ انہیں مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہو۔ یورپ کو پوری طرح مفلوج کرنے کے بعد وہ تیونس اور طرابلس کی طرف متوجہ ہونا چاہتے تھے۔

اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ خود فرانس کے بادشاہ فرانسس نے خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو فرانس آنے کی دعوت دی تھی۔ کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ چارلس اس پر حملہ کر دے گا کیونکہ مسلمانوں کے خلاف الجزائر کی جنگ میں اس نے چارلس کا ساتھ نہ دیا تھا۔

فرانسس ان دنوں چارلس سے اس لیے بھی خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ اسپین کا شہنشاہ چارلس انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے ساتھ مل کر فرانس کے خلاف ساز باز کر رہا تھا۔ اس لیے اس نے خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو اپنے بحری بیڑے کے ساتھ فرانس آنے کی دعوت دے دی۔ اس طرح فرانسس چارلس اور ہنری ہشتم پر اپنی قوت کا اظہار کر کے ان کی طرف سے اپنے لیے خطرے کو کم کرنا چاہتا تھا۔

سلطان سلیمان نے اپنے بحری بیڑے کو فرانس بھیجنے پر پہلے پس و پیش کیا۔ پھر سلطان کو پری ویزا کی فتح یاد تھی جس میں خیر الدین اور طرغوت نے پورے یورپ کی بحری قوت کو عبرت ناک شکست دی تھی لہٰذا انہوں نے خیر الدین اور طرغوت کو فرانس جانے کی اجازت دے دی۔

پورے ترکی بیڑے کو اس طرح خطرے میں ڈالنا بڑی ہمت اور جرأت کا کام تھا۔ بہرحال خیر الدین اور طرغوت نے خوشی خوشی گیلی پولی سے فرانس کی طرف کوچ کیا۔ ان کے بیڑے میں ایک سو دس تیز رفتار جنگی کشتیاں اور چالیس بڑے بڑے جہاز تھے جن میں ان کے تیس ہزار کے قریب جنگ آزمودہ مجاہد تھے۔

فرانس جانے کے لیے انہوں نے ایک انتہائی خطرناک راستہ استعمال کیا۔ جسے ایک عام امیر البحر استعمال کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

خیر الدین اور طرغوت اٹلی اور سسلی کے درمیان آبنائے میسینا سے ہو کر فرانس کی طرف بڑھے۔ اس آبنائے کا مدو جزر ہر وقت بحری جہازوں کے لیے خطرے کی علامت بنا رہتا تھا۔

جب وہ آبنائے میسینا سے گزر رہے تھے تو قلعہ ریجیو کے حکمران نے ان کے بحری بیڑے پر آتش باری کی۔ خیر الدین اور طرغوت وہاں لنگر انداز ہو گئے اور قلعے پر حملہ کر دیا تھا۔ انہوں نے قلعے پر طوفانی گولہ باری اور تیر اندازی کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ قلعے کے نصرانی حاکم نے اپنی حسین ترین لڑکی اس نیت سے خیر الدین باربروسہ کے سامنے پیش کی کہ خیر الدین اس سے شادی کر کے اور اس کے بدلے اس کا قلعہ اسے واپس کر دے۔

خیر الدین باربروسہ نے ریجیو کے حکمران کی اس خواہش کو ٹھکرا دیا اور چند یوم قلعے میں قیام کرنے اور اس کی فصیلوں کو مسمار کرنے کے بعد اٹلی کے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا تھا۔ اٹلی کی حکومت کو جرأت نہیں ہوئی کہ اپنے بحری بیڑے کو سامنے لا کر ان کی راہ روکے لہٰذا وہ بے خوف و خطر آگے بڑھ کر خلیج لی آں میں داخل ہو گئے۔ جہاں فرانسس کی طرف سے فرانس کا امیر البحر دانگیان اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ان کے استقبال کو موجود تھا۔

دانگیان نے پورے شاہی آداب و رسومات کے ساتھ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کو سلامی دی پھر خیر الدین باربروسہ کے حکم پر دانگیان نے اپنے جہازوں پر سلطنتِ عثمانیہ کا سبز ہلالی جھنڈا بلند کیا۔

چارلس کا امیر البحر اندریا ڈوریا ان دنوں اسپین کے بحری بیڑے کے ایک

پرووانس کے صوبے دار نے خیرالدین اور طرغوت کے لیے طولون میں بڑا عمدہ انتظام کیا۔ طولون کی ساری فرانسیسی آبادی کو مارسی کے شہر کی طرف منتقل کر دیا تھا اور طولون کا پورا شہر خیرالدین اور اس کے لشکر کے لیے خالی کر دیا گیا تھا۔

فرانسیسیوں پہ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت کے نام کا ایسا لرزہ طاری تھا کہ وہ خود ہی بڑی سُرعت کے ساتھ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے۔

خیرالدین باربروسہ اور طرغوت جب طولون کی بندرگاہ میں داخل ہوئے تو صوبے دار نے بنفسِ نفیس خیرالدین اور طرغوت کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی ضروریات سے متعلق استفسار کیا۔ خیرالدین نے اسے صرف دو احکام جاری کیے۔ اولاً ان کے لشکریوں کے لیے خوراک کا عمدہ انتظام کیا جائے۔ ثانیاً کلیسا کی گھنٹیاں نہ بجائی جائیں۔

فرانسس نے خیرالدین اور طرغوت کو ان کے بحری بیڑے کے ساتھ اپنی جنوبی بندرگاہ طولون میں اس لیے ٹھہرایا تھا تاکہ فرانس کے پورے جنوبی ساحل کی حفاظت ہو سکے اور چارلس انگلستان کے ہنری ہشتم کے ساتھ مل کر اس پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

طولون کی بندرگاہ اسپین سے نزدیک ترین تھی۔ لہٰذا اس علاقے پر چارلس کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ خیرالدین اور طرغوت کو وہاں ٹھہرا کر فرانسس نے ایک لحاظ سے اپنے جنوبی ساحلوں کو حملہ آوروں سے محفوظ کر لیا تھا۔

پرووانس کے صوبے دار نے خیرالدین اور طرغوت کو طولون کے اس محل میں ٹھہرنے کی پیش کش کی جس میں فرانس کا بادشاہ فرانسس آ کر قیام کیا کرتا تھا۔ خیرالدین باربروسہ نے پہلے اپنے لشکر کو شہر کے خالی مکانوں میں آباد کیا پھر اس نے طرغوت، صنعان اور صالح کے ساتھ فرانسس کے محل میں قیام کیا۔

فرانسس کی طرف سے اس کے صوبے دار نے خیرالدین اور طرغوت کے لشکر کی رہائش اور خوراک کا نہایت عمدہ اور پُرتکلف انتظام کیا تھا۔ پھر خیرالدین باربروسہ

جتھے کے ساتھ اپنے آبائی شہر جنیوا میں ٹھہرا ہوا تھا۔ خیرالدین اور طرغوت تیزی تیزی سے اپنے اس ازلی دشمن کی طرف بڑھے۔

اندریا دوریا کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا بحری بیڑہ اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور شمال میں اسپین کی بندرگاہ بارسلونا میں جا کر پناہ لی۔ خیرالدین اور طرغوت نے اندریا دوریا کا تعاقب کیا۔ اور بارسلونا جانے کی بجائے انہوں نے چارلس کے شہر نیس پر حملہ کر دیا۔

اس حملے میں ان عربوں نے بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کیا جو ہسپانیہ سے نکالے گئے تھے۔ کیونکہ یہی سرزمین تھی جہاں سے چھینی گئی تھی اور اس پر حملہ آور ہو کر وہ اب اپنے غصے اور اپنی تلخی کا پورا اظہار کر رہے تھے۔

چارلس نے ایک امدادی لشکر نیس کی حفاظت کے لیے روانہ کیا لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ہی نیس شہر میں مقیم ہسپانوی لشکر کو شکست دے کر خیرالدین اور طرغوت نے شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ نیس شہر سے ڈھیروں مالِ غنیمت خیرالدین اور طرغوت کے ہاتھ لگا اور جس وقت چارلس کا امدادی لشکر نیس شہر پہنچا تو وہ دونوں شہر کی فصیلوں اور قلعے کو مسمار کرنے کے بعد اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

اب سرما اپنے زوروں پہ آ گیا تھا۔ تیز و تند ہواؤں نے سمندروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور بحری سرگرمیوں کا موسم ختم ہو رہا تھا لہٰذا خیرالدین اور طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ فرانس کی طرف پلٹے۔

اس دوران فرانس کے بادشاہ فرانسس نے اپنے صوبے پرووانس کے صوبے دار کو حکم بھیجا کہ خیرالدین، طرغوت اور ان کے بحری بیڑے کو اپنے صوبے کی بندرگاہ طولان میں لنگر انداز کرائے اور وہاں ان کے اور ان کے لشکر کی رہائش کا عمدہ انتظام کرے۔ اس نے یہ بھی حکم بھیجا کہ طولان کی بندرگاہ میں مسلمان فرانسیسیوں کے مہمان ہوں گے اور ان کی رہائش و خوراک کے اخراجات ہمارے ذمہ ہوں گے۔"

طرغوت، صنعان اور صالح نے آپس کے صلاح مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ ایک ماہ لشکر کو مکمل آرام کرنے دیا جائے۔ اس دوران بحری جہازوں کی گنتی میں کمی آ جائے گی پھر خیرالدین باربروسہ اور طرغوت اسپین کے ساحل پر اور صنعان اور صالح جزائر بلیارک پر چھاپے ماریں گے۔ یہ جزیرے ہسپانیہ کی ملکیت تھے۔

ایک ماہ بعد خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے چارلس کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کر دی تھی۔ صنعان اور صالح نے جزائر بلیارک کو روند ڈالا جبکہ خیرالدین اور طرغوت دونوں اسپین کے ساحلی شہروں پر عذاب بن کر نازل ہو گئے تھے۔ جب وہ کسی ساحلی شہر پر حملہ کرتے اور چارلس ان سے دفاع کے لیے اپنا لشکر روانہ کرتا تو وہ سراب اور رات کی تاریکیوں کی طرح غائب ہو کر اس کے کسی دوسرے شہر پر حملہ آور ہو جاتے۔

انہوں نے ساحلی شہروں اور بندرگاہوں کو لوٹ کر نہ صرف اپنی بحری قوت میں اضافہ کر لیا تھا بلکہ طولون کی بندرگاہ میں انہوں نے دولت کے انبار لگا دیئے تھے۔

ہسپانوی کسی دور میں الجزائر، تیونس اور طرابلس سے مسلمانوں کو غلام بنا کر یورپ کی منڈیوں میں بیچا کرتے تھے۔ خیرالدین اور طرغوت نے ہسپانیوں کے ان سیاہ کارناموں کا انتقام لینا شروع کر دیا۔ وہ ہسپانوی قیدیوں کو لاتے اور انہیں غلام بنا کر فرانس کے شہر مارسی کی منڈی میں بیچ دیتے۔

اس طرح کئی ماہ تک طولون میں قیام کر کے اسپین کے ساحلی شہروں پر چھاپے مار کر اپنی دولت اور قوت میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ چارلس کے لیے دل آزاری اور پریشانی کا باعث بنے رہے۔

فرانسس کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں خیرالدین اور باربروسہ طولون کی بندرگاہ پر پکا قبضہ ہی نہ کر لیں۔ لہٰذا وہ بار بار خیرالدین اور طرغوت کو پیغام بھجوانے

لگا کہ اب جہاز رانی کا موسم شروع ہو گیا لہٰذا واپسی کا راستہ لو لیکن فرانسس کی ان باتوں کے سامنے وہ دونوں بہرے بن جاتے۔

فرانسس اور اس کا صوبے دار دونوں تنگ پڑ گئے تھے۔ فرانسس پچھتا رہا تھا کہ اس نے ترکی بحری بیڑے کو فرانس آنے کی کیوں دعوت دی۔ کیونکہ ترکی بیڑے کے سارے اخراجات اسے برداشت کرنا پڑ رہے تھے اور اس کا خزانہ خالی ہو رہا تھا۔ اس دوران اچانک حالات نے پلٹا کھایا۔ خیرالدین بیمار ہو کر بستر پر پڑ گیا اور طرغوت کے لیے الجزائر سے یہ ہولناک خبر جان لیوا صدمہ بن کر آئی کہ روطہ چند روز بیمار رہ کر مر گئی ہے۔

ان حالات میں جب کہ خیرالدین تیز اور سخت بخار کی حالت میں پڑا تھا، اور طرغوت امیر البحر کے فرائض انجام دے رہا تھا طرغوت نے واپسی کا حکم دے دیا۔ اس نیت کے ساتھ کہ وہ قسطنطنیہ جا کر خیرالدین باربروسہ کے علاج کا مناسب بندوبست کر سکے گا۔

طرغوت نے جب واپسی کا سفر اختیار کیا تو کسی بھی یورپی بیڑے کی جرات نہ ہوئی کہ کھلے سمندر میں اس کا راستہ روکے۔ واپس جاتے ہوئے بھی طرغوت نے یورپ والوں کو معاف نہ کیا خاص کر چارلس کی سلطنت کے ساحلوں پر پھر حملہ کر کے اس نے لرزہ طاری کر دیا۔ وہ بڑی شان سے پرچم لہراتا ہوا، اندریا دوریا کے وطن جنیوا کے قریب سے گزرا اور البا کے جزیرے پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ پھر گویا روطہ کی موت اور خیرالدین باربروسہ کی بیماری نے اس پر جنون طاری کر دیا۔ آگے بڑھتے ہوئے اٹلی کے ساحل پر جی لیو کا جزیرہ اس نے تسخیر کیا اور جزیرہ پیروتار کوینہ کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ پاپائے روم کی سرزمین کے گرد گھومتا ہوا اس کا بحری بیڑہ خلیج نیپلز پہنچا۔ یہاں اس نے اکثر جزیروں کو فتح کیا پھر وہ پوتسوری کے ساحل پر آیا اور نیپلز شہر پر حملہ کر کے اس کی فصیلیں اور دروازے اس نے توڑ کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد اس نے

لیاری کا جور و ستم کیا اور خلیج سینا سے ہوتا ہوا وہ قسطنطنیہ کی طرف ایک فاتح کی حیثیت سے بڑھ رہا تھا۔

جس وقت اس کا بحری بیڑہ مالٹا کی سیدھ میں آگے بڑھ رہا تھا اور طرغوت اپنے جہاز کے عرشے پر کھڑا مالٹا کے ساحل کی طرف غصے کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ مالٹا پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر رہا تھا، پر اسی وقت ایک ملاح بھاگتا ہوا آیا اور طرغوت سے کہا۔ "اے امیر! آقا خیر الدین کی حالت زیادہ بگڑ گئی ہے انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔"

طرغوت بھاگتا ہوا جب جہاز کے اس حصے میں آیا جہاں خیر الدین کے لیے نرم گدوں سے آرام کرنے کی جگہ بنی ہوئی تھی تو طرغوت نے دیکھا خیر الدین کی آنکھیں بند تھیں۔ ایسا لگتا تھا اس پر نزع کا عالم طاری ہو چکا ہو۔

طرغوت نے اسے پکارا۔ "خیر الدین! خیر الدین! میرے بھائی!"

خیر الدین نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں، ایک اداس، افسردہ اور کمزور سی نگاہ اس نے طرغوت پر ڈالی پھر بڑی مشکل سے طرغوت کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور نحیف آواز میں کہا۔

"طرغوت! طرغوت! تمہارے ساتھ اس جہاز میں یہ بندۂ گنہگار چند گھڑیوں کا مہمان ہے۔ موت سے کسی کو فرار نہیں۔ بڑے بڑے رجل عظیم اس کا شکار ہو گئے۔ یہ زندگی موت، نیکی بدی، نرمی سختی، غم و خوشی، سزا و جزا، محبت و نفرت، رد و قبول، اقدام و پسپائی، جفت و طاق، اختلاف و اتفاق، سیاہی و سفیدی، چھوٹائی بڑائی سب میرے رب کی احدیت کے مظاہر ہیں۔ میں بھی اپنے رب کی طرف جاتا ہوں لیکن مرنے سے قبل میری ایک خواہش ہے۔"

طرغوت نے خیر الدین کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "خیر الدین! میرے بھائی! مایوس نہ ہو ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ خدا آپ کو صحت دے گا۔"

خیر الدین نے پھر کہا۔ "سنو طرغوت! مجھے غور سے سنو، میں اپنے رب کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔ مرنے سے قبل میں دو کام کرنا چاہتا تھا پر ہائے حیف

موت نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔

میرے بعد پرتگیز اور طرابلس کو اسلام کے دشمنوں سے پاک کر دینا۔ میرا رب تمہیں اس کی جزا اور مسلم قوم تمہیں اس کا خوب اجر دے گی۔

سنو طرغوت! خیر الدین کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ پھر طرغوت کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ طرغوت نے گھبرا کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا پھر طرغوت کی گردن جھک گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ عظیم خیر الدین بار بروسہ دم توڑ چکا تھا۔

طرغوت جب اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ داخل ہوا تو پورا شہر اس کے استقبال کو امڈ آیا تھا۔ جس قدر وہ اور خیر الدین بار بروسہ جہاز لے کر روانہ ہوئے تھے اب اس سے کہیں زیادہ جہاز تھے۔ ان گنت قیدی۔ سونے سے بھرے ہوئے صندوق اور ڈھیروں مالِ غنیمت تھا۔ لیکن جب شہر والوں کو یہ خبر ہوئی کہ ان کا عظیم اور محبوب امیر البحر مر گیا ہے تو قسطنطنیہ کی سڑکوں پر لوگ اعلانیہ روتے دیکھے گئے۔ گھروں اور جھروکوں سے عورتوں کی ہچکیاں اور سسکیاں بلند ہونے لگیں۔

طرغوت اپنے بحری جہاز میں ہی خیر الدین بار بروسہ کی لاش کے پاس بیٹھا آنسو بہا رہا تھا جب کہ لوگ پکار پکار کر اسے باہر بلا رہے تھے۔ وہ طرغوت کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اپنے زندہ امیر البحر کو دیکھنا چاہتے تھے جس نے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

خیر الدین بار بروسہ کی لاش کے قریب بیٹھے ہوئے طرغوت، صنعان، صالح اور کوردش اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب خود سلطان سلیمان، مفتیِ اعظم کمال پاشا اور لشکر کے قاضی صوکولی اس جہاز میں داخل ہوئے

چند ثانیوں تک سلطان سلیمان اپنے اس عظیم امیر البحر کی لاش کو دیکھتے رہے جس نے اپنی قوتِ عمل سے نیلے سمندروں کو کھنگال کر یورپ کے بحری بیڑوں پر عذاب و لرزہ طاری کر دیا تھا۔

مفتیِ اعظم اور لشکر کے قاضی دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ چند ثانیوں تک سلطان سلیمان اپنے ہونٹ کاٹ کر ضبط کرتے رہے پھر بارش کے قطروں کی طرح آنسو ان کی آنکھوں سے نکل کر ان کے دامن پر گرنے لگے تھے۔ جلد ہی سلطان نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنے آنسو انہوں نے خشک کر لیے اور خیرالدین باربروسہ کی لاش کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"اے عزیز جاں! تیرے جیسا عظیم امیرالبحر کسی قوم میں پیدا نہ ہوا۔ مسلم قوم ہمیشہ تم پر فخر اور تیرے کارناموں پر ناز کرتی رہے گی۔ تو کیا عجیب اور سحر خیز مردِ لشکر تھا۔ تو نے دشمن کے کنارے بنی کے شہروں اور سنگ خارا کے قلعوں کو اکھاڑ پھینکا۔ تو نے دشمن کی قوت اور منافقت کو پارہ پارہ کیا۔ تو نے پہاڑوں کے ٹھنڈے دروں، سمندر کی نیلی خلاؤں اور نیم صحرائی علاقوں سے غارت گروں کا خروج کر کے انہیں نیست و نابود کیا۔ تو نے بڑے بڑے بزرگ شہنشاہوں کے جبر و تحکم اور ان کی تفصیلات و جزئیات کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا۔ اپنوں کے لیے تو صبح کی ابتدائی گھڑیوں کی طرح نرم رو اور پیار کا امرت تھا۔

اے عزیز از جاں! تو کشیدہ قامت اور جوش اندام امیرالبحر تھا۔ اب جبکہ بھیڑیوں کے بچے دینے کا موسم آگیا ہے۔ گھاس پک گئی ہے۔ سمندر میں بحری طوفان ختم ہو گئے ہیں۔ تیرے جیسے طالع ساز کے بغیر کیسی بے لطفی ہوگی۔ تو اپنی قوم کی آرزوؤں کا فرزانہ، پیار کا امرت، کھیتوں کا جوبن اور آئینہ گردشِ دوراں تھا۔ تیری موت سے میری قوم کا ایک سازِ حیات ٹوٹ گیا۔ ساحتِ امید کا ایک ستارہ ڈوب گیا اور ایک راہنما روشنی تحلیل ہو گئی۔ تیری مرگ پر قسطنطنیہ کے شاہ بلوط کے درخت کیسے اداس ہیں اور بحیرہ مارمورا کا پانی تیری میٹھی یادوں میں رو رہا ہے۔ اے میرے عزیز! مرتے ہوئے بھی تیری بند آنکھوں کی سادگی کیسی دلفریب ہے۔"

سلطان سلیمان چند ثانیوں تک بڑی حسرت و یاس سے خیرالدین باربروسہ کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے نگاہیں اٹھائیں اور طرغوت کی طرف دیکھا۔

طرغوت کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ اداس تھا۔

سلطان نے بڑی شفقت میں اس سے کہا۔ "طرغوت! اپنی گردن سیدھی کر لو، اپنی چھاتی تان لو۔ اب تم سلطنتِ عثمانیہ کے جلیبے ہو امیر البحر کی حیثیت سے تمہاری ایک منفرد حیثیت ہوگی۔ ابھی تمہارے ذمے اہم امور ہیں۔ تیونس اور طرابلس کے مسلمانوں کو تمہاری ضرورت ہے وہ ایک محکومانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب جب کہ تم امیرالبحر ہو، صنعان اور صالح دونوں تمہارے نائب امیر البحر کی حیثیت میں کام کریں گے۔ خیرالدین کی تکفین کے بعد تیونس اور طرابلس میں دشمن کی قوت کو اپنا ہدف بناؤ اور ان پر اپنی کاملیت اور برتری کا اظہار کرو۔ اگر تم اسلام قدیم کا طرزِ زندگی اپنائے رکھو تو ایک قوم کی دعائیں تمہارے لیے کارگر اور میرے رب کی نصرت تمہارے لیے سودمند ہوگی۔ آؤ مل کر ہم خیرالدین کی تکفین کریں اور نئے عزم کے ساتھ نئی مہم کا آغاز کریں۔"

طرغوت کے اشارے پر کچھ ملاح حرکت میں آئے اور خیرالدین باربروسہ کی لاش جہاز سے اتاری گئی۔ اہلِ قسطنطنیہ اپنے عظیم امیر البحر کے لیے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ خیرالدین کے لیے سلطان سلیمان نے بحیرہ باسفورس کے کنارے سنگِ اسود کا مقبرہ بنایا جس کے کتبے کا کندہ تھا: "مات امیر البحر" (امیرالبحر مرگیا)۔

آج تک جو بھی بحری جہاز بحیرہ باسفورس میں سے گزرتا ہے۔ مسلمانوں کے اس عظیم امیر البحر کے مقبرے کو سلامی دیتے ہوئے گزرتا ہے۔

ایک روز سہ پہر کے قریب طرغوت اپنے بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ سے الجزائر پہنچا اور بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ اس کی آمد سے قبل ہی وہاں خیرالدین باربروسہ کے مرنے کی خبر پہنچ چکی تھی۔

ساحل پر قاضی جبریا اور الجزائر میں قائم مقام حاکم حسن آغا شہر کے دیگر عمائدین کے ساتھ طرغوت کے استقبال کو اداس کھڑے تھے۔ صنعان، صالح اور

کوروش کے ساتھ طارغوت جب ساحل پر اُترا تو اس نے آگے بڑھ کر قاضی جریر، حسن آغا اور دیگر اراکین سے مصافحہ کیا۔ لوگ جب اس سے خیرالدین کی موت کا افسوس کر رہے تھے تو اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور وہ بڑی مشکل سے ضبط کر رہا تھا۔

سنعان، صالح اور کوروش اپنے جہازوں سے سامان اتروا کر قلعے میں منتقل کرنے لگے تھے۔ طارغوت وہاں سے ہٹ کر اپنے گھر کی طرف آیا۔ جب وہ اپنی حویلی سے تھوڑی دُور گیا تو اسے حسن، سعد اور عثمان اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان تینوں نے قریب آکر طارغوت سے مصافحہ کیا پھر طارغوت نے حسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"حسن! میرے بیٹے! مجھے تمہارے باپ کی موت کا صدمہ ہے۔ کاش آج وہ میرے ساتھ موجود ہوتا تو میں سر اُٹھا کر تم سے اور اپنی بہن کاسندان سے مل سکتا۔ پر وہ تو بحیرہ باسفورس کے کنارے دفن ہو گیا۔ اب میرے پاس اس کی یادوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔"

حسن کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے جنہیں اس نے پونچھتے ہوئے کہا۔

"اے عم! موت کا دن تو معین ہوتا ہے۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرا باپ اپنے پیچھے تاریخ رقم کرنے والوں کے لیے عظیم شاہکار چھوڑ کر رخصت ہوا۔ اے عم! یہ دکھ بھی تو کم نہیں کہ آپ کی بیوی روطہ اچانک فوت ہو گئی ہے۔ کاش ہم اس کے لیے کچھ کر سکتے لیکن موت نے اسے کوئی مہلت ہی نہیں دی۔ آیئے ہم آپ کو قبر دکھاتے ہیں۔" حسن، سعد اور عثمان کے ساتھ طارغوت پھر آگے بڑھنے لگا۔

طارغوت جب اپنی حویلی کے قریب آیا تو اس نے دیکھا۔ حویلی کے سامنے درختوں کے نیچے ایک قبر بنی تھی وہ سمجھ گیا یہیں روطہ کو دفن کیا گیا ہے۔ ان تینوں کے ساتھ طارغوت وہاں آیا اور روطہ کی قبر پر آ کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک کاسندان، خولان اور اختتار بھی وہاں آ گئیں۔ انہوں نے دیکھا طارغوت روطہ کی قبر کے قریب جھکے

اتار کر کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ خولان بیچاری پگھل کر رہ گئی۔ اس کی گردن جھک گئی اور وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

دعا ختم کر کے طارغوت نے جوتا پہنا چند ثانیوں تک وہ کاسندان کو دیکھتا رہا پھر گھٹی گھٹی آواز میں اس نے "اے میری بہن! اگر موت پر کسی کو قابو ہوتا تو یہی پہلا شخص ہوتا جو خیرالدین پر اپنا آپ قربان کر دیتا۔ اس کی مرگ سے تم ہی نہیں ہماری قوت بھی بیوہ ہو گئی ہے۔"

کاسندان نے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے کہا۔ "اے میرے بھائی! جہاں مجھے اپنے شوہر کی مرگ کا دُکھ ہے۔ وہاں اس کی ذات پہ یہ فخر بھی ہے کہ اس نے اپنا آپ اپنے مذہب و ملت کی بہتری اور فلاح کی خاطر قربان کر ڈالا۔ یہ صدمہ بھی ہمارے لیے کم نہیں کہ روطہ جو ابھی جوان تھی ہم سے روٹھ گئی۔ وہ ایک دلیر، مخلص اور جرأت مند بہن تھی، نہ جانے کیوں وہ اس قدر جلد ہم سے روٹھ کر یوں برفیلے پاتال میں اتر گئی۔ اے میرے بھائی! آپ خولان کی طرف بھی دھیان دیجئے۔ دیکھئے وہ ابھی تک رو رہی ہے۔ اسے آپ کی ہمدردی آپ کے دلاسے کی ضرورت ہے۔"

طارغوت نے خولان کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک گردن جھکائے رو رہی تھی۔ طارغوت نے مدھم آواز میں اسے پکارا۔ "خولان! خولان!" بیچاری خولان نے سر اُٹھا کر طارغوت کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں پھر اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ "آہ میری بہن مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہے۔"

طارغوت نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "صبر کرو، خدا کو ایسا ہی منظور تھا۔ ہم اس کے فیصلوں کے سامنے مجبور و محکوم ہیں۔" خولان نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں پھر وہ سب طارغوت کی حویلی کی طرف جا رہے تھے۔

خیرالدین باربروسہ کی موت پہ جہاں مسلم قوم میں سوگ کی سی کیفیت طاری ہوئی تھی وہاں یورپ کے گھر گھر، کوچے کوچے میں خوشیاں منائی گئیں کلیساؤں

میں کشتیاں بجائی گئیں شکرانے کی قربانیاں دی گئیں اور چراغاں کیا گیا لیکن اب بھی ایک یورپ کے دل میں ایک کانٹا چبھا ہوا تھا اور وہ طرغوت تھا جو یورپی بحری بیڑوں کے حواس پر بپھری ہوئی خوفناک بحری رُوح کی طرح سوار تھا۔

خیرالدین باربروسہ گو مر گیا تھا لیکن اپنے پیچھے وہ ایسی بحری پود چھوڑ گیا تھا جو جہازوں کے جہاز چٹ دینے کا فن جانتے تھے۔

صنعان گو اب بوڑھا ہوتا جا رہا تھا لیکن وہ اسلحہ سازی اور اس کے استعمال میں بے مثل تھا۔ وادی نیل کا رہنے والا عرب صالح اپنے امیر طرغوت کی خاطر خون کا آخری قطرہ بہا دینا ایک سعادت سمجھتا تھا۔ اب بھی یورپی بیڑے سمندر میں نکلنے کی جرأت نہ کر رہے تھے کہ طرغوت اجل کے فرشتے کی حیثیت سے اُن کے لیے موجود تھا۔

طرغوت ایک لمبا عرصہ الجزائر میں مقیم رہا کہ اچانک اُسے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وقت سے پہلے قسطنطنیہ سے کوچ کرنا پڑا۔ مالٹا کے نائٹ طرابلس سے ایک خزانہ مالٹا کی طرف لے جا رہے تھے۔ طرغوت کے جاسوسوں نے اس کی اطلاع کر دی۔ طرغوت بھوکے شاہین کی طرح ان کی طرف لپکا۔ خزانہ لے جانے والے نائٹوں کو اس نے کھلے سمندر میں تہ تیغ کر ڈالا اور خزانے پر قبضہ کرنے کے بعد وہ زخمی سانپ کی سی حالت میں طرابلس کی طرف بڑھا۔

رات کا کچھ حصہ طرغوت نے کھلے سمندر میں بسر کیا۔ فجر ہونے سے تھوڑی دیر قبل اس نے بحری بیڑے کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا۔ دوسرا صنعان اور تیسرا اس نے صالح کو دیا۔ کوروش کو اس نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ پھر تین اطراف سے اس نے طرابلس پر شب خون مارا۔ رات کی گہری تاریکی میں اس نے فصیل توڑ دی۔ قلعے کے دروازوں کو توڑ پھینکا۔ مالٹا کا جو لشکر وہاں مقیم تھا اسے اس نے تہ تیغ کر دیا اور طرابلس پر اس نے قبضہ کر لیا۔

طرغوت نے ایک ہفتہ طرابلس میں قیام کر کے وہاں کا نظم و نسق درست کر کے وہاں عمال مقرر کیے پھر اس نے مغرب کی طرف کوچ کیا۔

اس دوران اسپین کا شہنشاہ خیرالدین اور طرغوت کے ہاتھوں الجزائر کی شکست اور پھر طولون کی فرانسیسی بندرگاہ سے ہسپانیہ کے شہروں پر کامیاب چھاپوں کے غم کو برداشت نہ کر سکا اور بیمار ہو کر مر گیا اس کی جگہ اس کا جوان سال بیٹا فلپ اسپین کے تخت کا وارث بنا۔

طرابلس ہی کی طرح طرغوت تیونس پر بھی حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی اس نے اپنے فطری غضب اور پوری قہرمانیت کے ساتھ حملہ کیا۔ قلعے کی فصیل کو اس نے بارود کی سرنگیں لگا کر اُڑا دیا۔ تیونس میں جس قدر ہسپانوی تھے ان کو اس نے قتل کر دیا۔ تیونس کا حاکم حسان جس نے خیرالدین اور طرغوت سے غداری کی تھی اور جسے چارلس نے تیونس میں اپنا نائب مقرر کیا تھا گرفتار ہو کر جب طرغوت کے سامنے پیش کیا گیا تو طرغوت نے اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اُڑا دی۔

تیونس پر مکمل قبضہ کرنے کے بعد طرغوت نے یہاں اپنا حاکم مقرر کیا۔ اسی دوران سسلی سے ایک بیڑہ تیونس میں مقیم ہسپانیوں کی مدد کو روانہ ہوا لیکن اسے جب خبر ہوئی کہ تیونس پر طرغوت نے قبضہ کر لیا ہے تو وہ واپس سسلی چلا گیا۔

تیونس میں طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ کچھ روز ٹکا رہا اور جنگ میں جن جہازوں اور کشتیوں کو نقصان پہنچا تھا ان کی مرمت کرواتا رہا۔

ایک روز ساحل کی ریت پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد طرغوت پھر جہازوں کی مرمت میں مصروف ہونے لگا تھا کہ چند ملاح ایک ہسپانوی جوان کو پکڑ لائے تھے طرغوت کے سامنے پیش کیا۔

طرغوت نے اس ہسپانوی جوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم کون ہو اور کس غرض سے تیونس میں داخل ہوئے ہو؟"

اس ہسپانوی نے کہا۔ "اے مسلمانوں کے امیر البحر! میں ہسپانیہ کے شہنشاہ فلپ کا سفیر ہوں۔ انھوں نے آپ کے نام کہلا بھیجا ہے کہ تیونس ہمارے لیے

خالی کر دو۔"

طرغوت نے غصے کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ٹیونس اس کے لیے کیوں خالی کر دوں، کیا یہاں وہ اپنی قبر بنائے گا؟"

سفیر نے کہا: "فلپ نے ان مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر رکھا ہے جو ابھی تک ہسپانیہ میں مقیم تھے۔ اس نے کہلا بھیجا ہے اگر ٹیونس اسے واپس نہ کیا تو وہ ان تمام مسلمانوں کو قتل کر دے گا۔"

طرغوت کی گردن جھک گئی اور وہ ان جانی سوچوں میں کھو گیا تھا، پھر اچانک اس نے سفیر کو مخاطب کر کے پوچھا: "فلپ نے مسلمانوں کو کس جگہ جمع کیا ہے؟"

سفیر نے کہا: "مجھے افسوس ہے مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اس جگہ کا ذکر نہ کروں۔"

طرغوت غضب ناک ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور سفیر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "وہ حکم تمہیں فلپ نے اس وقت دیا تھا جس وقت تم ہسپانیہ میں تھے۔ اب تم ٹیونس میں ہو اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کہو مسلمانوں کو کہاں جمع کیا گیا ہے؟"

سفیر کی گردن جھک گئی اور وہ خاموش رہا۔ طرغوت نے اپنی بھاری بھرکم تلوار ایک جھٹکے سے کھینچ لی اور اسے سفیر کی طرف لہراتے ہوئے کہا: "وہ لوگ جو گونگے بن جائیں انہیں میری تلوار گویائی دینے کا فن خوب جانتی ہے۔ جو کچھ میں نے پوچھا اس کا جواب دو ورنہ تمہارے جسم کا سارا خون ٹیونس کے اس ساحل کی ریت میں جذب ہو جائے گا۔"

اپنے سامنے طرغوت کی چمکتی تلوار دیکھ کر سفیر نے فوراً کہا: "فلپ نے انہیں سرکیش شہر کے شمال میں جمع کر رکھا ہے۔"

طرغوت نے پوچھا: "یہ جگہ دریائے کبیر سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

سفیر نے کہا: "اندازاً دس میل کے فاصلے پر ہو گی لیکن ایک بات یاد رکھیے وہاں فلپ نے ایک جرار لشکر مقرر کر رکھا ہے اور اگر آپ نے شب خون مار کر وہاں سے مسلمانوں کو نکالنے کی کوشش کی تو یہ صریحاً خودکشی کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کو وہاں سے نکال لینا ناممکن ہے۔"

طرغوت نے اپنی تلوار نیام میں کرتے ہوئے کہا: "میں ناممکن کو ممکن کرنے کا عادی ہوں۔ تم دیکھنا میں کیسا تیر کمان بن کر چلتا ہوں۔ وہ مسلمان میری قوم کے جسم کا ایک حصہ ہیں میں انہیں کیونکر فراموش کر سکتا ہوں۔"

طرغوت نے اس بار صنعان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "صنعان! صنعان! جب تک ہم اس مہم سے فارغ نہیں ہو لیتے یہ ہماری حراست میں رہے گا۔"

صنعان کے اشارے پر چند ملاح اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔ طرغوت وہاں سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ ایک طرف ایک ملاح بھاگتا ہوا آیا اور طرغوت سے کہا: "امیر محترم! وہی خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہے جس کا نام جولیا گرین تسالگا ہے۔ اس کی کشتی ابھی ابھی ٹیونس کے ساحل پر لگی ہے اور وہ اپنی کشتی میں بیٹھ کر ہی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ اس کی کشتی ہمارے جہازوں کے بائیں طرف کھڑی ہے۔" طرغوت نے صنعان، صالح اور کردوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم لوگ اپنا کام شروع کرو۔ میں اس سے مل کر ابھی آتا ہوں۔ اب ہمیں بہت جلد ہسپانیہ کی طرف کوچ کرنا ہوگا۔" طرغوت مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ بائیں طرف چلا گیا تھا۔

جب اس طرف آیا جہاں جولیا کی کشتی کھڑی تھی تو اس نے دیکھا وہاں جولیا اپنی کشتی میں اپنے ملاحوں کے ساتھ گم صم اور اُداس بیٹھی ہوئی تھی۔ طرغوت کو دیکھتے ہی وہ اٹھی اور کشتی سے نکل کر ساحل پر آ گئی۔ جب وہ قریب آئی، تو اچانک اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

طرغوت خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا سنبھلی اور بڑے پیار سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا: "مجھے آپ کے دوست خیرالدین اور آپ کی بیوی کوط

کے مرنے کا دُکھ ہے۔ کاش میں آپ کے ساتھ ہوتی اور آپ کا غم بانٹ سکتی۔ میں الجزائر سے ہو کر آ رہی ہوں۔ خیرالدین کی بیوی کا شعلان اور اس کا بیٹا حسن اب اس غم کو برداشت کر چکے ہیں۔ خولان اور آپ کے بچے بھی مجھے ملے تھے۔ وہ آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ خولان مجھ سے بڑی اچھی طرح پیش آئی۔ وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں آپ کو ایسی بیوی ملی ہے۔ کیا آپ اپنی بیوی اور بچوں سے ملنے اب الجزائر نہ جائیں گے؟"

طرغوت نے گردن جھکاتے ہوئے کہا: "یہ درست ہے کہ خولان اور بچوں کے مجھ پر حقوق ہیں لیکن میری قوم کے بھی مجھ پر کچھ حقوق ہیں۔ میں پہلے ہسپانیہ پر حملہ آور ہوں گا۔ وہاں فلپ نے کچھ مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کر رکھا ہے اور اُن کے بدلے میں اس نے تیونس طلب کیا ہے۔ میں مسلمانوں کو اس کے عذاب سے نکالوں گا۔ میری دوسری مہم سسلی پر حملہ ہوگی۔ جس وقت میں تیونس پر حملہ آور ہوا تھا تو سسلی کی حکومت نے اپنا بحری بیڑا تیونس میں مقیم ہسپانوی لشکر کی مدد کو روانہ کیا تھا۔ میں سسلی والوں کو اس کی سزا ضرور دوں گا۔"

جولیا چند ثانیوں تک طرغوت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے اُداس لہجے میں پوچھا: "کیا کبھی میرے انتظار کی کڑیاں بھی کٹیں گی۔ میں کب تک فوندی میں اکیلی رہ کر آپ کا انتظار کرتی رہوں گی۔ یورپ کے امیر و رؤسا مجھ سے شادی کرنے میں فخر و عزت محسوس کرتے ہیں جب کہ میں آپ کو دیکھ لینا بھی سعادت سمجھتی ہوں۔"

طرغوت نے ٹالتے ہوئے کہا: "کوئی اور بات کرو۔ ابھی اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

جولیا گون تساگا نے پوچھا۔ "میں اگر اب فوندی واپس نہ جانا چاہوں تو پھر؟" طرغوت نے کہا۔ "اگر ایسا ہے تو الجزائر چلی جاؤ۔ وہاں خولان تمہاری عزت کرے گی اور وہاں تم عزت کی زندگی بسر کر سکو گی۔"

جولیا گون تساگا نے پوچھا: "کیا آپ بھی الجزائر نہیں جائیں گے؟"

طرغوت نے فیصلہ کن انداز میں کہا: "اگر تم فوندی واپس نہیں جانا چاہتی ہو تو ابھی اسی وقت الجزائر روانہ ہو جاؤ۔ وہاں خولان کو میری طرف سے سلامتی اور بچوں سے پیار کہنا۔ میں آج کی رات ہی یہاں سے اپنی مہم کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ اب تم جاؤ میں تمہیں اللہ حافظ کہتا ہوں۔"

جولیا چند ثانیوں تک خاموشی سے طرغوت کو دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے ملاحوں کو کشتی چلانے کا اشارہ کر دیا تھا۔

طرغوت واپس اپنے لشکریوں کی طرف جا رہا تھا جب کہ جولیا گون تساگا کی کشتی مغرب کے رُخ پر الجزائر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

❦

ٹونس سے طارغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ہسپانیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ وہ صرف رات کے وقت سفر کرتا۔ دن کو ساحل پر لنگر انداز ہو رہتا اپنے بحری بیڑے کے ارد گرد میلوں تک اس نے اپنی جاسوس جنگی کشتیوں کو پھیلا دیا تھا۔ تاکہ جہاں کہیں بھی دشمن کے جاسوس نظر آئیں تو ان کو ٹھکانے لگا دیں۔ اور فلپ کو یہ خبر نہ ہونے پائے کہ وہ ہسپانیہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

جبل الطارق سے دُور رہ کر افریقی ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے ایک روز آدھی رات کے وقت وہ طنجہ شہر کے پاس سے گزرا پھر ایک دم ہسپانیہ کی طرف کھلے سمندر میں جا کر ان ہی چٹانوں کے اندر جا کر لنگر انداز ہو گیا جن چٹانوں کے اندر پہلی بار اس کی ملاقات خیر الدین باربروسے سے ہوئی تھی۔

اگلا پورا دن اس نے انہی چٹانوں کے اندر بسر کیا۔ جب سورج غروب ہو

ہو گیا اور سمندر تاریکی میں ڈوب گیا تو وہ ہسپانیہ کے جنوب مغربی ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ہسپانوی ساحل سے دُور دُور رہتے ہوئے رات کی تاریکی میں وہ شمال مغرب کی طرف بڑھا پھر ایک دم وہ ہسپانوی ساحل کی طرف جھپٹا اور اس جگہ آیا جہاں دریائے کبیر بحیرہ اوقیانوس میں گرتا ہے۔

یہ دریا غرناطہ کے ارد گرد کے کوہستانی سلسلے سے نکل کر وادی کبیر سے بہتا ہوا قرطبہ اور اشبیلیہ شہروں کے پاس سے گزرتا ہوا بحیرہ اوقیانوس کی طرف آتا ہے۔

طارغوت بلا جھجک و تامل اپنے بحری بیڑے کے ساتھ دریائے کبیر میں گھس گیا اور دریا کے اندر اندر ہسپانیہ کے اندرونی حصے کی طرف آگے بڑھتے ہوئے وہ سرلش شہر کی سیدھ میں رُک گیا۔ گھوڑوں کو جہازوں سے نیچے اُتار لیا گیا۔ آدھے لشکر کو طارغوت نے صنعان کی سرکردگی میں دے کر جہازوں کے اندر ہی رکھا۔ کوروش کو بھی اس نے صنعان کی مدد کے لیے اس کے ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرے آدھے لشکر کے ساتھ وہ صالح کو اپنے ساتھ لے کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر لش شہر کی طرف برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا۔

برق رفتاری سے طارغوت اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں ہسپانیہ کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا اور ان کی حفاظت کے لیے وہاں فلپ کا پندرہ ہزار کا ایک لشکر بھی موجود تھا۔

اس ہسپانوی لشکر نے رات کی تاریکی میں جب طارغوت کو اپنے سامنے آتے دیکھا تو وہ یہی سمجھے کہ ان کی مدد کے لیے فلپ نے ایک اور لشکر روانہ کر دیا ہے۔ یہ بات ان کے شک و شبہ اور وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتی تھی کہ اپنے ملک کے اندر اس قدر محفوظ جگہ بھی طارغوت ان پر شب خون مار سکتا ہے۔ ہسپانوی لشکر کی اس وقت ہوائیاں اُڑ گئیں جب طارغوت نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان کا قتل عام

شروع کر دیا۔

فلپ کے پندرہ ہزار کے لشکر کو طارغوت نے لمحوں کے اندر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ وہاں تقریباً تین ہزار مسلمان کسمپرسی اور بیچارگی کی حالت میں، کھلے آسمان تلے پڑے ہوئے تھے۔ اپنی حفاظت میں طارغوت ان تین ہزار مسلمان مرد، عورتوں اور بچوں کو دریائے ایبرو کے کنارے لایا۔ انہیں اپنے بحری بیڑے میں سوار کیا اور جن سمتوں کا تعین کر کے وہ اس طرف آیا ان ہی سمتوں سے وہ واپس جا رہا تھا۔ راستے میں ایک دم اس نے اپنا ارادہ بدلا۔ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہ ہسپانیہ کی بندرگاہ الخضرا پر ٹوٹ پڑا۔ بندرگاہ پر کھڑے جہازوں پر اس نے قبضہ کر لیا۔ شہر پر حملہ کر کے اس نے اسے روند ڈالا اور دوبارہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔

افریقی ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا طارغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ الجزائر سے کافی مغرب میں جربہ کے جزیرہ نما کے پاس آیا۔ یہاں سمندر کا پانی خشکی میں دور تک اندر چلا گیا تھا اور خشکی کے کچھ حصے سمندر میں آگے کی طرف نکل آئے تھے جن کے تین اطراف میں پانی تھا اور چوتھی طرف خشکی۔

طارغوت نے یہاں سے کوروش کی سرکردگی میں ہسپانیہ سے نکالے جانے والے مسلمانوں کو مال غنیمت کے ساتھ الجزائر روانہ کر دیا۔ خود اس نے جربہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ چند روز یہاں رک کر وہ اپنے جہازوں کی مرمت اور انہیں روغن کرا سکے پھر صقلیہ پر حملہ آور ہو۔ کیونکہ جربہ سے صقلیہ نزدیک تھا۔

طارغوت اپنے بیڑے کے ساتھ اس اتھلے پانی کی پٹی میں گھس گیا جس کے تین اطراف میں خشکی اور سامنے سمندر تھا۔ اس آبنائے کے دائیں بائیں جو زمین کی پٹی سمندر کے اندر گھس آئی تھی۔ اس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ کے قریب ہو گی۔ یہاں طارغوت آرام اور سکون سے اپنے جہازوں کی مرمت کرانے لگا تھا۔

ہسپانیہ کے شہنشاہ فلپ کو جب خبر ہوئی کہ طارغوت اس کی سلطنت میں داخل ہو کر ہسپانیہ کے مسلمانوں کو نکال کر لے گیا ہے اور جاتے جاتے الخضرا کی بندرگاہ کو بھی برباد کر گیا ہے تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور اپنے امیر البحر اندریا دوریا کو اس نے حکم دیا کہ وہ فوراً طارغوت کا تعاقب کرے اور اسے زندہ یا مردہ ہر حالت میں گرفتار کرے۔

اندریا دوریا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ بارسلونا کی بندرگاہ سے روانہ ہوا۔ اسے خبر ہو گئی تھی کہ طارغوت جربہ میں ٹھہر کر اپنے جہازوں کی مرمت کرا رہا ہے۔ اندریا دوریا کے لیے یہ ایک بہترین موقع تھا کیونکہ سمندر کی طرف سے اگر وہ ناکہ بندی کر دے تو طارغوت ایک طرح سے پنجرے میں بند ہو جاتا تھا اور وہاں سے اس کے بھاگ نکلنے کے کوئی امکانات نہ تھے۔

اندریا دوریا نے یہاں اپنی فطری حماقت کے برخلاف ایسا ہی کیا اس نے جربہ کی ناکہ بندی کر لی اور طارغوت کو اس کے بحری بیڑے سمیت محصور کر لیا۔ اندریا دوریا کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ ایک عرصے سے وہ خیر الدین اور طارغوت کے ہاتھوں پٹتا آ رہا تھا۔ اب جربہ میں طارغوت کو محصور کر کے اسے موقع مل رہا تھا کہ اپنے ماضی کے سارے انتقام لے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں ماضی کی طرح طارغوت محیر العقول معجزات کا ظہور کر کے پھر اسے شکست دینے میں کامیاب نہ ہو جائے لہٰذا اس نے ایک جہاز یہ پیغام دے کر نیپلز روانہ کیا کہ طارغوت کو اس کے بحری بیڑے سمیت میں نے جربہ میں محصور کر لیا ہے لہٰذا اس پر قابو پانے کے لیے اسے کمک روانہ کی جائے۔"

طارغوت جربہ کے کنارے صنعان اور صالح کے ساتھ ساحلی ریت پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ملاح بھاگتا ہوا آیا اور اس نے بدحواسی میں کہا۔ "اے امیر! اندریا دوریا نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جربہ کی ناکہ بندی کر لی ہے۔ اب ہم محصور ہو چکے ہیں اور یہاں سے نکلنے کا کوئی امکان نہیں۔"

طارغوت چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچیں بکھر گئی

تھیں ۔ اس کے سامنے صنعان اور صالح بھی کھڑے ہو گئے تھے اور دونوں فکر مند لگ رہے تھے ۔

چند لمحوں تک طرغوت گہری سوچوں میں کھویا رہا پھر اس نے صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "صالح ! صالح ! فی الفور خشکی کی ان دونوں پٹیوں پر توپیں نصب کر کے اندریا دوریا کے بحری بیڑے پر گولہ باری شروع کرا دو ۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہو گا ۔ اندریا دوریا جربہ میں داخل ہونے کے بجائے پیچھے ہٹ کر ٹھہرا رہے گا ۔ اس دوران میں مجھے اس کے خلاف کچھ کر گزرنے کا موقع مل جائے گا ۔"

صالح فوراً بھاگتا ہوا ان کشتیوں کی طرف گیا جن میں توپیں نصب تھیں ۔ ان کشتیوں کو وہ جربہ کے دہانے پر لے گیا اور خشکی کی دونوں پٹیوں پر توپیں نصب کر کے اس نے اندریا دوریا کی طرف گولے برسانے شروع کر دیے تھے ۔ اس کا فی الفور اثر ہوا ۔ اندریا دوریا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اور پیچھے ہٹ گیا ۔

اندریا دوریا بھی ابھی حملہ آور ہونے کا ارادہ نہ رکھتا تھا ۔ وہ جانتا تھا کہ طرغوت پر ہاتھ ڈالنا زندہ اور زہریلا سانپ پکڑنے کے مترادف ہے جو کسی بھی لمحہ ڈس کر موت کی گہری نیند سلا سکتا ہے ۔ لہٰذا وہ فیلپ سے آنے والی کمک کا انتظار کر رہا تھا ۔ تاکہ اپنی قوت میں خوب اضافہ کر کے طرغوت کے خلاف کسی عمل کی ابتدا کرے ۔

طرغوت ، صنعان کے ساتھ خشکی کی اس بائیں پٹی کا جائزہ لینے لگا جس کے ایک طرف جربہ کی آبنائے اور دوسری طرف کھلا سمندر تھا ۔ ایک نشیبی جگہ طرغوت اچانک رک گیا اور مسکرا کر صنعان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا ۔ "صنعان ! صنعان ! قدرت پوری طرح ہماری راہنمائی کر رہی ہے ۔ میرا رب جو رحیم و کریم ہے ہماری مدد پر آمادہ ہے ۔ میں اب اندریا دوریا پہ مہلک ترین کر چل جاؤں گا اور اس کے غلیظ کردار کی ساری ہیکڑی توڑ ڈالوں گا ۔ وہ مال و املاک کے لالچ میں لڑا جاتا ہے ۔ میں اس بے رحم اور ندامت ناآشنا کو سرکش اونٹ کی طرح ایسی مار ماروں گا کہ وہ زندگی سے لطف اندوز ہونے کے سارے سلیقے اور طریقے بھول جائے گا ۔ صنعان ! صنعان ! اپنے رب کی خوشنودی

اور رضاجوئی میں اب میں قلب کے امیر البحر اندریا دوریا کی ساری فہم و ادراک بکھیر دونگا ۔"

صنعان نے تعجب اور جستجو سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ "اے امیر ! میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ۔"

طرغوت نے کہا صنعان ! میرے بھائی ! اس نشیبی زمین کے بیچوں بیچ میں ایک نہر کھدواؤں گا ۔ یہ نہر جربہ کے پانی اور بائیں طرف کے کھلے سمندر کو آپس میں ملائے گی ۔ اس نہر کے ذریعے ہم اپنے بحری بیڑے کو کھلے سمندر میں لے جا کر اور اندریا دوریا پر حملہ آور ہو کر اسے لوہے کے چنے چبا کر رکھ دیں گے ۔"

صنعان فرطِ مسرت سے آگے بڑھا اور طرغوت کو لپٹا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس نے کہا ۔ "اے امیر ! واللہ ! میں آپ کی جنگی فراست کی داد دیتا ہوں ۔ اب اندریا دوریا ہمارے عذاب اور قہر سے بچ نہ سکے گا ۔"

طرغوت نے پھر کہا ۔ "صنعان ! صنعان ! صالح کو ان جوانوں کے پاس ہی رہنے دو جو اندریا دوریا پر گولہ باری کر رہے ہیں ۔ باقی سارے لشکر کو کدالوں کے ساتھ یہاں لے آؤ تاکہ کھدائی شروع کی جا سکے ۔"

صنعان بھاگتا ہوا واپس چلا گیا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ اس مجوزہ نہر کی کھدائی شروع کر چکا تھا ۔

طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ پورا دن اور اگلی رات کا بیشتر حصہ کھدائی کرتا رہا یہاں تک کہ وہ نہر تیار ہو گئی ۔ پھر صالح کو ان کے ان ساتھیوں سمیت پیچھے ہٹا لیا گیا ۔ جو اندریا دوریا کے لشکر پر گولہ باری کر رہے تھے ۔

توپیں خاموش ہو جانے پر اندریا دوریا اس خوف کے تحت آگے نہ بڑھا کہ مبادا یہ بھی طرغوت کی کوئی جنگی چال ہو اس لیے وہ وہیں رک کر حالات کا جائزہ لینے لگا تھا ۔ اب رات ختم ہو گئی تھی اور سورج پس حصار افلاک کے اس طرف سے اپنے سارے جبر و تحکم اور اپنے سارے خوبصورت و ثمر بار مناظر کے ساتھ طلوع ہو چکا تھا ۔

طرغوت اپنے بیڑے کو اس نہر سے گزار کر کھلے سمندر میں لایا اور پھر اس نے

بغیر کسی توقف و جھجک کے اندریا دوریا پر حملہ کر دیا تھا ۔ اندریا دوریا تو اپنی طرف سے طرغوت اور اس کے بحری بیڑے کو یربہ میں گھیرے ہوئے تھا۔ جب طرغوت نے اس پر حملہ کیا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے ۔ اس کے لشکریوں پر خوف و لرزہ طاری ہو گیا تھا ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ طرغوت کہاں سے نکل آیا ہے جب کہ انہوں نے اس کا پوری بیداری سے گھیراؤ کر رکھا تھا ۔

ایک تو اندریا دوریا کے لشکر پر پہلے ہی سراسیمگی کا عالم طاری تھا ۔ اس پر جب مسلمانوں نے زور زور سے اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتے اور اپنے رب کی مقدس حمد گاتے ہوئے طرغوت کی سرکردگی میں زوردار حملہ کیا تو اندریا دوریا اس حملے کی سختی کو برداشت نہ کر سکا ۔ ایک ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد اندریا دوریا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ہسپانیہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ۔ طرغوت نے تھوڑی دور تک اس کا تعاقب کیا ۔ اس کے ان گنت جہازوں کو ڈبو دیا ۔ پھر وہ دوبارہ یربہ کی طرف لوٹ گیا تھا ۔

یربہ کی شکست نے ایک بار پھر یورپ کے بحری بیڑوں پر طرغوت کا خوف و ہراس پیدا کر دیا ۔ اندریا دوریا یورپ کا ایک عظیم امیر البحر جانا جاتا تھا ۔ خیر الدین باربروسہ اور طرغوت کے ہاتھوں لگاتار ہزیمت اٹھانے اور اب اکیلے طرغوت سے یربہ کی شکست کا سامنا کرنے کے بعد اس کی ساکھ بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھی ۔

یربہ کی شکست کے بعد اندریا دوریا ایسا دل برداشتہ ہوا کہ اس نے ہمیشہ کے لیے اپنا جنگی لباس اتار دیا اور آئندہ جنگ میں حصہ لینے سے اس نے انکار کر دیا ۔

فلپ نے اس کی جگہ اندریا دوریا کے بڑے بھائی کے پوتے جووڈی دوریا کو اپنا امیر البحر بنایا جو ابھی جواں سال تھا اور خوب جنگ جو، ضدی اور اڑیل تھا ۔

یربہ میں طرغوت کے ہاتھوں اندریا دوریا کی بدترین شکست کے بعد فلپ نے بذاتِ خود طرغوت کے خلاف بحری جنگ کر کے اسے زیر کرنے کا ارادہ کر لیا تھا ۔ اس کے لیے اس نے یورپ بھر کے بحری بیڑوں کو مسلمانوں کے خلاف اسپین میں جمع

ہونے کی دعوت دی ۔

انگلستان، فرانس، وینس، رومۃ الکبریٰ، پرتگال، مالٹا، سسلی، جرمنی اور خود اسپین کے بحری بیڑے بارسلونا کی بندرگاہ سے باہر کھلے سمندر میں لنگر انداز ہوئے ۔ اس کے علاوہ چلی کا ایک خونخوار ڈیوک تھا جس کا نام میڈینا تھا اور جس نے اپنی زندگی میں کبھی شکست نہ کھائی تھی ۔ اسے بھی فلپ نے بلایا اور ایک بحری بیڑے کا امیر البحر مقرر کیا ۔

اس طرح ایک زبردست بحری بیڑے کے ساتھ فلپ نے افریقہ کی طرف کوچ کیا ۔ اس کا رخ طرابلس کی طرف تھا اور اس نے یہ لائحہ عمل بنایا تھا کہ طرابلس، تیونس اور الجزائر کو فتح کرتا ہوا وہ اسپین واپس لوٹے گا ۔

اندریا دوریا کو شکست دینے کے بعد طرغوت ابھی یربہ میں ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ مشرق کی طرف سے کچھ جنگی کشتیاں آتی دکھائی دیں ۔ طرغوت انہیں پہچان گیا ۔ وہ وہی کشتیاں تھیں جنہیں مال غنیمت اور ہسپانیہ کے مسلمانوں کو الجزائر پہنچانے کے لیے کوروش کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا ۔

طرغوت، اصفعان اور صالح کے ساتھ ان کشتیوں کے استقبال کو آگے بڑھا ۔ چند ثانیوں بعد وہ کشتیاں ساحل پر لنگر انداز ہوئیں اور ان میں سے کوروش اور دوسرے مسلمان ملاح نیچے اترے تو طرغوت نے دیکھا کوروش کے ساتھ اس کے بھائی عیلام کا بیٹا سعد اور خیر الدین باربروسہ کا بیٹا حسن بھی تھے ۔ وہ دونوں اب نوجوان تھے اور شاید جنگ میں حصہ لینے کی غرض سے آئے تھے ۔

کوروش کے ساتھ ان دونوں نے آگے بڑھ کر طرغوت سے مصافحہ کیا ۔ طرغوت ان دونوں کو جنگی لباس میں دیکھ کر خوش ہو رہا تھا ۔ سعد بالکل اپنے باپ عیلام جیسا لگ رہا تھا جب کہ حسن یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے خیر الدین باربروسہ جوان ہو کر طرغوت کے سامنے آن کھڑا ہوا ہو ۔

طرغوت نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔ "تم دونوں یہاں کیسے ؟"

سعد نے کہا۔ "اے عم محترم! آپ دیکھتے ہیں، میں اور حسن اب جوان ہو گئے ہیں۔ اب ہم آپ کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ آئندہ ہر جنگ میں آپ ہمیں اپنے دائیں بائیں دو بازوؤں کی حیثیت سے پائیں گے۔"

طرغوت نے آگے بڑھ کر دونوں کو ایک ساتھ گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں اور لشکر میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔"

اتنے میں کوروش آگے بڑھا اور تہہ کیا ہوا ایک کاغذ طرغوت کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے کہا۔ "یہ خولان بن نے آپ کے نام خط دیا تھا۔"

طرغوت نے خط کھول کر پڑھا۔ شروع میں اس کے چہرے پر ہلکی سی فکر مندی اور پریشانی نمودار ہوئی۔ آخر میں وہ ہلکا سا مسکرایا پھر خط تہہ کر کے اس نے خط محفوظ کر لیا تھا۔ طرغوت نے شام تک وہاں پر ہی پڑاؤ کیا پھر وہ سسلی کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

سسلی کے حکمران کا بیٹا کارسیاسے تولیدو اپنے بحری بیڑے کے ایک حصے کے ساتھ اسپین جا کر فلپ کے بیڑے میں شامل ہو چکا تھا اور جب طرغوت سسلی پر حملہ آور ہوا تو اہل سسلی پچھتائے۔ کہ انہوں نے تولیدو کو کیوں اسپین بھیجا۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا تھا اور طرغوت زندہ سلامت سسلی پر دھاوا بول چکا تھا۔ وہ جنوب کی طرف سے سسلی میں داخل ہوا۔

دریائے ایرکس کے بیچوں بیچ اپنے بحری بیڑے کو وہ سسلی کے اندر لے گیا۔

پھر خشکی پر اتر کر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ کوہستان ایرکس کو عبور کیا اور وادی کریطے سے گزر کر اس نے جنوبی سسلی کے سارے شہروں مانند 'سرقوسہ' طرابنش اور جرجیت کو روند ڈالا تھا۔ یہاں تک کہ وہ طوفانی یلغار کرتا ہوا سسلی کے وسطی شہر قصریانہ تک جا پہنچا۔

ممکن تھا کہ طرغوت سارے سسلی کو فتح کر کے اس پر مستقل طور پر قبضہ کر لے کیونکہ وہ آدھے سے زیادہ صقلیہ پر قبضہ کر چکا تھا اور مقامی لشکر کو پے در پے شکستیں دینے کے بعد صقلیہ میں کوئی ایسی قوت نہ رہی تھی جو اس کے حملوں کا دفاع کر سکے۔ پر اسی دوران طرغوت کے جاسوس یہ خبریں لائے کہ فلپ ایک زبردست اور یورپ کے متحدہ بحری بیڑے کے ساتھ طرابلس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

طرغوت نے فوراً صقلیہ کے اندر اپنی پیش قدمی روک دی۔ جس قدر مال و متاع اس جنگ میں اس کے ہاتھ آیا وہ صقلیہ کے ہی جہازوں میں اس نے الجزائر روانہ کیا اور خود وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ طوفانی انداز میں طرابلس کی طرف بڑھا۔ طرغوت زندگی میں پہلی بار اکیلا یورپ کے ان گنت بحری بیڑوں کا سامنا کرنے کو نکلا تھا۔ اس سے قبل یہ کام وہ اور خیر الدین باربروسہ مل کر کیا کرتے تھے۔ تاہم صنعان اور صالح دو مضبوط بازوؤں کی طرح اس کے ساتھ تھے۔ ان تینوں کے مقابلے میں یورپ کی پوری بحری قوت امڈ آئی تھی

اس بحری قوت میں فرانس کا امیر البحر بوربون، انگلستان کا امیر البحر ہنری آف بوفورٹ، اسپین کا امیر البحر جوونی دوریا، وینس کا امیر البحر گریمانی، اٹلی کا امیر البحر کوریڈو، مالٹا کا امیر البحر مارتے نی گو، سسلی کا امیر البحر تولیدو، اس کے علاوہ جرمنی کا امیر البحر اور دیگر کئی جنگجو امیر البحر اور ڈیوک اس متحدہ یورپی بیڑے میں شامل تھے۔

جس وقت یورپ کا یہ متحدہ بحری بیڑہ طرابلس پہنچ کر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اسی وقت طرغوت بھی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور کہتے ہیں اس نے دشمن پر حملہ کر دیا تھا۔

طرغوت کے نام کی اس قدر دہشت تھی کہ اکثر یورپی ملاح مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنی کشتیوں کو ادھر ادھر لے جاتے ہوئے چھپتے پھرتے تھے۔ یورپ والوں کی بدقسمتی کہ طرغوت نے حملے کی ابتدا اس طرف سے کی جہاں سسلی کا امیر البحر تولیدو اور چلی کا خونخوار ڈیوک میدنا تھے۔

اپنے پہلے ہی حملے میں اپنا بحری کلہاڑا پھینک کر طرغوت نے چلی کے ڈیوک میدنا کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد سسلی کا امیر البحر تولیدو بھی اس کے

ہاتھوں زخمی ہو گیا۔

ڈریک کی موت پر ایک افراتفری سی مچ گئی تھی۔ اور اسی افراتفری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے طرغوت نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اس قدر زوردار حملے کیے کہ ان حملوں کی تاب نہ لا کر فرانس، انگلستان اور جرمنی کے امیر البحر کو اس غرض کے لیے پیچھے ہٹنا پڑا تاکہ وہ اپنے اپنے بحری بیڑے کو سنبھال کر اس کی تنظیم درست کر سکیں لیکن اب طرغوت نے اپنے بحری بیڑے کو اپنے سنان اور صالح کے درمیان بانٹ کر اس قدر پھیلا دیا تھا کہ یورپ کے کسی بھی امیر البحر کو اپنی تنظیم درست کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس ہولناک بحری جنگ میں اہل یورپ کو بدترین شکست ہوئی اور وہ پیچھے رہنے والوں کو طرغوت کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ایک عظیم فتح اور اہل یورپ کے لیے ذلت آمیز شکست تھی۔ اسپین میں اس شکست کی خبر جب اندریا دوریا کو ملی تو اس پر ایسا خوف و لرزہ اور غم طاری ہوا کہ اس پر غشی چھا گئی اور وہ گر کر دم توڑ گیا۔

طرغوت کے ہاتھوں ہزیمت اُٹھانے کے بعد غلپ نے واپس اسپین جانا اپنی توہین سمجھا اور مغرب کی طرف جاتے ہوئے اس نے یربہ کے خالی جزیرے پر قبضہ کر لیا۔ یہ وہی جزیرہ تھا جہاں ایک بار طرغوت اندریا دوریا کو عبرت خیز شکست دے چکا تھا۔ اس جزیرے میں کھجور اور خربوزہ کثرت سے ہوتے ہیں۔

غلپ نے یربہ میں طرغوت سے ایک اور جنگ کرنے کی خاطر یہاں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر لیا۔ غلپ چاہتا تھا کہ کھلے سمندر میں نہ سہی کسی ساحل اور خشکی پر ہی وہ طرغوت کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے تاکہ یورپ میں اس کی عزت رہ جائے اور اسپین جا کر اپنی رعایا کے سامنے وہ فخر سے سر اُٹھا سکے۔ اسی لیے اس نے یربہ پر قبضہ کر کے یہاں قلعہ تعمیر کیا، اپنی جنگی تنظیم درست کی اور طرغوت کا انتظار کرنے لگا۔ وہ جانتا تھا یربہ طرغوت کا محبوب جزیرہ ہے اور وہ اسے اس کے رحم و کرم پر نہ چھوڑے گا۔

غلپ کو ہولناک بحری شکست دینے کے بعد طرغوت نے چند روز طرابلس میں قیام کیا پھر اس نے گھر جانے کے لیے الجزائر کی طرف کوچ کیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے بتایا کہ غلپ نے اس کے جزیرہ یربہ پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ دوبارہ جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی اس شیر دل امیر البحر نے الجزائر کے بجائے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یربہ کا رُخ کیا۔ غلپ کو بھی اس کے آنے کی اطلاع ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے بحری بیڑوں کو کھلے سمندر میں لانے کے بجائے یربہ کی جھیل نما آبنائے کے اندر ہی رکھا تاکہ طرغوت اگر اس جھیل کے اندر گھس کر حملہ آور ہو تو اسے چاروں طرف سے گھیر کر شکست دی جائے اور اسے زندہ گرفتار کر لیا جائے۔

غلپ کی بدقسمتی کہ اسی دوران سرما کے طوفان چلنا شروع ہو گئے۔ ان طوفانوں میں یربہ کی ساکن جھیل تھپیڑے سہنے لگی اور یورپ کے جہاز ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہونے لگے۔ ناچار غلپ نے حکم دیا کہ جہازوں کو یربہ کی جھیل سے نکال کر کھلے سمندر میں لایا جائے۔

ابھی یہ عمل جاری ہی تھا کہ سرما کے ان خوفناک طوفانوں کے اندر سے طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ نمودار ہوا۔ طرغوت کو یربہ کے اچھلتے پانی کا مدت سے تجربہ تھا اور پھر اس کے چاق و چست سپاہی سمندر میں لگاتار مہینوں تک جہاز رانی کرنے کا فن جانتے تھے۔

گو سمندر اپنی پوری قہرمانیت کی حالت میں تھا۔ اونچی اونچی مہیب لہریں اُٹھ کر خوف و ہراس طاری کر رہی تھیں اور پانی پتھریلے ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر دھوئیں اور دھند کی مانند فضاؤں میں اُٹھ رہا تھا۔ پر ان سارے عناصر کی پرواہ کیے بغیر طرغوت نے آتے ہی انتہائی غضب کی حالت میں یورپ والوں پر حملہ کر دیا۔

طوفانی سمندر میں تلواروں، ڈھالوں، جہازوں کے ٹکرانے کی آوازوں کے علاوہ مرنے اور زخمی ہونے والوں کی چیخ و پکار سے یربہ کے ساحل پر ایک قیامت برپا ہو گئی تھی۔

مسلمان ملاح یورپ کے اس طوفانی ساحل پر طرغوت کی سرکردگی میں زندگی موت کا کھیل شروع کر چکے تھے۔ ان کا جوش، ان کے ولولے، ان کی تلواریں اور ان کی فلک شگاف اللہ اکبر کی تکبیریں اہلِ یورپ پر خوف و ہراس اور وحشت طاری کرنے لگی تھیں۔

فلپ اس جنگ میں مرتے مرتے بچا۔ انگلستان اور فرانس کا امیر البحر جیری آف بوفورٹ اور بوزنون دونوں زخمی ہو گئے تھے۔ یورپ کے اَن گنت جہاز اور کشتیوں کو طرغوت نے ڈبو دیا۔ عین اس وقت جب کہ طوفان میں جہازوں کے اندر اٹھتی پانی کی چادریں مسلمان ملاح دشمن کے جہازوں میں کود کود کر ان کا قتلِ عام شروع کر چکے تھے۔ فلپ نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اپنے بحری بیڑوں کو مسلمانوں سے جان چھڑا کر بھاگ نکلنے کا حکم دے دیا تھا۔ فلپ کے آدھے سے زیادہ جہاز مسلمانوں کے ہاتھوں نقصان اٹھا کر سمندر میں ڈوب گئے۔

اس جنگ میں دشمن کے چھتیس جہاز اور چودہ ہزار سے زیادہ جنگی قیدی طرغوت کے ہاتھ لگے۔ فلپ دوسری بار ذلت آمیز شکست اٹھا کر اسپین کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی اُسے افریقی ساحل پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

اہلِ یورپ جب جبل الطارق کے اس پار کے سارے علاقے میں پسپا ہو چکے تو ان کے قبضے میں بحیرہ روم کے اندر صرف ایک ہی بحری مرکز رہ گیا۔ یہ مالٹا کا جزیرہ تھا جس کی قلعہ بندی نائٹوں نے کی تھی۔ اب اس جزیرے پر بھی طرغوت کی نظر تھی۔

افریقہ میں اپنا پرچم گاڑنے میں اسپین کو بُری طرح ناکامی ہوئی تھی۔ حالانکہ بحیرہ ظلمات کے اس پار دوسری دُنیا (امریکہ) میں اپنی فتوحات کا دائرہ بڑھا رہے تھے پر بحیرہ روم کبھی ہسپانوی سمندر نہ بننے پایا۔

جب بحیرہ روم پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا تو اسپین اور پرتگال کے جہاز ایشیا جانے کے لیے راس اُمید کا چکر لگانے لگے۔ افریقہ میں ان کے تاجروں نے جنوب کا رخ کیا۔

اور یوں انہوں نے افریقہ میں سونے کی تلاش، ہاتھی دانت اور حبشی غلاموں کی تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یورپ میں طرغوت کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد گو یورپ کی بحری قوت پر ایک بھرپور ضرب لگی تھی پھر بھی انہوں نے مالٹا کی فوجی قوت کو مضبوط بنانا شروع کر دیا تھا تاکہ بحیرہ روم سے ان کا سلسلہ بالکل ہی منقطع نہ ہو جائے۔

فلپ کو شکست دینے کے بعد طرغوت، سنان اور صالح کے ساتھ یورپ کے ساحل پر آتا۔ اتنے میں کورڈش ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ حسن اور سعد بھی تھے۔ طرغوت نے آگے بڑھ کر سعد اور حسن کے شانے پیار سے تھپتھپانے کے بعد کہا۔

"اس جنگ میں تم دونوں کی کارگزاری بہت اچھی رہی ہے۔ میں نے دو ایک بار تم دونوں کو جنگ کرتے دیکھا تھا۔ میں تمہارے طریقہ جنگ سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ اپنی کوششیں جاری رکھو، میرا رب تمہیں اس سے بھی زیادہ توفیق دے گا۔"

کورڈش نے کہا۔ "سعد تو آپ کے متعلق اپنے عجیب و غریب خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔"

طرغوت نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کہا اس نے؟"

کورڈش نے کہا۔ "یہ مجھے اور حسن سے کہہ رہا تھا کہ میرے عم طرغوت ایسے انتہائی خوفناک انداز میں جنگ کرتے ہیں کہ لڑائی کے دوران میں پہچان ہی نہ پا رہا تھا کہ یہ میرے عم ہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی مافوق الفطرت قوت اپنے چار مُنہ کے کھانڈے کے ساتھ دشمنوں پر نازل ہو کے ان کا قتال کرنے لگی ہو۔"

طرغوت نے سعد کی طرف دیکھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ طرغوت نے آگے بڑھ کر سعد کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور پیار سے اس کی پیشانی چوم لی۔ اپنے

بحری بیڑے کے ساتھ طرغوت نے تھوڑی دیر بربر کے ساحل پر قیام کیا۔ پھر وہ الجزائر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

ریگستانی ویرانوں میں شام ان گنت درد بھری میٹھی یادیں لیے سرما کی طویل رات میں ڈھل گئی تھی۔ آسمان پہ چاند اپنی پوری کاملیت کے ساتھ کسی دانائے راز کی طرح خاموش اور چپ اپنے پورے دلائل و شواہد کے ساتھ پھیلے قدرت کی ابدیت کے پُراسرار رازوں کو دیکھ رہا تھا۔

خولان، کاسندان، کوروش کی بیوی ایشتار اور جولیا گون تساگا، خولان کے گھر میں اکٹھی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان کا موضوع طرابلس اور بربر میں لڑی جانے والی حالیہ جنگیں تھیں کیونکہ آنے جانے والوں کے ذریعے انہیں جنگ کے حالات و کوائف کی خبر ہوتی رہتی تھی۔

ایشتار نے کہا: "طرابلس اور بربر میں شکست کھانے کے بعد چارلس کا بیٹا شاید پھر کبھی ادھر کا رُخ نہ کرے۔ امیر طرغوت نے اس کے کئی عمدہ اور نامور جرنیلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ طرابلس اور بربر کی شکست نے اہل یورپ پر ثابت کر دیا ہے کہ افریقی ساحل کے ساتھ ساتھ مسلم قوم اپنی تمام تر ایمانی قوتوں کے ساتھ جاگ رہی ہے۔ خولان! خولان! تم خوش قسمت ہو کہ تم امیر طرغوت کی بیوی ہو۔ بخدا امیر طرغوت کا بھائی علیام بھی ایسا ہی تھا۔ وہ جنگلوں میں اندر گھس کر دشمنوں پر چھا جانے کا فن خوب جانتا تھا۔ خدا کرے اس کا بیٹا سعد بھی اسی جیسا ثابت ہو کہ وہ میری بہن کی نشانی بھی ہے۔ میں اس کے مستقبل کے متعلق فکرمند ہوں۔"

ایشتار جب خاموش ہوئی تو جولیا گون تساگا نے کہا: "کاسندان اور خولان دونوں ہی خوش قسمت ہیں۔ یقیناً یہ ان کی خوش بختی ہے کہ خیرالدین باربروسہ اور طرغوت نے سارے یورپ پر ایک لرزہ اور ایک دہشت طاری کی ہے۔ میں ان کی جرأت و ہمت کو سلام اور ان کے ——"

جولیا گون تساگا کہتے کہتے خاموش ہو گئی کیونکہ حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ خولان اٹھ کھڑی ہوئی اور بہار کے چہکتے طیور کی سی آواز میں اس نے کہا: "شاید وہ آ گئے ہیں۔ میں حویلی کا دروازہ کھولتی ہوں۔"

خولان باہر بھاگی۔ کاسندان، جولیا اور ایشتار بھی اس کے پیچھے پیچھے دروازے کی طرف لپکی تھیں۔ خولان نے جب دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا اس کے سامنے طرغوت اپنے جنگی لباس میں کھڑا تھا۔ خولان کے ہونٹوں پر گہری پرسکون مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ طرغوت کے پیچھے کوروش اور سعد کھڑے تھے۔

جب کاسندان، جولیا اور ایشتار دروازے پر آئیں تو طرغوت نے بائیں طرف منہ کر کے پکارتے ہوئے کہا: "حسن! حسن! ادھر ہی آ جاؤ۔ کاسندان بہن یہیں ہے۔" اپنے دروازے کی طرف جاتا ہوا حسن ادھر ہی آ گیا۔ دروازہ کھول کر پیچھے ہٹتے ہوئے خولان نے چہکتی، گنگناتی آواز میں کہا: "میں طرابلس اور بربر کی فتوحات پر آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔" خولان کے بعد کاسندان، جولیا اور ایشتار طرغوت کو فتح کی مبارکباد دے رہی تھیں۔

طرغوت جب کوروش، حسن اور سعد کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا تو ایشتار نے پُرامید نگاہوں سے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "اے بھائی! جنگ میں سعد کی کارگزاری کیسی رہی۔ بخدا میں اس سے متعلق بڑی فکرمند تھی۔"

طرغوت نے باری باری حسن اور سعد کی طرف دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا: "اے میری بہن! تجھے مبارک ہو تو نے سعد کو اپنا بیٹا جان کر اس کی پرورش کی۔ کاسندان بہن تجھے بھی مبارک ہو۔ بخدا حسن نے اس جنگ میں خیرالدین اور سعد نے اپنے باپ کی یاد تازہ کر دی تھی۔ ان دونوں کی موجودگی میں جنگ کے دوران میں یہی محسوس کر رہا تھا جیسے میں اپنے امیر محترم خیرالدین اور اپنے بھائی علیام کے ہمرکاب دشمن سے جنگ کر رہا ہوں۔"

خیرالدین کے ذکر پر کاسندان اداس ہو گئی۔ پھر وہ جلد ہی سنبھل گئی اور لگے

بڑھ کر وہ حسن کی پیشانی چوم رہی تھی جب کہ ایشتار آگے بڑھ کر سعد کی پیشانی کو بوسے دے رہی تھی۔ پھر کاسندان، حسن اور جولیا گون تساگا کو لے کر اپنی حویلی کی طرف چلی گئی تھی۔ شاید جولیا کاسندان کے ساتھ ہی ٹھہری ہوئی تھی۔ ایشتار نے طرغوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"طرغوت بھائی! میں اور آپ کا بھائی کوروش تو عثمان کو بھی جنگ میں شامل کر رہے تھے لیکن کاسندان نے اسے یہ کہہ کر روک لیا کہ گھروں کی دیکھ بھال کو کوئی مرد بھی ہمارے پاس ہونا چاہیے۔"

طرغوت کچھ کہنے والا تھا کہ عثمان آنکھیں ملتا ہوا اپنے گھر کی طرف سے آیا۔ شاید وہ سویا ہوا تھا۔ اس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ طرغوت اور کوروش سے مصافحہ کیا پھر وہ بُری طرح سعد سے لپٹ گیا تھا۔

ایشتار، کوروش، سعد اور عثمان کے ساتھ حویلی کے اس حصے کی طرف چلی گئی جس طرف ان کی رہائش تھی جب کہ خولان نے حویلی کا دروازہ بند کیا پھر وہ طرغوت کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے کی طرف لے جا رہی تھی۔

ایک روز جب کہ سورج مغربی اُفق پر قوسِ قزح کے سے سات رنگ بکھیرتا ہوا جبل الطارق اور بحیرۂ قیانوس کے اس پار جانے کو غروب ہو رہا تھا خولان طرغوت کو اپنے سامنے بٹھائے اسے دھلا ہوا آلو بخارا کھلا رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

طرغوت اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ باہر نکل کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کوروش کے سکونتی حصے کی طرف سے سعد بھاگتا ہوا آیا اور اس نے دروازہ کھولا۔ طرغوت بھی آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔

اِتنے میں اسے ایک آواز سُنائی دی۔ کوئی سعد سے پوچھ رہا تھا: "کیا امیر طرغوت یہیں ہیں؟"

سعد نے کہا۔ "ہاں امیر طرغوت گھر پر ہی ہیں۔"

آنے والے نے پھر کہا: "میں سلطان سلیمان عظیم کی طرف سے آیا ہوں۔ میرے پاس امیر طرغوت کے نام سلطان کا ایک خط ہے۔ یہ خط امیر کو دے کر میں بہت جلد واپس جانا چاہتا ہوں تاکہ سلطان کو خبر ہو کہ میں اپنا کام انجام دے چکا ہوں۔"

اتنے میں طرغوت بھی دروازے پر آگیا۔ اس نے دیکھا دروازے پر ایک ترک ملاح کھڑا تھا جس نے لکیرے دار چمڑے کا سینہ بند پہن رکھا تھا اور جو خوب توانا تھا۔ طرغوت کو دیکھتے ہی اس ملاح نے بطیب خاطر طرغوت کو سلام کیا اور اپنے لباس کے اندر سے لپیٹے کے خول میں بند ایک کاغذ نکال کر طرغوت کو تھماتے ہوئے کہا: "اے امیر! میں یہ خط سلطان سلیمان کی طرف سے آپ کے نام لے کر حاضر ہوا ہوں۔"

اتنے میں خیرالدین بار بروسہ کا بیٹا حسن بھی اپنی حویلی سے باہر نکل آیا۔ صفان، صالح، کوروش اور عثمان بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔

طرغوت نے سلطان کا خط لیتے ہوئے اپنے بھتیجے سعد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "سعد! سعد! دیوان خانے کا دروازہ کھولو اور مہمان کو وہاں بٹھاؤ۔"

سعد کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی کورکش کے بیٹے عثمان نے بھاگ کر دیوان خانے کا دروازہ کھول دیا۔ مہمان کو لے کر سب دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئے۔ دیوان خانے سے باہر صحن میں سعد اور خولان سے طرغوت کے بچے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے کھیل رہے تھے۔ طرغوت نے کاغذ کی تہیں کھولیں پھر وہ سلطان کا خط پڑھ رہا تھا۔

"میرے عزیز! میری ملت کے پاسبان! پہلے میں تمہیں طرابلس اور جربہ میں اسپین کے شہنشاہ فلپ کو شکست دینے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ خدا تمہیں اور توفیق دے اور تم میری قوم کے دشمنوں کو اسی طرح افریقی ساحلوں سے دور ہانکتے رہو۔ کاش میں اس حالت میں ہوتا کہ ان جنگوں میں تمہارا ساتھ دیتا۔ یقیناً بحیرہ روم کو تم نے دشمنانِ دین سے صاف کر دیا ہے۔ پر ابھی مالٹا کا جزیرہ

تمہاری توجہ، تمہاری جرأت اور تمہاری اللہ اکبر کی تکبیروں کا منتظر ہے۔ مالٹا کے نائٹوں نے پھر مصر سے اناج لے کر آنے والے ہمارے جہازوں کو لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ پچھلے دنوں کھلے سمندر میں انہوں نے ہمارے اناج کے پندرہ جہازوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں مالٹا لے گئے۔

وہ سمجھتے ہیں انہوں نے مالٹا کو ناقابلِ تسخیر بنا لیا ہے۔ بحیرہ روم میں مالٹا چونکہ یورپ کی آخری نشانی رہ گئی ہے لہٰذا وہ اسے مضبوط بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بحیرہ روم میں مالٹا ان کے ہاتھ سے نہ نکلے۔ مالٹا کا دفاع کرنے کے لیے اسپین، وینس اور اٹلی کے دستے مالٹا پہنچ چکے ہیں جس طرح مجھے اطلاعات ملی ہیں، ان کے بموجب چند روز تک فرانس کے کچھ دستے اور جرمنی کے نائٹ بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔

اے میرے عزیز! تم بھی مالٹا کی طرف بڑھو اور دشمن کو اپنی ہیبت سے ہراساں کر دو۔

اے عزیز از جان! روشنی کا ایک مینار بن کر مالٹا کے اندیشوں سے بھرپور اندھیروں میں داخل ہو جاؤ۔ ان کی پناہ گاہوں کو برباد کر دو۔ ان کے مرغزاروں کو ویران کر دو کہ پھر انہیں سمندر میں مسلمانوں پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو۔

اے میرے شیر دل امیر البحر! قسطنطنیہ سے میں نے تمہاری قوت میں اضافہ کرنے کے لیے مصطفیٰ پاشا اور پیالی پاشا کی سرکردگی میں ایک بحری بیڑہ مالٹا کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ دونوں جوان قسطنطنیہ کی عسکری درسگاہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ ان دونوں جوانوں کی حیثیت تمہارے بحری بیڑے میں صفان اور صالح

کے بعد تمہارے رومانٹوں کی سی ہوگی۔

افریقہ سے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ مالٹا کی طرف کوچ کرو اور یورپ کے نائٹوں کو ایسا سبق دو جو صدیوں تک بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے باعثِ عبرت ہو۔ میں مالٹا کے اندر تمہاری کارگزاری کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا۔"

سلطان کا خط پڑھنے کے بعد طرغوت نے صنعان کو تھماتے ہوئے کہا۔ "صنعان! صنعان! تم اور صالح سلطان کا یہ خط بھی پڑھو اور یہاں سے کوچ کی تیاری بھی کرو۔ میں بھی تیار ہو کر ساحل پر آ رہا ہوں۔ کورش! تم مہمان کے کھانے کا انتظام کرو۔ حسن اور سعد بھی اس جنگ میں شریک ہوں گے۔ سلطان نے مالٹا پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ گھروں کی دیکھ بھال کے لیے عثمان یہیں رہے گا۔"

صنعان، صالح، حسن اور سعد تیار ہو کر ساحل کی طرف جانے کے لیے باہر نکل گئے۔ کورش مہمان کے پاس بیٹھا رہا جب کہ عثمان اس کے لیے کھانا لینے چلا گیا۔ طرغوت اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا۔ خولان وہاں اس کی منتظر تھی۔

خولان نے طرغوت کو ایک برتن میں بالائی میں ڈوبے ہوئے انجیر پیش کیے جب وہ کھا چکا تو خولان نے کہا۔ "میں آنے والے قاصد کی گفتگو سن چکی ہوں۔ سلطان نے اپنے خط میں کیا لکھا ہے؟"

طرغوت نے کہا۔ "سلطان نے مالٹا پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا ہے۔ میں یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔"

خولان چند ثانیوں تک طرغوت کو دیکھتی رہی پھر اس نے پیار سے طرغوت کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ "میرا رب آپ کو اس مہم میں بھی فتح مند رکھے گا۔" پھر خولان طرغوت کو اس کا جنگی لباس پہنانے لگی تھی۔

الجزائر سے کوچ کرنے کے لیے طرغوت جب اپنے بحری جہاز میں سوار ہوا تو دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا جو لیا گورن تا گا بھی اپنے ملاحوں کے ساتھ اس جہاز

میں سوار تھی اور اس کی کشتی طرغوت کے جہاز سے بندھی ہوئی تھی۔

طرغوت اس کے پاس آیا اور حیرت میں پوچھا۔ "تم یہاں کیسے؟ اور جہاز کے ساتھ تمہاری کشتی کیوں بندھی ہوئی ہے؟"

جولیا نے سنجیدگی اور نرمی میں کہا۔ "میں الجزائر میں اکیلی بیٹھی کیا کروں گی۔ میں اس جنگ میں شامل ہوں گی۔ اگر میں تلوار اٹھا کر آپ کے پہلو بہ پہلو لڑ نہ سکی تو ضرورت کے وقت آپ کے لشکریوں کی مرہم پٹی تو کر سکوں گی نا۔ مجھے واپس نہ بھیجئے گا۔ میں کاسندان کو بتا کر آئی ہوں۔ خولان کو بھی میری اس روانگی کا علم ہے اور اس نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔"

کچھ سوچتے ہوئے طرغوت خاموش رہا پھر اس نے اپنے بحری بیڑے کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔

سیدھا مالٹا کی طرف جانے کے بجائے طرغوت نے بڑے مافوق الفطرت انداز میں اپنے سفر کی ابتدا کی۔ سب سے پہلے اس نے جبل الطارق کو عبور کیا اور بحیرہ اوقیانوس میں داخل ہوا۔ وہاں اس نے ان بحری جہازوں پر قبضہ کر لیا جو نئی دنیا سے اسپین کے لیے خزانے لے کر آ رہے تھے۔ اس کے بعد وہ ہسپانوی ساحل پر نمودار ہوا اور وہاں بندرگاہوں پر مال سے بھرے جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ وہاں انگلستان کے بھی تین جہاز کھڑے تھے جن میں ایک لاکھ اشرفیوں کی مالیت کا سامان تھا۔ ان جہازوں پر بھی طرغوت قابض ہو گیا۔

اسپین میں مقیم انگلستان کے سفیر نے اس امر کی شکایت اپنی ملکہ الزبتھ سے کی لیکن ملکہ الزبتھ نے اس شکایت کا کوئی اثر نہ لیا' اس لیے کہ اُسے خبر تھی سمندر میں طرغوت سے جنگ کرنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔

جبل الطارق کے آس پاس سے ہٹ کر طرغوت نیپلز آیا اور یہاں اپنے بیڑے کے ساتھ وہ لنگر انداز ہوا۔ نیپلز کا محافظ طلپ تھا لیکن اس نے بھی طرغوت سے کوئی تعرض نہ کیا۔ یہاں سے نکل کر طرغوت نے سسلی اور جزیرہ جربہ کا پر چھاپے مارے

سامانِ حرب و خوراک اتار کر کنارے پر ڈھیر کرنے لگے تھے۔

طرغوت، صنعان، صالح اور کوروش کے ساتھ ساحل پر کھڑا جہازوں سے اترتے سامان کی نگرانی کر رہا تھا جب کہ حسین جویا گون تسا گا مردانہ لباس پہن کر جنگ کے دوران زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کرنے والے دستوں میں شامل ہو گئی تھی۔ اتنے میں دو جوان طرغوت کے سامنے آئے اور ان میں سے ایک نے بڑی عقیدت سے طرغوت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیرِ محترم! میرا نام مصطفےٰ ہے اور میرا یہ ساتھی پیالی پاشا ہے ہم دونوں ہی وہ لشکر لے کر آئے ہیں جو سلطان سلیمان نے قسطنطنیہ سے روانہ کیا تھا۔"

طرغوت نے ان دونوں سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ دونوں صنعان، صالح اور کوروش سے مصافحہ کر رہے تھے۔

خیر الدین باربروسہ کا بیٹا حسن اور عیلام کا بیٹا سعد عام سپاہیوں میں شامل ہو کر جہازوں سے سامان اتارنے میں مصروف تھے۔

طرغوت نے مصطفےٰ اور پیالی پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں مالٹا کے خلاف تم دونوں نے جنگ کی ابتدا کہاں سے کی ہے اور کس قدر پیش رفت اب تک ہوئی ہے۔"

طرغوت نے صنعان، صالح، کوروش، مصطفےٰ اور پیالی پاشا کے ساتھ قلعہ سینٹ ایلمو کے ارد گرد پانی سے بھری ہوئی گہری اور چوڑی خندق کے ارد گرد ایک چکر لگایا۔ قلعے کے ارد گرد ترک سپاہی تیروں سے بچنے کے لیے دمدموں کے پیچھے چاق و چوبند بیٹھے ہوئے تھے۔ طرغوت کے آجانے سے اب ان کے حوصلے اور بڑھ گئے تھے۔

ایک دمدمے کی اوٹ میں طرغوت رک گیا اور چند ثانیوں تک کھڑے ہو کر اس نے کچھ سوچا پھر اس نے مصطفےٰ اور پیالی پاشا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں نے حملے کی ابتدا غلط جگہ سے کی ہے۔ براہِ راست سینٹ ایلمو پر حملہ آور ہونے کی کیا ضرورت تھی۔"

مصطفےٰ نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا۔ "اے امیر! سینٹ ایلمو بندرگاہ

اس کے بعد وہ بڑی برق رفتاری سے مالٹا کی طرف بڑھا تھا۔

اس طرح یورپ کا چکر لگا کر مالٹا جانے میں طرغوت کے دو مقاصد پنہاں تھے۔ ایک تو اس نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ اہلِ یورپ کے مالٹا پر فوج کشی کے خلاف کیا تاثرات ہیں۔ دوسرے مالٹا پر حملہ آور ہونے سے پہلے وہ یورپ پر ایسی دھاک بٹھانا چاہتا تھا کہ کوئی مالٹا کی مدد کو نہ اٹھے۔

طرغوت جب جزیرہ مالٹا کے نزدیک پہنچا تو سفید بلندی پر اسے مالٹا کا مضبوط ترین قلعہ سینٹ ایلمو دکھائی دیا۔ قلعے کے قریب ہی اسے دھول اور دھواں اٹھتا دکھائی دیا اور کبھی کبھی کوئی توپ داغے جانے کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی۔

طرغوت اپنے پرچم بردار جہاز میں سوار تھا۔ مالٹا کی بندرگاہ بورگو میں داخل ہونے کے لیے اس نے جزیرے کا ایک چکر لگایا۔ اس نے دیکھا مصطفےٰ اور پیالی پاشا دونوں مالٹا میں داخل ہو کر قلعہ سینٹ ایلمو پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

سینٹ ایلمو کے ارد گرد ایک چوڑی اور گہری خندق تھی اور اس خندق کے ساتھ ساتھ ترک حملہ آور قلعے کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ قلعے کے حصار کو توڑنے کے لیے توپیں داغی جا رہی تھیں جب کہ بندرگاہ کے اس پار اور قلعے کی حفاظت میں نائٹوں کا شہر سیاہی مائل گھونسلے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

چونکہ مالٹا کی طرف آنے سے قبل طرغوت نے یورپ کا چکر لگایا تھا اور اس کے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے مصطفےٰ اور پیالی پاشا اس کی غیر موجودگی میں ہی مالٹا پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

طرغوت نے مالٹا کی بندرگاہ بورگو میں داخل ہونا چاہا لیکن روڈس کی طرح یہاں بھی نائٹوں نے سمندر میں کھڑی چٹانوں سے فائدہ اٹھا کر بندرگاہ کو لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں سے بند کر دیا تھا۔

بندرگاہ بورگو سے ہٹ کر طرغوت اپنے بحری بیڑے کے ساتھ مالٹا کے ننگے اور غیر محفوظ ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ وہ ساحل پر آیا اور اس کے لشکری جہازوں سے

کے اس طرف اکیلا کھڑا ہے۔ بندرگاہ اور اصل شہر اس قلعے کی اوٹ میں ہیں۔ جبکہ بندرگاہ کو زنجیروں سے بند کر دیا گیا ہے اور وہاں داخل ہو کر بندرگاہ کے ذریعے شہر میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ سینٹ ایمو پر قبضہ ہو جائے تو شہر اور بندرگاہ دونوں ہماری زد میں ہوں گے اور ہم اپنے بحری بیڑے کو بندرگاہ میں لنگر انداز کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مالٹا کا بحری بیڑہ بھی وہیں کھڑا ہے اور اس پر ہم آسانی سے قابو پا لیں گے۔

طرغوت چند ثانیوں گہری نگاہوں سے مصطفےٰ کی طرف دیکھا۔ مصطفےٰ طرغوت کی تنقیدی آنکھوں کی تاب نہ لا کر شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ بندرگاہ کے پیچھے بہت سی چٹانیں قلعے سے زیادہ بلند تھیں۔ طرغوت نے ان چٹانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھانے کے انداز میں نرمی اور شفقت سے کہا۔ "تمہیں اپنی توپیں ان چٹانوں کے اوپر نصب کرنی چاہئیں تھیں۔ اگر تم ایسا کرتے تو اب تک قلعے کی فصیلوں میں شگاف ڈال چکے ہوتے۔"

مصطفےٰ کی گردن جھک گئی تھی اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا تھا۔ طرغوت نے پھر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مالٹا کی بورگو بندرگاہ جسے تم کہتے ہو زنجیریں باندھ کر ناقابلِ تسخیر بنا دیا گیا ہے۔ آج رات میں اس بندرگاہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرے پاس جہازوں کی مرمت کرنے والے آہن گر ہیں، ان کی مدد سے میں بندرگاہ کی زنجیروں کو کاٹ کر بندرگاہ میں داخل ہوں گا۔ اس کے بعد مالٹا کے بحری بیڑے پر قبضہ کرنا میرے لیے چنداں مشکل نہ ہو گا۔

تم دونوں ابھی بحری جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے، اس لیے تم اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھو۔ اب تم جس سمت سے حملوں کی ابتدا کر چکے ہو اسی طرف سے ہم انجام کو جائیں گے۔ اہلِ مالٹا سینٹ ایمو کے اس قلعے کو روڈس سے بھی زیادہ ناقابلِ تسخیر سمجھتے ہیں۔ میں ان کے ان سارے دعووں کو جھوٹا ثابت کرنے کی خاطر سینٹ ایمو کی اینٹ سے اینٹ سے بجا کر رکھ دوں گا۔

جس طرح میرا بھائی عیلام اپنے بحری جہازوں کے ذریعے روڈس کے قلعے میں داخل ہو کر قلعے کی فصیل پر حملہ آور ہوا تھا۔ اسی طرح آج میں آہنی زنجیریں کاٹ کر اپنے بیڑے کے ساتھ بورگو میں داخل ہو کر مالٹا کی اس بندرگاہ پر قبضہ کر لوں گا۔ بورگو میں اپنے بحری بیڑے کی حفاظت مالٹا کا جرنیل مارتے نن گو کرے گا۔ اور وہ جانتا ہے میں بحری جنگ میں ہمیشہ اس پر غالب رہا ہوں۔ اس موقع پر یورپ کے کسی بحری بیڑے نے مالٹا کی طرف آنے کی کوشش کی تو اسے میں سمندر میں ڈبو کر رکھ دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ، میں تمہارے ساتھ آئندہ جنگ کی تفصیل طے کرتا ہوں۔"

طرغوت ان سب کو لے کر اس طرف جا رہا تھا جہاں اس کا بحری بیڑہ لنگر انداز تھا۔

آدھی رات کے قریب طرغوت، صالح اور کوروش اپنے دو ہزار ملاحوں اور چند آہن گروں کے ساتھ چھوٹی توپ بردار کشتیوں میں ان چٹانوں کی طرف بڑھے تھے جن میں بندرگاہ کو بند کرنے والی موٹی آہنی زنجیریں بندھی ہوئی تھیں جب کہ ان کا بحری بیڑہ ان سے ذرا پیچھے رہ کر ان کی پیروی کر رہا تھا۔

صفان بحری بیڑے کی کمانداری کر رہا تھا جب کہ حسن اور سعد اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ مالٹا کے نائٹوں کو بھی طرغوت کے اس ارادے کا علم ہو چکا تھا لہٰذا وہ بھی اپنی چھوٹی کشتیوں میں اُن چٹانوں کی حفاظت کو آگے بڑھے تھے جس سے زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔ چٹانوں کے پاس جاتے ہی طرغوت نے اپنے آہن گروں کو دونوں سمتوں کی چٹانوں پر اتار دیا اور وہ ان آہنی زنجیروں کو کاٹنے لگے تھے۔

اتنے میں مالٹا کی جنگی کشتیوں نے ان پر حملہ کر دیا تھا۔ لیکن ان کا یہ حملہ طرغوت کے لیے نیا نہ تھا۔ اس کا بحری کلہاڑا اس کے پاس تھا جب کہ اس کے ساتھی ملاحوں نے اپنی ڈھالیں، کلہاڑے اور تلواریں سونت رکھی تھیں۔

طرغوت نے جوابی حملہ کر کے نائٹوں کی کشتیوں میں طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک مالٹا کا بحری بیڑہ بھی وہاں پہنچ گیا تھا لیکن اہلِ مالٹا کی بدقسمتی کہ اس وقت تک طرغوت کے آہن گردوں نے بورگو کی بندرگاہ کی زنجیریں کاٹ دی اور طرغوت کا بحری بیڑہ بھی صنعان کی کمانداری میں بندرگاہ میں داخل ہو گیا تھا۔

مالٹا کی جنگی کشتیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے طرغوت نے اپنے آہن گردوں کو اپنی کشتیوں میں سوار کیا پھر وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا اور مالٹا کی جنگی کشتیوں اور بحری بیڑے کو طوفانی انداز میں اس نے پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

پھر کشتی سے نکل کر طرغوت جب اپنے علمبردار جہاز میں سوار ہوا اور اس نے فضا میں مشعل لہرا کر اپنے بحری بیڑے کو پوری قوت سے حملہ کرنے کا اشارہ کیا تو بورگو کی بندرگاہ کے سامنے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

مالٹا کے نائٹوں نے طرغوت کے بحری بیڑے کو روکنے کی انتہائی کوشش کی، لیکن طرغوت کے طوفانی حملے ان کے بحری بیڑے کو بپھرے ہوئے طوفان کی طرح بہا کر لے گئے تھے۔ رات کی گھمبیر تاریکی میں کئی نائٹ طرغوت کے خونی بحری کلہاڑے کا شکار ہو کر موت کی نیند سو گئے تھے۔

طرغوت انہیں اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا بندرگاہ کے آخری کنارے تک گھسیٹ لایا تھا۔ پھر جب طرغوت، صنعان، صالح، کوروش، حسن اور سعد کی سرکردگی میں مسلمان ملاح اپنے جہاز سے کود کر مالٹا کے جہازوں میں داخل ہو کر نائٹوں کا قتلِ عام کرنے لگے تو وہ منظر قابلِ دید تھا۔

شروع میں نائٹوں نے عربوں، ترکوں اور بربروں کے سامنے جم کر لڑنے کی کوشش کی لیکن بڑی سرعت سے مسلمانوں کا غیظ و غضب اور حملہ آور ہونے کی استطاعت جب تیز ہوتی چلی گئی تو نائٹ ان کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔

رات کی تاریکی میں اپنی جانیں بچانے کے لیے ان میں سے اکثر سمندر میں کود گئے اور باقی خشکی پر کودے اور گھبراہٹ و بدحواسی کے عالم میں اپنے آپ کو جلد

محفوظ کر لینے کی خاطر بھاگتے ہوئے سینٹ مائیکل کے قلعے میں داخل ہو گئے تھے۔

طرغوت بورگو کی بندرگاہ پر قابض ہو گیا۔ رات جب ختم ہوئی تو مالٹا کی سرزمین پر جھانکنے والے سورج نے دیکھا طرغوت نے بورگو کی بندرگاہ پر اپنے جہاز پھیلا کر بندرگاہ کو اپنی پوری گرفت میں لے لیا تھا۔ اب طرغوت کے سامنے بائیں طرف سینٹ آنجلو اور دائیں طرف سینٹ مائیکل کے قلعے تھے جب کہ دائیں طرف ذرا ہٹ کر سینٹ ایلمو کا قلعہ تھا اور ان کے درمیان نائٹوں کا شہر تھا۔

جب سورج کافی چڑھ آیا تو طرغوت نے ایک نئے انداز میں مالٹا کے خلاف جنگ کرنے کی ابتدا کی۔ اپنا آدھا لشکر اس نے صنعان اور صالح کی سرکردگی میں بحری بیڑے میں بورگو کی بندرگاہ پر چھوڑا، دوسرے آدھے حصے کو کوروش، حسن اور سعد کے ساتھ لے کر وہ سینٹ ایلمو کے قلعے سے نزدیک اس جگہ آیا جہاں مصطفیٰ اور پیالی پاشا قلعے کی فصیل میں شگاف کرنے کے لیے تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ جب طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا تو مصطفیٰ نے قلعے پر یلغار روک دی اور طرغوت کے پاس آ کر اس نے اسے بندرگاہ پر قبضہ کرنے کی مبارکباد دی۔

طرغوت نے اپنے لشکر کو دمدموں کی اوٹ میں بٹھا دیا خود وہ کوروش، حسن اور سعد کے ساتھ ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور مصطفیٰ سے اس نے پیالی پاشا کو بلانے کے لیے کہا۔ ایک ترک سپاہی جو وہاں موجود تھا خود ہی بھاگتا ہوا پیالی پاشا کو بلانے چلا گیا۔ طرغوت کے اشارے پر مصطفیٰ بھی وہاں بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد پیالی پاشا بھی وہاں آ گیا اور جب وہ مصطفیٰ کے پہلو میں بیٹھ گیا تو طرغوت نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"تم دونوں میری بات غور سے سنو! اپنی کم از کم پانچ توپیں سامنے والی چٹان پر نصب کراؤ جو قلعہ سینٹ ایلمو کے بائیں حصے میں ہے۔ چار توپوں کے توپچیوں سے کہو۔ وہ قلعے کی فصیل پر گولے برسا کر فصیل کو توڑنے کی کوشش کریں، پانچویں توپ کے چلانے والوں سے کہو وہ قلعے کے اس حصے میں گولے پھینکیں جہاں سے اہلِ قلعہ کے

یہ شہر کی طرف سے کمک اور خوراک آتی ہے۔ تم دونوں میرے ساتھ رہو گے۔ میں فصیل سے باہر کی خندق پر لکڑی کے پل بنواتا ہوں۔ اس طرح ہم قلعے کی فصیل کو توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش کریں گے۔ ایک بار ہم سینٹ ایلمو کے قلعے میں داخل ہو گئے تو مالٹا ہمارے سامنے سرنگوں ہو گا۔"

پھر طارق اٹھتا ہوا بولا: "اب اٹھو اپنے اپنے عمل کی ابتدا کریں۔ تم دونوں چٹانوں پر توپیں نصب کراؤ، میں پلوں کا انتظام کرتا ہوں۔" پھر وہ اٹھ کر اپنے اپنے کام میں لگ گئے تھے۔

توپیں جب چٹانوں کے اوپر نصب کی جا چکیں اور پلوں کا کام مکمل ہونے کے قریب تھا تو طارق کا ایک مخبر خبر لایا کہ ایک بحری بیڑہ جس میں پاپائے روم پائیس چہارم اور سسلی کے جہاز شامل ہیں اور جس کا امیر البحر سسلی کا ولی عہد شہزادہ گارسیا ڈی ٹولیڈو ہے، مالٹا کی طرف بڑھ رہا ہے۔"

طارق نے پلوں کا کام ادھورا چھوڑ دیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہ برگو کی بندرگاہ پر آیا۔ اپنے آدھے بحری بیڑے کو اس نے صنعان اور صالح کی سرکردگی میں بندرگاہ کی حفاظت کرنے کو چھوڑا اور آدھے بحری بیڑے کو لے کر وہ سسلی کی طرف سے آنے والے بحری بیڑے کی سرکوبی کے لیے کھلے سمندر میں چلا گیا تھا۔

مالٹا کی مدد کو آنے والے اس بیڑے کو خبر نہ تھی کہ مسلمان مالٹا کی بحری قوت کو ختم کر کے اس کی بندرگاہ برگو پر قابض ہو چکے ہیں لہٰذا وہ بڑی تیزی سے مالٹا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ طارق نے کھلے سمندر میں جب اسے لشکر کو روکا تو دشمن دنگ رہ گیا۔ اس وقت اہل سسلی پر بدحواسی طاری ہو گئی جب انہیں خبر ہوئی کہ سمندر میں انہیں روکنے والا طارق ہے۔

اپنے پہلے حملے میں ہی طارق نے دشمن کے اس بحری بیڑے پر خوف و ہراس طاری کر دیا تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے جہاز جن کے سامنے والے حصے پر پیتل کے موٹے اور مضبوط پترے چڑھے ہوئے تھے، ان کے جہازوں سے ٹکرا دیے تھے۔

سسلی کے کئی جہاز سمندر میں غرق ہو گئے۔ دوسرے جہازوں پر جب طارق اور اس کے ملاح حملہ آور ہوئے تو ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

تھوڑی دیر تک کھلے سمندر میں طارق کا مقابلہ کرنے کے بعد سسلی کا بحری بیڑہ بھاگ کھڑا ہوا۔ طارق نے تھوڑی دور تک تعاقب کر کے ان کے اکثر جہازوں کو ڈبو کر غرق کر دیا تھا۔ صرف چند جہاز سسلی کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ غصے اور غضب کی حالت میں طارق برگو کی بندرگاہ پر آیا۔ صنعان، صالح اور کمندوش کے ساتھ اس نے مشورہ کیا۔ پھر اس نے رات کی تاریکی میں اپنے جہازوں سے توپیں لا کر ساحل پر نصب کرائیں۔ پھر اس نے سینٹ مائیکل اور سینٹ آنجلو کے قلعوں پر زبردست اور اندھا دھند گولہ باری کرا دی تھی۔

رات کے پچھلے حصے تک گولہ باری کرنے کے بعد طارق نے دونوں قلعوں کی دیواریں جگہ جگہ سے توڑ پھوڑ کر رکھ دی تھیں۔ جب صبح ہوئی تو طارق نے دیکھا دونوں قلعوں کی دیواریں بیشتر جگہوں سے ٹوٹ کر گر گئی تھیں۔ دونوں قلعے خالی پڑے تھے اور مالٹیوں نے اپنی قوت وہاں سے قلعہ سینٹ ایلمو میں منتقل کر لی تھی۔

طارق بھی پلوں کے ادھورے کام کو مکمل کرنے کے لیے ایلمو کی طرف چلا گیا اپنے بحری بیڑے کو بھی اس نے بندرگاہ سے ہٹا کر ایلمو کے سامنے لنگر انداز کر دیا تھا اس لیے کہ بندرگاہ کی حفاظت کرنے والے دونوں قلعے اب ویران ہو چکے تھے اور اب بندرگاہ پر ٹھہرنا بیکار تھا۔

قلعہ ایلمو کے ارد گرد پانی سے بھری گہری اور چوڑی خندق پر طارق نے پل مکمل کر دیے تھے پھر اس نے تمام لشکر کے ساتھ ایلمو پر حملہ کر دیا تھا۔ سینٹ مائیکل اور سینٹ آنجلو کے قلعے پہلے ویران کیے جا چکے تھے۔ مالٹا کے نائٹوں کی ساری قوت اب ایلمو میں جمع ہو کر اپنا دفاع کر رہی تھی۔

ایلمو کی فتح ہی اب مالٹا کی فتح تھی۔ طارق نے چٹانوں پر جو توپیں نصب کرائی تھیں ان کی گولہ باری سے فصیل کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ طارق کی بے

پناہ قوت اس بدنصیب قلعے کو گھیرے ہوئے تھی اور جلدی پر اس کی توپیں برابر گولے برسا رہی تھیں اور شہر سے قلعے میں آنے کا سلسلہ بند ہو گیا تھا۔

جلد ہی چٹان پر نصب طرغوت کی توپوں نے کئی جگہ سے فصیل کو توڑ کر رکھ دیا۔ طرغوت کو اسی لمحہ کا انتظار تھا اپنے لشکر کے ساتھ اس نے خندق کو لکڑی کے بنائے ہوئے پلوں سے پار کیا اور سینٹ ایلمو کے قلعے میں گھس کر اس نے عام حملہ کر دیا تھا۔ مالٹا کے حکمران لیل آدم نے فصیل میں پڑنے والے ان شگافوں پر اپنی پوری قوت جمع کر دی تھی۔ جن کے ذریعہ مسلمان سینٹ ایلمو کے قلعے میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

نائٹ جو فنونِ سپہ گری میں یورپ کے اندر اپنا کوئی ثانی نہ رکھتے تھے۔ قلعہ سینٹ ایلمو میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے اس سیلاب کو روکنے میں بری طرح ناکام ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک قلعے کے اندر گھمسان کی جنگ ہوتی پھر مالٹا کے نائٹ آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ جب کہ طرغوت اپنے لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کر کے ان کا قتل عام شروع کر چکا تھا۔

اسی تعاقب میں طرغوت جب ایک ایسی عمارت کے پاس سے گزر رہا تھا جو توپوں کے گولے لگنے سے مخدوش ہو گئی تھی تو اچانک اس عمارت کا اوپر کا حصہ گر پڑا اور ایک وزنی پتھر طرغوت کے سر پر آ گرا۔ طرغوت کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہیں گر گیا۔ اس کے ارد گرد محافظ دستوں کی حیثیت سے لڑنے والے سپاہی اسے سنبھالنے لگے تھے۔

آناً فاناً طرغوت کے زخمی ہونے کی خبر اس کے لشکر میں پھیل گئی تھی۔ گو طرغوت مکمل طور پر قلعہ سینٹ ایلمو کو فتح کر چکا تھا۔ تاہم بعض مقامات پر جنگ اب بھی جاری تھی۔ صنعان نے مصطفےٰ اور پیالہ پاشا کو جنگ پر آمادہ مسلح نائٹوں کا صفایا کرنے کو کہا۔ خود وہ اس طرف لپکا جہاں طرغوت زخمی پڑا تھا۔ صالح، کمروش، حسن اور سعد بھی صنعان کے ساتھ طرغوت کی طرف بھاگ رہے تھے۔

جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا لشکر کے طبیب طرغوت کو سنبھالنے کے علاوہ اس کے سر پر پٹیاں باندھ رہے تھے۔ ان میں حسین جولیا گوں تسا گا بھی تھی۔ وہ مردانہ لباس میں تھی اور طرغوت کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ وہ روتی بھی جا رہی تھی۔ طرغوت اپنے حواس میں تھا تاہم وہ تکلیف اور درد کی سخت اذیت میں تھا۔

صنعان، صالح، کمروش، حسن اور سعد وہاں بیٹھ گئے اور پریشانی کی حالت میں طرغوت کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر صنعان نے طرغوت کو پکارا۔ "امیرِ محترم! میں صنعان آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

طرغوت نے اپنی بند آنکھیں کھولیں۔ چند ثانیوں تک اس نے غور سے صنعان کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹکتی ہوئیں قلعہ سینٹ ایلمو کا جائزہ لینے لگی تھیں۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور مدھم آواز میں اس نے کہا۔

"ربِ عظیم! تیرا صد احسان کہ تُو نے مجھے مالٹا کے اس قلعہ کو فتح کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب میں کسی کے سامنے شرمسار نہیں ہوں۔ میں سرخرو ہو کر اپنے جسم سے اپنی روح کو نکلتے سکون سے دیکھ سکوں گا۔"

صنعان نے سسکتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اے امیر! آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ کی ذات سے ہم میں برکت اور اتحاد ہے۔ ہمیں آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے بغیر ہم ادھورے ہیں۔"

طرغوت نے آنکھیں کھولیں اور صنعان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اب چند گھڑیوں، چند لمحوں کا مہمان ہوں، میری زندگی کا سفر تمام ہو چکا ہے۔ میری ماں ولتان نے ایک بار میرے بڑے بھائی علیام سے میرے متعلق کہا تھا کہ میں اکثر خواب میں طرغوت کو سمندروں کے سینے چیرتے اور اونٹوں کی لمبی قطاروں کی راہنمائی کرتے دیکھا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کبھی کبھی میں نے ایسے خواب بھی دیکھے ہیں کہ طرغوت، بحری بیڑوں کی راہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔"

میرے ساتھیو! میری ماں کے خواب درست ہوئے۔ میں نے سمندروں کا سینہ چیرا۔ ہسپانیہ سے مسلمانوں کو نکالتے ہوئے اونٹوں کی لمبی قطاروں کی راہنمائی کی اور پھر سلطان سلیمان کے بحری بیڑے کا امیر البحر بھی مقرر ہوا۔ میری ماں کے سب خواب پورے ہو چکے اور میری زندگی کا سفر تمام ہوا۔"

طرغوت چند ثانیے خاموش رہا پھر اس نے جویا گون تساگا کی طرف دیکھا جو اس کے پاؤں دبا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے اور وہ بڑی تکلیف دہ حالت میں اپنے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

طرغوت نے اپنی لمحہ بہ لمحہ اکھڑتی آواز میں جویا کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے اطالیہ کی بیٹی! تو نے مالٹا میں میری رہائی سے متعلق جس خلوص کا اظہار کیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ میں تمہارے جذبات کی قدر کروں لیکن اب جب کہ میں مر رہا ہوں، میں کیا کر سکتا ہوں۔ اگر میں زندہ رہتا تو بخدا تمہیں اپنی بیوی بنا لیتا۔ تمہارا خلوص بے مثل، تمہاری ہمدردی لاجواب ہے۔ میرے بعد اگر تم قوندی کے بجائے الجزائر میں رہنا چاہو تو میرے نام کی نسبت سے لوگ تمہاری عزت کریں گے۔"

طرغوت رک گیا۔ پھر اس نے عثمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہارا سلطان سلیمان کے پاس جانا ہو تو انہیں مجھ عدم کے مسافر کا سلام کہنا۔ انہیں کہنا کہ سلطان محترم! میں نے مالٹا کو سرنگوں کر دیا۔ اب مصر سے قسطنطنیہ جانے والے اناج کے اسلامی جہازوں پر کوئی شب خون نہ مارے گا۔"

اس بار طرغوت نے کوروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوروش! کوروش! میرے بعد میری بیوی بچوں کا خیال رکھنا۔ سعد میرے بھائی کی نشانی ہے اسے اپنی بیٹی سے بیاہ دینا۔ کہ اس میں میرا اطمینان ہے۔ بحیرہ روم ہم نے دشمن قوتوں سے پاک کر دیا ہے۔ تم لوگ الجزائر میں پرسکون زندگی بسر کر سکتے ہو۔ اب کوئی چارلس، کوئی اندریا دوریا اور کوئی فلپ الفرنجی ساحل پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ میری لاش میری بیوی کے پاس الجزائر لے جانا۔ میرے لشکریوں کو کہنا ہر وقت اپنے مذہب کی حفاظت و سربلندی کی خاطر جہاد کرتے

رہو۔ آنے والی نسلیں تاریخ کی سطور میں تمہارا نام محفوظ رکھیں گی۔

طرغوت خاموش ہو گیا۔ شاید اس پر نزع کا عالم طاری ہوتا جا رہا تھا۔ کوروش نے طرغوت کا جسم اپنی گود میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ "میں کیسا بدقسمت ہوں۔ عیلام نے نخلستانوں کے اندر میری گود میں دم توڑا۔ وہ ایک ایسا فرزند تھا جس نے گمنام کوہستانی وادیوں، ندی نالوں کی تپلی گزرگاہوں، شور مچاتی آبشاروں اور بے رنگ و بے نام قصبوں میں اپنی شجاعت و اولوالعزمی کے رنگ بکھیرے اور اے امیر! آج آپ نزع کے عالم میں میری گود میں پڑے ہیں۔ کاش! میں آپ کی جگہ رخصت ہو گیا ہوتا۔ میں کب تک اندھیروں کا ساماں بن کر اپنے بھائیوں، اپنے محسنوں کی موت کا منظر دیکھتا رہوں گا۔

اے میرے امیر! جہاں آپ کے بھائی عیلام نے ابر آلود تھان سیان، برف پوش پامیر اور کوہستان سفید کی درمیانی وادیوں میں یاجوج ماجوج کی طرح رکی ہوئی وحشی قوم کو زیر کیا، جہاں اس نے بحیرہ ارومیہ، بحیرہ اسود اور بحیرہ کیسپین میں اپنی شجاعت کے علم بلند کیے، وہاں آپ نے اندلس کی لاجوردی کوہستانی چوٹیوں اور حسین وادیوں میں بے آبرو زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کو نکال کر افریقہ میں آباد کیا۔"

کوروش کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور طرغوت کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے امیر محترم! آپ کا اناطولیہ سے افریقہ تک کا سفر بیکار اور رائیگاں نہیں گیا۔ آپ نے ہر ستم کی رات اور اندھیروں کے سفر کو روشنی بخشی، آپ نے ان آندھیوں کے طوفانوں اور ریت کے بگولوں کو سکون آشنا کیا جو یورپ کی طرف سے مسلم قوم کی بربادی کا سامان کرنے کو چلے تھے۔ آپ کا بحری کلہاڑا، آپ کی کوندتی تلوار اور آپ کے سنسناتے تیر چشم فطرت میں فخر یزداں بن کر چلے اور مسلم قوم کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے چلے گئے۔

اے امیر! یورپ سے افریقی ساحل کی طرف ہوس کے شیاطین کی طرح بڑھنے والے ہر حملہ آور کو آپ نے اپنے سامنے اپنے عملی وجدان سے زمزمہ انگیزی اور

آدمی کی شدت کی طرح زیر کیا۔ آپ نے افریقہ کے برہنہ ساحلوں کی حفاظت کی اپنی ملت و مذہب کی خاطر آفاق کے اسرار پر موت کی کمند ڈالی۔ آپ ہمیشہ جنگ کے دھواں دھواں خد و خال اور باد و باراں کی طرح طوفانی اور ہولناک جنگوں میں برق و شعلہ کی طرح سرخرو ہو کر نکلے۔

آپ اپنوں کے لیے امن میں انگبین اور دشمن کے لیے جنگ میں آتش تھے میری قوم اپنی تاریخ کی لکیروں میں آپ کا نام عزت و آداب کے ساتھ محفوظ رکھے گی۔ کاش! کوئی کیمیاگر کوئی مصلح اخلاق بتاتا کہ جن کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس قدر جلدی کیوں بچھڑ جاتے ہیں"۔

کوروش جب خاموش ہوا تو طرغوت نے نحیف اور مردہ سی آواز میں کہا۔

"میں نے اپنی پوری شفقت اور محنت سے اپنی ملت اور اپنے مذہب کی خدمت کی ہے۔ اگر یہ میرے رب کے ہاں قبول ہو تو میرے لیے سعادت ہوگی۔ انسان کو اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہیے۔ میں تم سب کو خدا حافظ کہتا ہوں۔

میں نے اپنی ملت کے بڑے بڑے سورما دشمنوں کو زیر کیا۔ آہ! پر اپنے مقدر کے خلاف میں جنگ نہیں کر سکتا۔ موت ایسا دشمن ہے جسے زیر نہیں کیا جا سکتا میں ایک تشنہ دہن مسافر کی طرح پاتال کی طرف جاتا ہوں۔ ایسے ہی جیسے میرا بھائی عیلام خیر الدین باربروسہ اور دوسرے لوگ چلے گئے"۔

ایک دم طرغوت کہتے کہتے رک گیا۔ پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور وہ دم توڑ گیا۔ کوروش، جولیاگون تساگا اور سعد سسک سسک کر رونے لگے تھے۔ سعد نے طرغوت کے دونوں پاؤں تھام لیے اور انہیں لگاتار بوسے دیتے ہوئے اس نے روتے سسکتے کہا۔

"اے میرے عم! میرا باپ شمال کے برفستانوں میں اپنی قوم کی سر بلندی کی خاطر مارا گیا اور آپ نے مالٹا میں اپنی ملت کی خدمت کرتے ہوئے اپنے آخری سفر کی طرف کوچ کیا۔ اے میرے عم! اب مجھے وہ جگہ تلاش کرنا ہوگی، جہاں میں اپنی ملت

کی سر بلندی اور مذہب کی بہتری کی خاطر اپنا آپ قربان کر سکوں"۔

پھر سعد طرغوت کی ٹانگوں سے لپٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کے قریب ہی جولیاگون تساگا بیٹھی دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

کوروش نے طرغوت کی لاش کو ایسے ہی محفوظ کر لیا جس طرح عیلام کی لاش محفوظ کی گئی تھی۔ مصطفیٰ اور پیالی پاشا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ سنعان اور صالح نے اپنے بحری بیڑے کو اسی جگہ جمع کیا جہاں طرغوت آ کر لنگر انداز ہوا تھا۔ پھر طرغوت کی لاش اسی جہاز میں لادی گئی جو علم بردار تھا اور جس میں رہ کر طرغوت دشمن سے جنگ کیا کرتا تھا۔

اچانک سنعان کی نگاہ جولیاگون تساگا پر پڑی۔ وہ طرغوت کی لاش پر پھول ڈال رہی تھی جو اس نے کوہستانی وادی میں چن لیے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سنعان اس کے قریب آیا اور بڑی نرمی اور شفقت سے اس نے جولیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اے میری بہن! کیا تم میرے ساتھ الجزائر چلو گی وہاں تو میری بہن اور میرے امیر کی نشانی کے طور پر ہم میں باعزت و باوقار رہو گی۔ میں تیرے جیسی بہن کی حفاظت و کفالت کروں گا"۔

جولیاگون تساگا نے روتے اور سسکتے ہوئے کہا۔ جس کی موجودگی کے باعث اور جس کے نام کی دہشت سے میں سمندروں میں اپنی کشتی کے اندر بے خطر گھوما کرتی تھی جب وہ ہی نہ رہا تو میں الجزائر جا کر کیا کروں گی۔ امیر طرغوت میرے دل کے صحرا میں ابر تر، میری زندگی کی دشواریوں میں شگفتہ سورج اور میرے دل کے نہاں خانوں میں روشن چراغ تھے۔ ان کے بعد میں اپنی اصل منتہی تک کا سراغ نہ لگا سکوں گی۔ وہ شمشاد و چنار کی طرح مضبوط و توانا اور مہر درخشاں کی طرح پائیدار اور اولوالعزم تھے موت کی آندھی سوداگری انہیں مجھ سے چھین کر تاریک گھروندوں میں لے گئی۔ میرا قافلہ سر منزل آ کر لٹ گیا اور گھٹا ٹوپ اندھیروں میں میری روشنی مجھ سے چھن گئی۔

کی سربلندی اور مذہب کی بہتری کی خاطر اپنا آپ قربان کر سکوں ؟

پھر سعد طرغوت کی ٹانگوں سے لپٹ گیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ اس کے قریب ہی جولیا گون تسا کا بیٹھی دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

کوروش نے طرغوت کی لاش کو ایسے ہی محفوظ کر لیا جس طرح عیلام کی لاش محفوظ کی گئی تھی۔ مصطفےٰ اور پیالی پاشا اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ صنعان اور صالح نے اپنے بحری بیڑے کو اسی جگہ جمع کیا جہاں طرغوت آکر لنگر انداز ہوا تھا۔ پھر طرغوت کی لاش اسی جہاز میں لادی گئی جو علم بردار تھا اور جس میں رہ کر طرغوت دشمن سے جنگ کیا کرتا تھا۔

اچانک صنعان کی نگاہ جولیا گون تسا کا پر پڑی وہ طرغوت کی لاش پر پھول ڈال رہی تھی جو اس نے کوجتانی وادی میں چن لیے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ صنعان اس کے قریب آیا اور بڑی نرمی اور شفقت سے اس نے جولیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" اے میری بہن! کیا تم میرے ساتھ الجزائر چلو گی وہاں تو میری بہن اور میرے امیر کی نشانی کے طور پر ہم میں باعزت و باوقار رہو گی۔ میں تیرے جیسی بہن کی حفاظت و کفالت کروں گا "

جولیا گون تسا کا نے روتے اور سسکتے ہوئے کہا۔ جس کی موجودگی کے باعث اور جس کے نام کی دہشت سے میں سمندروں میں اپنی کشتی کے اندر بے خطر گھوما کرتی تھی جب وہ ہی نہ رہا تو میں الجزائر جا کر کیا کروں گی۔ امیر طرغوت میرے دل کے صحرا میں ابر تر، میری زندگی کی دشواریوں میں شگفتگی سحر اور میرے دل کے نہاں خانوں میں روشن چراغ تھے۔ ان کے بعد میں اپنی اصل ہستی تک کا سراغ نہ لگا سکوں گی۔ وہ شمشاد و چنار کی طرح مضبوط و تناور اور مہر درخشاں کی طرح پائیدار اور اولوالعزم تھے موت کی آندھی سوداگری انہیں مجھ سے چھین کر تاریک گھروندوں میں لے گئی۔ میرا قافلہ سرمنزل آکر لٹ گیا اور گھٹا ٹوپ اندھیروں میں میری روشنی مجھ سے چھن گئی۔

میں اب اپنے دل کی چتا میں جلتی رہوں گی اور کوئی میرا تو ہم مختلف حالات ہوگا میں اب کسی کو اپنی زندگی کا ساتھی نہ بناؤں گی۔ میں تونس واپس جاؤں گی اور وہاں اپنی موت کا انتظار کروں گی ؟

جولیا مڑی اور ہچکیاں لیتی ہوئی جہاز سے اتر گئی۔ اس کی کشتی ملاحوں سمیت بائیں طرف کنارے سے لگی کھڑی تھی۔ صنعان نے اپنے بحری بیڑے کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ جولیا سمندر کنارے کھڑی ہو کر انہیں دیکھتی رہی۔ جب ان کا بحری بیڑہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ بلند آواز میں دھاڑیں مار مار کر روتی ہوئی اپنی کشتی کی طرف جا رہی تھی۔

تمت بالخیر

اسلم راہی ایم اے

☆

بروز یکم دسمبر ۱۹۸۲ء مطابق ۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ کتابت کتاب اپنی تکمیل پذیر۔